

هُوَ الْحَقُّ

تحریرِ شیخ الہند

انگریزی سرکاری زبان میں

رسمی خطوط سازشکریں

اور
کون کیا تھا

(مخطوط ریکارڈ کا اردو ترجمہ)

مرتبہ

مولانا بیسند محمد میاں حبیب

ناشر: اکمل جمعیت بک ڈپو قائم جان ایسٹریڈ ملی

سلسلہ مسلم عجمان وطن کا حقدار

تحریک شیخ الہند

مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ
(انگریزی سرکاری زبان میں)

ریشمی خطوط سازش کسین

(محفوظ ریکارڈ کا اردو ترجمہ)

مرتبہ

مولانا سید محمد میاں صاحب

شائع کردہ

الجمعیتہ بک ڈپو - دہلی

بحسن توجہ حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی صدر جمعیتہ علماء ہند

(ب)

۵۷
۸۶۳

323.20954
168 L 53 1

U.
323.20954
FAT

ریشمی خطوط سازش کیس

انڈیا آفس — لندن — میں — ریکارڈ — محفوظ

۱۹۷۵-۲۰۷۶ ریلیز ہونے کے بعد اس کا فلم لینے والے

محترم مولانا موسیٰ بھائی گراماوی اور ان کے چند رفقاء

ترجمہ۔ — 323. از جناب رفیق عزیز بیگ صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ الجمعہ:

ترتیب: — از مولانا محمد میاں صاحب مصنف شاندار ماضی و علماء حق و سیر مبارک

ناخ۔ (مسودہ کو صاف کرتے والے)۔ مولانا اشیر الدین صاحب

ناخ: — الجمعیتہ بکڈلو۔ دہلی طابع: — الجمعیتہ پریس۔ دہلی

قیمت: — بیس روپے (-/20)

NU

90102

25-9-84

A-11

فہرست مضامین تحریک شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ندوی سرہ العزیز

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ	عنوان
۳۱	سمندروں کا امن تباہ	۱	تعارف — مقدمہ
۳۱	عربوں پر ماتم	۲	ایشیا اور یورپ کے دور دور
۳۲	الحاد و لاندہ صیت	۲	ظلمت کردہ
۳۲	فرکوں کا زوال	۳	تعلیم صرف کلیسا میں محدود
۳۲	تحریک حضرت شیخ الہندؒ کی علت	۳	بقعہ نور مشرق میں آفتاب علم کی ضیا پاشی
۳۵	حضرات علماء کا احساس	۷	ایشیا اور یورپ کے مزاج
۳۵	یہ بات کس دور کی ہے	۸	یورپ اور مذہب
۳۶	عام احساس نہیں تھا	۸	اہل یورپ کے معبود
۴۰	حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے {	۱۰	یورپ میں عیسائیت
	سیاسی اور اقتصادی اصول	۱۳	قسطنطنینہ کا مذہب
۴۳	اقتصادی اصول	۱۴	یورپ اور ستم بکا سیاست
۴۴	سیاسیات اور نظام حکومت کے {	۱۸	مقدس مذہبی حواصت میں
	بنیادی اصول	۱۸	منوعہ کتب پر سزائے موت
۴۵	بنیادی حقوق	۱۹	صلیبی لڑائیاں
۴۵	بین الاقوامی تحفظات		یورپ اور جہنم استعمار
۴۶	مذہبیات	۲۱	{ اقوام عالم پر جاہلانہ تسلط کا شوق
۴۶	توجہ طلب امور	۲۳	نئی دنیا
۴۷	انقلاب کا طریقہ	۲۴	اہل یورپ کی بردش نئی دنیا پر اور اس مقصد
	پس و پیش کے حالات	۲۴	استعمال الجبر اور وحشتناک سفاسکی
		۲۷	دوسرا نصف کٹندہ واسکوڈی گاما

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ	عنوان
۷۱	انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات	۵۰	حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی وفات
۷۲	غالب نامہ کا ارسال		اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی جانشینی
۷۳	حضرت شیخ الہند رحمہ کی اسیری اور رہائی	۵۱	پہلیس کی طاقت سے محرومی
۷۳	تحریک انقلاب عرب ریشمی خطوط کی تحریک	۵۲	آزاد علاقہ میں حکومت کا قیام
۷۳	حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ { تحریر فرماتے ہیں۔	۵۲	شکست اور وجہ شکست
۷۳	حضرت شیخ الہند رحمہ کی ابتدائی کارکناری	۵۳	دوبارہ تنظیم
۷۶	حضرت شیخ الہند رحمہ کا سفر حجاز	۵۵	سکھوں سے مقابلہ
۷۷	حافظ عبدالبہار صاحب دہلوی مرحوم سے { مولانا شیخ الہند رحمہ کی ملاقات	۵۶	مقصد تحریک
۷۸	گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات	۵۸	علماء و صادق پور
۸۰	مید سیاست میں داخل ہونا		مولانا عبداللہ کی وفات اور ان { کے جانشین
۸۰	انور پاشا اور جمال پاشا کی مدینہ منورہ میں آمد { اور ملاقات	۵۹	علماء و صادق پور کی سوانح
۸۲	تحریرات احمد خان کا ہندوستان پہنچانا	۵۹	مقصد
۸۲	حضرت شیخ الہند رحمہ کے رفقاء مدینہ منورہ { سے مکہ معظمہ کو۔	۶۱	تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ
۸۲	تحریرات احمد خان کا ہندوستان پہنچنا احمدی ٹائی ٹیڈ { کی تقشیش سے نکل کر نکل جانا۔	۶۲	باقی تحریک
۸۵	مندوق خان جہان پور میں	۶۲	پوری تحریک پر جمالی نظر
۸۶	پہلیس کی پورش اور تلاشی اور حضرت شیخ الہند { کی کرامت	۶۵	شیخ الہند کی تحریک تبادلی
۸۶	حاجی احمد فلولوگر دہلی کے یہاں تلاشی اور ناکامی	۶۵	اسلامی مدرسہ ہوں کی تحریک
۸۷	حاجی صاحب کا حسب ہدایت کام کرنا۔	۶۶	صحیح تربیت
		۶۷	حوادث کا مجموعہ تواتر
		۶۸	فوری کام کی ضرورت
		۶۸	مولانا عبید اللہ سندھی
		۶۹	ریشمی خطوط
		۷۰	حضرت شیخ الہند رحمہ

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ	عنوان
۱۹۷	عبد اللہ کی طرف سے جہاد کی تعلیم	۱۷۳	شیخ زید مولوی محمود حسن کی سرگرمیاں
۱۹۷	تعلیم قرآن اور کلمہ قرآن کی کتابوں میں جہاد کی تعلیم	۱۷۴	نقل سر ورق فائل
۱۹۷	نظارۃ ساز غنیموں کا جلسہ گاہ	۱۷۷	ایس۔ آئی۔ ایس
۱۹۷	ابوالکلام آزاد نے جمعیت حزب اللہ قائم کی	۱۷۸	ٹی بی گرام از طرف واکس رائے ہند
۱۹۸	جمعیت حزب اللہ کے قواعد	۱۸۱	استغاثہ
۱۹۸	جہاد کا مشورہ	۱۸۱	سلسلہ واقعات
۱۹۹	جمعیت حزب اللہ کی رکنیت	۱۸۳	استغاثہ از ملک معظم شہنشاہ ہند بنام عبید اللہ
۱۹۹	جمعیت حزب اللہ کا کام رہی	۱۸۹	طریقے اور منصوبے
۲۰۰	ابوالکلام نے گلگت میں دارالرشاد قائم کیا	۱۸۹	عمومی طور سے کیا بات ثابت کرنی ہے۔
۲۰۰	ابوالکلام کی طرف سے فرضیت جہاد کا درس	۱۹۰	عبید اللہ بانی سازش — اور دیوبند {
۲۰۰	لکچروں کے نوٹ حمزہ راہب دی نے تیار کئے	۱۹۱	جہاں سے سازش کی ابتدا ہوئی }
۲۰۱	ترکی کے فربک جنگ ہونے سے سازشی قوم اٹھانے پر مجبور	۱۹۱	دیوبند کا مدرسہ اور مولانا محمود حسن
۲۰۱	مجاہدین کے نمائندوں کی مولانا سے ملاقات اور مشورے	۱۹۱	مولانا پر عبید اللہ کے اثرات
۲۰۱	ہندوستانی متعصبین	۱۹۲	مدرسہ دیوبند سے کس طرح کام لینا تھا
۲۰۲	مولانا نے جون ۱۹۱۵ء میں مہاجر موبوں کو سرحد پار روک دیا	۱۹۲	جمعیت الانصار کا قیام
۲۰۲	ہندوستان کو دارالحرب قرار دیدیا گیا	۱۹۲	جمعیت کا اندرونی حلقہ
۲۰۳	مہاجر طلبہ کی جماعت کی بنیاد سے سرحد کو روانگی۔	۱۹۳	دیوبند کا مدرسہ اب تک سیاست الگ با تھا
۲۰۴	مولانا محمود حسن مہاجر بن گئے۔	۱۹۳	مسلمان ہندو تہ ترکی اور ملتان کی جنگوں کے اثرات
۲۰۴	مولانا اور ان کے ساتھیوں کا عزم جہاد	۱۹۴	مدرسہ میں برطانیہ دشمن جذبہ
۲۰۴	حکیم عبدالرزاق اور نور الحسن کی سرگرمیاں	۱۹۴	لاہور کی مسجد کا قہقہہ
۲۰۴	عبید اللہ کی ہند سے روانگی	۱۹۵	زمرد اور ان مدرسہ نے عبید اللہ انیس۔ محمد میاں غفر
۲۰۵	محمد علی بی اے اور شیخ اہل ایمان بی اے کا علوم کامل	۱۹۵	مولانا کی رہائش گاہ کی جیسے گاہ ہی گئی
۲۰۵	مولانا کی حمزہ کو روانگی	۱۹۶	جہاد موبوں نے بھی دیوبند میں تعلیم پائی
۲۰۶	مولانا کے معظّم میں	۱۹۶	کتاب اسلامیات اور تاریخ
۲۰۶	مدرسہ میں مولانا کی غلبہ پاشا سے ملاقات		

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ	عنوان
۲۱۶	روسی ترکستان کو مشن کی روانگی	۲۰۶	غالب نامہ اور غالب پاشا کا مشورہ
۲۱۷	ترکی اور جرمنی کو مشن	۲۰۷	مولانا مدنیہ میں
۲۱۷	آزاد علاقہ سے باغیانہ لٹریچر کی اسکیم	۲۰۷	انور پاشا سے اور جمال پاشا سے ملاقات
۲۱۷	برطانیہ کے خلاف جنگ چھڑنے کیلئے تہاکیوں کو خطوط	۲۰۷	طائفہ میں غالب پاشا سے ملاقات اور
۲۱۸	محمد علی اور عبدالحق کو خطوط کے کرہندستان بھیجا گیا	۲۰۸	فرامی کی ہندوستان کو ترسیل
۲۱۸	محمد علی مہندریہ تپا کے لئے سونا لیکر واپس ہوا	۲۰۸	محمد میاں کی ہندوستان واپسی
۲۱۸	عبدالحق اور رشیمنی خطوط	۲۰۸	مفتی احمد محمد میاں کا سفر راندیر
۲۱۹	ہندوستانی حکام کو پہلے سے اطلاع تھی	۲۰۹	مفتی اور محمد میاں کی بھوپال میں تھانی علی لدین کے ملاقات
۲۱۹	عبدالحق کا بیان	۲۰۹	مولانا کی غیر حاضری میں ہندوستان میں کام
۲۱۹	احمد علی اور ابو محمد احمد	۲۰۹	خزائنچی واک کی تقریر وغیرہ کی حیثیت سے جمیلہ شد کی سرگرمیاں
۲۲۰	یو۔ پی میں سازشیوں اور گواہوں سے پوچھتا چھ	۲۱۰	حکیم عبدالرزاق مولانا کے گھر کی دیکھ بھال
۲۲۱	مولانا اوسان کی پارٹی کا حجاز سے اخراج	۲۱۰	محمد سیال کی فضل الحسن اور ابوالکلام سے ملاقات
۲۲۱	اور برطانوی حکام کی طرف سے نظربندی	۲۱۱	محمد میاں غالب نامہ کے ساتھ سفر کرتا ہے۔
۲۲۱	مطبوعات کے ذریعہ انقلابی پروپیگنڈا	۲۱۱	پنجابی مہاجر پارٹی
۲۲۱	تعلیم قرآنی و کلید قرآنی	۲۱۲	قبائل میں سورش پھیلانی لگئی
۲۲۱	انجوا طر فی الاسلام	۲۱۲	صلی الدین مجاہدین میں
۲۲۲	الہلال	۲۱۳	دشمن کا وفد کابل میں
۲۲۲	شیخ الاسلام کا فتویٰ	۲۱۳	کابل میں ملاشیوں کے منصوبے
۲۲۲	مولوی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ جہاد	۲۱۳	عبد اللہ محمد علی سندھی کی ہمراہ محمد علی پرنسپل
۲۲۲	دارالحرب کے بارے میں شاہ علیہ خیز دہلوی کا فتویٰ	۲۱۳	طیبہ کالج کے پاس
۲۲۳	غالب نامہ	۲۱۴	عبد اللہ کے ذریعہ ہندوستان کو خطوط کی روانگی
۲۲۳	انور پاشا جمال پاشا اور غالب پاشا کے فرامی	۲۱۴	ہندوستان میں احمد علی کے اقدامات
۲۲۳	ابھی باقاعدہ تفتیش نہیں ہوئی	۲۱۵	کاغذات کی فضل الحسن کو حوالگی
۲۲۳	وستیاب شہادتیں	۲۱۵	فتویٰ اور پیغام ابوالکلام کو بھیجا گیا
۲۲۴	محمد علی کے مساعیلات اور غلام احمد کے خط	۲۱۶	جنود بہا لہ اور حکومت برصغیر

نمبر صفحہ	عنوان	نمبر صفحہ	عنوان
۲۵۱	روس سے مشن کی واپسی	۲۲۵	مقدمہ کا دوسری پہلو
۲۵۲	جرمن مشن کے اراکین کے ساتھ خفیہ مشورہ	۲۲۷	سازشیوں کے خلاف کارروائی کی تجویز
	اور محمد علی کو جرمنی بھیجنے کی تجویز	۲۲۷	سازشیوں کے خلاف کیس پر یادداشتیں
۲۵۷	لقبیتنٹ والکاٹ اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری	۲۲۹	بیان عبدالباری بی۔ اے
۲۵۸	حسن علی اور عبدالعزیز کا کوڑ مارشل اہد	۲۲۹	ہندوستان سے طلبہ کے ترک وطن کے اسباب
	گولی مار کر ہلاک کر دینا۔	۲۳۱	ٹاہوہ سے طلبہ کی روانگی
۲۵۹	میان شجاع اللہ پیر شیخ حبیب اللہ	۲۳۳	اسس میں آمد
۲۶۰	اسس میں مجاہدین کی بستی	۲۳۵	اسس سے روانگی
۲۶۱	سرور پار لوگوں کو سجاد فراہم کرنے کا دورہ	۲۳۷	کوہاٹ سے مجاہد طلبہ کی آمد
۲۶۱	شجاع اللہ کا جرمن مشن سے رابطہ	۲۳۷	مولوی عبدالرحیم کی کابل میں آمد
۲۶۳	مسن کے بارے میں پبلک کامعام تاثر	۲۳۸	طلبہ کی پرنس شایہ اللہ خاں سے ملاقات
۲۶۵	مولوی عبدالرحیم کا دوسرا سفر کابل	۲۳۹	کابل میں جرمن مشن کی آمد۔ عام احساسات
۲۶۶	دوسرے مشن کی تیار دی خطوط و ذرائع وغیرہ	۲۴۱	مظانا عبید اللہ کابل میں اچھ طلبہ جرمن مشن سے ملاقات
۲۶۸	مولانا عبید اللہ کا خط شیخ عبدالرحیم کے نام	۲۴۱	راجہ ہند پر تپا کا کابل میں اصل مشن
۲۶۹	بغیر دستخط کا خط	۲۴۲	قیصر جرمنی اور سلطان ٹرکی سے راجہ کی ملاقات
	مولوی عبید اللہ کے بلا تاریخ خط کا ترجمہ	۲۴۲	راجہ ہند پر تپا چھ دستاویزات ساتھ لائے تھے
۲۶۳	الجندواریا نیہ یعنی لشکر نجات	۲۴۴	حکومت موقتہ ہند کی تشکیل
	مسلم سالویشن آرمی یا کتی فوج	۲۴۵	مسن کے بارے میں امیر کا اصل رویہ
۲۶۴	منصب داران جنود رباتیہ	۲۴۷	ڈاکٹر عبداللہ دین کی کابل میں آمد
۲۶۶	احوال انجمن و دیگر حکومت موقتہ ہند	۲۴۷	روس کو مشن
۲۷۸	شمال مغربی سرحدی صوبہ میں خفیہ سرگرمیوں کا خلاصہ	۲۴۹	قصر ہابر بن مشاہبہ
	نمودہ عرضداشت جمعیتہ حزب اللہ	۲۴۹	مسلم ممالک کے دورے کے لیے عبید اللہ کا منصوبہ
۲۸۰	نقل فرمان غالب پاشا گورنر محاذ شریف	۲۵۱	مولوی سیف الرحمن کا ورد د کابل
۲۸۵	کون کیس ہے۔ ۲۸۵ تا ۳۸۴	۲۵۱	کالاسٹکس کا بل میں

پیش لفظ

۱۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی۔ صدر جمعیتہ علماء ہند
سیدنا مولانا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز جنکی تحریک پیش نظر کتابا مجموعہ
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند کے وہ تلمیذ رشید
تھے جو صرف حلقہ درس میں شریک نہیں رہے۔ بلکہ ایک فرزند رشید کی طرح عنفوان شباب ہی سے
آپ کے جذبات و رجحانات کی تربیت بھی حضرت حجۃ الاسلام کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ ابھی عمر عزیز
کے ۱۷ یا ۱۸ مرحلے طے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حضرت نانوتوی نے دیوبند کو اپنا مستقر بھی نہیں بنایا تھا
آپ کا قیام میہ ٹھہرا دہلی ہی میں رہتا تھا کہ شیخ الہند "خطاب پائے والا نونہال" حجۃ الاسلام کے
دامن سے وابستہ ہو گیا۔ اس وابستگی نے گرویدگی کی صورت اختیار کر لی، یہی گرویدگی تھی کہ آپ نہ
صرف حضر میں بلکہ سفر میں بھی حضرت حجۃ الاسلام کے ساتھ رہتے اور جانفشانی سے خدمت سے جذبہ راحت
رسانی کے اضطراب کو تسکین بخشتے۔

یہ حجۃ الاسلام وہی مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ تھے جو چند سال پہلے ۱۸۵۷ء میں یورپ کے خواجہ
فروش دغا بازوں سے نبرد آزما تھے جو اب اپنے مکر و فریب اور جبرہ شکنیوں سے جابر حکمران اور متمکر فرمانروا
بن گئے تھے۔ نہ آزمائی کا نتیجہ شکست ہوا، نہ اس شکست نے صرف اسلحہ کو کندہ کر دیا تھا۔ جذبات کو
افسردہ نہیں کر سکی تھی۔ بلکہ زیر فاسدہ جنگاریوں کی طرح ان کی تیز تیز ہو گئی تھی اور طوفانی انقلاب کے
لئے ان کی حرارت اور بڑھ چکی تھی۔ تلمیذ رشید و معین مولانا محمود حسن کا سینہ حضرت استاد کے فیوض و افادات
کا گنجینہ تھا۔ ان جذبات کا پرتو اس پر پڑا تو وہ آتشیں شیشہ بن گیا، جو ہر اس آگینہ کو سوزش و تپش کا
تحفہ دینے لگا جس میں عزت نفس، خود داری، خود اعتمادی اور استقلال و حریت کی جھلک ہوتی غیرت
ملی اور حمایت وطن کی حرارت اس کے خون میں وقار قومی کی طلب اس کے گوشہ جگر میں ہوتی۔ گویا اس
کی صدا یہ ہو گئی تھی۔

”من قاش فروش دل صد پارہ خویش ام“

یہ قاش فوشی کب سے شروع ہوئی اور اپنے نصب العین کی شمع سے دلوں کے چراغ دالوں کو منور کرنے کی ابتداء کس زمانہ سے ہوئی اس کا کوئی سنہ و سال بتانا مشکل ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ شیخ الہند کے آتشیں شیشہ نے جب سے حجۃ الاسلام کے آفتاب سے شعا عین لینی شروع کیں۔ تب ہی سے ان کی کروڑوں کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ کرنس کہاں کہاں پہنچیں اور کن کن حلقوں نے ان کروڑوں کو سمیٹا اور کون کون سے حلقے ان کی تپش سے آتش دان بن گئے ان کی نشاندہی مشکل ہے۔ صرف ایک حلقہ نمایاں ہوا یہ یاغستان کا حلقہ تھا۔

یاغستان یعنی آزاد قبائل میں کام کب سے ہو رہا تھا ہمارے پاس اس کا بھی صحیح جواب نہیں ہے البتہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ جب ۱۹۱۵ء میں وہاں پہنچے تو پچاس سالہ کوششوں کا منتشر ثمرہ ان کے سامنے تھا جس کو منظم کرنے کے لئے مولانا سندھی کو وہاں بھیجا گیا تھا۔

اگر ان کوششوں کی عمر پچاس سال تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کے آخری دور اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے عہدِ شہاب سے وہاں کام ہو رہا تھا۔

اس علاقہ میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ کی تحریک کو جو حادثہ عظیم پیش آیا تھا جس نے گویا تحریک کو بے جان کر دیا تھا وہ یاغستان کے متعلق اچھی رائے قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مگر بقول حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ یہاں کے نوجوانوں میں فوجی صلاحیت تھی۔ جذبہ جہاد بھی تھا۔ یہ مقابلہ و مقاتلہ کے عادی تھے اور ان میں حب وطن، خود داری، اور خود اعتمادی کا وہ جوہر تھا جس نے ان کو ہمیشہ انگریز کے مقابلہ میں صف بستہ رکھا۔ یہی جذبہ تھا جس کی بنا پر یہ ہمیشہ انگریز کی غلامی کے لئے گردن جھکانے کے بجائے گردنیں کٹوانے کو پسند کرتے رہے۔

تحریک شیخ الہند رحمۃ اللہ کے سلسلہ میں ان کی یہ خوبیاں نمایاں ہوئیں۔ اگر انگریزی فوجیں ان کی حدود میں داخل ہو گئیں تو ان کا مقابلہ اس شدت و قوت سے کیا کہ ان کی پلٹنیں کی پلٹنیں صاف کر دیں۔ اور یہاں تک پہنچا کہ ان کو اپنی چھاؤنیوں میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ پھر ایک دفعہ ہی

ک

یہ صورت نہیں ہوئی، بلکہ مسلسل یہ ہوتا رہا کہ مقابلہ کرتے اور جب رسد ختم ہو جاتی تو اپنے گاؤں میں جا کر رسد لاتے پھر جہاد کرتے۔ بیشک کامیابی میسر نہیں آئی، مگر ان کی پہلو تہی یا بے دفاعی کی بنا پر نہیں، بلکہ بین الاقوامی حالات نے جس طرح جرمی اور ترکوں کو لاچار کر دیا حتیٰ کہ ان کی سلطنتیں ختم ہو گئیں اور ان کے ممالک کے حصے بخرے ہو گئے ان ہی حالات نے ان مجاہدوں کو بھی کامیابی سے محروم کر دیا۔ جو ایسی حالت میں میدان میں آ گئے تھے کہ ان کو پوری طرح تیار ہونے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔

بہر حال اس علاقہ میں ایک عرصہ سے کام ہو رہا تھا مگر کام کی نوعیت کیا تھی اور کس جگہ کس کی سرکردگی میں کام ہو رہا تھا اس کی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔ مولانا غلام رسول صاحب مہر کی تحقیق یہ ہے کہ کام کی ابتدا رملکاتب سے ہوتی تھی لیکن مکتب کو کس طرح تحریک کا مرکز بنایا جاتا تھا۔ اور یہ مکتب کہاں کہاں تھے یہ سب پردہ خفایں ہیں۔

والد محترم حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ کی متنا تھی کہ وہ اس علاقہ کا دورہ فرمائیں اور تمام تفصیلات فراہم کریں اور ان سے رابطہ قائم کریں۔ مگر افسوس اس کا موقعہ نہیں مل سکا۔

ہم شکر گزار ہیں جناب مولانا موسیٰ بھائی کرناڈی۔ طارق جلال صاحب اور ان کے مخلص احباب کے، کہ ان کے ذریعہ اس تحریک کے متعلق حکومت ہند اور سی۔ آئی۔ ڈی کی کارگزاریوں کے اس ریکارڈ کا قلم میسر آ گیا جو اندیا آفس لندن میں محفوظ تھا۔

اس ریکارڈ سے ریشمی خطوط سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ کچھ افراد کی جدوجہد کا بھی علم ہوتا ہے۔ مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی پوری تحریک کے متعلق پوری معلومات میسر نہیں آتیں۔ بنیادی غلطی یہ ہے کہ سی۔ آئی۔ ڈی نے بانی تحریک مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ کو اور مولانا ابوالکلام آزاد کو قرار دیا ہے۔ سی۔ آئی۔ ڈی کی نظر میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ بانی تحریک نہیں تھے۔ بلکہ مولانا سندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ان کو متاثر کیا تھا اور آلہ کار بنایا تھا۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے اپنے اس یقین کی بنیاد پر جو کچھ فراہم کیا وہ ان بزرگوں کے متعلق تو کافی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی پوری تحقیق کا مرقع نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ

کے حرم تقدس تک اس کے نظر و فکر کی رسائی ہی نہیں ہوئی تو تحریک کے اصل کارپردازوں اور اُن کی کارگزاری کا صحیح علم تو کیا ہوتا ان کا دہم بھی نہیں ہو سکا۔

دس بارہ سال کا عرصہ ہوا دہلی میں جامع مسجد کے علاقہ میں ہم پھینکنے کا سلسلہ چلا۔ غالباً ایک سال تک چلتا رہا دو تین مہینے کے بعد ہم پھینک دیا جاتا تھا یہ کیا سازش تھی اور اس کے سرغنہ کون تھے؟ سی آئی۔ ڈی اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہی۔ بظاہر اس کا سبب یہی ہے کہ اس کے ومانغ پر پاکستان کا ہوا مسلط رہا اور وہ اس کو پاکستانیوں کی حرکت سمجھتی رہی اور جو اس کے دائیں بائیں اسی دہلی کے باشندے ہوں گے۔ ممکن ہے وہ پاکستان کے دشمن اور اکھنڈ بھارت کے حامی ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے ہم مشرب اور ہم پیشہ ہوں ان کی طرف دہم و گمان بھی نہیں کیا گیا اسی طرح کی صورت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی تحریک کے سلسلہ میں بھی ہے۔ جس کو سی۔ آئی۔ ڈی ریشمی نطوط سازش کیس کہتی ہے۔

بہر حال اس ریکارڈ سے یہ حقیقت تو واضح اور ناقابل تردید ہو گئی کہ موجودہ آزادی کو جس جدوجہد کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک جماعت ایسی تھی جو اس سے پہلے سے یہ جدوجہد کر رہی تھی اور اس نے جہادِ حریت کے لئے اپنے آپ کو اس وقت وقف کر دیا تھا۔ جبکہ "انڈین نیشنل کانگریس" نے مکمل آزادی تو درکنار "ہوم رول" اور "ڈومینیشن" کا نام بھی نہیں لیا تھا۔ بلکہ حکومتِ وقت کی رضا جوئی میں مشغول تھی اور عام فضا یہ تھی کہ سروں اور خان بہادروں کا موسم بہار تھا اس وقت اس جماعت نے مکمل آزادی کے لئے جان کی بازی لگادی تھی۔ "اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔" (آمین)

اس جماعت کے ارکان کی مدح و ستائش یا ان کی سفارش کرنا ان سطور کا مومنوع نہیں ہے۔ جو پیش لفظ کے طور پر لکھی جا رہی ہیں نہ ان میں اس کی گنجائش ہے۔ البتہ اس جماعت کے ایک رکن مولانا عزیز گل صاحب کے متعلق چند کلمات لکھنے ضروری ہیں۔

پاکستان میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ بنام "تحریک ریشمی رومال مولانا حسین احمد" کتاب کے مصنف ہیں مولانا عبدالرحمن۔ اس کتاب میں مولانا عبدالرحمن صاحب نے یہ بگڑا فاشانی کی ہے کہ مولانا عزیز گل صاحب جاسوسی کیا کرتے تھے۔

اس نفرت انگیز الزام کے ثبوت کے لئے صرف ایک غیر مستند بیان پیش کیا ہے۔ باقی خود ساختہ رائے درج فرمائے ہیں۔ کتاب کی تحریر کا انداز ایسا ہے کہ گویا حضرت والد صاحب (حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ) نے خاص مجلسوں میں سرسبتہ راز ظاہر فرمائے تھے اور عبدالرحمن صاحب نے ان کو قلمبند فرمالیا تھا۔

میں سب سے پہلے اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں جو تحریر کے انداز سے پیدا ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ کو نہ اتنی فرصت ملتی تھی اور نہ یہ عادت تھی کہ طلبہ کے ساتھ خاص مجلسیں کریں۔ وہ چشمہ فیض اور علم کے دریا تھے، حلقہ درس میں یہ دریا موجزن ہوتا تھا۔ تشنگانِ علوم وہیں سیراب ہوتے تھے۔ طلبہ کو دعوت دے کر مجلس جمانا۔ یہ ان کا طریقہ نہیں تھا۔ عبدالرحمن صاحب کو جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ با وزن تو کیا ہونے ایسے بھی نہیں ہیں کہ کسی سنجیدہ مجلس میں ان کا تذکرہ کیا جائے۔ ان کا نام بھی ”رسوائے زمانہ“ جیسے توہین آمیز خطاب کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

طلبہ کے حلقہ میں بہت سی باتیں پھیلتی ہیں جو اکثر خود ساختہ ہوتی ہیں جن سے گرمی مجلس کا کام لیا جاتا ہے۔ عبدالرحمن صاحب نے انھیں ہفوات کو جمع کر کے جاذبِ توجہ نام رکھ دیا ہے۔ ”تحریکِ ریشمی رومال“۔

بہر حال نہ مولوی عبدالرحمن صاحب کی شخصیت قابلِ اعتناء ہے نہ وہ قرآنِ قابلِ التفات ہیں جن پر مولوی عبدالرحمن صاحب نے اس الزام کی بنیاد رکھی ہے۔ مگر تعجب بھی ہے۔ اولاً فسوس بھی کہ ایک صاحب جنہوں نے حضرت شیخ الہند پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس پر ان کو پیسے دی گئی۔ دی گئی ہے۔ انھوں نے تقریباً دو صفحے اس ہفوت کو نقل کرنے میں رنگے ہیں۔ اور ان قرآن کے متعلق فرمایا ہے ”محلی غور“ ہیں۔

غالباً مقالہ نگار صاحب کے نزدیک تحقیق کے معنی یہی ہیں کہ متضاد قسم کے رطب دیا جس کا کچھ اپنی طرف سے محققانہ فیصلہ کرنے کے بجائے بار تحقیق پڑھنے والوں پر ڈال دیں۔ اور فریضہ غور و فکر اپنے بجائے ناظرین کے ذمہ کر دیں۔

مولوی عبدالرحمن صاحب کے پیش کردہ قرآن میں سب سے قویٰ قسینہ یہ ہے کہ مولانا صاحب نے گل

صاحب نے آخر میں ایک میم سے شادی کر لی تھی۔ آپ فرماتے ہیں: ”کیا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مسلک کا فدائی انگریز سے رشتہ کر سکتا ہے۔“

اس قرینہ کا ایک جزو یہ ہے کہ کیا ایک مولوی کی مولویانہ آمدنی سے ایک میم کا تمدن پورا ہو سکتا

ہے۔ ۹۔

مولوی عبدالرحمن صاحب یہ قرینہ پیش کر رہے ہیں۔ اور مقالہ نگار صاحب اس کو نقل کر رہے ہیں اور محقق مقالہ نگار صاحب کو یہ یاد نہیں رہا کہ انھوں نے خود اس محققانہ مقالہ میں یہ درج کر دیا ہے۔ کہ یہ نکاح مولانا عزیز گل صاحب کی خواہش پر نہیں بلکہ خود میم صاحب کی خواہش پر ہوا تھا۔

یہ میم صاحبہ نکاح کے بعد رٹکی پھر دیوبند میں بھی کئی سال تک رہیں۔ کہا جاتا تھا کہ ان کا تعلق لندن کے معزز خاندان سے تھا۔ ذی علم اور صاحب مطالعہ تھیں، بیوہ تھیں۔ ان کے پہلے شوہر ہندوستان میں اونچے عہدوں پر رہے تھے لیکن جب اسلام سے مشرف ہو گئیں تو زائدانہ زندگی اختیار کر لی۔ پور میں تمدن کے بجائے دیوبند اور رٹکی کا قصبائی تمدن اپنا یا شدت سے پردہ کی پابن ہو گئیں۔ صوم و صلوة، اوراد و ظالف اور تلاوت قرآن کریم ان کا مشغلہ تھا۔ تفاسیر کا مطالعہ کیا قرآن پاک کا ترجمہ بھی انگریزی میں لکھا۔ مگر افسوس طباعت کا انتظام نہیں ہو سکا۔ ایسی خاتون کے متعلق بدظنی گناہ عظیم اور کسی خود ساختہ قرینہ کے لئے ایسی واجباً لاشراً خاتون کا نام لینا ”لَا تَتَّبِعُوا بَالًا لِّقَاب“ کے تحت حرام ہے۔

مولوی عبدالرحمن صاحب کے سامنے کوئی خیالی عزیر گل نہیں جن کی زندگی بلند پایہ دولت مند کی سی رہی کیونکہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق اسیر المآثر عزیز گل، جن کا تعلق والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ براہدانہ تھا اور بڑے بھائی کی طرح حضرت بھی ان پر شفقت فرماتے اور ضرورت کے وقت تکفل بھی فرماتے تھے۔ ان کی زندگی تو ہمیشہ مولویانہ بلکہ طالب علمانہ رہی۔ نہایت سادہ، بے تکلف۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نشست گاہ میں ہا کرتے تھے۔ پھر مسجد یا مدرسہ کے حجرہ یا کرایہ کے مکان میں تہذیبی بسر کی۔ کوٹھی یا بچتہ مکان تو کیا، اپنے لئے جھونپڑی بھی نہیں بنائی۔

اللہ سے پہلے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص تھے وہیں ہوئے تو زمانہ تحریک میں خلافت کیٹی دیوبند کے صدر رہے۔ کچھ معمولی سی تجارت بھی کرتے رہے۔ تنہا تھے کسی کا خرچ ان

کے ذمہ نہیں تھا۔ ایک دفعہ لکڑیوں کی ٹال بھی کر لی۔ اسی میں اپنا اثاثہ ختم کر دیا۔ تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے رٹ کی کے مدرسہ رحمانیہ میں تقرر کرادیا۔ عرصہ تک اسی مدرسہ کے صدر مدرس رہے۔ اسی زمانہ میں میم صاحبہ کی متحسانہ نظر نے آپ کو زوجیت کے لئے منتخب کر لیا۔ چند سال بعد آپ اپنے وطن تشریف لے گئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ نکاح کا زمانہ ۱۹۲۷ء کے قریب کا ہے۔ جب کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تحریک کا زمانہ جس میں جاسوسی ہو سکتی تھی اس سے تقریباً پچیس سال پہلے یعنی ۱۹۱۲ء کا تھا۔ قرآن کے سلسلہ میں مولوی عبدالرحمن صاحب نے دو مجلسوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کی گفتگو کی خبر حکومت کو ہو گئی اور آپ کا خیال یہ ہے کہ شرکا مجلس میں صرف مولانا عزیز گل صاحب ہی ایسے تھے جن کے ذریعہ خبر پہنچ سکتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ جن کاروائیوں میں مولانا عزیز گل صاحب نہیں تھے اور حکومت کے پاس ان کا بھی ریکارڈ تھا، ان کی خبر کس نے پہنچائی۔

حقیقت یہ ہے کہ مولوی عبدالرحمن صاحب کو کسی وجہ سے ذاتی طور پر حضرت مولانا عزیز گل صاحب سے کاوش ہے اسی لئے وہ توہمات کو قرآن قرار دے رہے ہیں۔ اور اس میں خود اپنی ناتجربہ کاری اور نادانیت کی دلیل بھی پیش کر رہے ہیں۔ خبر پہنچانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجلس کا کوئی شریک ہی خبر پہنچائے۔ شرکا مجلس کے دوسرے لوگوں سے بھی ذاتی تعلقات اس درجہ کے ہوتے ہیں کہ وہ ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ حالانکہ فی الحقیقت وہ قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ ان کے سامنے کوئی جملہ بے احتیاطی اور بے خیالی میں نکل گیا تو وہ اسی کی خبر بنا کر جہاں جاتے ہیں، پہنچا دیتے ہیں۔ ہر بڑے شخص کے ساتھ ایسے لوگ لگے رہتے ہیں۔ مولانا عزیز گل صاحب کا ماحول بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوگا۔ اس الزام کو مولانا عزیز گل صاحب کے سر تھوپنا عناد اور کینہ پروری کی دلیل ہے۔

جن صاحب کے بیان کو مولوی عبدالرحمن صاحب نے شہادت میں پیش کیا ہے اول تو خود ان کی شخصیت غیر معروف ہے۔ پھر وہ ایسے شخص کی روایت پیش فرما رہے ہیں جو مولانا عزیز گل صاحب کو پہچانتا نہیں تھا۔ صرف اس بنا پر وہ ایک شخص کو عزیز گل قرار دے رہا ہے کہ وہ پشتو بولتا تھا۔ گویا ہر پشتو بولنے والا عزیز گل — بہر حال عبدالرحمن صاحب کوئی سنجیدہ اور قابل اعتنا

شخص نہیں ہیں کہ ان کی باتوں کا خیال کیا جائے۔ تعجب ہے کہ مقالہ نگار صاحب نے ان ہفتوں کو اہمیت دی۔ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ نے جس طرح مولانا عزیز گل صاحب کی توثیق کی ہے اور ان کی فداکارانہ خدمات بیان کی ہیں، ان کو اپنے مقالہ میں دو جگہ ص ۲۵۲ اور ص ۲۵۳ پر نقل کیا۔ مگر ان پر اعتماد نہیں کیا۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس تحریک کے متعلق سی آئی ڈی کا ریکارڈ سامنے آیا تو اس میں بھی وہی ہے جو حضرت والد صاحب نے نقش حیات میں تحریر فرمایا ہے۔ پورے ریکارڈ کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ اسی کے پیش لفظ کے طور پر یہ سطور لکھی جا رہی ہیں۔ اس کے دوسرے حصہ میں ”کون کیا ہے“ کے تحت میں نمبر ۶۹ ملاحظہ فرمائیے۔ بقول مولانا عبدالرحمن صاحب حضرت مولانا عزیز گل صاحب جن کے لئے جاسوسی کیا کرتے تھے وہی لکھ رہے ہیں۔ ”حبیب سے وہ دیوبند میں تھا تب ہی سے مولانا محمود حسن کا پکا مرید ہو گیا تھا بڑا اہم سازشی ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے ہمیشہ مولانا کو اگسایا کہ جہاد کے لئے ہجرت کر جائیں۔“ پورا بیان تقریباً ایک صفحہ میں ہے۔ اوراق پلٹیے اور پورا بیان ملاحظہ فرمائیے۔ کہیں کسی فقرہ سے کبھی کوئی اشارہ اس الزام کا ملتا ہے جو اس ناخدا ترس عبدالرحمن نے مولانا عزیز گل صاحب پر لگایا ہے اور جس کو محقق مقالہ نگار نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اپنے مقالہ میں سجایا ہے۔

پیش لفظ طویل ہو گیا مگر حضرت مولانا عزیز گل صاحب کے تقدس اور ان کے اس احترام نے جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے متوسلین کے دلوں میں ہے۔ اس ناکارہ کو اس طوالت پر مجبور کیا نا کہ ایک پاکباز کے پاک دامن سے یہ ناپاک دھبہ دور ہو۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اسعد

(۲۸ صفر ۱۳۹۵ھ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پوربھری روال والی تحریک کے نام سے شہور ہوئی ایک عجوبہ ہے نتیجہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس محاسن سے کہ اس کے بانی مولانا بزرگ تھے جن کو نہ اقتدار کی ہوس تھی نہ غفلت و جاہ کا شوق۔ یہ اللہ والے جن کی جولانگاہ مدرسہ و خانقاہ تھی یا مسجد جن کے ساتھی شکستہ حال ملّا اور مولوی تھے یا عربی ٹیپے والے بے سہارا ایتھی دست۔ وظیفہ خواہ طلبہ۔ ان کے سربراہ مولانا محمود حسن جن کو کسی پولیٹیکل ٹیکنک یا سیاسی ڈونچینے نہیں بلکہ زہد و تقویٰ۔ پاکیزگی باطن۔ ترک دنیا۔ درویشانہ خصلتوں اور فقیرانہ عجز و نیاز نے آپ کو عداۓ ہند کا سرتاج اور شاخ طریقت کا مرشد اعظم اور قطب الاقطاب بنایا تھا۔ ان کے وہ قدم جو دلائل التفسیر یا دارالحدیث کی طرف اٹھتے تھے تو فرشتے ان کے نیچے پر بکھلتے تھے یہ کیا بات تھی کہ ان کے قدم انقلاب کے پر شور و خطر میدان کی طرف اٹھتے اور اتنی چستی سے اٹھتے کہ قائدین سیاست ابھی بیدار بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ مسافت کاٹا کر حصہ طے کر چکے تھے۔

خدا ترس و خدا رسیدہ انسانیت العالمین کا پرتو ہوتے ہیں ان کے سینے وسیع اور ان کے دلوں میں ہر ایک کے لئے گنجائش ہوتی ہے چنانچہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے صدر وسیع میں ہر ایک کیلئے گنجائش تھی۔ وہ مسلمانوں کی طرح ہندوؤں کے بھی دوست تھے۔ وہ نہ صرف سرزمین ہند بلکہ پوری ایشیائے ہر گلشن اور خیاباں کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر کیا وجہ تھی کہ یورپ کی طرف ان کا ذہن تنگ تھا۔ افریقہ کا سیاہ فام، موٹے ہونٹوں، کجھے ہوئے بالوں نیلی آنکھوں والا جسمی ان کو محبوب تھا مگر کیا بات تھی کہ یورپ کے سفید فاموں ان کو نفرت تھی ان کے بزرگوں میں بھی تھے کہ اگر کسی یورپین سے ان کا ہاتھ لگ جاتا تھا تو وہ ہاتھ کو ناپاک سمجھتے تھے جب تک اس کو پوری طرح دھو نہ لیتے تھے۔

مقدمہ کے چند صفحات جو آپ کے سامنے ہیں ان میں ان بزرگوں کی تحریک حریت کا پس منظر دکھایا گیا ہے۔ فراموشی زحمت گوارا فرمائیے پس منظر کے چہرے سے نقاب اٹھایا تو آپ کا تعجب بھی مٹ جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایشیا اور یورپ کے دو دور

(۱)

ظلمت کدہ | جمہورید و ماکہرت نام باقی تھا۔ اسکی جگہ یونانی شاہنشاہیت یا شاہنشاہیت یونانی شوکت و حشمت کا دور تھا اس کے تعاون سے کلیسا کا نظام بھی اپنے شباب پر تھا جس کو نہ صرف فلسفہ سے نفرت تھی جو اس کی تثلیث پرستانہ توحید پر سخت تنقید کیا کرتا تھا۔ بلکہ علم کا چرچا بھی اس کے لئے وحشت انگیز تھا کیونکہ نظر و فکر اور فہم و دانش جو تقاضہ علم ہے وہ ملمع شدہ تشلیشی فلسفہ کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں تھی۔ اس رقابت کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف نام رکاتب و مدارس کے گلشن حکومت ہو رہا اب اقتدار کی بے التفاتی اور سرد مہری کی تیخ زدہ ہواؤں سے پیر مردہ اور وقت خزاں ہو رہے تھے۔ بلکہ بڑے بڑے علمی مرکزوں کے اعضا شل اور ان کے دماغی قویٰ کھل مفلوج ہوتے جا رہے تھے اس رقابت نے یہاں تک ترقی کی کہ روم کا افسیج اور ملان جیسے علمی مرکزوں کی تاریخی یونیورسٹیاں بند کر دی گئیں اور چھٹی صدی عیسوی کے آغاز ۵۲۹ء میں ایتھنز کا مدرسہ فلسفہ بھی قیصر حبشیانہ حکم سے ۵۲۹ء سے ۵۲۹ء تک حکمراں رہا) بند کر دیا گیا۔

یہ حالت کتنی ہی افسوسناک ہو مگر یہ حالت آخری نہیں تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یورپ ابھی بے چینی اور بد امنی کے زمینہ کے پہلے قدم پر تھا۔ جس کے بعد وہ بالکل جہالت اور وحشیانہ حالت کو پہنچ گیا۔ علم و سہن اور ادب کو آنے والی صدیوں کے سیاسی میدان میں کوئی جگہ نہ دی گئی تھی۔ تھیوڈاکس کے زمانہ سے شارلمین تک تین سو برس گزر گئے۔ اس عرصہ میں کوئی مصنف ایسا نہیں ہوا جو بدترین لاطینی میں ہی اپنے زمانہ کے حالات کی تاریخ لکھ دیتا گویا سرچیز نے تعلیم کے خلاف کاروبار کیا۔ ایک قدیم مشرقی افریقی شاعر نے کہا اس کا نام قراطہ ہے (مذکر عرب) سلطنت روم کے آخری تھوڈاکس کے حکمران تھا۔ مذکر ایلم۔ ڈی۔ ولتہ اسکالسنزم۔ اولڈ اینڈ نیو۔ ویسٹری آف فلاسفی ص ۱۱۹

تاریخ مغربی یورپ از ڈاکٹر جیمس ہارڈی رابنسن ترجمہ ص ۳۱) تھیوڈاکس مشرقی گاتھ کا بادشاہ تھا ۵۲۹ء میں مرا۔ اس نے ایک قابل تعریف باقاعدہ سلطنت چھوڑی۔ تاریخ مغربی یورپ از ڈاکٹر جیمس ہارڈی رابنسن ص ۲۹

سازش کر لی تھی۔

۱۵۲۹ء سے لیکر جبکہ قیصر جیٹیان نے یونانی مدارس کو بند کر دیا تھا ۱۶۳۷ء تک جب کہ ڈیکارٹ کے "مقالات بر منہاج" شائع ہوئے نیند کی ماری انسانیت نے غور و فکر کرنا ہی چھوڑ دیا یا یوں کہئے کہ علم و حکمت کے اہم مسائل کو تخیل و درایت کے حضور میں لانا ہی بند کر دیا تھا ایم۔ ڈی۔ زلف (بحوالہ اسلام اور عصر جدید جنوری ۱۹۳۳ء) منفی پہلو تھا اور مثبت عمل کے متعلق فرانسیسی مورخ موسیو۔ لی۔ بان کی شہادت یہ ہے۔ چرم جس پر لکھا جاتا تھا وہ بہت ہنگامہ ہو گیا۔ تو پادریوں کی بن آئی۔ کتابوں کے حروف صاف کر کے چمڑا بچھا شروع کر دیا۔ عرب کا ذخیرہ آباد نہ کرتے تو یہ پادری صاحبان تمام پرانی کتابیں ختم کر دیتے۔

تعلیم صرف کلیسا میں محدود جماعت پادریان کا اثر و اقتدار تھا کیونکہ صرف وہی فرقہ تعلیم یافتہ تھا۔ چھ سات صدیوں تک مغرب میں سلطنت روم کے زوال کے بعد بہت کم اشخاص۔ پادریوں کے علاوہ مطالعہ کرنے، پڑھنے اور لکھنا سیکھنے کا خیال کرتے تھے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں بھی ایک مجرم جو کہتا تھا کہ وہ پادری ہے تاکہ کلیسا کی عدالت اس کے مقدمہ کی سماعت کرے۔ تو صرف ایک سطر پڑھ کر یہ ثبوت دے سکتا تھا کہ واقعی وہ پادری ہے کیونکہ حج مسئلہ طور پر یہ مانتے تھے کہ جس کا تعلق کلیسا سے نہ ہو وہ نہیں پڑھ سکتا تھا ۱۵

(۲)

بقعہ نور

مشرق میں قباب علم یہ عجیب بات ہے کہ خاص اس دور میں کہ مغرب میں مدارس اور کی ضیا پاشی۔ یونیورسٹیاں حکماً بند کر کے علم کے چراغ گل کئے جا رہے تھے۔ لکھنے پڑھنے، علمی مذاکرہ اور مطالعہ سے نفرت عام تھی۔ سرمایہ علم جو کچھ تھا وہ کلیسا کے ترخانوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور بارگاہ کلیسا میں صرف ایک سطر کی خواندگی۔ علم کا معیار تھا۔

۱۵ کتاب مذکورہ ۳۲ ۵ تمدن عرب ۴۴۲ و ۴۴۳ ۵ پادریوں کے مقدمہ عدالت میں شریک نہیں ہو سکتے ۵ تاریخ مغربی یورپ از ڈاکٹر رائسن ترجمہ ۲۱۵

عوام کو تعلیم سے محروم رکھنے اور پرائی کتابوں کے حروفِ مبارک ان کے چرمی اوراق کو فروغ
 کر دینا مقدس کلیسا کے ان ذمہ داروں کا نفع بخش کاروبار تھا جو علم و فضل اور روحانیت کے سرپرست
 تھے۔ جس کی معمولی برکت یہ تھی کہ تین سو برس (از دور تحقیق و ذکر ۲۶۷ء تا دور شارلمین) ایسے گزرے
 کہ کوئی ایسا مصنف بھی نہ پیدا ہو سکا جو بدترین لاطینی ہی میں اپنے زمانہ کے حالات لکھ دیتا ملے
 خاص اسی دورِ ظلمت میں مشرق میں اُس وحیِ ربّانی کا دور شروع ہو رہا تھا جس کا سب سے
 پہلا لفظ تھا۔ اقراء اور جس کی پیشانی کا جھوم تھا۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ
 (سکھایا قلم کے ذریعہ۔ سکھایا انسان کو وہ جس کا علم اس کو پہلے نہیں تھا) (یعنی معمولی نوشتہ بخاند
 سے لیکر جس کا آغاز قلم سے ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی وہ تعلیم جس سے انسان غیر معلوم حقائق کا علم حاصل
 کر سکے۔ اور اُس کو جدید جدید اکتشافات دینی و دنیاوی ترقیات کے باوجود پرہیزگار نہیں یہ اللہ تعالیٰ
 کا احسانِ عظیم ہے۔ جس سے اُس نے نوعِ انسان کو نوازا۔ اُس کا فراہم کرنا انعامِ الہی کے موتیوں
 کو سمیٹنا ہے۔ جو سرسرسعدت، خوش بختی اور فریضۂ انسانیت ہے یہ بھی جی تھی جس کی بنیاد پر
 وہ امرت ظہور پذیر ہوئی کہ فرانس کے حقیقت پسند مورخ موسیو۔ لی۔ بان کے قول کے مطابق
 اس کا کردار یہ تھا۔

ظہورِ مسیح اسلام سے ایک صدی کے اندر عربوں کا ملک دریا سندھ سے انڈس
 تک پہنچ گیا ۱۷

اسن پیشقدمی کا مقصد ملک گیری نہیں تھا۔ بلکہ ان تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم
 جلوہ فگن تھا ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام وہ
 مذہب ہے جس کے اعتقادات کو مسائلِ علومِ طبعی کے ساتھ پورا توافق ہے اور
 ان اعتقادات کا خاصہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کو نرم کریں اور ہمہ تن نیکی اور انصاف
 اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں اشاعتِ مذہب میں تلوار سے
 مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذاہب کی پابندی
 میں آزاد چھوڑ دیتے تھے ۱۸

عربوں کی حکومت کے زمانہ میں بکثرت کلیسوں کا تعمیر ہونا بھی دلیل اس امر کی ہے کہ وہ اقوام مفتوحہ کے مذہب کی کس قدر عزت کرتے تھے۔ بہت سے نصاریٰ مسلمان ہو گئے تھے لیکن اسلام قبول کرنے کی انہیں چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ عربوں کی حکومت میں نصاریٰ بھی جنہیں مستعرب کہتے تھے ان کے علاوہ یہودی ہر طرح مسلمانوں کے برابر تھے۔ اور انہیں کل عہدے سلطنت کے مل سکتے تھے اور چونکہ کل ممالک یورپ میں اندلس ہی وہ ملک تھا۔ جہاں یہودیوں کو امن و امان ملی تھی یہاں بکثرت جمع ہو گئے تھے۔

صدیاں گزر رہی تھیں اور مغرب کی تاریک وادیوں میں ظلمت، جہالت کے علاوہ تعصب، تنگ نظری، فرقہ وارانہ قتل و قتال، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کا اضافہ ہو رہا تھا۔ تاریخ کی گھٹی ہوئی شہادت ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح صدیوں تک چلتا رہا۔ اس میں اگر استثناء ہے تو صرف اس دور کا جب مشرق کے آفتاب رحمت کی کرنیں اس پر پڑیں اور صرف اس خطہ اور حصہ ملک کا جہاں یہ کرنیں پڑیں۔ اسی فرانسیسی مورخ کا بیان ہے کہ

عربوں نے اندلس کے باشندوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو انھوں نے شام اور مصر میں کیا تھا ان کے مال لٹکے کلیسے۔ ان کے قوانین انہیں دے اور اپنے ہم قوم حکام کے زیر انصاف رہنے کے حقوق و آئین عطا کئے۔ ایک سالانہ جزیہ چند شرط پر ان پر لگایا گیا۔ جو امر ان کے لئے ایک دینار مسخ اور عوام کے لئے نصف دینار تھا اعلیٰ

چند صدیوں میں عربوں نے اندلس کے ملک کو علمی اور مالی ترقی کے لحاظ سے بالکل بدل دیا اور اس کو یورپ کا سر تلج بنا دیا۔ یہ تغیر محض علمی اور مالی نہیں تھا بلکہ اخلاقی بھی تھا۔ انھوں نے اقوام نصاریٰ کو ایک بیش بہا خصلت انسانی سکھائی یا کم از کم سکھانے کا قصد کیا (یعنی مذاہب مخالف کی رواداری) مفتوحہ اقوام کے ساتھ ان کا برتاؤ اس قدر نرم تھا کہ انہوں نے کلیسا، مساقفہ کو مذہبی مجاہدین منعقد کرنے کی بھی اجازت دیدی تھی ۲۵

عربوں کے اخلاقی تسلط نے یورپ کی ان وحشی اقوام کو جنہوں نے رومیوں کی سلطنت کو توبالا
کیا تھا انسان بنایا۔ ان کے علمی اور دماغی تسلط نے یورپ کے لئے علوم و فنون اور ادب و فلسفہ کا
جس سے وہ ناواقف تھا دروازہ کھول دیا اور چھ صدی تک یہی عرب ہمارے استاد اور ہمیں
تمدن سکھانے والے رہے ۱

اسی وجہ سے انصاف پسند دانشوروں کی تمنا یہ تھی کہ کاش عرب پورے یورپ کو فتح کر لیتے
تو سارا یورپ انسانیت اور شرافت سے آشنا ہو جاتا۔

اسی فرانسیسی دانشور کی تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

جبکہ اندلس نے عربوں کی حکومت میں ایسے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کا تمدن حاصل کیا۔
جب یورپ شدید وحشیانہ حالت میں تھا۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُس زمانہ کے تمدن
کے لحاظ سے عیسائی اقوام یورپ کو اسلامی تسلط سے بہت کچھ فائدہ ہوتا اور نقصان
نہ ہوتا۔ اسلام کی رحمت ان اقوام مغرب کے اخلاق میں لعنت (زہی) پیدا کر دیتی۔
اور انہیں مذہبی خونریزی سینٹ پر ہتھالیوں کے قتل عام سے۔ مذہبی عدالتوں کے مظالم
سے جنہوں نے کئی صدیوں تک یورپ میں خون کے دریا بہائے اور جن سے مسلمان
بالکل ناواقف تھے بجا لیتی ۲

وہ جذبہ جوان فی ترقی کا باعث ہوتا ہے کسی قوم میں اس اعلیٰ درجہ پر نہیں تھا جیسا
عربوں میں تھا ۳

تاریخ یورپ کے مشہور مورخ اے۔ جے گرانٹ کی شہادت ہے۔

یورپ کی تاریخ میں ہسپانی مسلمانوں کی تباہی سے زیادہ دردناک کوئی واقعہ نہیں ہے
کیونکہ انہوں نے یورپ کے تمدن میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ اور اگر وہ تباہ نہ ہوتے
اس میں اور اضافہ کرتے ۴

یورپ کے تمدن میں اضافہ کی ایک مثال پیرس یونیورسٹی ہے۔

۱۔ تمدن عرب ۵۲۳ ۲۔ تمدن عرب ۲۸۹ ۳۔ تمدن عرب ۲۸۹ ۴۔ تاریخ یورپ اڑاے جے
گرانٹ ۴۲۷ (ترجمہ)

یہ یونیورسٹی اپنے سینٹر کا لجنوں کی وجہ سے ایک اچھا خاصہ شہر بن گئی تھی اور
خانقاہوں کے ساتھ مل کر شہر اور مضافات کے ایک بڑے حصہ کی مالک ہو گئی تھی
ایشیا اور یورپ | اہم اس ایک خدا کو ماننے والے ہیں جو رب العالمین ہے۔ تمام
کے مزاج | جہانوں کا پروردگار۔ اس رسول کو مانتے ہیں جو تمام جہانوں کے لئے
رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ اس قرآن کو مانتے ہیں جس کا اعلان یہ ہے کہ تمام انسان ایک مرد اور
عورت کی اولاد ہیں۔ قبائل اور خاندان کی تقسیم صرف اس لئے کی گئی کہ چچان ہو سکے۔ کالے اور
سورے میں کوئی فرق نہیں کسی ایک ملک کے باشندوں کو دوسرے ملک والوں پر کوئی فضیلت
نہیں ہے فضیلت جو کچھ ہے وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر ہے۔ ہمارے نزدیک مشرق۔
مغرب۔ یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ امریکہ اور آسٹریلیا کے باشندے سب ایک درجہ کے
انسان ہیں۔ جغرافیائی تقسیم سے ان کی انسانیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مگر جس طرح انسان کا
بدن ایک ہے۔ مگر اس کے اعضاء میں باہمی اتحاد کے باوجود ایک امتیاز ہے۔ سر اور پیر میں
فرق ہے۔ سر ہمیشہ اوپر رہتا ہے اور پیروں کا کام ہے کہ وہ سطح زمین کو بوسہ دیں۔ گرد و غبار اپنے
اوپر لیں۔ آنکھ کو جو عظمت حاصل ہے وہ ہاتھ پاؤں کو میسر نہیں۔ پیٹ اگرچہ سارے بدن کے لئے
غذا کا خزانہ ہے۔ اور قلب بھی اسی کے ایک کنارے پر ہے جو غذا کا لطیف جوہر ہی خزانہ سے حاصل
کرتا ہے۔ مگر قلب کو جو عظمت حاصل ہے پورے پیٹ کو نہیں۔ قلب پر زندگی کا مدار ہے۔ وہ
اگر زندہ ہے تو پورا بدن زندہ ہے ورنہ لاشہ بے جان۔ اسی طرح انسانوں کی صلاحیتوں اور
مزاجوں میں فرق ہے۔ اسی فرق نے کرہ زمین کے بہت سے براعظموں ایشیا اور یورپ کو
جو امتیاز بخشا ہے وہ افریقہ کو حاصل نہیں ہے۔ پھر ایشیا اور یورپ میں یہ فرق ہے کہ جب
تاریخ انسان اور انسانیت کی خبر دیتی ہے۔ وہ ایشیا کو قلب بیدار ثابت کرتی ہے۔
خدا پرستی۔ خدا ترسی یعنی تقویٰ اور پرہیزگاری۔ مکرم اخلاق تہذیب۔ غرابت اور ناشکی
جو انسانیت کے جوہر ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہی اوصاف انسانیت کی حقیقت ہیں۔ انہیں کے
کھرے ہوئے جوہر کا نام روحانیت ہے۔ مہنی بعید میں جہاں تک تاریخ کی رسائی ہے۔ اس کی

شہادت بھی ہے۔ کہ ان اوصاف کا مرکز ایشیا ہی رہا ہے۔

یورپ اور مذہب | (۱) یورپ آج بھی مادہ پرست یا سائنس پرست ہے۔ وہ عہد قدیم میں بھی مادہ پرست یا عقل پرست رہا ہے۔ یورپ کے عہد قدیم کی ابتداء اس کے دور افتادہ گوشہ (یونان) سے ہوتی ہے یونان کی دو ہی خصوصیتیں ہیں عقل پرستی اور بت پرستی فلسفہ قدیم کے بانی سقراط اور اس کے شاگرد پیتوفن۔ افلاطون اور ارسطو۔ یونان ان کا مولد و منشا تھا۔ ان کو خود پرست تو کہا جاسکتا ہے کہ جو ان کی عقل فیصلہ کرتی تھی۔ وہی ان کا مذہب ہوتا تھا۔ مگر خدا پرست نہیں کہا جاسکتا۔ فلسفہ کے ساتھ فنون لطیفہ میں ان کو دخل تھا۔ انہیں کے قائم کردہ اصول اور انھیں کے نظریات تھے جو یونان کا علمی سرمایہ بنے اور انھیں پر تمدن یورپ کی بنیاد قائم ہوئی۔

یونان کے فلاسفہ اور دانشور میدان سیاست میں بھی حکمرانی کے مختلف طریقوں کا تجربہ کرتے رہے۔ ان کے تجرباتی سفر کی ایک منزل وہ جمہوریت تھی جس کی ابتداء قبل مسیح میں ہوئی۔ کئی صدی کے تجربوں نے اس کے سیاسی دستور کو مکمل کیا۔ اس دستور کا وارث یورپ بنا۔ یہ دستور یورپ کے خزانہ علم کا سب سے قیمتی میراث ہے۔

(۲)

اہل یورپ کے معبود | فلسفی اور سیاسی رجحانات کے علاوہ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو اسے۔ جے۔ گرانٹ۔ ہومر کی رزمیہ نظموں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

شاعر ہیں ایک ایسا تمدن دکھاتا ہے۔ جس میں یونانی قوم بے شمار دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کر رہی ہے۔ جن کے ہاتھ میں انسان کی بھلائی اور بُرائی تھی کہ ہر ایک شہر اور علاقہ کے خدا الگ الگ مانے جاتے تھے۔ افلاطون جیسے فلسفی اور اس زمانہ کے تمام واضعان قانون کا نظریہ یہ تھا۔ کہ ایک نیک اور اچھے شہری کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان خداؤں کو مانے جو اس کے باپ دادا کے خدا مانے گئے ہوں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی

۱۔ ہوزاز تاریخ یورپ از اے۔ جے گرانٹ صفحہ ۱۹۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱

ایسٹ میں عیسیت

عیسائیت وہاں پہنچی تو اگرچہ وہ بت پرست اور شاہ پرست نہیں ہوئی۔ مگر وہ خود تو حید سے عاری تشریفات پرست ہو چکی تھی۔ پھر اس کا سب سے بڑا حامی وہ ہوا جو اپنے زمانہ میں سب سے بڑا علمبردار سیاست تھا۔

۱۰ ڈائموک لیشن جو ۶۲۵ء میں سلطنت روما کا امپراطور (شہنشاہ) ہوا۔ وہ بت پرست اور تقاضا شہنشاہیت یہ تھا کہ اس کی بھی پرستش کی جائے۔ لیکن عیسائیت کو ان دونوں سے انکار تھا ڈائموک لیشن نے طے کر لیا کہ وہ عیسائیت کو نیست و نابود کر دے گا اس نے اپنی کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ لیکن جب عیسائیت ایسی سخت جان ثابت ہوئی کہ بیس سالہ سفاکانہ نظام کے باوجود اس میں کوئی لچک نہ پیدا ہو سکی۔ اور باوجودیکہ خود عیسائیوں میں نظریاتی اختلاف بہت کچھ تھا۔ جس کی بنا پر اس دور میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ لیکن اس کمزوری کے باوجود بت پرستانہ شاہنشاہیت کے مقابلہ میں کلیسا کے نظام نے شکست قبول نہیں کی۔ بلکہ وہ اور زیادہ مستحکم ہو گیا۔ اس تنازعہ کے بعد ڈائموک لیشن نے گوشہ نشینی کو عنایت سمجھا۔ چنانچہ ۳۵۰ء میں ڈائموک لیشن اور اس کے شریک سلطنت "سیکسی مین" اس منصب عالی سے کنارہ کش ہو گئے۔

جانشینی کا نظام جو خود ڈائموک لیشن نے قائم کیا تھا۔ اس کی رو سے چھ شخص خوددار لیکن انجام کا قسطنطین نے سب کو ختم کر دیا۔ اور پوری سلطنت اپنے زیر نگین کر لی قسطنطین نے اپنے پیش رو ڈائموک لیشن کی ناکامی سے سبق لیا۔ اور بقول زمانہ باتوں سارے دلوں باز آئے بسا اُس نے عیسائیت سے ساز باز کر لی ۱۱

(۴)

قسطنطین اپنے متعدد حریفوں کو ختم کر چکا تھا۔ مگر چند حریف ابھی باقی تھے اُن کو ختم ۱۱۰۰ء ڈیوڈ کی فوجوں نے ۱۱۰۰ء میں اپنے سپہ سالار ڈائموک لیشن کو سپرد رائے سلطنت کر دیا۔ اس نے اپنی قابلیت سے کمال اقتدار حاصل کر لیا کہ سلطنت روما منظرِ ارضی شہنشاہیت ہو گئی۔ یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے دربار میں شہنشاہی کے طریق کو وضع دیا۔ اس کے لیے سر پر تلج شاہی رکھا۔ اولیٰ آپ کو خداوند خدا کہلوا یا۔ اس کے دربار میں ہر ایک کو سرحد ہونا پڑتا تھا حکمت یہ تھی کہ بادشاہ کا احترام دینا تاکہ طوطے ہونے لگے۔ تاریخِ یورپ از اسے جے۔ گوارڈین نے لکھا ایران میں شاہی کا طریقہ پڑانا تھا جو ہندوستان میں بھی راجہ کو لوہا کی حیثیت دی جاتی تھی۔

کرنے کے لئے اندون ملک اتحاد کی سخت ضرورت تھی جس کا خلا اس پر تھا کہ عیسائی رہنما اس کے
معاون و مددگار ہوں۔ اُس زمانہ میں اُس نے عیسائی رہنماؤں سے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ
سہ پہر کے وقت جب آفتاب نصف النہار پر ٹک کر مغرب کی طرف ڈھل رہا تھا
میں نے آسمان کی طرف نظر کی۔ دفعۃً دیکھا کہ قرص آفتاب کچھ اوپر ایک صلیب
کی صورت بنی ہے۔ صلیب نہایت روشن ہے اور نور کی کرنیں اس سے نکل رہی
ہیں۔ اور اس کے گرد لکھا ہے "اس کی مدد سے فتح کر" ۲۵

قسطنطین اس مشاہدہ کا مطلب پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔ اس کو دور و زنگ تر دور رہا۔ دوسرا
دن گزرنے کے بعد رات کو

"جناب سچ خواب میں نظر آئے۔ ان کے ساتھ وہ نشان بھی تھا جو آسمان پر نورانی
ہو کر چمکا تھا اپنے قسطنطین کو حکم دیا کہ اسی نشان کی نقل کرے اور اس کو
دفع بلا سمجھ کر بطور تعویذ استعمال کیا کرے۔ ۲۶

بہر حال ۳۳ عیسائیت کی تاریخ میں بہت ہی مبارک سال تھا۔ کہ شاہنشاہ روم
قسطنطین نے نہ صرف عیسائیوں کو مذہبی آزادی دی بلکہ خود عیسائی مذہب قبول کر لیا۔
جس کے اثر سے بہت سے بت پرست عیسائی ہو گئے۔ اور بت پرست بڑی حد تک
مغلوب ہو گئے۔

بلاشبہ بہت مبارک وہ سیاست جو زیر سایہ روحانیت ہو۔ مگر یہاں روحانیت
زیر سایہ سیاست تھی چنانچہ جب بت پرستی پر عیسائی مذہب کو غلبہ ہوا۔ تو آپ
عیسائیت کے مختلف فرقوں نے کلیسا کے امن و عافیت میں خلل ڈالنا شروع

۱۔ علماء سائنس کہتے ہیں کہ بعض روشنیوں کو گھاس انکاس کر کے آفتاب کے قریب سرچشمے کا ظہور ہو سکتا ہے۔
یعنی صلی آفتاب کے مثل کئی کئی آفتاب نظر آتے ہیں۔ اور وہ روشنی کی چوڑی بیٹوں یا تھالوں سے جوڑے معلوم ہو
ہیں۔ روشنی کی چٹیاں بعض وقت صلیب کی صورت رکھتی ہیں۔ قسطنطین اعظم صلیب پر ترجمہ
۲۔ قسطنطین اعظم صلیب ۹

۳۔ قسطنطین اعظم صلیب (ترجمہ)

کرویا اور جس طرح پہلے بت پرستوں اور عیسائیوں کی باہمی خصومت سے
سلطنت کے حفظ و امان میں خلل کا اندیشہ تھا۔ اب وہی اندیشہ عیسائیوں
کے باہمی اختلافات سے پیدا ہو گیا ۱۵

(۵)

اب قسطنطین کے تدبیرے اسکوں اقدام پر آمادہ کیا جس کے نتیجے میں اس نے عیسائی تاریخ
میں غیر فانی عظمت حاصل کر لی۔ اس نے مختلف صورتوں سے اختلافات کو ختم کرنے کی
کوشش کی۔ اس کو شمش کی۔ آخری سنرل عیسائی علماء کا وہ اجتماع تھا جو جولائی ۳۲۵ء
میں "نیقا" مقام پر ہوا ۱۶

جس میں ۳۱۸ اساقف نے شرکت کی جو حکومت کے خراج پر بلبائے گئے تھے اور ان کے قیام
وغیرہ کا شاندار انتظام کیا گیا تھا ۱۷

اس اجتماع میں ایک عقیدہ طے ہوا جس کا حاصل یہ تھا۔ کہ یہ یقین ہیں جن پر ایمان لائیکا
عام عیسائیت ہے۔ خدا باپ پر۔ خداوند یسوع مسیح خدا کے فرزند پر اور روح القدس پر۔
اختلاف اب بھی ختم نہیں ہوا۔ فائدہ یہ ہوا کہ اکثریت نے عقیدہ تثلیث کو بنیادی حیثیت دیدی
اور اس کے منکر کو کافر۔ مرتد۔ واجب القتل قرار دے دیا۔

قسطنطین نے ایک فرمان جاری کیا۔

جو باتیں حسب ضابطہ و قانون طے ہو گئیں۔ ان کا ماننا ضروری ہے۔ جس بات
کو تین سو اساقف نے اپنی رائے میں درست سمجھا تو اسی رائے کو خدا کا ارشاد سمجھنا
چاہئے۔ پس لازم ہے کہ جن لوگوں کو آئریوس نے گمراہ کیا تھا۔ وہ اب از خود
مذہب قدسیہ جاثیقیہ (کیٹھولک) کی طرف رجوع کریں ۱۸

اس فرمان نے کیٹھولک پادریوں کو یہاں تک قوت بخشی کہ انہوں نے دوسرے عیسائیوں
کے ساتھ وہی کیا جو بت پرستی کے دویش بت پرست ان کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ فرق

۱۵ قسطنطین اعظم باب نہم ۳۱۱ء (ترجمہ) ۱۶ قسطنطین اعظم ۳۱۲ء ۱۷ قسطنطین اعظم باب
۱۸ یازم ۳۲۵ء قسطنطین اعظم ۳۲۵ء

یہ تھا کہ بت پرست عیسائیوں کو اپنی حکومت کا باغی اور مجرم سمجھ کر سزائیں دیتے تھے۔ اور
برسرِ اقتدار عیسائی فرقہ کا عقیدہ یہ تھا کہ
اہل بدعت کی ارواح کو عذابِ آخرت سے بچانے کے لئے دنیا میں دسیتیں پہنچانی ضروری تھیں۔

(۶)

قسطنطین کا مذہب | یورپ میں مذہب کی حیثیت اور اس کی قدر و منزلت بیان کرتے

ہوئے قسطنطین کے مذہب پر بھی نظر ڈالی جائے جو عیسائیت کا مجدد اور صلح اعظم تھا۔
اس دورِ ابتدائی مجد صلح نے عیسائیت کا دامن ضرور سنبھالا۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ
بت پرست کی حیثیت سے جو اس کو عظمت حاصل تھی اس میں بھی فرق نہ آنے دیا چٹا
”اس نے عیسائیت کی اشاعت میں جبر سے کام نہیں لیا۔ اور جیسا کہ وہ بت
پرستوں کا پیشوا مانا جاتا یعنی کاہن کبیر ”پونتی نکس میک سیمس“ اس منصب اور
خطاب کو ترک نہیں کیا۔ کیونکہ اس کو خطرہ تھا کہ اگر وہ اس کو ترک کر دے گا تو بت
پرست کسی اور کو کاہن کبیر بنادیں گے جو اس کے اقتدار کے لئے خطرہ ثابت

ہو سکتا ہے۔

اس مجدد اعظم کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ محبوب ترین عمریز کو قربان کر دینا اس
آسان تھا۔ مگر یہ گو ارا نہیں تھا کہ اس کے اقتدار کے لئے خطرہ پیدا ہو۔ چنانچہ جس سال
اس نے نیقاہ کا یہ تاریخی اجتماع کیا۔ اس سے اگلے ہی سال اپنے ہونہار اور قابل بیٹے مگر سپوس
اور اپنی محبوبہ ملکہ فاستہ کو قتل کرادیا کہ ان کے متعلق اس کو سازش کا شبہ ہو گیا تھا۔
اس موضوع پر مزید لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یورپ کا عام مذہب اگرچہ عیسائیت
رہا۔ مگر عیسائیت کے مختلف فرقوں میں اس کے علاوہ کلیسا اور قیصر کے پرستاروں میں
جس طرح خونریزیاں ہوتی رہیں جن میں لاکھوں ہم مذہب ایک دوسرے کے ہاتھوں انتہائی
سنگدلی اور وحشت و بربریت کے ساتھ قتل کئے گئے۔ سولی پر چڑھائے گئے۔ زندہ دنگور
کر دئے گئے یا جلادے گئے۔ وہ تاریخ کی ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کو وہ بھی مانتے ہیں

جو تاریخ مذکور کے مطابق نہیں رکھتے۔

مشرج۔ بی۔ فرقہ فرماتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے بہت پرستوں کے مظالم کی پوری سرگزشت میں ایک مثال بھی ایسے قتل عام کی نہیں ملتی جو فرانس میں مشنت بارہویوں کے دن اور ہیرہ صقلیہ میں عشاری کی رسم کے موقع پر خود عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کا ہوا ہے۔ یورپ اور تمام احوال

پہلے ہوئی تھی۔ وہ یورپ کی سیاسی تاریخ کی پیشانی کا جھومر ہے۔ جس پر یورپ کو ناز ہے۔ اس جمہوریہ کے اندرونی نظام کو مضبوط کرنے اور بیرونی حملوں سے تحفظ کے لئے بہت سے معرکے سر کرنے پڑے ان کا بیان طویل بھی ہے اور دوداز کا بھی۔

آخری معرکہ کانٹوجیہ تھا کہ ولادت مسیح علیہ السلام ستاشی سال پہلے "سولوا" ڈیکٹر مقرر کیا گیا۔ سولائے فتح حاصل کرنے کے بعد دیکوئی کے بجائے خالین کا قتل عام شروع کر دیا۔ ہزاروں جاہل تلف ہوئیں۔ اس زمانہ سے ہر سیاسی اقتدار کے بعد قتل عام کا کھٹکا رہتا تھا۔ ڈیکٹر شہنشاہ شہنشاہیت کے لئے راہ ہموار کر دی۔ رومن قوم دیوتا پرست تھی شہنشاہوں نے ان دیوتاؤں میں اور اضافہ کر دیا۔ ہر شہنشاہ دیوتا مانا جانے والا تھا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ شہنشاہوں میں شہنشاہ اگسٹس تھا جس نے ۴۴ سال حکومت کی (۱۲۷ء میں اس کا انتقال ہوا)۔

انہیں شہنشاہوں کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مقدمہ چلایا گیا۔ جوں کے عدل و انصاف کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ السلام جیسے ناکر وہ گناہ معصوم و مقدس کے لئے سولی کی سزا تجویز کر دی۔ فیصلہ تاج شہادت ہوتا ہے اس کی ذمہ داری شاہدوں پر ڈالی جاسکتی ہے۔ لیکن اس حادثہ سے تقریباً بیس سال بعد جب نیروشہنشاہ روم کے دور حکومت میں پیران عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس اور سربرآوردہ اشخاص کو تہ تیغ کیا گیا۔ تو اس کا وجہ اس کے سوار اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس وقت کی سیاست یہ تھی۔ کہ جو بہت پرستی اور شاہ پرستی سے انکار کرے اس کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔

اس کے بعد جیسے جیسے عیسائیت پھیلی رہی تو باوجودیکہ ٹرا طبقہ وہ تھا جو تثلیث پرست تھا اور اسی بنا پر دیوتا پرستوں سے قریب تھا۔ مگر ارباب اقتدار کی نظر میں وہ بھی مجرم تھا کیونکہ نہ وہ شہنشاہ کو دیوتا مانتا تھا نہ ان کے دیوتاؤں پر زندہیں چڑھاتا تھا۔ لہذا پہلے ان کو گرفتار کیا جاتا۔ پھر ان کی رگ کاٹ کر لنگڑا کر دیا جاتا۔ اور دائیں آنکھ گرم ہو ہے سے جلا دی جاتی اور اسی مجروح حالت میں ان کے گردہ مصر میں سنگ سماق کی کانوں پر بافیلوس واقع فلسطین میں تانبے کی کانوں پر مشقت کے لئے بھیج دئے جاتے۔ ۱۵

جے۔ ڈبلیو۔ چارلس لکھتے ہیں۔

ڈیو دینے یا سر کو تن سے جدا کرنے کی سزا جس کی ملتی تھی گویا اس پر بہت مہربانی کی جاتی تھی۔ کچھ ایسا جنوں سوار تھا کہ مرنے کے بعد بھی قانون اپنا عمل کیا کرتا تھا۔ لاش کو کتوں کے سامنے ڈلوادینا اس کی بوٹیاں کاٹ کر ریزہ ریزہ کر کے سمندر میں پھینک دینا۔ یا جلا کر اس کی راکھ پھینک دینا۔ غیر معمولی بات نہ سمجھی جاتی تھی وہ حاکم نہایت رحم دل سمجھا جاتا تھا جو مقتول کے عزیزوں کو اس کی لاش اٹھانے دیتا تھا کہ وہ اس کو قبر میں دفن کر دیں۔

ایفرانامی ایک عورت تھی۔ وہ عیسائی ہو گئی تو اس کو موت کی سزا دی گئی اس کی ماں اور اس کے تین ملازموں نے اس کو دفن کر دیا۔ حاکم کو خبر ہوئی تو اس نے ان چاروں کو قبر میں بند کر دیا۔ اور حکم دیا کہ قبر کے چاروں طرف آگ جلا کر لاش کے ساتھ ان چاروں کو زندہ جلا دیا جائے۔ یہ ستم شعلیت پرست یو رہیں اور ان کے جبر و قہر کا تختہ مشق بننے والے بھی یو رہیں۔ پھر یہ ستم شعاری فرن عیسائیوں کے ساتھ نہیں۔ بلکہ ہر اس شخص کے ساتھ تھی جو ان کے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ نہیں کرتا۔ چنانچہ کچھ لوگ مذہب مانویہ کے پیرو ہو گئے تھے۔ یہ مذہب ایوان میں پیدا ہوا تھا۔

ڈائیوک یعنی نے اس دین کے اکابر کی نسبت حکم دیا کہ وہ زندہ جلا دئے جائیں اور

اُن کے مقلدین اگر اس دین کو نہ چھوڑیں تو ان کی جائیدادیں ضبط اور ان کو تہ تیغ کر دیا جائے گا

دلیل یہ تھی کہ یہ فرقہ دشمن کی ایجاد ہے۔ مگر یہ دلیل جس طرح مانو یہ کے مقابلہ میں مثال کی گئی ایسے ہی نصرا نیت کے مقابلہ میں بھی پیش ہوئی۔ اور جب نصرا نیت کو فوج ہوا تو نصرا نیت نے بھی اس دلیل کو اہل بدعت کے مقابلہ میں جو نود عیسائیوں نہیں پیدا ہوئے تھے استعمال کیا۔

ایک فرمان جو شائع عام پرچسپان کرایا گیا تھا ایک عیسائی نے اس کو فوج لیا اُس عیسائی کو اسی وقت گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے شکنجوں میں کسایا پھر ایک آہستہ سلیخ سے باندھ کر اس کو زندہ جلا دیا گیا۔

فریجیا علاقہ آرمینیا کی ایک سٹی کے باشندے عیسائی ہو گئے۔ فوج وہاں پہنچی تو انھوں نے ایک گرجا میں پناہ لی۔ فوج نے چاروں طرف سے گرجا کو گھیر کر آگ لگا دی جتنے آدمی گرجا میں تھے۔ سب جل کر خاک ہو گئے۔ یہ بت پرستوں کی سیاست تھی۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں قسطنطین اعظم کے دور تک یہ سیاست کار فرما رہی۔ لیکن ۳۱۳ء میں قسطنطین نے عیسائیوں کو پناہ دیدی پھر خود بھی عیسائی ہو گیا تو بت پرستوں کی چیر دہنی ختم ہو گئی۔ لیکن خود عیسائی متفرق فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے رقیب بن گئے۔ اور بقول جان۔ لی فرقہ ہر فرقہ نے دوسرے کے ساتھ وہی کیا جو بت پرستوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔

یہ سب اوقات اُس دور کے ہیں جس کو یورپ کا روشن دور کہا جاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی کے بعد وہ دور شروع ہوتا ہے جس کو تاریک دور کہا جاتا ہے۔ اس دور کے وحشتناک مظالم جہاں کہنے اس لئے غیر ضروری ہیں کہ خود اس دور کو دوبربریت اور وحشت تسلیم کیا

۱۱ قسطنطین اعظم ۲۲ (ترجمہ) ۱۲ قسطنطین اعظم ۲۳ و ۲۴ (ترجمہ) ۱۳ قسطنطین اعظم ۲۵
(ترجمہ) ۱۴ (ترجمہ) ۱۵ قسطنطین اعظم ۲۶ (ترجمہ)

جاتا ہے۔ اس دور کے واقعات کو نظر انداز کر دیجئے۔ سوہویں صدی کے واقعات پر نظر ڈالئے۔
۱۔ ایچ جانسن فرماتے ہیں۔

سینٹ بارتھولومیو کا قتل عام ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو ہوا۔ مقتولین کی تعداد میں بے حد اختلاف ہے لیکن کم سے کم تخمینہ کے بموجب پیرس میں ایک ہزار اور دیگر مقامات میں ستر ہزار آدمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔

جان۔ بی۔ فرحہ فرماتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ سب پرستوں کے مظالم کی پوری سرگذشت میں ایک مثال بھی ایسے قتل عام کی نہیں ملتی۔ جو فرانس میں سینٹ بارتھولومیو کے دن اور جزیرہ صقلیہ میں عثمانیوں کی رسم کے موقع پر خود عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کا ہوا۔

چوتھی خانہ جنگی (فرانس کی) اگست ۱۵۷۲ء تا جون ۱۵۷۳ء صرف چند شہروں تک محدود رہی۔ مارٹین شیل کے محاصرہ میں جس میں ہزاروں سے زائد جانیں تلف ہوئیں۔ جن میں ممتاز افسرین کی تعداد تین ہزار سے اوپر تھی۔

پیرس یونیورسٹی جو اپنے پیشہ کا بلوں کی وجہ سے اچھا خاصہ شہر بن گئی تھی اور خاندانوں کے ساتھ مل کر شہر اور مصافحات کے ایک حصہ کی مالک ہو گئی تھی وہ کیتھولک فرقہ کا مرکز تھی۔ کیتھولک جماعت الحاد کی سرکوبی کا مصمم ارادہ کر چکی تھی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ۱۵۶۲ء میں جو لوگ جو ظلم کا شکار ہوئے ان کی تعداد سینٹ بارتھولومیو کے قتل عام سے زیادہ تھی۔ نام الحاد کا تھا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مذہب کے نام پر سیاسی اغراض کام کر رہی تھیں۔

۲۔ صلیبی فرمایاں ہی دو ہیں۔ اس کے ان کی تفصیل بیان کرنا بھی غوری جیس حرف گرانٹ کی تاریخ سے چند قرون میں منتقل سے آخر میں نقل کئے جائیں گے۔ جن سے ان کی نوعیت اور جو لٹاکی کا اندازہ ہو جائیگا۔
۳۔ قیاس کن۔ ہمسایہ میں ہمارا ۱۵۷۲ء یورپ سوہویں صدی عیسوی میں ۱۵۷۲ء قسطنطنیہ ۱۵۷۲ء
۴۔ قیاس کن۔ ہمسایہ میں ہمارا ۱۵۷۲ء یورپ سوہویں صدی عیسوی میں ۱۵۷۲ء قسطنطنیہ ۱۵۷۲ء

ایک فرسین شاہد لکھتا ہے۔

امرائے صلاح کو حرم و آزر کے لئے اختیار کیا۔ متوسط طبقہ نے کلیہ کی جائداد کیلئے

اور ادنیٰ طبقات نے مسخت کے لئے ملے

مقدس مذہبی عدالت اس عدالت کی ایک مجلس اعلیٰ ہوتی تھی جس میں قانونی مشیر اور علماء دین
یعنی (ان کوئی نیشن) دراسب اور اسقف شریک ہوتے تھے۔ اس کا صدر بادشاہ کا مقرر

کردہ ہوتا تھا اس کے ماتحت اور بھی عدالتیں ہوتی تھیں جن کی حفاظت سلج پولیس سے کی جاتی
تھی۔ تحقیقات راز میں رکھی جاتی تھیں۔ اشخاص کو ترغیب و تخریص دلائی جاتی تھی۔ یاد مہمکیاں
دیکر مجبور کیا جاتا تھا کہ اپنے دشمن اپنے دوست۔ بلکہ اپنے عزیز و اقارب پر بھی لعنت ملاست
کرتے رہیں۔ اسی طرح ایک نظام جاسوسی قائم کیا گیا تھا۔ مذہب کو اقربا جرم پر مجبور کرنے کے لئے
مسخت سے سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ بے ضرر اور ناقابل اعتراض الفاظ اور عبارتوں میں
باکیاں پیدا کر کے اور جس طرح ممکن ہوتا کھینچ تان کر کے الحاد کے معنی نکال لئے جاتے تھے۔ جس پر
مال اور جائیداد ضبط کر لی جاتی۔ کفارہ دلوانے کے لئے قید کر دیتے تھے اور آخری سزا یہ ہوتی تھی
کہ مذہبی عدالت سے سزائے موت کا حکم سنا دیا جاتا تھا۔ مجرم کو سرکاری حکام کے حوالہ کر دیا جاتا
تھا وہ اس کو لڑائی کر دیتے تھے حقیقت یہ ہے کہ کچھ سال ایسے گزرے کہ کوئی رسم اس
وقت تک مکمل نہیں تصور کی جاتی تھی۔ جب تک مذہبی عدالت سے کسی کو سزائے موت نہ دیا جائے
یہ مقدس عدالت ان کے لئے قائم کی گئی تھی۔ جو رومن کیتھولک مذہب سے کسی مسئلہ میں

اختلاف رکھتے تھے یہ لوگ خارجی کہلاتے تھے اور انواع و اقسام کے مظالم ان کے ساتھ جائز
رکھے جاتے تھے آندلس کے ملک میں یہ عدالت پہلے قسطنطنیہ میں ۱۳۹۰ء میں قائم ہوئی تھی لیکن ۱۴۹۲ء
میں فریڈرینڈ اور ازابیلہ نے اسے دوبارہ قائم کیا اور ۱۴۹۸ء میں تقریباً تین ہزار آدمی جلا دئے گئے اور
سترہ ہزار کو اور مختلف سزائیں ملیں

ممنوعہ کتب پر سزا موت فلسفین فریڈرینڈ سے ایک قانون منظور کر کر شائع کیا جس میں ممنوعہ
کتب کی خرید و فروخت اور ان کے مطالعہ کرنے والے کی سزا موت قرار دی گئی۔ اور اس قانون

۱۷ سوہوین صدی عیسوی میں ۱۷ یورپ سوہوین صدی میں ۱۷۷۵ء میں اصلاحات ہوئی سیٹلی بلکرائی سرگرم نمونہ

حاضرین میں اس سے ایک مجنونانہ جوش پیدا ہو گیا۔ اور سب چلا آٹھے۔ یہی خدا کی مرضی ہے۔
یہی خدا کی مرضی ہے سرخ صلیبیں کھینچنے پر لگا کر تمام لوگ اس مہم کے لئے تیار ہو گئے۔ کیونکہ انہیں
ناسید آسمانی اور بدایت خداوندی کا یقین ہو گیا تھا۔

اے۔ جے گرانٹ فرماتے ہیں۔

جو لوگ ابتداءً اس جنگ میں شریک ہوئے ان کی نیک نیتی اور گرم جوشی میں کلام نہیں
مگر آغاز تحریک کے بعد ہی اس خالص جذبہ مذہبی میں۔ حرص۔ ہوا پرستی۔ خود غرضی۔ ظلم و ستم۔
انتقام و منافرت اور قتال و خونریزی کے عفریت شامل ہو گئے۔ منافرت صر مسلمانوں
نہیں تھی بلکہ غریب بودی بھی جو مغرب میں آباد تھے گرفتار مصائب ہو گئے۔ مالی نقصان کے
علاوہ انہیں سخت جسمانی تکلیفیں بھی پہنچائی گئیں۔ اور طرفہ تماشایہ تھا کہ ان بدکرداریوں کے
بانی وہ تھے جو اس سرزمین کو آزاد کرانے جارہے تھے جہاں مسیح نے تمام بنی آدم کے لئے اپنی
جان دی۔ (علیہ السلام) ۳۵۵ تقریباً دس لاکھ آدمی ایشیا کو چک پہنچے یہاں انھوں نے
کل باشندوں کے مقابل میں مسلمان ہوں یا عیسائی اس قسم کے وحشیانہ افعال شروع
کر دیے جن کی توجیہ بخیر اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ وہ بالکل اپنے حواس میں نہ تھے۔

”این کامین“ شہنشاہ قسطنطنیہ کی لڑائی کی بیان کرتی ہے کہ ان کا ایک شغل یہ تھا کہ جو بچے
ان کے سامنے آتا اس کی ٹکا بوٹی کر کے آگ میں جلا دیتے (تمدن عرب ۱۹۶)

ان کی تمام فوج کشیوں میں صلیبیوں کے افعال بالکل رذیل ترین اور احمق ترین
وحشیوں جیسے تھے۔ ان کا برتاؤ شرکاء جنگ کے ساتھ دشمنوں کے ساتھ بے تصور رعایت کے
ساتھ سپاہیوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ اور بوڑھوں کے ساتھ یکساں تھا یعنی وہ سب کو
بلا امتیاز لوٹے اور قتل کرتے تھے (تمدن عرب ۱۹۷)

حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی قدیم ہیکل میں اس قدر خون بہا تھا کہ امیں شیش
صحن میں تیرتی تھیں۔ صلیبیوں نے اس ابتدائی قتل عام کو کافی سمجھ کر ایک مجلس عقد
کی جس میں قرار پایا کہ کل باشندگان بیت المقدس۔ مسلمان۔ یہودی۔ اور غیر مقلد
عیسائی تہ تیغ کر دیے جائیں۔ ان کی تعداد تقریباً ساٹھ ہزار تھی۔ اس قتل عام کا بازار

آٹھ روز تک گرم رہا۔ عورتیں بچے بوڑھے سب مار گئے۔ کوئی تنفس جان بر نہ ہوا۔ صلیبی لڑائیوں میں وحشت و بربریت کی مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تمدنِ عرب از موسیٰ سلیمان از ۱۹۵۷ء ص ۲۰۔
 ۱۵۔ ارجو لائی ۹۹۔ کو ایک زبردست دھاوا کیا گیا۔ اس ہم میں کامیابی ہوئی۔ مسیحیوں کے تمام افعال اُن کے انتہائی مذہبی جوش اور دشمنوں سے منافرت پر مبنی تھے۔ دشمن کو قتل کرنا خدا کی عبادت کے مساوی تھا۔ پوپ کو حسب ذیل تحریر بھیجی گئی۔ ”خدا ہمارے عجز و انکسار سے رازم ہو گیا اور ہمارے عجز و الحاح کے سوا اور اس نے شہر کو دشمنوں سمیت ہمارے حوالہ کر دیا۔ اور اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جو دشمن وہاں موجود تھے اُن کے ساتھ ہم نے کیا سلوک کیا تو اس قدر کہنا کافی ہے کہ جب ہماری سپاہی حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے بعد میں داخل ہوئے تو ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔ (ص ۳۵) (اس کے بعد)

ایک زبردست مسلمان بادشاہ مرہ پدارائے سلطنت ہوا جس نے اسلامی سلطنتوں کو متحد کر کے زیر نگین کر لیا تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی تھا جس کی جرات۔ فراخ دلی اور انسانیت کے افسانے آج تک مشہور ہیں۔ ان افسانوں میں ہر چند مباغہ سے کام لیا گیا ہے مگر حقیقت سے دور نہیں ہیں۔ ”بحرہ ثانی بے ایاس“ کے ساحل پر ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ شہزادہ رنارٹ۔ حقیقی صلیب کا ایک ٹکڑا بیکر مردانہ وار پڑھے مگر صلاح الدین ایک بلائے درمان تھا۔ اور اس کی فوج بھی زیادہ تھی اس لئے انھیں (عیسائیوں کو) سخت ناکامی ہوئی۔ صلاح الدین اس کے بعد یرشلم کی طرف متوجہ ہوا اور اسے فتح کر لیا ۱۱۸۷ء۔ مگر سلطان مفتوحین کے ساتھ نہایت انسانیت سے پیش آیا ۳۵۹۔ یادیوں اور پوپوں کی یہ روشیں ہو گئی تھیں کہ جب کسی جنگ میں وہ شریک ہوتے اور انہیں امداد اور تقویت کی ضرورت ہوتی تو وہ اس کو صلیبی جنگ قرار دیتے تھے۔ ۳۶۴۔

یورپ اور جزیرہ استعمار
 (اقوام عالم پر چار بار تسلط کا لائی)

پانچویں صدی عیسوی سے پندرہویں صدی تک تقریباً ایک ہزار سال جن کو زمانہِ وسطیٰ کہا جاتا ہے۔ اگرچہ مشرق کے لئے کامیابی اور ترقی کا دور تھا مگر یورپ ظلم و جہالت کے اس سبب میں مبتلا تھا جس نے زندگی کو موت کا درجہ دے رکھا تھا۔ جس کا بڑا سبب کلیسا کا وہ نظام تھا جس کا ایک

ہاتھ اصحاب اقتدار سے بچہ کشی میں مصروف رہتا تھا اور دوسرا ہاتھ عوام کو بچکنے میں کہ وہ جہالت کی نیند سوتے رہیں۔ ان کا کروٹ لینا گردن زدنی جرم ہوتا تھا جیسا کہ باب اول میں تفصیل گنبدجی ہے۔

اس ہزار سال میں ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان ایسے ہوئے کہ انھوں نے کچھ کروٹ کی تو مقدس مذہبی عدالت کے فیصلہ یا کسی مذہبی صاحب اقتدار کے حکم سے ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ زندہ آگ میں جھونک دئے گئے۔ شکنجہ میں گس دئے گئے یا گوشت و پوست پھاڑنے اور نیچنے کے لئے ان کو درندوں کے سامنے ڈال دیا گیا۔ اور ایسا بھی ہوا کہ انہی پوری پوری آبادیاں برباد کر دی گئیں۔ لیکن پندرھویں صدی کی بیداری ایسی تھی کہ کلیسا اس پر قابو نہ پاسکا۔

سرزمین یورپ کو اغیار سے پاک کرنے، تنگنار وطن سے باہر قدم نکال کر نوآبائیاں قائم کرنے اور دوسری قوموں کو زیر نگین کرنے کے جذبات اس بیداری کا نتیجہ تھے۔ شاہ پرنگال (ہنری) نے تقریباً ۱۴۳۰ء میں ساگر زیریں عظیم اشان صد گاہ تعمیر کرائی۔ تاروں کی رفتار سے قوموں کے عروج و زوال کے آثار معلوم کرنا اس کا اہم مقصد تھا۔ اس جس طرح علم الافلاک حاصل کیا۔ اسی طرح جغرافیہ کے مطالعہ میں بھی اپنی زندگی صرف کی۔ ساتھ ساتھ اپنی قوم کے سچے اشخاص کو پروانے دیدئے کہ افریقہ کے مغربی ساحل ساحل ہندوستان اور اس سے آگے جزائر شرق الہند۔ چین کی سرزمین تک تمام علاقے اپنے قبضہ میں کر لیں۔ اور پرنگال کی شاہنشاہیت کے قلعے تعمیر کر دیں۔ اسی جذبہ اور فوق و تنوع

۱۴۳۰ء کی مقدس حقوق اور اس کے بے مثال نظم و نسق اور اسکی وسیع دولت نے اس کے افسران یعنی پادریوں کو قرون وسطیٰ کا نہایت طاقت ور معاشرتی طبقہ بنا دیا تھا۔ ان کے پاس جنت کی کجیاں تھیں اور فریاد کی امداد کے کوئی شخص جنت میں داخلہ کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ زباغ مغربی یورپ اور ڈاکٹر رابنسن کے مکتوب متعلق عقیدہ یہ ہوتا تھا کہ کہ پاپائیت کو تباہ پاشاہوں پر برتری حاصل ہے۔ پاپا کے افعال پر کوئی گری نہیں کر سکتا۔ پوپ کو شاہنشاہ ہونا، مغربی دنیا کا اختیار و انسانی شخصیت بادشاہ ہونے کی قوت پیدا کی۔ خدا کے رحم نے پیشوں کی قوت پیدا کی۔ پوپ پادشاہ ہونا آقا کو نابینا اور پاپا نے ۱۴۹۲ء میں (جیمز) ۱۴۹۲ء میں شہزادوں تک یورپ میں سلطنت کے نزال کے بعد بہت کم اشخاص پادریوں کے علاوہ مطالعہ کرنے پر تھے اور کھانا پکھنے کا خیال کرتے تھے۔ جیمز طویل یہ ملتے تھے کہ جس کا تعلق کلیسا سے نہ ہو وہ انہیں پرہیزگارا و تامل یورپ اڑا سے۔ جیمز ۱۴۹۲ء میں (جیمز) ۱۴۹۲ء میں شہزادوں کا عالم انداز تھا۔ اس کے پاس

بہنوٹا اور غلام و سرکش کے بعض ایسے نامور علماء بھی ہوئے تھے جو اپنے ذہن و دنیا کے ممتاز علماء و شہسوار کے جملے تھے۔ انہوں نے

۱۴۳۰ء کی مقدس حقوق اور اس کے بے مثال نظم و نسق اور اسکی وسیع دولت نے اس کے افسران یعنی پادریوں کو قرون وسطیٰ کا نہایت طاقت ور معاشرتی طبقہ بنا دیا تھا۔ ان کے پاس جنت کی کجیاں تھیں اور فریاد کی امداد کے کوئی شخص جنت میں داخلہ کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ زباغ مغربی یورپ اور ڈاکٹر رابنسن کے مکتوب متعلق عقیدہ یہ ہوتا تھا کہ کہ پاپائیت کو تباہ پاشاہوں پر برتری حاصل ہے۔ پاپا کے افعال پر کوئی گری نہیں کر سکتا۔ پوپ کو شاہنشاہ ہونا، مغربی دنیا کا اختیار و انسانی شخصیت بادشاہ ہونے کی قوت پیدا کی۔ خدا کے رحم نے پیشوں کی قوت پیدا کی۔ پوپ پادشاہ ہونا آقا کو نابینا اور پاپا نے ۱۴۹۲ء میں (جیمز) ۱۴۹۲ء میں شہزادوں تک یورپ میں سلطنت کے نزال کے بعد بہت کم اشخاص پادریوں کے علاوہ مطالعہ کرنے پر تھے اور کھانا پکھنے کا خیال کرتے تھے۔ جیمز طویل یہ ملتے تھے کہ جس کا تعلق کلیسا سے نہ ہو وہ انہیں پرہیزگارا و تامل یورپ اڑا سے۔ جیمز ۱۴۹۲ء میں (جیمز) ۱۴۹۲ء میں شہزادوں کا عالم انداز تھا۔ اس کے پاس

نتیجہ تھا کہ بورنیو سینٹو اور میڈر میں نو آبادیاں قائم کی گئیں۔ آندرس۔ راس الجزائر وغیرہ میں
کیا گیا اور افریقہ کے مغربی ساحل میں ٹھکانا شروع کر دیا گیا۔

۱۴۴۲ء میں پوپ مارٹن پنجم سے معاہدہ کر کے طے کر لیا گیا۔ کہ افریقہ کے مغربی ساحل پر پرتگالیوں
کو بلا شرکت غیر دریافت و جستجو۔ پھر یورپ و باش اور تجارت کا حق ہو گا۔ ساحل سے متصل جو جزیرے
ہیں وہ ہسپانیہ کے قبضہ میں رہیں گے۔

نئی دنیا اس تقریباً پچاس سال بعد دو پرتگالیوں نے دو ہندوستان دریافت کر لئے۔ ۱۴۹۲ء
میں کو لمبس نے ایک سرزمین کو ہندوستان سمجھا۔ وہاں پرتگال کا جھنڈا گاڑ دیا۔ لیکن وہ در
اصل نیگرو قوم کی سرزمین تھی مگر بہر حال پرانی دنیا والوں کے لئے نئی دنیا تھی۔ اس کو نئی دنیا یا سرخ
ہندوستان کا نام دیا گیا جو بعد میں امریکہ ہو گیا۔

ساحل کے قریب۔ جنگلات یا پہاڑوں میں رہنے والے قد قی طور پر پس ماندہ ہوتے ہیں انکا
تمدن پست اور وحشیانہ ہوتا ہے امریکہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھا چنانچہ ایسے قبائل بھی تھے
جن کی پوشاک جانوروں کی کھال تھی اور ان کے زلیو پر دلوں کے ہار تھے۔

لیکن وسطی امریکہ، میکسیکو اور بیرو میں شہر اور قصبے آباد تھے جہاں پتھر کی عمارتیں
ان پر نقوش کندہ تھے اور بچی کاری کا کام تھا۔ وہاں عیش و عشرت کے سامان تعیش کے درجہ
تک پہنچے ہوئے تھے۔

وہ بہت سی زبانیں بولتے تھے اندازاً چار سو اور کم سے کم ایک سو چھبیس زبانیں بولتے تھے۔
۱۲۶

۱۵ ماخوذ از یورپ سولہویں صدی میں یہ کو لمبس کی بدھبی تھی کہ اس نئی دنیا کا نام امریکو وینس بچی کے نام پر امریکہ
رکھا گیا۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پہلی مرتبہ کو لمبس کے ساتھ گیا تھا اس کے جہاز کا ایک افسر تھا۔ بعد میں
اس نے مستقل سفر کر کے بدھبی سے بادشاہ کو لمبس سے ناراض ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی آخری زندگی تنگی اور کمائی
میں گزری اور امریکو وینس بچی نے اپنی زندگی عیش و آرام سے گزاری اور اسی کے نام پر نئی دنیا کا نام امریکہ ہو گیا تاریخ
امریکہ ۶۷ کو لمبس ان کو انصاف کا واسطہ دیتا رہا جنھوں نے اس کو تلج کی جگہ بیڑیاں پہنائی تھیں اور محل
کی بجائے قید خانہ عطا کیا تھا۔ آخر کار مقام دیلا دولڈ پر ۲۰ مئی ۱۵۰۶ء اس دنیا کو غیر بادشاہ ۴۹ء تبلیغ کرتا
۱۵ تاریخ امریکہ از محمد یحیی صاحب تنہا۔

۱۵ تاریخ امریکہ ۷۵

کی خوش اخلاقی کے باعث جانبر ہوا۔ لیکن ان مسافروں نے ایک بچہ کو اس کی ماں کی گود سے چھین لیا۔ اور ایک نوجوان عورت کو بھگالے جانے کا قصد کیا۔
اب تک اس نواح کے ایسی لوگ فرنگیوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے تھے۔ لہذا ان کو جہاز دیکھنے کے لئے بلایا گیا۔ وہ خوشی خوشی آئے اور ان سے جہازوں کے تختے پر سوار ہو گئے۔ فوراً ہی لنگر اٹھا دیا گیا۔ بادِ باں کھول دے گئے اور سانٹو ڈونگولٹی من چل پڑے۔ شوہر اپنی بیویوں سے اور بچے اپنے ماں باپ سے جدا ہو گئے۔
ہسپانیہ والے میدان میں رہتے رہتے گھبرا گئے تھے۔ انھوں نے ایک قصبہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ قصبہ والوں نے مقابلہ کیا تو تمام قصبہ کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور دو ہزار پانسو ہندوستانیوں (امریکہ کے قدیم باشندوں) کو تہ تیغ کیا۔ جلا دیا۔ یاد ہوئیں سے دم گھونٹ دیا۔

اب جاہ طلبوں کا وحشیانہ کوچ شروع ہوا۔ جن جن چیزوں کی ضرورت محسوس ہوئی وہ سب ساتھ لیں۔ قیدیوں کے لئے بیڑیاں اور بھٹی کے لئے ضروری سامان سب مہیا کر لیا تھا۔ اور خونخوار کتے بھی دسیوں کو ہلاک کرنے کے لئے ساتھ تھے۔
اٹا ہولپار پیرو اور کیوٹو کا بادشاہ جس کو دھوکہ دیکر بلایا گیا تھا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ وہ قید کر لیا گیا ہے تو اس نے ہسپانیوں سے کہا کہ جس کمرہ میں وہ قید ہے وہ اس کو سونے سے بھر سکتا ہے بشرطیکہ اس کو رہا کر دیا جائے۔ پر ازو (حملہ آور حکمران) نے وعدہ کیا کہ وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر اس قدر ذیہ ادا کر دے۔ چنانچہ اس نے اعیان سلطنت کو حکم دیا اور دو چار روز کے اندر یہ کمرہ جو بائیس فٹ طویل اور سو گھنٹہ عریض تھا سونے کے برتنوں سے بھر دیا گیا۔ وعدہ پورا کرنے کے بعد بادشاہ نے رہائی کی درخواست کی۔ لیکن مکار برازوں نے وعدہ پورا کرنے کے بجائے اس کی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہا۔ چنانچہ اس نے اپنے دو تین ماتحتوں کو جج بنا کر مقدمہ پیش کرایا۔ نتیجہ ظاہر

سزائے موت کا حکم دیا گیا۔ جب اُس نے دیکھ لیا کہ موت سے چھٹکارا نہیں ہے تو رنج و
گمی کہ آگ سے رفتہ رفتہ جلانے کے بجائے تلوار سے اس کا سر کاٹ دیا جائے۔ اُس کو
یہ جواب دیا گیا کہ اگر وہ عیسائی ہو جائے تو اس کے ساتھ یہ نرمی روا رکھی جاسکتی ہے۔
چنانچہ وہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے عیسائی ہو گیا اور اس کو تلوار کے ذریعہ موت
کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستانیوں (امریکہ کے قدیم باشندوں) اور اہل یورپ
دونوں کو مساوی حق تھا کہ اس براعظم میں آبادیوں اور زندگی بسر کریں۔ لیکن اہل
یورپ نے ہر طریقہ سے ہندوستانیوں کو دھوکا دیا۔ ان سے کذب و دروغ کے ساتھ
کام لیا۔ ان کو لوٹا کھسواٹا۔ ان کو غلام بنایا۔ اور نشہ کے ساتھ زہریلے سفوف پلائے۔
قرآن ٹی نیک نے ۱۶۹۲ء میں تمام قیدیوں کو جلادیا۔ ولیم پین کے پوتے نے ۱۷۶۴ء
میں ہندوستانیوں کی کھال کھینچنے پر انعامات مقرر کئے۔ ہندوستانی عورت کی کھال
کھینچنے کے لئے پچاس شلنگ اور ہندوستانی لڑکے کی کھال کھینچنے کے لئے جس کی عمر دس
سال سے کم ہو ایک سو تیس شلنگ مقرر تھے اہل یورپ کے لئے یہ ایک معمولی بات
تھی کہ وہ اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔

انھوں نے تمام ہندوستانیوں کو صفحہ روزگار سے بالکل نیست نابود کر دیا۔
یہ اندازہ کہ ناکہ شہر سیکو کے محاصرہ میں کتنے آدمی قتل و غارت ہوئے مشکل ہے
کہ کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ دو لاکھ چالیس ہزار کا اندازہ کیا جاتا ہے
اے سچ۔ گرانٹ مصنف تاریخ یورپ کا ارشاد ہے۔

یورپی دنیا کا جو اثر نئی دنیا پر ہوا۔ ایسا مضمون ہے جس کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے
مگر تلخ میں اس سے زیادہ دردناک حادثہ کوئی نہیں ہے۔ امریکہ میں بہت سی قومیں تھیں۔
جن کے خاص خاص محاسن تھے ان میں سے بعض اعلیٰ درجہ کا تمدن رکھتی تھیں مگر یہ سب
اب سب تباہ ہو گئیں۔ یورپ کی تلوار اور ہیماریوں نے لاکھوں کا خاتمہ کر دیا۔ اولیٰ حقہ لایف

ذلت و غوار کی زندگی بسر کرنے لگے ۱۵

دوسرا دریافت کنندہ ۱۶ کو لمبس۔ اس کے رفقا اور اس کے نقش قدم پر دوڑنے والے اہل
واسکوڈی گاما ۱۷ یورپ اور ان کے خون ریز و وحشت آلود کارناموں کا محقق نہ کرے

یہ تھا جو سطور بالا میں پیش کیا گیا (بطور شے نمونہ از خردارے)۔

یادش بخیر۔ دو سکریرنگالی ۱۸ واسکوڈی گاما ۱۹ کے جو سفر کو لمبس کی تاریخ سے تقریباً
چھ سال بعد روانہ ہوئے اور اس امید کا چکر کاٹتے ہوئے ایک عرب طاع کی مدد سے
۱۴۹۸ء میں صہل ہندوستان کے ساحلی مقام ۲۰ کالی کٹ پہنچے۔ یہاں کے مہاراجہ ۲۱ زبورین
نے اس پر رنگالی امیر البحر کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا۔ اور اس کو اپنی مملکت میں تجارت کرنے
حقوق عطا کر دیے ۲۲

یہ سمندر اور یہ ساحل جن کا پتہ یورپ کو آج چلا تھا عرب نہ صرف اس سے واقف تھے
بلکہ نامعلوم زمانہ سے ان کے جہازوں کا جولا نگاہ بھی سمندر تھا اور اس کے ساحلی علاقے
ان کی تجارت کا مرکز تھے ۲۳

جنوبی ہند کے راجاؤں نے عربوں سے تجارتی تعلقات رکھنے کے لئے انہیں ہر قسم کی
مرعات دے رکھی تھیں ۲۴ ان عربوں کا راجاؤں کے دربار میں خاص اقدار تھا ۲۵

۱۵ تاریخ یورپ ۱۴۹۲ء ۲۶ کمپنی کی حکومت ازب و فیئر باری مرحوم ۲۷ تاریخ ہند عہدِ برطانیہ مولو جے سی
مارشن میں ۲۸ ترجمہ) ۲۹ عربوں کے تعلقات چین سے اُس وقت قائم ہو چکے تھے جبکہ اس براعظم کے وجود کا علم
تک یورپ کو نہیں تھا۔ تمدن عرب ۱۴۹۲ء ۳۰ عربوں کی تجارت اقتصادِ ربح سکون (تباہ و تباہی کے آخری
کناروں تک) پہنچ گئی تھی۔ اور یہ تجارت ان کی اس قدر قدیم ہے کہ خود تورات میں اس کا ذکر موجود ہے۔
دفعہ ۱۲ سال تک عرب تمام عالم کا مرکز تجارت بنے رہے۔ اور زمانہ قدیم میں انہوں نے وہی کام کیا۔ جو
یورپ میں ۳۱ وینس ۳۲ نے اپنی ترقی کے زمانہ میں کیا تھا۔ (تمدن عرب ۳۳)

زمانہ قدیم میں عربوں ہی کی بدولت یورپ کے تعلقات اقتصادِ ممالک ایشیا کے ساتھ قائم رہے۔ تمدن
عرب ۳۴ عرب ہمیشہ سے نہایت دلیر جہازراں تھے اور فاصلہ سے مطلق خوف نہ کھاتے تھے۔ تمدن عرب
اس زمانہ میں قبل اسلام عرب کی تجارت بہت وسیع و پیمانہ پر تھی ان کے جہازیندگاہِ بحر سے سالِ حضرتِ وحی تک
ابیں تک آیا جایا کرتے تھے (تاریخ جنوبی ہند ص ۱۵۸) ۳۵

ہندوستان سونے کی چڑیا ہے اس شہرت کو لمبس کو سمندر کی موجوں میں چڑیا۔
 پورہ ہندوستان کی بجائے نئی دنیا امریکہ جابھنچا۔ وہاں اس کو ہندوستان
 بیشک نہیں ملا۔ لیکن سونے اور جواہرات کے انبار بونٹنے کے لئے اور لاکھوں انسان
 ظلم و ستم کی مشق کرنے کے لئے اس کے اہل وطن کو مل گئے۔ تمنائیں پوری ہو گئیں۔
 سونے کی چڑیا۔ پھر بھی نایاب رہی۔ واسکو ڈی گاما اس کے خیاباں تک پہنچ
 گیا۔ لیکن خالی ہاتھ واپس ہوا۔ کالی کٹ کے مہاراجہ نے اس کا اعزاز بہت کچھ کیا
 مگر اس کو اعزاز کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کو آزادانہ لوٹ مار کی ضرورت تھی جس سے
 وہ اپنے حرص و طمع کے تنور کو آتش فشاں کر سکتا اس کو اس کا موقع میسر نہ آیا۔
 ایک اور نظارہ نے اس کی آنکھوں کو خون آلود کر دیا۔ وہی عرب جن کو یورپ سے
 نکالا جا رہا تھا جن کے قتل عام سے اندلس میں خون کی ندیاں بہانی جا رہی تھیں۔ اس سے
 زیادہ افسوسناک اور اشتعال انگیز منظر کیا ہو سکتا تھا کہ وہی عرب یہاں موجود تھے
 اور ایسے با اثر اور ایسے بار سونے کہ راجہ مہاراجہ بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ تبلیغ اسلام
 کی ان کو عام اجازت تھی بے شمار ہندو اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو چکے تھے اور
 طرفہ تماشایہ تھا۔ کہ تبدیلی مذہب کے بعد ان سے نہایت اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔
 ہندو راجا اپنی نو مسلم رعایا پر کسی قسم کی سختی یا جبر نہیں کرتے تھے لے سمجھتے تھے کہ اچھا
 راستہ انہوں نے اختیار کیا۔

بالا بار کی پوری بیچاس بندرگاہوں میں ان کا کاروبار پھیل ہوا تھا۔ اور عرب بھر کے
 تاجروں نے ان سب بندرگاہوں کا اجارہ سارے رکھا تھا لے

واسکو ڈی گاما واپس پہنچا۔ پرتگال میں اس کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ مگر ایک
 طرف بیشمار دولت کی تفصیل۔ دوسری طرف واسکو ڈی گاما کے خانی ہاتھ لوٹنے کی
 وجوہات اہل پرتگال کو معلوم ہوئیں۔ تو حرص و طمع اور عنیض و غضب کے طے جلے

لے کینی کی حکومت از پرفیسر ڈی مللا و تائیخ جنوبی ہند از محمود خاں صاحب محمود۔

لے تائیخ ہند عبد ربطانیہ از جے۔ سی مارش من ص ۳

عبدالوہاب قرق گو کا دوسرا گورنر تھا۔ اُس نے مجمع الجزائر اُردیا کے بعد صوبجات تک قدم بڑھائے اور اپنے تجارتی کاروبار کو سماٹا۔ جاوا اور سیام تک پہنچا دیا ۱۷
پرتگال اور ہسپانیہ کی روز افزوں دولت کو دیکھتے ہوئے یورپ کی تمام قومیں
امریکہ اور ہندوستان پر ٹوٹ پڑیں۔ ڈین۔ ولندیزی۔ انگریز۔ فرانسیسی اور جرمن
اس گنگ و دو میں شامل تھے۔

اس کے بعد لرزہ خیز مظالم کی ایک طویل داستان ہے جو ستم اہل یورپ نے
امریکہ کے باشندگان پر کئے تھے اُن سے کہیں زیادہ مظالم ساحل جنوبی ہند کے
باشندوں پر کئے گئے ۱۸

ان ستم شعار ہندگان حرص و طمع کی نظر میں ہندو مسلمان کا کوئی فرق نہیں تھا۔
انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں پر ظلم کئے اُن کی ادنیٰ مثال یہ ہے۔
سیاح فریزر کہتا ہے۔

میں صبح ہی صبح اس مقام پر پہنچا جو پرتگالی پادریوں کا دارالقضاء کہلاتا ہے اس
دارالقضاء کو قتل کہا جائے تو بالکل مناسب ہوگا۔ بازار کے بیچ میں ایک بہت
بھاری اور بڑا انجن سولی کی طرح کھڑا کیا گیا تھا جس پر ایک چنچ لگا ہوا تھا۔ انجن پہنچنے
کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جس کو سزا دی ہوتی تھی اس کو شہر پر چڑھا کر چنچ (کرین)
کے ذریعہ اوپر کھینچ لیتے تھے۔ پھر وہاں سے اُس کو گرا دیتے تھے جس کے صدمہ سے اسکی
ہڈیاں چھوڑ چڑھ جاتی تھیں اس کے علاوہ پادری جس کو آگ میں جلانے کا حکم دیتے تھے۔
اُس کو ایک قمو کا لباس پہنا کر جلادوں کے حوالہ کیا جاتا تھا جو انھیں لے جا کر آگ میں
زندہ جلا دیتے تھے۔

بازار میں سوائے سور کے اور کوئی گوشت فروخت کرنا ممنوع تھا ہندو اور مسلمان
دونوں اس ظلم کو سہہ رہے تھے ۱۹

(کتاب تحفۃ المجاہدین میں پرتگالیوں کے ظلم و ستم کی پوری تاریخ دی گئی ہے)

۱۷ یورپ ہونے والی تاریخ ہند پر انیسویں صدی ۱۸ یعنی حکومت ۱۹ تاریخ جنوبی ہند

سمنڈوں کا امن تباہ! جو پیشہ وراور کبھی سیاسی جنگجو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیادیشی سے بھی
پہلے رومی جمہوریت کے دور سے (یورپ کے سمنڈروں میں ترقی کیا گیا تھا)

وراب ان کے اخوف اور بھینس یہی خدمت پوری سنگدلی سے انجام دے رہے تھے اور ان کو
نے ان کو ہندوستان کا راستہ بتا دیا تو ان کے جہازی پوری سرگرمی سے بحر ہند بحر عرب اور
شرق کے سمنڈروں میں ناخت و تاراج کرنے لگے۔ بقول یرو فیہ یاری۔

”پرتگیزی اپنے ظلم و ستم میں سمنڈر کے چنگیزی تھے۔ کالی کٹ کے باشندوں پر
ظلم توڑنے کے علاوہ حاجیوں کے جہازوں کو لوٹے اور زائروں کو قتل کرتے۔
بحرات کا بادشاہ بحری لڑائیوں میں انہیں شکست نہ دے سکا پرتگیزیوں
نے ہندوستان میں بے پناہ مظالم کئے لاوارث بچوں کو جبراً عیسائی بنالیا
جاتا تھا۔ ان مظالم کی وجہ سے گو ایک نصرانی شہر بن گیا ہندوستان کے
ساحل پر پرتگیزیوں نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔ غلط ہے کہ ہندوستان میں
سب سے پہلے آتشیں اسلحہ پانی پت کی پہلی جنگ میں استعمال کئے گئے البتہ کریک
(البو قرق) کالی کٹ میں نار و آتش سے کھیل چکا تھا۔“

ساجوں کے جہازی قافلے ایک دو سکر کو لوٹ لینا تجارت خیال کرتے تھے
پر لگالی۔ انڈونیشیا کے شہر ملکا میں داخل ہوئے تین دن تک قتل و غارت کیا ہمارے
ہر کو تاراج کر دیا۔ مال و متاع جس قدر ہاتھ لگا سب لے گئے۔“

فرہلوں پر ماتم! اجائے ماتم ہے کہ وہ عرب جو بقول ”موسیوی بان“ بارود اور توپ کے
وجہ سے تھے ان پر ایسی غنودگی چھا گئی تھی کہ خود اپنی ایجاد سے وہ تہی دست تھے۔ اور
س کے ذخیرے ان کے پاس تھے جو ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے
یورپ والے آتشیں اسلحہ کی بدولت ہی یہاں کے باشندوں پر فحشیا ہوئے۔“

۱۰ بحیرہ شمالی میں بحری غارتگر اور لٹیرے بکثرت تھے۔ وہ اکثر تارہ میت اور باقا مڑھوتے تھے ان کے فران اعلیٰ قابلیت
شخص ہوتے تھے جو اس کام کو برائیں سمجھتے تھے (تاریخ مغربی یورپ ص ۱۱۱) ۱۱ کمپنی کی حکومت ۱۶۰۲ء
۱۲ بنی کی حکومت ۱۶۰۲ء ۱۳ تمدن انڈونیشیا ص ۱۱۱-۱۲ از نور احمد صاحب قادری ۱۴ تمدن عرب ص ۲۲۰
۱۵ تاریخ جنوبی ہند ص ۳۲۰

الحاد اور لامذہبیت | یہ درست ہے کہ سولہویں صدی میں یورپ خصوصاً فرانس بہت سخت خانہ جنگی میں مبتلا رہا۔ لاکھوں انسان قتل و غارت ہوئے مگر اس کا حقیقی سبب وہ بیداری تھی جس نے ایک طرف عوام کو اس سببائی اور اقتصادی نظام سے بقاوت پر شغل کیا جس نے نیچے طبقے کے انسانوں کو ذلیل جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل زندگی پر مجبور کر رکھا تھا دوسری طرف کلیسا کے ان فرسودہ عقائد سے مخالفت اور نفرت تھی جنہوں نے دماغوں کو ایسا بھجھکا دیا تھا کہ اصلاح کو بھی بدعت اور کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا۔

”مارٹن لوتھر“ متوفی ۱۵۴۶ء بانی فرقہ پروٹسٹنٹ۔ اس کے شاگرد ”شید جان کالون“ متوفی ۱۵۶۴ء بانی فرقہ کالونسٹ کی کوششیں۔ اس جمود کے خلات تھیں۔ جنہوں نے رومن کیتھولک کے مقابلہ پر مجالس مباحثہ ہی گرم نہیں کیں۔ بلکہ وہ میدان کا بڑا زر گرم کئے جن کو ہزاروں لاکھوں انسانوں کے تازہ خون کے قوارے بھی سرفہرہ کر سکے۔

گشت و خون کے اس طوفان میں اس جماعت نے جنم لیا جس کا مذہب تھا۔ مذہب سے بیزاری۔ کفر۔ الحاد انکار خدا۔ کلیسا نے اس کو وحشیانہ جبر و تشدد سے زبان چا جا یا۔ اس کو جہنم رسید کرنے کے لئے بہت سے آگ کے جہنم تیار کئے گئے۔ اس جماعت کو انہیں جھوٹا لگا گیا۔ مگر جتنا اُس کو دبا یا گیا۔ یہ جماعت اتنی ہی اُبھری اس کی قربانیاں اگرچہ خدا پرستی اور روحانیت کے لحاظ سے بے سود تھیں، کیونکہ یہ قربانیاں نہ خدا پرستی کے لئے تھیں نہ روحانیت کے لئے۔ بلکہ مادہ پرستی اور ترویج روحانیت کے لئے تھیں۔ مگر قربانیاں پھر بھی بے نتیجہ نہ رہیں۔ ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکار خدا اور مادہ پرستی ہی کو حقیقت سمجھا گیا۔ جیسے

کا مذاق بنایا جانے لگا۔ دہریت کو روشن خیالی قرار دیا گیا۔ اور ترقی پسندی کا یہی فیشن ہو گیا۔

ترکوں کا زوال | پندرہویں اور سولہویں صدی میں یورپین حکومتوں کی آپس کی رقابت اور کش مکش سے ترک فائدہ اٹھاتے رہے۔ اسی میں اُن کی قوت کا راز مضمر تھا۔ لیکن تیرہویں

صدی میں پھر ترکی سلطنت کی اندرونی خرابیوں نے اس کو یورپ کا مرد بیمار بنا دیا اور زیادہ ترویجی حکومتوں کی رقابت نے۔ یورپ کی حکومتیں اگرچہ آپس میں درست و گریبان تھیں لیکن

ترکوں کے خلاف ان کا نقطہ نظر اور ان کا عمل واحد تھا کہ اس مرد بیمار کا خازنہ نکال دیا جائے
 وہ یہی تھی کہ ترکی سلطنت کا زیادہ حصہ ایشیا میں تھا۔ اس وجہ سے وہ ایک ایشیائی مملکت سمجھی جاتی تھی کسی ایشیائی مملکت کا
 تسلط یورپ میں اہل یورپ کے ناقابل برداشت تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ترکی جس کے جھنڈے
 سوہویں صدی کے شروع میں مراکو کے کوہ اطلس سے لیکر دریائے فرات تک
 منہج دریائے نیل سے لیکر ورطما کے دروازوں تک اور عدن سے لے کر کوہ قاف
 کی چوٹیوں تک ہراتے تھے ۱۵

جس کی بحری قوت پورے یورپ پر بھاری تھی ۱۵۵۰ء میں اس کے بحری بیرے کو وینس
 کے مقابلہ میں لپنٹو میں شکست ہوئی ۱۶

اور اس کا عروج تنزل سے بدل گیا۔ سترھویں صدی کے اواخر ۱۶۸۲ء میں یورپ پر انگری
 سلطنت عثمانیہ سے نکل گیا جس کا رقبہ ایک لاکھ سترہ ہزار چھ سو مربع میل اور آبادی
 تقریباً دو کروڑ تھی ۱۷

پھر صدی کے ختم ہونے تک پڈولہ اور ٹرانسولہ سے بھی ترکی اقتدار کا خاتمہ
 ہو گیا ۱۸

اٹھارھویں صدی عیسوی کے آخر میں یورپ میں ایک بھونچال آیا۔ اس کا مرکز
 اگرچہ فرانس تھا مگر یورپ کی ساری زمین اس سے دہل گئی۔ اس کے جھٹکے سمندر بلبل
 مصر تک پہنچے یہ بھونچال تھا۔ نپولین بونا پارٹ کا وجود۔ اور اس کا عروج۔ انیسویں صدی
 آٹھواں حصہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ یہ فاتح اعظم خود انقلاب کا شکار ہو گیا برطش
 کی فوجوں نے اس کو گرفتار کر کے سینٹ ہلنا پہنچا دیا۔ جہاں ۱۸۱۵ء میں وہ اس جہاں
 سے رخصت ہو گیا۔

بونا پارٹ ختم ہو گیا۔ مگر انقلاب آفریں اضطراب ختم نہیں ہوا۔ وہ کروٹیں بدلتا

۱۹ تاریخ خاندان عثمانیہ جلد اول ص ۳۲۰

مصنف مسٹر سٹینلی لین پول۔ نیز سوہویں صدی میں یورپ۔ ۱۹ تاریخ خاندان عثمانیہ جلد اول
 ص ۳۲۰ روئے زمین کے مسلمان سلاطین۔

ہوا کیمونزم کے دہانہ پر پہنچ گیا۔ انہیں کروٹوں میں ”منگلکس“ نے جہنم لیا۔ جس نے انقلاب کا نقشہ تیار کیا جس میں لینن نے کامیابی کا رنگ بھرا۔

یورپ کی اندرونی سیاست کے بیچ و خم اور کش مکش میں عجیب بات یہ تھی کہ اگرچہ وہ خود ایک بحران میں مبتلا تھا۔ مگر اس بحران نے استعمار اور دوسری قوموں سے استحصال کے عمل میں فرق نہیں آنے دیا۔ وہ دن بدن بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بحران زندہ یورپ سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے پوری دنیا پر بھگا گیا۔

ہندستان میں ایٹ انڈیا کمپنی نے تجارت کے ساتھ حکومت کا لبادہ بھی اوڑھ لیا وسط صدی (۱۸۵۰ء) میں جنگ پلاسی فیصلہ کن تھی جس نے بنگال اور بہار کو ایٹ انڈیا کمپنی کی گود میں ڈال دیا۔

میسور نے ایک بہادر فرزند پیدا کیا۔ ”سلطان ٹیپو“ جو برطانیہ عظمیٰ کے لئے دوسرا نیپولین تھا۔ مگر فرق یہ تھا کہ نیپولین کو شکست ہوئی تو برطانیہ عظمیٰ کے کمانڈر یہ نہیں کہہ سکے کہ فرانس ہمارا ہے۔ فرانس اہل فرانس کا رہا صرف وہ چٹان ہٹ گئی جس نے کروٹ لیتے ہوئے انقلاب کا راستہ روک دیا تھا۔

لیکن جب میسور کے اس شیر بہر سلطان ٹیپو کو شہید کر دیا گیا جس کا مقولہ یہ تھا کہ ”گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی اچھی ہے“ تو برطانوی جبریل مارکس کا نعرہ یہ تھا کہ ”آج ہندوستان ہمارا ہے“ ۱۸۵۷ء

یہ تھا یورپ اور اس کی تاریخ کا ایک ورق۔ غور سے دیکھئے اور غور دین لیکر دیکھئے کہیں انسانیت، شرافت اور روحانیت کا کوئی نشان نظر آتا ہے؟

تحریک شیخ الہند پھر غور فرمائے وہ انسان جس نے انسانیت کو خیر باد نہ کہا ہو جس کے دل میں نوع انسان کا درد ہو۔ جو حق کو پسند کرتا ہو۔ انصاف کا

حامل ہو۔ شرافت کی قدر کرتا ہو ورم سے نا آشنا نہ ہو اس کا جذبہ ایسے ملک اور ایسی قوم کے متعلق کیا ہو گا۔ یہی جذبہ تحریک شیخ الہند کی علت اور اصل بنیاد ہے۔ تجھے حضرت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ استفادہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن حضراتِ اساتذہ کے حلقہ میں حضرت شیخ الہند کا یہ مقولہ شہور تھا کہ فرنگی سے نفرت جزو ایمان ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چسراغِ مصطفویٰ شرارِ بولہبی
حضراتِ علم کا احساس

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "معرفتِ خدا عزوجل برآں کس حرام است کہ خود را۔ از کافر فرنگ بہتر دانند" (مکتوب ۲۶۱ ص ۳۵ نو لکھنوی) ترجمہ) خدا شناسی اُس شخص پر حرام ہے (اُس کو کبھی میسر نہیں ہو سکتی) جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جلنے۔

حضراتِ اولیاء اللہ کا ہول یہ ہے۔ اپنے سے بدظن رہو دوسروں سے حسن ظن رکھو مجدد صاحب کے اس فقرہ میں اسی ہول کی تشریح ہے کہ ایک خدا پرست خدا شناس عارف کو اپنے نفس سے یہاں تک بدظن رہنا چاہئے کہ اپنے آپ کو کسی سے حتیٰ کہ کافر فرنگ سے بھی بہتر نہ سمجھے جب تک خود پسندی کا غرور اس درجہ پامال نہیں ہوگا۔ خدا شناسی میسر نہیں آئے گی۔ حضرت مجدد صاحب نے اپنے انداز میں اپنے ذہن کے مطابق یہ فقرہ تحریر فرمادیا۔ مگر اس میں اس طور یہ ہے کہ سب کے بدتر کافر فرنگ ہے اور یہ کہ اس کا بدترین ہونا اتنا معروف اور مشہور ہے کہ اس کی بدتری کو مثال میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس طرح بہادر کو شیر کہہ دیا جاتا ہے اور کئی کو کتا تو اگر کسی کو بدتر کافر کہنا ہو تو اس کے لئے لفظ کافر فرنگ کافی ہے۔

یہ بات کس دور کی ہے
حضرت مجدد الف ثانی کا اسم گرامی احمد ہے ولادت ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۵ء
(اپریل ۱۵۶۴ء) وفات ۱۳۴۳ھ (نومبر ۱۹۲۵ء)

مختصر یہ کہ مغل آغظم شہنشاہ اکبر (متوفی ۱۶۰۵ء) کی سلطنت عروج پر تھی۔ جب مجدد صاحب (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی صلاحی خدمات کا سلسلہ شروع ہوا جو جہانگیر کی وفات (۱۶۲۷ء) سے تین سال پہلے تک رہا۔

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے تقریباً چھ یا سٹھ سال پہلے (۱۶۱۹ء) میں "واسکو ڈی گاما" ہندوستان پہنچ چکا تھا۔ اس کی یہ پہنچ بحری قزاقوں کے لئے خوشخبری تھی۔ چنانچہ ان کے بیڑے

ساحلی علاقوں پر مندر لائے گئے اور جہاں ان کو موقع ملا نو آبادی قائم کر دی گوا۔ دمن کو چین پہنچی۔
 چانگام وغیرہ میں ان کی آبادیاں ہو گئیں تھیں گولہ باری اور آتش فشانی کی جس دھم دھام سے
 یہ آبادیاں قائم ہوئیں اور یورپ والوں کے پاؤں پہلے اس کا کچھ تذکرہ چند صفحات پر پہلے گزر چکا ہے۔
 عام احساس نہیں تھا۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ کالی کٹ۔ گوا وغیرہ میں جو مظالم اہل یورپ نے
 کئے تھے ہندوستان کے باشندوں کو ان کی خبر نہیں تھی۔ خبر ضرور تھی چنانچہ کافر فرنگ
 کا بدترین کافر ہونا عرف عام بن چکا تھا۔ مگر اس کا احساس نہیں تھا کہ جس کی ابتداء یہ ہو
 اس کی انتہا کیا ہوگی۔ کیونکہ

(۱) ہندوستان ایک ملک نہیں بلکہ ایک برصغیر تھا جو شمالی اور جنوبی ہند پر منقسم تھا
 پھر جنوبی ہند میں آٹھ سلطنتیں تھیں۔ ۱۵ بنگال ایک الگ خطہ تھا ۱۵
 بنگال سے کابل تک کا علاقہ اگرچہ مرکز دہلی سے وابستہ تھا۔ مگر خود دہلی کی حالت
 غیر یقینی تھی۔

”واسکو ڈی گاما“ جب کالی کٹ پہنچا تو دہلی کا ناخدا لودھی خاندان کا آخری بادشاہ ابراہیم
 تھا جو ایک کمزور بادشاہ تھا۔ ملک کا نظام بھی کمزور تھا۔ آخر کابل سے بابر آیا۔ اور
 اس نے ابراہیم کے ساتھ لودھی خاندان کے اقتدار کو بھی صفحہ سیاست سے نابود کر دیا۔
 ۹۳۳ھ
 ۱۵۲۶ء

لودھی خاندان کا اقتدار ختم ہوا مگر اس کی قوم پٹھان کا وجود ختم نہیں ہوا۔ بلکہ اس
 وجود میں ایک حرارت پیدا ہو گئی۔ وہ تھی مغلوں کی رقابت۔
 بابر کی زندگی نے وفا نہیں کی وہ صرف چار سال افغانستان و ہندوستان کا
 شہنشاہ رہا کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء ۹۳۷ھ

۱۵ دارالسلطنت ہمنیہ۔ بانی حسن گنگو بہمنی۔ دارالحکومت بکرگہ (۲) عادل شاہی دارالحکومت بیجا پور۔
 (۳) نظام شاہی۔ دارالسلطنت احمد نگر۔ (۴) قلعہ شاہی دارالسلطنت گونڈہ (۵) برہم شاہی
 دارالسلطنت بیدر۔ ۶) عماد شاہی دارالسلطنت ایبٹ پور (۷) بیک نگر کی ہندو سلطنت (۸)
 سلطنت مالوہ و گجرات دارالحکومت احمد آباد ۱۵ دارالسلطنت دیناج پور۔

اس کا بیٹا نصیر الدین ہمایوں جانشین ہوا بہت بہادر اور باہمت تھا مگر شیر شاہ سوری کے جلال کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اور ایران جا کر پناہ لی اور جب تک شیر شاہ کے بعد اس کا جانشین بھی ختم نہیں ہو گیا وہ دہلی نہیں پہنچ سکا۔ تقریباً پچیس سال اسی میں بیت گئے آخر ۱۵۵۶ء (۹۶۴ھ) میں ایرانی فوج کی مدد سے ہمایوں نے پھر تخت دہلی واپس لے لیا۔ مگر تخت اس کے قدموں کے نیچے تھا اور موت سر پر۔ پورا سال بھی نہیں چھ مہینے ہوئے تھے وہ تاروں کی رفتار دیکھنے کے لئے جتر منتر پڑھتا کرتے ہوئے پیر پھلا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ شاید پارٹ فیل ہو گیا۔

اب اکبر کا دور شروع ہوا جو اس صدی کے بعد بھی پانچ سال ۱۵۵۶ء (۹۶۴ھ) تک باقی رہا۔ بہر حال خطرات فرنگ خاطر میں لاسکنے کا ایک سبب یہ تقسام و انتشار تھا یعنی جنوبی ہند منقسم تھا اور شمالی ہند منتشر اور غیر مطیع۔

اکبر کے دور میں یعنی واسکو ڈی گاما کے ہندستان پہنچنے سے تقریباً ساٹھ سال بعد شمالی ہند کی یہ حالت نہیں ہی اکبر کے سلطنت مغلیہ کو اتنا مستحکم کر دیا کہ تقریباً ڈھائی سو برس تک اس کی عظمت پر حرم ہندوستان میں لہراتے رہے مگر

(۱) اکبر ہندوستانی بن چکا تھا۔ راجگان ہند کے زحمات اس کا مزاج بن گئے تھے راجگان ہند رام کے پرستار تھے ان کو راویں کے پرستاروں (جنوب کے ہندوؤں) سے نفرت تھی چھپی نہیں تھی ممکن ہے وہ ان کی تباہی سے خوش ہوتے ہوں۔ اکبر کا بھی یہی مزاج تھا۔ چنانچہ وہ ان کی آؤ بھگت کر رہا تھا جہ کالی کٹ گوا اور دمن وغیرہ میں چنگیز اور ہلاکو بن رہے تھے (تفصیل چند سطر بعد)

(۲) اس میں کیا شک ہے اکبر بہت بڑا زمانہ شناس، مردم شناس، دور اندیش اور بہت بڑا مدبر تھا مگر یہ اس کی شناسائی اور دور اندیشی مغل شاہنشاہیت کو مضبوط کرنے کے لئے تھی اور بس۔

وہ دین الہی کا موحد تھا۔ اُس نے امرا و دولت کے لئے سجدہ کرنا لازم کر دیا تھا اور عوام کو اپنے درشن کرایا کرتا تھا تاکہ اس کی تعظیم اور اس سے وفاداری دلوں کی گہرائیوں

کھ اکبر جابے مگر نفع انسان کی ہمدردی سینہ مجدد جس کا لالہ زار تھا۔ اکبر اس کو اپنی سیاست پر
 قربان کر چکا تھا۔ اس کا مذہب سیاست تھا یعنی شاہنشاہیت۔ گجرات میں کچھ خلفشار
 ہوا۔ اکبر بھیجا۔ بندرگاہ سورت کا محاصرہ کر لیا۔ سورت کی مدد پر پرتگیزی تھے۔ انھوں نے
 پیغام صلح بھیجا۔ اکبر نے پیغام منظور کر لیا ۱۵

پھر جنوبی ہند کے انہیں تباہ کاروں کو اپنے یہاں مار عو کیا۔ یہ تباہ کار اکبر کی نظر میں
 مرتاض اور عبادت گزار تھے۔ انھوں نے انجیل مقدس پیش کی۔ ثلاث ثلاثہ کے متعلق
 دلائل پیش کئے نصہ انیت کی حقانیت ثابت کی۔ ابو الفضل کو حکم دیا کہ انجیل مقدس کا
 ترجمہ ان پادریوں سے پوچھ پوچھ کر کر دو۔

اکبر کے مشہور واقع نگار ملا عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں۔

”وانایان مرتاض ملک فرخ کہ ایشان را بدھری و مجتہدین را پایا می گویند۔ انجیل آورده پر

ثلاث ثلاثہ دلائل گذرانیدہ و حقیقت نصرانیت ثابت کردہ ۱۵

یہی زمانہ تھا کہ انہیں دانا یاں مرتاض کی قوم کے بھری سورا صاحبیوں کے جہازوں کو
 لوٹا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے ان کو سخت دشمنی تھی۔ ابھی ایک صدی نہیں گزری تھی کہ
 اندلس میں مسلمانوں کا قتل عام کر چکے تھے۔ اب بھی بقول بعض مورخین وہ مسلمانوں
 کے خون کے پیاسے تھے۔

اکبر نے سمندر دیکھا۔ سورت میں سمندری قزاقوں سے اس کا واسطہ پڑا۔ مگر اس کو
 بحری بیڑہ بنانے کا خیال نہیں آیا۔ کیونکہ ان قزاقوں سے اس کی شہنشاہیت کو
 خطرہ نہیں تھا۔ سورت میں جو کچھ ہوا۔ وہ اس کی نظر میں عارضی معاملہ تھا۔ یہ تھی اسکی
 دوراندیشی۔ بہر حال وجوہات کچھ بھی ہوں کافر فرنگ کے خطرات کا احساس نہ ارباب
 حکومت کو تھا نہ وہاں داران حکومت کو یہ کچھ سینہ مجدد ہی کا تاثر تھا کہ کافر فرنگ کو بد
 ترین کافر سمجھتے تھے۔

ہم نے بہت سے صفحات رنگین کئے کہ سفید فام یورپ کی خوں ریز تاریخ سیاہ کی

ایک جھلک پیش کر دیں معلوم ہوتا ہے۔ ضمیر مجدد ہم سے زیادہ اس تاریخ سے واقف تھا (رحمۃ اللہ) کیوں نہ ہو۔ وہ اگر حجب کو بھی نہ جاسکا لے مگر اس کے حلقہ ارادت میں ہندی اور غیر ہندی سب ہی شامل تھے۔

حضرت مجدد کے فقرہ میں لفظ "انگریز" نہیں ہے لفظ "فرنگ" ہے۔ انگریز تو اس وقت تک آئے بھی نہیں تھے۔ انگریزوں اور فرانسیموں کی بھاگ دوڑ تو بعد میں (سولہویں صدی کے ختم اور سترھویں صدی کے آغاز میں) شروع ہوئی۔ پرتگیز۔ ولندیزی اہل لٹیرین (اہل ڈنمارک) پہلے آچکے تھے۔ اور سواحل ہند پر اپنی آمد کے جلوے دکھا چکے تھے حضرت مجدد رحمۃ اللہ کے دور آخر (۱۶۲۵ء) تک یہی قویں نمایاں تھیں۔

حضرت مجدد صاحب کا فقرہ یورپ کی کسی خاص قوم سے نہیں بلکہ پورے یورپ سے ملجی اور ترشی ظاہر کرتا ہے۔

جنگھائے صلیبی میں پورے یورپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اور مقابلہ میں اگرچہ ایک مسلمان فیڈ مارشل صلاح الدین ایوبی تھا۔ مگر اس کا دفاع صرف مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ پورے مشرق کی طرف سے تھا۔

اکبر کی نظر صرف اپنی شاہشاہیت پر تھی۔ لیکن حضرت مجدد صاحب کا سینہ پوری نوع انسان کے لئے کھلا ہوا تھا۔ ان کو گوارا نہیں تھا۔ کہ ایشیا جو انسانیت شریف اور اخلاق کا گہوارہ رہا ہے۔ اور آج بھی اس کے گلشن میں یہی پھول کھل رہے ہیں۔ اس پر افس یورپ کا تسلط ہو۔ جہاں شرافت اور اعلیٰ اخلاق کھوٹا سکے ہیں۔ جن کی یورپ کے بازار میں کوئی قیمت نہیں ہے۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ کا یہی جذبہ یعنی مشرق سے مغرب کا دفاع ان کا مقدس ترکہ تھا۔ جس کو ان علمائے اپنا یا جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ کے جانشین ہوئے۔

۱۷ سو اٹھ گاروں اگرچہ اسکی مختلف وجوہ بیان کی ہیں مگر تاریخ کے لحاظ سے یہی تھی کہ یورپ میں ترقیوں نے محمد کا من ختم کر دیا۔ ۱۷۵۰ء ان لڑائیوں کا سلسلہ گیارہویں صدی کے آخر ۱۹۶۰ء تک تقریباً دو سو برس جاری رہا۔ تاریخ مغربی یورپ ۱۹۶۰ء تا ۲۰۲۰ء

انیسویں صدی عیسوی اور تیرہویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں یہ جانشینی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ اور ان کے رفقاء کے حصہ میں آئی تھی۔ رحمہم اللہ۔

معیار جانشینی کیا تھا؟ یہ احساس کہ صرف ہندوستان نہیں بلکہ مشرق نشانہ مستم وجفا ہے اور صرف انگریز نہیں بلکہ پورا یورپ ستمگر وجفا کا رہے۔ پورا یورپ حملہ آور اور ایشیا و افریقہ یورش زدہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اس کے باوجود کہ سینہ اکبر کو قنبِ مجدد کا سوز و کے سیاسی اور اقتصادی اصول گداز عطا نہیں ہوا تھا۔ اس کے سامنے صرف

مغل شاہنشاہیت تھی اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ متفرق فرقوں کے میل ملاپ اور باہمی اتحاد و یگانگت کی بنیادوں پر شاہنشاہیت کی تعمیر کرنا چاہتا تھا اور اگرچہ اس کے غیر معمولی غلو نے اس کے قدموں میں وہ لغزش پیدا کر دی جس پر حضراتِ علماء کو اعتراض رہا۔ مگر جہاں تک میل ملاپ اور یکجہتی بلکہ جہاں تک ملکی معاملات میں جذباتی ہم آہنگی و اتحاد کا تعلق ہے۔ اکبر ایسا کامیاب رہا کہ اس نے اسی ہم آہنگی اور یک جہتی کو سلطنتِ مغلیہ کا طرہ امتیاز بنادیا۔

اقدامی جنگ ہو یا دفاعی بازار تجارت ہو یا کارگاہِ صنعت و حرمت، تمدن کا مسئلہ ہو یا باہمی معاشرت، کاغذِ مغل شاہنشاہیت کے دور میں ہندو اور مسلمان آپس میں ہم کنار و ہم آغوش نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ کا امن و امان خوشحالی، سکون اور اطمینان بے نظیر ہے۔

عروجِ ہندوستان کے اس دور میں اگرچہ یورپین نوواردین (اور محمد کے اصناف میں کافرانِ فرنگ کی حرکتیں بڑھتی رہی ہیں۔ اور ان میں جارحیت پیدا ہوتی رہی مگر ان کی گولہ بازی کرنے والے ہاتھ بھی بہت مضبوط تھے۔ ملک کی خوشحالی اور قابلِ اعتماد دفاعی طاقت یہ دو شے ایسے تھے کہ حضراتِ علماء نے ان پر اعتماد کیا اور اہل یورپ کے دفاع کے لئے اپنی طرف سے کوئی پروگرام نہیں بنایا۔ لیکن جیسے ہی ملک کی قوتِ دفاع میں کمزوری محسوس ہونے لگی۔ حضراتِ علماء کی توجہات منصوبہ دفاع کی تیاری میں مصروف ہو گئیں۔

سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق آپ کی رائے کچھ بھی ہو۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی شخصیت ایک حد فاصل تھی۔ غرور کی انتہا اور زوال کی ابتداء کے درمیان۔ سیکڑوں ہزاروں سال بعد اور ممکن ہے تاریخ میں پہلی بار ہندوستان کو یہ فخر حاصل ہوا تھا کہ کابل اور قندھار سے آسمان تک تبت اور نیپال سے ہندو گاہ سورت کھمبات اور مالابار تک اس کا سیاسی مرکز ایک تھا۔ اور یہ سلطان عالمگیر کی طویل جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ مگر افسوس کہ جانشین علی صلاحیت محروم تھے عالمگیر کی وفات دہری ۱۰ فروری ۱۶۵۷ء کو ہوئی۔ جمعہ کے بعد وہ قیامت برپا ہوئی کہ شیرازہ ملک کا ایک ایک قیدی بن گیا۔ تخت دہلی کا جدار اگرچہ ڈھیر ہو گیا۔ برس ۱۶۵۸ء تک کوئی مغل شاہنشاہ ہی ہوتا رہا۔ مگر طاقتنا ہو گئی تھی اور ظلم و ستم کا لہجہ جان بوجھ کر ڈھیر ہو کر برسر کی تاریخ نہایت آشفٹ اور افسوسناک ہے۔ آشفٹگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف پچاس سال کے عرصہ میں (۱۶۵۷ء تا ۱۷۰۷ء) تخت دہلی پر دس تاجدار بٹھائے گئے۔ اور اتارے گئے۔ ان میں صرف چار اپنی موت سے مرے باقی کے مرقم کئے گئے۔ یا تخت سے اتار کر آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی جیل خانہ کی سلاخوں کے پچھے فرشتہ موت نے ان کا استقبال کیا۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ جن کا نام زیب عنوان ہے سلطان عالمگیر کی وفات چار سال پہلے پیدا ہوئے۔ (۴ شوال ۱۱۴۷ھ یوم چہار شنبہ ۱۰ فروری ۱۶۵۷ء) تخت دہلی پر یہ خونی ڈرامے اگرچہ آپ کی نوعمری میں ہو رہے تھے۔ مگر قدرت نے آپ کی فطرت کو حساس بنایا تھا۔ قلب کو درد عطا ہوا تھا اور آنکھوں کو بصیرت۔ آپ کے لئے ہر ایک حادثہ درس عبرت تھا۔ یہی احساس اور درد تھا کہ ابھی عمر شریف کی تین تہائیں بھی پوری نہیں ہوئی تھیں۔ کہ اپنے ایسے سفر کا ارادہ کر لیا جو آپ کے لئے شفا و روح بھی ہو۔ اور تسکین درد بھی۔ جہاں آپ پورے عالم اسلام کے لوگوں سے مل سکیں اور وہاں کے حالات معلوم کر سکیں۔ ۱۴۳۳ھ ۳۰ مارچ میں آپ حجاز تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دو سال قیام فرمایا۔ وہاں دو سال قیام کر کے علمی اور روحانی

ان تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شاندار ماضی جلد اول حصہ دوم و عرف داستانِ بربادی

مشاغل کے ساتھ بڑا کام یہ کیا کہ یورپ، افریقہ اور ایشیا کے زائرین سے ان ممالک کے متعلق پوری معلومات حاصل کیں۔ ترکی حکومت کو اگرچہ سماجی خرابیوں کا گہن لگ چکا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اس زمانہ میں ایشیا کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ جو یورپ کے بھی ایک حصہ پر حاوی تھی۔ اور پورے یورپ پر اپنا اثر رکھتی تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس سب سے بڑی حکومت کے اندرونی حالات کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ آپ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

احوال ہند پر مخفی نیست کہ خود مولد و منشا رفیع است۔ بلاد عرب نیز دیدیم
واحوال مردم ولایت از ثقات اینجا شنیدیم ۱۵

(ترجمہ) ”ہندوستان کے حالات ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنا وطن ہے جہاں ہم پلے۔ بڑھے اور جوان ہوئے ہیں۔ عرب کے ملک بھی دیکھ لئے ہیں اور ولایت (یعنی یورپ) کے وہ صوبے جو ترکی مملکت میں داخل تھے ان ولایتوں کے حالات بھی ہم نے وہاں کے ثقہ اور معتمد لوگوں سے سُن لئے ہیں۔“

اپنے وطن اور دوسرے ممالک کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد آپ کے غور و فکر اور آپ کے ذہن رسانی نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ تمام خرابیاں جو دن بدن بربادی اور تباہی کی طرف جارہی ہیں ان کا اصل باعث وہ نظام ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ پر چھایا ہوا ہے۔ جس کی بنیاد ملوکیت اور شاہ پرستی پر ہے۔ جس میں کسی وقت کوئی فائدہ تھا تو اب وہ نہیں رہا۔ چونکہ اپنی افادیت ختم کر چکا ہے۔ لہذا سب سے پہلا کام ہے ”خاکِ کل نظام یعنی ہر ایک نظام کو شکست کر دینا اور اس میں انقلاب برپا کرنا۔ آپ لکھتے ہیں ”میں نے ضمیر کی یہ آواز سنی ۱۶

پروگرام کے اس پہلے حصہ کو کامیاب کرنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ حالات کا تجزیہ کر کے

موضوعات میں سے ایک طویل خواب تحریر فرمایا ہے اسی میں ہے۔ ”ہے اے اللہ! تو نے امان احکم اللہ فیہ فیہ ما ساقطت ملک کل نظام“ قالوا لای متی۔ قلت لای ان تو وہی سکنت بحوالہ محمودیہ ص ۳۳ آپ نے اس خواب کی تائید بھی تحریر فرمادی ہے لیلۃ الجمعة الحادیۃ والعشرون من ذی القعدۃ ۱۲۴۴ھ شعبہ جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ ۲۴ مئی ۱۸۲۸ء۔

خراہیوں کی نشاندہی کی جائے۔ بڑے بڑے جاگیردار امراء۔ نواب اور بادشاہ جو اس ظلم کے سربراہ ہیں ان کے سامنے کھلے طور پر ان خراہیوں کو واضح کیا جائے اور ان کے نتائج بد سے ان کو آگاہ کیا جائے۔

آپ کی تصانیف خصوصاً تفسیحات الہیہ میں مضامین موجود ہیں جن میں آپ نے سربراہوں کو مخاطب کر کے خرابیاں شمار کرائی ہیں اور کتاب سنت کی روشنی میں ان کے نتائج سے آگاہ کیا ہے لیکن کسی قلعہ کو بڑھا دینا کسی تعمیر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ تحریک اسی وقت قابل قدر ہو سکتی ہے جب مقصد تعمیر ہو لیکن تعمیر کن بنیادوں پر ہو۔

حضرت شاہ عابد رحمۃ اللہ نے اپنی تصانیف (خصوصاً حجتہ اللہ البالغہ) میں جہاں حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے خرابیاں بیان کی ہیں وہیں ان نظریات اور اصولوں کا بھی تعقیب کر دی ہے جو آئندہ تعمیر کے لئے بنیاد ہونے چاہئیں۔ ہماری بحث قطعاً لا حاصل رہے گی اگر وہ اصول و نظریات بیان نہ کئے جائیں۔ لہذا آپ پہلے نظریات ملاحظہ فرمائیں۔

اقتصادی اصول

مزدور اور کاشتکار قوت کا سبب ہیں۔ باہمی تعاون، مددیت (شہریت) کی روح رواں ہے۔ جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لئے کام نہ کرے۔ ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۲) جو اس لئے اور عیاشی کے اٹے ختم کئے جائیں جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر اس کے کہ قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو۔ دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک طرف سمٹ آتی ہے۔

(۳) مزدور، کاشتکار اور جو لوگ ملک اور قوم کے لئے عوامی کام کریں۔ دولت کے اصل استحقاق ہیں۔ انکی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام

۱۵ علما ہند کی شاندار مہنی جلد دوم میں انکی ترغیبات اور حضرت شاہ صاحب کی عبارتوں کے ترجمے بھی پیش کئے ہیں۔ جن سے ان اصول پر روشنی پڑتی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳ تا ۲۶ ۱۵ حجتہ اللہ البالغہ باب سیاست المدینہ الممدورہ بالزغب بحث لافظ الثانی اور الخیر الکثیر ۱۵ حجتہ اللہ البالغہ باب اعتبار الرزق۔

ان قوتوں کو دبا کر وہ ملک کے لئے خطرہ ہے۔ اس کو ختم ہو جانا چاہئے ۱۴
(۴) جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے مزدوروں اور کاشتکاروں پر بھاری ٹیکس

لگائے قوم کا دشمن ہے۔ اس کو ختم ہو جانا چاہئے ۱۵
(۵) ضرورت مند مزدور کی رضا مندی قابل اعتبار نہیں۔ جب تک اس کی محنت کی
وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے ہول پر لازم ہوتی ہے ۱۶

(۶) جو پیداوار اور آمدنی تعاون باہمی کے ہول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے ۱۷
(۷) کام کے اوقات محدود کئے جائیں۔ مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہئے کہ وہ اخلاقی

اور روحانی صلاح کر سکیں اور ان کے مستقبل کے متعلق غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے ۱۸
(۸) تعاون باہمی کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے۔ لہذا اس کو تعاون کے ہول پر ہی جاری

رہنا چاہئے۔ پس جس طرح تاجروں کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کے
کپڑے پیش سے روج تعاون کو نقصان پہنچائیں۔ ایسے ہی حکومت کے لئے درست نہیں

کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ و ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے یا رخنہ ڈالے ۱۹
(۹) وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کر دے۔ ملک کے لئے تباہ
کن ہے ۲۰

(۱۰) وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کے عیش و عشرت
کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو۔ اس کا سختی ہے کہ اس کو جلد از جلد

ختم کر عوام کی مصیبت ختم کی جائے اور ان کو مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے ۲۱
سیاسیات اور نظم

حکومت کی بنیادی اصول (۱۱) زمین کا مالک حقیقی اللہ اور ظاہری نظام کے لحاظ سے
اسٹیٹ ہے۔ باشندگان ملک کی حیثیت وہ ہے جو کسی

۱۴ بحجۃ اللہ الباقی باب بتقار الرزق ۱۵ بحجۃ اللہ الباقی باب بتقار الرزق ۱۶ بحجۃ اللہ الباقی باب سیاست المدینہ

۱۷ ۱۸ بحجۃ اللہ الباقی باب بتقار الرزق ۱۹ بحجۃ اللہ الباقی باب بتقار الرزق ۲۰ بحجۃ اللہ الباقی باب بتقار الرزق

۲۱ بحجۃ اللہ الباقی باب اثباتہ الارفاقا واصلاح الرسوم و باب ضبط الجہم ۲۲ بحجۃ اللہ الباقی باب البیوع المہین عنہا ۲۳

بحجۃ اللہ الباقی باب الارفاقا والبیوع المہین عنہا ۲۴ بحجۃ اللہ الباقی باب الرسوم المدینہ والناس و باب سیاست

المدینہ و ايضا باب بتقار الرزق و باب البیوع المہین عنہا

مسافر خانہ میں ٹھہرنے والوں کی ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق انتفاع میں دوسرے کی دخل اندازی قانوناً ممنوع ہو ۱۵

(۱۲) سارے انسان برابر ہیں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالک ملک - ملک الناس - مالک قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرے نہ کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی صاحب اقتدار کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے ۱۶

(۱۳) اسٹیٹ کے سربراہ کی وہ حیثیت ہے جو کسی وقف کے متولی کی - وقف کا متولی اگر ضرورت مند ہو تو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ عام باشندہ ملک کی طرح زندگی گزار سکے۔ بنیادی حقوق || حجة الله البالغة اور البدور البازغة وغیرہ تصانیف میں ارتفاقات و مقامات عامہ کے عنوان سے بہت مفصل بحث کی ہے ان کا حاصل یہ ہے کہ (۱۴) روٹی - کپڑا مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کر سکے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کر سکے بلا لحاظ مذہب و نسل ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔

(۱۵) اسی طرح مذہب - نسل یا رنگ کے کسی تفاوت کے بغیر عام باشندگان ملک کے معاملات میں یکسانیت کے ساتھ عدل و انصاف ان کے جان و مال کی حفاظت - ان کی عزت و ناموس کی حفاظت - حق ملکیت میں آزادی - حقوق شہریت میں یکساں ہر باشندہ ملک کا بنیادی حق ہے۔

(۱۶) زبان اور تہذیب کو زندہ رکھنا ہر ایک فرقہ کا بنیادی حق ہے۔

بین الاقوامی تحفظات (۱۷) ان حقوق کو حاصل کرنے کی شکل یہ ہے کہ خود مختار علاقے

بنائے جائیں۔ یہ خود مختار اکائیاں اپنے معاملات میں آزاد ہوگی ہر ایک یونٹ میں اتنی طاقت ضرور ہونی چاہئے کہ اپنے جیسے یونٹ کے اقدام کا مقابلہ کرے۔ یہ تمام اکائیاں ایک ایسے بین الاقوامی نظام (بلاک) میں منسلک ہوں۔ جو فوجی طاقت کے لحاظ سے اقتدار اعلیٰ کا مالک ہو۔ اس کو یہ حق نہیں ہوگا کہ کسی مخصوص مذہب یا مخصوص

حجة الله البالغة باب بتقار الرزق ۱۵ منصب امامت حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل قادری مدظلہ العالی
ضائدہ ۳۰ از آلہ التحفظ بلوچم عہد فاروق اعظم۔

تہذیب کے کسی یونٹ پر حملہ کر سکے۔

(۱۸) رائف (دین اور سچائی کی اصل بنیاد ایک ہے۔ اُس کے پیش کرنے والے ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

مذہبیات

(ج) داعیانِ صداقت ہر ملک اور ہر قوم میں گزرے ہیں۔ ان سب کا احترام ضروری ہے (ج) اسپچائی اور دین کے بنیادی اصول تمام فرقوں میں تقریباً تسلیم شدہ ہیں مثلاً اپنے پروردگار کی عبادت۔ اس کے لئے نذرو نیاز۔ صدقہ و خیرات۔ روزہ وغیرہ یہ سب کام سب کے نزدیک اچھے ہیں۔ البتہ عملی صورتوں میں اختلاف ہے۔

(د) ساری دنیا کے سماجی اصول اور ان کا منشا و مقصد ایک ہے۔ مثلاً ہر ایک مذہب اور فرقہ، جنسی اتار کی کو ناپسند اور اخلاقی جرم قرار دیتا ہے جنسی تعلقات کے لئے مرد اور عورت میں ایک معاہدہ، ہر ایک فرقہ میں ضروری ہے۔ البتہ معاہدہ کی صورتیں مختلف ہیں ایسے ہی ہر ایک فرقہ اپنے مردہ کو نظروں سے غائب کر دینا ضروری سمجھتا ہے اختلاف اس میں ہے کہ زمین میں دفن کر کے نظروں سے اوجھل کیا جائے یا جلا کر لے لے

(۱۹) جہاد ایک مقدس فریضہ ہے۔ مگر اس سے مراد یہ نہیں کہ مقدس اصول کے لئے انسان اپنے اندر جذبہ فدایت پیدا کرے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ہستی ان اصول کے لئے فنا کر دے۔

توجہ طلب امور (۱)۔ آپ نظریات ملاحظہ فرمائیے بے موقع نہ ہوگا اگر آپ یہ بھی خیال فرمائیں۔ اور پسند کریں۔ تو آپ اس پر فخر بھی کر

سکتے ہیں کہ یہ نظریات اُس وقت مرتب ہوئے (۱۷۷۶ء) کہ انقلابِ فرانس (۱۷۸۹ء) جس کو انقلابِ پسندانِ عالم کے لئے نشانِ راہ کہا جاتا۔ بے نصف صدی بعد انیوالا تھا اور کمیونزم کے معلمِ اول کارل ماکس اور اس کے نفسِ ناطقہ اور رفیقِ عزیز "اینگلس" کی پیدائش میں پوری ایک صدی اور یورپ میں شینوں اور گلوں کے جاری ہونے میں

لے حضرت عبداللہ بابِ صل الدین والحمد للہ الباری فضل حقان ارتقاات اور مقالہ ثالثہ وغیرہ الیہ والہ السلام
بحث الارتقاات الثالثہ وحجۃ اللہ بآلہ ص ۵۷

ابھی تقریباً چالیس سال باقی تھے۔

۲۔ نظریات اور اصول پر دوبارہ نظر ڈالئے۔ کیا یہ صرف ہندستان کے لئے ہیں۔ اور جو سیاسی عمارت ان نظریات اور اصول کی بنیاد پر تعمیر ہو گیا اس کے حدود اربعہ ہمالیہ اور ہندو کماری اور بحر ہند کی حدود میں محدود رہیں گے۔ یا وہ ہمالیہ کی چوٹیوں سے بھی جست کر کے آگے پہنچیں گے اور دوسری طرف سمندر پار کے ممالک کو بھی اپنے احاطہ میں لے لیں گے۔

۳۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ کے الفاظ بھی دہرائے۔ کیا کافر فرنگ کے اثرات کو روکنے اور ایشیا کو تسلط یورپ محفوظ رکھنے کی کوئی صورت اس سے بہتر ہو سکتی تھی کہ پورا ایشیا ہندوستان کو چار ملک اپنی سیاست کو ان نظریات پر فعال کرے۔ ہندستان اگر اپنے قابل فخر سپوت کے نظریات بالا کو اپنا لیتا تو غور فرمائیے کیا کیمونزم اور سوشلزم یا کوئی بھی ازم کامیاب ہو سکتا تھا۔ اور آج قیادتِ عالم کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہوتا۔

۵۔ اس طوائف الملوکی کے دور میں بہت آسان تھا کہ جنگجو سرداروں کی طرح شاہ صاحب بھی تلوار یا تھن میں لیتے اور فوج بھرتی کر کے کسی علاقہ پر قبضہ کر لیتے مگر کیا اس سے ہمدردی نوع انسان کا تقاضا پورا ہو جاتا؟

انقلاب کا طریقہ حضرت شاہ صاحب نے عدم تشدد اور امن کے قائل نہیں تھے۔ وہ فوجی قوت سے انقلاب کے حامی تھے۔ مگر وہ فوجی قوت جس کی تربیت جہاد کے اصول پر ہوئی ہو۔ جس کی حقیقت دشمن کشی اور غارت گری نہیں۔ بلکہ اس کی حقیقت ہے۔ محنت۔ جفا کشی۔ صبر و استقلال۔ ایثار اور قربانی یعنی اپنی ذات اور ذاتی مفادات کو ختم کر کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لینا۔ پھر اس مقصد کے لئے اپنی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی زندگی کو بھی داؤں پر لگا دینا۔

یا تن رسد بجاناں

یا جان ز تن برآید

ایسا جہاد پیشہ درسیا ہیوں کی فوجوں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ان رضا کاروں کے

قدیم ہو سکتا ہے جن کی تربیت خاص طور پر کی گئی ہو۔ جو نصب العین کو سمجھیں۔ نظریات کو اپنے جذبات بنالیں۔ اور مھول کے سانچے میں ان جذبات کو ڈھال لیں۔ پھر ان کو کامیاب بنالینے کے لئے اپنے آپ کو توجہ دینا۔ ان کی زندگی کا آخری اور محبوب ترین مقصود ہو جائے۔

یہ تربیت کس طرح ہو۔ تربیت دینے والے کون ہوں۔ مرکز کہاں ہو؟
شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے جس طرح نظریات مرتب فرمائے ان کے لئے ٹریننگ کے سٹر بھی قائم فرمادے۔ ان مرکروں کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک اور شاندار ماضی جلد دوم میں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔
پس پیش کے حالات || جن عناصر نے تختِ دہلی کو بازی گاہِ عروج و زوال بنا رکھا تھا۔ جہاں پچاس سال میں تخت اور تختہ کے دس تماشے ہو چکے تھے وہ پوری دہلی بلکہ اس وقت کی پوری مملکت پر چھائے ہوئے تھے کسی آواز کو بلند ہونیکا حق نہیں تھا۔ اگر وہ ان کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔ عوام کی بیداری ان کے لئے پیغامِ فنا تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ نے قرآن پاک کا ترجمہ اس وقت کی فتری زبان فارسی میں کیا۔ تو مولوی ناجا بہت مشتعل ہو گئے کہ جب دفتروں کے محرر بھی قرآن شریف کا مطلب سمجھنے لگیں گے تو اقدارِ علماء کا سامان تنہ والا کون ہو گا ہماری عزت و عظمت خاک میں مل جائے گی۔ اسی غضب اور طیش میں انھوں نے حضرت شاہ صاحب پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ جس کی مدافعت قدرت کے اس غیبی ہاتھ نے کی جو تاریخِ عالم میں عظمت پانے والوں کی حفاظت ہر ایسے موقع پر کیا کرتا ہے ۱۵

۲۔ تختِ دہلی کے لال قلعہ میں جو تاج پوشی اور گردن تراشی کے تماشے ہو رہے تھے وہ خود ایسے ہیجان انگیز تھے کہ صحیح اصول پر کوئی کام اور کوئی جدوجہد تو درکنار۔ سنجیدگی اور اطمینان سے صحیح خطوط پر سوچنا اور رائے قائم کرنا بھی دشوار تھا۔ اس اند کوئی برہمن زنی

۱۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حیاتِ لی۔ شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک۔ شاندار ماضی جلد ۲ وغیرہ۔

اور پراگندگی سے زیادہ وحشت انگیز اور لرزہ خیز وہ شعبہ ہے جسے جو سیاست کے خون بار
میدان میں مسلسل ہوتے رہے۔ مثلاً

(۱) مرہٹے۔ جو سلطان عالمگیر کے دور میں جنوبی ہند میں بھی شکست خوردہ تھے عالمگیر کی حکمت
(۱۶۷۷ء) کے بعد انھوں نے بڑھنا شروع کیا اور ابھی تیس سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے
۱۶۹۹ء میں دہلی میں فاتحانہ داخل ہوئے چند روز قیام کیا۔ بادشاہ سے اپنی مرضی کے مطابق
معائدہ کیا۔ اور بامراد واپس ہو گئے ۱۷۰۵ء

(۲) تقریباً ایک سال بعد نادر شاہ کا مشہور حملہ ہوا جس نے ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ فروری
میں دہلی میں قتل عام کیا۔ یعنی ہندوستان کی شہ رگ کا خون چوس لیا چند گھنٹوں میں یعنی
صبح سے دوپہر تک شہر دہلی مردہ لاشوں سے پٹ گیا مقتولین کی تعداد آٹھ ہزار سے ڈیڑھ
لاکھ تک بیان کی گئی ہے۔ بانیس گروڑ روپیہ نقد خزانہ شاہی سے اور تقریباً نو لاکھ گروڑ کے
جو اہرات اور تخت طاؤس وغیرہ شاہی محلات اور قلعہ سے لوٹے گئے ۱۷۰۵ء

(۳) حملہ نادر سے دس سال بعد ۱۱۶۱ھ میں احمد شاہ ابدلی کا وہ معرکہ ہوا جو نعرہ بانی
کے نام سے مشہور ہے ۱۷۰۳ء

(۴) ۹ مئی ۱۷۵۲ء (رجب ۱۱۶۲ھ) کو سورج مل جاٹ نے چرائی دہلی کو لوٹا۔ ہر چند اس

۱۷۵۲ء کے متاخرین تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شاندار مافی جلد دوم ص ۵۵۰ تا ص ۵۵۱ ہندوستان اور جس
ذکا اللہ خاں جلد ۲ ص ۲۵۸ و ۲۵۹ عماد السعاده ص ۳۱۰ و ۳۱۱ سیر المتاخرین وغیرہ ۱۷۵۳ء شاہ ولی اللہ کے سیاسی
مکتوبات مرتبہ خلیق احمد صاحب نظامی میں شاہ صاحب کا ایک مکتوب احمد شاہ ابدلی کے نام بھی ہے
جس میں انھوں نے ابدلی کو ہندوستان پر حملہ کی دعوت دی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ احمد شاہ
کو بلانے والے شاہ ولی اللہ یا مسلمان حکمران ہی نہیں تھے بلکہ راجہ جہان کے مہاراجگان جن کی ریاستیں
مرہٹوں کی زد میں تھیں انھوں نے احمد شاہ کو اپنا پناہ گاہ سمجھا تھا اور اس سے ہندوستان پر
حملہ کرنے کی درخواست کی تھی۔ سیر المتاخرین کے الفاظ یہ ہیں -

نجیب الدولہ و جلد افغانہ (روہیلہ) دراجہ ملے ہندوستان از دست مرہٹہ و عماد الملک -
(غازی الدین خاں) بجان آمدہ عراق بنجد دست احمد شاہ ابدلی نگاشتاہ استعداد و داد و بندستان
کردند۔ اس طرح ابدلی کے مقابلہ میں مرہٹہ ہی نہیں بلکہ غازی الدین نائب نظام الملک آصف جاہ والی
حیدرآباد بھی تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شاندار مافی جلد دوم ص ۶۷۰ و ۶۷۱ حاشیہ

بہشتی چہار گز ارشجامی کا بیان ہے کہ جب جاؤں تو ٹنٹریں کیا تو دہلی کے باشندے
گھبراہٹ اور پریشانی میں گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ وہ حد بدرگلی گلی مارے پھرتے
تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی ٹوٹا ہوا جہاز ظالم موجدوں کے رحم و کرم پر ہو۔ ہر شخص پاگلوں
کی طرح پریشان حال اور گھبراہٹا ہوا نظر آتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی وفات
اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی جانشینی

۱۱۶۳ھ (۱۷۵۹ء) شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ
اس دنیا سے رخصت ہوئے ان کے سترہ سالہ
فرزند شاہ عبدالعزیز ان کے خلف رشید بھی
تھے۔ اور خلیفہ ارشد بھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی سیاسی خدمات کی آخری منزل
ان کے خلف اور خلیفہ ارشد کے سفر کی پہلی منزل تھی۔

گرد و پیش کے حالات اس جانشین کی نوعمری کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ بلکہ ان کی سترہ
دن بدن زیادہ ہوتی رہی یہی ۱۱۶۵ھ میں جنگ پلاسی سرحد الدولہ کے خون سے ہندوستان
کے برخلاف ایسٹ انڈیا کمپنی کے حق میں فتح و کامرانی کا فیصلہ لکھ چکی تھی۔ مشرق میں کمپنی
کا عروج روز افزوں تھا اور دہلی مرہٹوں کا جولان گاہ بنا ہوا تھا۔

مرہٹوں کے کمانڈر گھوناٹھار اور ملہار اور دہلی پہنچے۔ بادشاہ دہلی عالمگیر ثانی
اھراں کے وزیر اعظم نجیب الدولہ محصور ہو گئے ستائیس روز تک توپوں کے گولے
دہلی پر برستے رہے۔ بالآخر راجہ ہلکے کو بادشاہ نے بہت سی رشوت دی تب محاصرہ سے
نجات ہوئی۔

اس زمانہ میں جو شب و روز تبدیلیاں ہو رہی تھیں ان کا ذکر طویل بھی ہے البتہ
موضوع سے غیر متعلق بھی مختصر یہ کہ نوبت یہ آئی کہ ۱۱۸۲ھ میں مرہٹوں کے پیشوا اماٹھار
مغل بادشاہ کے امیر الامراء اور مادھوجی سینڈھیانائب امیر الامراء مقرر کئے گئے۔ اب
سلطنت مغلیہ کے محافظ مرہٹے تھے۔

اٹھارویں صدی ختم ہو رہی تھی انیسویں صدی کا آغاز اس طرح ہوا کہ لارڈ لیک
نگریزی فوجوں کو دیکر دہلی کی طرف بڑھا سیندھیا کی فوجیں جو شاہی اقتدار کی محافظ تھیں۔
بینہ سپر نہیں مگر انگریزوں کی فوجی طاقت مرہٹوں کی قوت ایتار سے بڑھی ہوئی تھی مجبوراً شکست
ردہ دہلی نے انگریزوں کا استقبال کیا۔ لارڈ لیک نے سندھ میں دہلی پر تسلط کر کے
ماہ عالم بادشاہ سے ایک معاہدہ کر لیا اور یہ ہو گیا خلق خدا کی۔ ملک باخداست کا
رہنمائی بہادر گاہ

یہ صرف دارالسلطنت دہلی کی داستان تھی۔ دہلی کے علاوہ ہندوستان کا ہر مرکزی
قلم اسی طرح کے حالات سے دوچار تھا۔

یہ پیر آشوب دور جس کے ہر پہلو میں خون چکاں انقلاب اُمٹ رہا تھا اس کے کچھ
شارات اس لئے پیش کئے گئے کہ ہمیں تعجب نہ ہوتا چاہئے اگر ہم حضرت شاہ ولی اللہ
رحمۃ اللہ کی وفات کے بعد پچاس برس تک کوئی ایسی فوج نہ دیکھیں جس کی تربیت شاہ
ماحب کے اصول اور نظریات پر ہوئی ہو۔

پریس کی طاقت سے محرومی

مارکس - اینگلس اور لینن کی خوش نصیبی تھی کہ ان کو پریس کی طاقت
میشور تھی جس سے انہوں نے پوری طرح کام لیا اور حکومتوں سے
عرصہ میں لاکھوں کروڑوں انسانوں تک اپنے خیالات پہنچائے

نئے۔ مگر شاہ ولی اللہ صاحب کا انقلابی فکر پریس کی طاقت سے محروم تھا۔ انشاور صحافت
جس طاقت سے آپ پریس کے ذریعہ یورپ، ہندوستان کو متاثر کر سکتے تھے وہ
وقت قلمی کتابوں میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اس وقت نشر و اشاعت کا ذریعہ تقریریں
میں یا تعلیم و تربیت کے وہ حلقے جو حضرت شاہ صاحب نے قائم فرمادے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے ان حلقوں سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ
لاحی کل نظام یعنی ہمہ گیر انقلاب کا تصور جو شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات تک چند

دماغوں کی مخصوص امانت تھا۔ شاہ عبدالعزیز کے دور میں وہ ملک کا خصوصاً مسلمانوں کا عام جذبہ بن چکا تھا۔ اور ہزاروں نوجوان اس کے لئے زندگیاں وقف کر چکے تھے۔

حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے، حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ نے انہیں نوجوانوں کو منظم کیا ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ء میں مہاجرین کی رہنمائی اور سندھ ہوتے ہوئے آزاد قبائل کا مسیح کر رہی تھی وہ انہیں نوجوانوں کی فوج بھیجی۔

۱۲ جمادی الاخری ۱۲۲۲ھ ۱۰ جنوری ۱۸۰۷ء کو تحصیل چارسدہ میں ایک حکومت قائم کی گئی۔ سید احمد صاحب شہید اس کے سربراہ اور امیر بنائے گئے۔ حکومت قائم کرنے والی جماعت وہی تھی جو حضرت

**آزاد علاقہ میں
حکومت کا قیام**

شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے اصول پر تربیت یافتہ تھی۔ انہیں اصول پر عوام کی تربیت حکومت کا اہم ترین مقصد ہے چنانچہ انتظامیہ اور عدلیہ کے ساتھ محکمہ احتساب بھی قائم کیا گیا جو اخلاق اصلاحات کو نافذ اور غلط کاریوں کی تادیب کرتا ہے۔ ان تربیت یافتہ مجاہدین (رنگروٹوں) کا رنگ کیا تھا۔ ان کے اخلاق کیسے تھے ان کی حکومت کا طور و طریق کس شان کا تھا اس کی پوری تصویر آپ غلام رسول صاحب مہر کی مرتب کردہ تصانیف میں ملاحظہ فرمائیے مختصر تصویر شندار ماضی جلد دوم میں پیش کر دی گئی ہے (ص ۱۷۴ تا ۱۹۶)

اس حکومت کی مقبولیت اور عوام کے رجحانات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابھی چند ہفتے گزرے تھے کہ سپہ سالار کے میدان جنگ میں سید صاحب رحمۃ اللہ کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ کا ہجوم تھا ۵۳

**شکست اور
وجہ شکست**

مگر یہ ہجوم جو اتنی تیزی سے بڑھا تھا وہ غیر تربیت یافتہ تھا۔ اس کے بے پناہ جذبات کا کوئی خاص نصب العین نہیں تھا۔ ظاہر ہے۔ خاص نصب العین رکھنے والی جماعت سے نہایت مشکل تھا۔ ادھر

۱۔ ملاحظہ فرمائیے شندار ماضی جلد دوم ص ۲۰۲ و ۲۰۳ تحصیل چارسدہ کا نام پشت نگری تھا (آٹھ بیٹیوں کا علاقہ) انہیں بیٹیوں میں ایک گاؤں رنگ زئی بھی تھا سرگزشت مجاہدین ص ۴۲ سے سوانح احمدی دو قانع احمدی وغیرہ۔

مخالف طاقتیں جن کے ذرائع ہر ایک لحاظ سے زیادہ تھے۔ تو ٹرپنگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ جیسے ہی سید صاحب رحمۃ اللہ نے اپنے نصب العین کے بموجب اخلاقی اور سماجی اصلاح کی طرف قدم بڑھایا۔ مخالف طاقتوں نے ان اصلاحات کو دہابیت کا نفرت انگیز عنوان دے کر عوام کو مجاہدین کی پوری جماعت سے برگشتہ کر دیا۔ پورے علاقہ میں حکومت کا نظام کھلبکھل جگہ اس کے ذمہ دار فریقے عوام نے ہر مقام کے ذمہ داروں کو شہید کر دیا۔ سید صاحب اور ان کے رفقاء نے (جن میں سب نمایاں مولانا اسماعیل صاحب) پھر طاقت فراہم کی تو سکھوں کی فوجوں سے مقابلہ ہو گیا۔ نتیجہ شکست تھا۔ "بالا کوٹ" کے مقام پر بہت سے مجاہدین اور یہ دونوں بزرگ میدان جنگ میں شہید کر دیے گئے۔ ۲۴
۲۴ ذی قعدہ ۱۲۶۶ھ ۶ مئی ۱۸۸۱ء بروز جمعہ یہ حادثہ پیش آیا ۵

دوبارہ تنظیم || یہ سربزہ شہید ہو گئے مگر بقول ڈاکٹر منہٹر۔
"یہ تحریک کسی رہنما کی موت و حیات سے بالکل مستغنی ہو گئی تھی

خود سید صاحب کی وفات کو بھی ان کے پرجوش حامیوں نے اپنے مسلک کی اشاعت کے لئے ایک مستقل ذریعہ بنالیا تھا ۵
تحریک متعلق کتابیں ملاحظہ فرمائیے۔ اس تحریک کے جاری رہنے کا ایک اور راز منکشف ہو گا۔

اس تحریک میں کام کرنے والوں کو آپ رنگروٹ کہیں یا مجاہدین ان میں جہاد کی حقیقی روح یعنی راج حق میں فنا ہو نیکام شیعہ پوری طرح سمرایت کر چکا تھا۔ سربزہ کی موت ان کو مایوس کر دیتی ہے جن کا نصب العین حصول منصب اور اقتدار ہو۔ لیکن جو سرفروش شاہ حق میں فنا ہونے کے لئے کفن بردوش آیا ہے۔ تاکہ جانِ آفرین کو جانِ عزیز کا گرانمایہ بدرہ پیش کر دے سربزہ کی شہادت اس کے لئے نوائے نامرادی نہیں بلکہ نوید کامیابی ہوتی ہے۔ اس کا یقین یہ ہوتا ہے کہ موت فنا نہیں بلکہ شاہراہ حیات ابدی کا وہ پل ہے۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب از غلام رسول صاحب ہر ۵
سرگزشت مجاہدین از غلام رسول صاحب ملا و شاندار مئی ۱۳۵۳ء ہمارے ہندوستانی مسلمان ۳۲

جو اس کو محبوب حقیقی تک پہنچا دیتا ہے۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَا خِفَتْ عَلَيْهِمْ تُحْرُوقُ ه
(ترجمہ) جو لوگ راہِ خدا میں قتل کر دئے گئے اُن کے متعلق یہ تصور ہرگز نہ کرو کہ وہ مر گئے
نہیں وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے حضور اپنی روزی پارہے ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔
(ایسے خوش کہ بھولے نہیں سماتے) اور اُن کو جو ان کے پیچھے رو گئے ہیں اور اب تک
اُن کے پاس نہیں پہنچے ہیں انہیں بشارت دے رہے ہیں کہ انہیں نہ کسی طرح کا
کھٹکا ہو گا نہ غم۔ انہیں اس نعمت اور اس فضل و احسان کی بشارت دے
رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے اُن کو عطا ہو گا۔

جس مردِ با خدا کے جذباتِ قرآنِ حکیم کی تعلیم کے سانچے میں توہل چکے ہوں اُس کے لئے
کب ممکن ہے کہ کسی ہوش ربا، وحشت انگیز اور مایوس کن معرکہ کے بعد میدانِ شہادتِ محو
منہ موڑ کر تنگنائے وطن کے گلی کو چوں کی راہ لے۔ وہ اگر میدان سے ہٹے گا تو صرف پلٹنے
کے لئے اور اس لئے کہ تیار ہو کر دوبارہ حملہ کرے۔ اور باز ازارِ شہادت کو دوبارہ گرم کرے۔
چنانچہ معرکہ بالاکوٹ کی ہزیمت نے اگرچہ مجاہدین کی اجتماعیت کو کچھ عرصہ کے لئے
سے بدل دیا مگر وہ اُن کے عزائم میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکی۔ بڑی جماعت یقیناً منتشر ہو گئی
مگر چھوٹی چھوٹی جماعتیں جو اس انتشار کے بعد بنیں وہ یعنی جتنے مجاہدین جہاں اکٹھے ہو گئے
انہوں نے اپنی جماعت بنالی انہوں نے اپنے اپنے مقام پر علمِ جہاد باند کر دیا۔ آج کل
کی زبان میں اس کی واضح تعبیر غالباً یہ ہو گی کہ ان جیسے مچھوڑ دیوں نے گوریلا جنگ شروع کر لی
حضرت مولانا سید نصیر الدین دہلوی رحمۃ اللہ کے پہنچنے تک یہی سلسلہ رہا۔

حضرت مولانا سید نصیر الدین صاحب دہلوی خانوادہ شاہ ولی اللہ کے ایک نو نہال
تھے غفوانِ شباب سے ہی دل میں ایک درد تھا جس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ ۱۳۲۵ھ
میں جب سید صاحب کا قافلہ سفرِ جہاد کی تیاری کر رہا تھا تو حضرت شاہ اسحق صاحب
وعظ فرماتے تھے اور مولانا نصیر الدین صاحب مدرسہ کے دروازہ پر فرامی زراعت

میں مصروف رہتے تھے ۱۸۳۵ء

آپ نے ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ مارچ ۱۸۳۵ء کو جہان فی سبیل اللہ کے مقصد عظیم کے لئے وطن عزیز دہلی سے ہجرت کی۔ ریواڑی سب سے پورہ ٹونک، جمیز جو دھپور وغیرہ قیام کرتے ہوئے تحریک کے قدیم آشناؤں میں روح جہاد اور ناشناؤں کو تحریک سے آشنا کرتے ہوئے آپ جیسے ہی آزاد مرکز سہتا پہنچے جماعت مجاہدین نے آپ کو اپنا امیر بنالیا۔ جذبہ صادق اور مکارم اخلاق کا اثر تھا کہ آپ عوام میں بھی بہت جلد مقبول الودھ رہے۔ لیکن آپ کی زندگی نے وفا نہیں کی۔

دہلی سے سہتا نہ تک سفر میں تقریباً چار سال صرف ہو گئے۔ ۱۸۳۹ء کے اواخر ۱۸۴۰ء کے آغاز میں آپ پہنچے اور ابھی پورا سال نہیں گزرا تھا کہ آپ نے دعوت اجل کو لبیک کہہ دیا۔ رحمۃ اللہ ۱۲۵۱ھ ۱۸۴۰ء۔

اس طویل سفر میں جو مصلحت غیر معروف راستہ سے ہوا تھا دعوت جہاد کے علاوہ جگہ جگہ مخالف طاقتوں سے جہاد کی نوبت بھی آئی۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریزوں نے غزنی فتح کرنے کے بعد کابل پر قبضہ کرنے کے لئے اقدام کیا تھا مگر اہل افغانستان نے ہر ایک فوجی کی مدارات بندوق کی گولی سے کی یہاں تک کہ پوری فوج میں صرف ایک شخص ”ڈاکٹر ڈرامڈن“ زندہ وسلامت جلال آباد پہنچا اور اس کے ذریعہ پوری دنیا اس المناک ڈرامہ کی تفصیل سے واقف ہوئی۔

سکھوں سے مقابلہ بہت ہی تکلیف دہ اور دلخراش سانحہ ہے کہ حضرت سید صاحب کے مقابلہ پر سکھ آگئے حالانکہ سید صاحب واضح طور پر اعلان کر

چکے تھے۔ اور بعض فرمانرواؤں (مہاراجوں) اور سکھ حکومت کے ذمہ داروں کو جو خطوط لکھے تھے۔ ان میں بار بار یہ مضمون دہرا چکے تھے۔

”خدا گواہ ہے ہمارا نشانہ دولت جمع کرنا ہے نہ اپنی حکومت قائم کرنا ہمارا نشانہ یہ ہے کہ یہ بعید الوطن بیگانے جو تاجرین کر آئے تھے اور اب ملوک زمین زناں بن گئے ہیں ان کو وطن سے نکال دیں گے۔“

سرکاری طور پر ایک خط خاص ایچی کے ہاتھ رجحیت سنگھ کو بھیجا کہ ہم لوگ نہ تیسے ملک مال کے طالب ہیں۔ نہ تیری جان اور عزت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ نہ لڑنے کے خواہاں ہیں۔ صرف یہ چاہتے کہ ہمارا ساتھ دے اور ہمارا رفیق بن جا۔ دشمنوں کے خلاف جہاد کر کے ہم ملک تیسے حوالے کر دیں۔ یہ دعوت منظور نہ کی تو لڑائی کے سوا چارہ نہیں" ۱۵

مقصد تحریک بیگانگان بعید الوطن یورپ کے تمام ہی فرماں روا تھے۔ لیکن اس وقت انگریز ہندوستان پر چھاپا ہے تھے۔ لہذا بیگانگان بعید الوطن انگریز ہی تھے۔ اور دعوت تحریک کا مقصد تھا اہل ہند کا جہاد بلا واسطہ انگریز کے مقابلہ میں اور بالواسطہ اہل فرنگ یعنی یورپ کے مقابلہ میں۔

علماء صادق پور حضرت مولانا سید نصیر الدین صاحب بلوی رحمہ اللہ دنیا رحمت ہوئے۔ تو پھر انتشار و ضحلال نے جماعت کا رخ کیا مگر جلد ہی وہ ایشیاء صد اکت کیش سینوں میں جذبات شہادت کی بھٹیاں دہکائے ہوئے نمودار ہوئے۔ علم جہاد اٹھاتے ہوئے میدان میں آگئے۔ جن کو علماء صادق پور کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے دائرہ عمل شمالی مغربی علاقہ ہی میں محدود نہیں رکھا۔ بلکہ پشاور اور درہ خیبر سے لیکر بہاول بنگال تک مجاہدین کے خیمے تان دئے ان کے کارناموں کی تفصیل کے لئے سینکڑوں صفحات کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف تاریخ آغاز کار اور سربراہ حضرات کے اہم گرامی اور ان کے سنہ وفات تحریر کرتے ہیں یہ اختصار ہی ہمارے موضوع کے مناسب ہے ۱۶

۱۷ شوال ۱۲۶۲ھ ۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء کو مقام بالا کوٹ سے ان حضرات کی قیادت کا آغاز ہوا ۱۸

اب اہم گرامی مطالعہ فرمائیے۔

(۱) حضرت مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ متوفی محرم ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء وفات بعارضہ

۱۹ سرگزشت مجاہدین ۱۳۰۲ء علماء صادق پور یعنی شاندار گرامی کی جلد سوم میں تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مولانا غلام رسول قاسمی کی تصانیف مکتبہ مجاہدین جماعت مجاہدین وغیرہ ۲۰ شاندار گرامی ۲۱

عمر ۶۴ سال مدفون ستمانہ تاریخ وفات "۱۰ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ" (۲) مولانا عنایت علی۔ برادر خورد مولانا ملا علی متوفی ۱۲۸۴ھ ۵۸ سالہ بخارا

بخار و ضیق النفس ۵۲

(۳) مولانا نور اللہ متوفی ۱۲۸۶ھ بخار ضہ بخار ۵۳

(۴) میر مقصود علی صاحب متوفی ۱۲۸۷ھ ۵۴ سالہ ۵۴

مولانا عنایت علی غازی رحمۃ اللہ کی وفات جماعت کے لئے حادثہ عظیم تھی۔ ان کی وفات کے بعد حالات کی نزاکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے دو انشیں پوری طرح سنہلنے بھی نہ پائے تھے کہ سفر آخرت کا وقت آ پہنچا۔ اور صرف ۱۲ سال میں دو جانشین واصل بحق ہو گئے مگر اس کمزوری اور انتشار کے باوجود جانشین باہرین کس شان سے علم جہاد بلند کرتی رہی۔ اس کے متعلق کسی معتقد اور سمجھنا نہیں بلکہ جماعت کے سخت مخالف کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر ولیم ولسن ہنٹر س ولسونزی اور افسوس و حسرت کے ساتھ فرماتے ہیں۔

میں ان بے غیرتیوں، حملوں اور قتل و غارت کی تفصیلات میں جاننا نہیں چاہتا جو ۱۸۵۶ء میں سرحدی جنگ کا باعث ہوئے۔ اس دوران مذہبی دیوانوں نے سرحدی قبائلی کو انگریزی حکومت کے خلاف متواتر آگے رکھا۔ ایک ہی بات سے حالات کا بڑی حد تک اندازہ ہو جائے گا یعنی ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک ہم علیحدہ علیحدہ ہو کر جنگی نہیں بھیجے پر مجبور ہوئے جس سے باقاعدہ فوج کی تعداد نہیش ہزار ہو گئی تھی۔ اور ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء تک ان فوجی مہموں کی گنتی بینس تک پہنچ گئی تھی۔ اور بالکل عمدہ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تک ہو گئی تھی بے قاعدہ فوج اور پولیس اس کے علاوہ تھی ۵ ایک اور درہ مندانہ حسرتناک فقرہ ملاحظہ فرمائیے۔

بہر حال جب ہم نے اس مہلک گھائی کو چھوڑا تو اس کے چپے چپے پر برطانوی

شاہد راجہ جی ۳ ص ۷۸۔ سرگزشت مجاہدین ص ۲۰۲۔ ایضاً ص ۲۱۸۔ ایضاً ص ۲۱۸

سپاہیوں کی قبریں موجود تھیں ۱۔
چوتھے سربراہ یعنی میر تقی علی صاحب کے بعد زمام قیادت اُس کے سپرد ہوئی جسکی
پہرہ ریش نجین ہی سے جان بازی۔ ایثار و قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کے ماحول میں
ہوئی تھی۔ یہ تھے۔

(۵) مولانا عبد اللہ صاحب دہلوی فرزند اکبر مولانا ولایت علی صاحب رحمہما اللہ۔ اس
مجاہد جان باز نے تقریباً چالیس سال تک علم جہاد بلند رکھا جس کے دورِ امارت میں بابا
انگریزی فوجوں کو خاک و خون سے کھیلنا پڑا۔

آپ کا نام و پیام کے جرم میں نہاروں و محبان وطن گرفتار کر کے عبور دریا سے شور مچائے
گئے ایک عرصہ تک پورے شمالی ہند میں خانہ تلاشیوں اور گرفتاریوں کا سلسلہ جاری
رہا۔ اور یکے بعد دیگرے سازش کے مقدمات چلائے گئے ۲۔

حضرت مولانا عبد اللہ رحمۃ اللہ نے ۲۴ شعبان ۱۳۲۰ھ ۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء
میں جفاکش مجاہدانہ زندگی سے نجات پائی تو ان کے برادرِ خرد
اور اُن کے چاہنے والے

(۶) مولانا عبد الکریم کو یہ خدمت سپرد ہوئی ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ
۱۱ فروری ۱۹۱۵ء بمقام اسست میں مولانا کی وفات ہوئی۔ تو

(۷) نعمت اللہ صاحب نبیرہ مولانا عبد اللہ اور اُن کی شہادت کے بعد مولانا عبد اللہ صاحب
کے دو سر پوتے رحمت اللہ غازی منصبِ امارت پر فائز ہوئے۔ انیسویں صدی کے اخیر میں
مولانا عبد اللہ رحمۃ اللہ کے دورِ امارت میں برطانوی سامراج کے کارندوں نے فارورڈ پالیسی پر
عمل شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ اُن ٹھکانوں کو جو مجاہدین کے لئے پناہ گاہ تھے ختم کیا جائے
وہاں فوج چوکیاں قائم کی جائیں اور ریلوے لکال کر راستوں کی دشواریاں ختم کی جائیں یہی
یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا تھا کہ برطانوی سامراج کے ایجنٹ بھی عطار تو ببقار تو کہتے ہوئے
ہندستان سے رخصت ہو گئے۔ سدا رہے نام اللہ کا

۱۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان ۶۷۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے نقش حیات جلد دوم ۲۹ تا ۳۰ ۲۔ ملاحظہ فرمائیے
شاخدارانی جلد دوم ۱۲۷ تا ۱۳۰ ۳۔ سرگذشت بابا میں ۱۹۱ تا ۱۹۵ ایضاً ۱۹۹ ۴۔ ۲۶ شعبان ۱۳۲۰ھ

علماء و صوفیوں کی قربانیاں کہ لاکھوں روپیہ کی ذاتی جائیدادیں منقولہ اور غیر منقولہ راہ جہاد میں صرف کر دیں۔ عیش و عشرت اور شہانہ زندگی کے بجائے جفا کشانہ زندگی اٹلاس اور وہ فقر و فاقہ اختیار کیا کہ بعض اوقات درختوں کے پتوں، کوپلوں اور پودوں کی جڑوں کو غذا بنانا پڑا۔ خود اپنے وطن عظیم آباد و عرف پٹنہ میں نہیں بلکہ وطن سے سینکڑوں میل فاصلہ پر آزاد علاقہ شمالی مغربی سرحد کو قربان گاہ بنایا۔

اس قربان گاہ تک پہنچنے کے لئے غیر معمولی نظم و ضبط کہ ہزاروں مجاہدین بنگال کے سرحدی علاقوں سے چل کر تقریباً دو ہزار میل کی مسافت کر کے اس قربان گاہ تک پہنچے۔ اور دادِ جماعت و مردانگی دیتے تھے۔

بقول منہر مہجو کے بنگالیوں کے حملے ایسے ہوتے گویا مہجو کے شیر شکاریوں پر چھپ رہے ہیں اس طویل مسافت پر رسل و رسا ان جنگ پہنچانے کے لئے ایسا خفیہ نظم و ضبط کہ جب تک تحریک کامیابی سے چلتی رہی یعنی ۱۸۶۱ء سے تقریباً ۱۸۶۲ء تک انگریزوں کی سی۔ آئی۔ ڈی آن کے خفیہ نظام کا رستہ واقف نہ ہو سکی۔ اس کی سرخ رسانی کی دروازہ دستی نہ کسی مرکز کو چھو سکی نہ کسی قافلہ کی گرفت کر سکی۔ اور نہ زر رسانی کے ذرائع اس کو معلوم ہو سکے اور نہ رسل و رسائل کے طریقوں کا پتہ چلا سکی۔

ان کی تفصیلات بطور خلاصہ آپ علماء و صوفیوں (یعنی شاندار مہتمم جلد سوم) میں ملاحظہ فرمائیے اس موقع پر تو ان کے مقصد کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

مقصد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے نظریات پر جو قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب کئے گئے تھے، نظام حکومت کی تائیس پوشہ مقصد عظیم تھا۔

لیکن اس سے بھی اہم مقصد وہ تھا جس کی روح حضرت مجدد صاحبؒ کے اس فقرہ میں پوشیدہ تھی جو آغاز مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔ "کافرانِ فرنگ کا بدترین کفر یہ بدترین کفر مجدد صاحبؒ کے زمانہ میں ایک نظری اور فکری مسئلہ تھا۔ لیکن آج نہ صرف طبقہ علماء نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے۔"

مخبر فرمائیے۔ کوئی بھی اخلاق سوز عادت ہے جس کا مرکز یورپ اور امریکہ نہ ہو اور اس کے اثرات اقتدار یورپ کے سایہ میں دنیا کے ہر ایک گوشہ میں نہ پہنچ رہے ہوں بلکہ سائنسی ترقیات نے انسان کو چاند پر پہنچا دیا۔ مگر کیا انسانیت اور شرافت کو بھی کوئی عروج ملے گا یا وہ دن بدن تحت الشری سے نیچے زمین کی تہہ میں دفن کی جا رہی ہے۔ سائنس بالائے کہکشاں اور اخلاق زیر خاک۔ اور ان کا فاصلہ روز بروز انسانیت، شرافت، اخلاق اور روحانیت کی ترقی ماہرین سائنس کے کھائی خیال میں بھی نہیں ان کی تمام ذہنی اور فکری صلاحیتیں ایسے آلات کی ایجاد میں صرف ہو چکی ہیں جن کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ تباہی کم سے کم وقت میں لائی جاسکے۔

فراوانی دولت کی انتہا نہیں۔ ارب اور کھرب۔ جو طلسم ہوش رعب کے فرضی افسانوں کے خیالی عدد تھے۔ آج وہ نہ صرف حکومتوں کے خزانوں بلکہ تباہ کن گولوں اور ٹینکوں کے واقعاتی عدد ہو گئے ہیں۔ لیکن اس فراوانی دولت نے دنیا کو اطمینان بخشا یا پوری دنیا بحران میں مبتلا ہے۔

قرآن پاک کے الفاظ میں ترقی پذیر دولت مندوں کی مثال یہ ہے۔
 کَمَا يَقُولُ الَّذِي تَحْتَبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ النَّاسِ ۖ إِنَّ كَاثِرًا مِّنَ النَّاسِ هُمُ الْكَافِرُونَ (یہ آیت مذکور ہو)
 یہ آگ جس کی لپیٹ میں تمام دنیا آجکل ہے اس کا تصور سفید فام یورپ ہے۔ مجدد صاب رحمۃ اللہ علیہ نے چشم بصیرت سے اس کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے نظریات برآر حکومت قائم ہو جاتی تو وہ آگ کی لپیٹوں کو روک سکتی تھی۔ ان کے دانشوروں نے آگ بجھانے کی کوشش کو اپنا فرض سمجھا۔

گام میں آگ لگ جائے تو کامیابی کے امکانات پر بحث نہیں کی جاتی۔ بلکہ بجھانے کی کوشش کو فرض سمجھا جاتا ہے۔ اور اس شخص کو نہایت بے وفا۔ ہمدردی سے نا آشنا بزدل اور ناکارہ سمجھا جاتا ہے۔ جو آگ بجھانے کی کوشش میں حصہ نہ لے۔

یہ ہے خلاصہ ان فدا کارانِ حق کی کوششوں کا۔ (جسکی آخری کڑی تحریک شیخ الہندؒ)

تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ

انقلابی تحریکات میں ایک تحریک وہ ہے جسے ”ریشمی ٹال والی تحریک“ کہا جاتا ہے محکمہ خفیہ کے کارپردازوں کو ہمہ دانی کا بہت کچھ دعویٰ ہے۔ ممکن ہے کسی تحریک کے متعلق یہ دعویٰ درست ہو مگر جہاں تک اس تحریک کا تعلق ہے یہ دعویٰ سراسر غلط ہے۔ ایک خط جو ریشمی رومال پر لکھا گیا تھا۔ وہ سی۔ آئی۔ ڈی کے ہاتھ لگ گیا۔ یہی خط سی۔ آئی۔ ڈی کی تجسس و تفتیش کی بنیاد ہے۔ اسی بنیاد پر آٹھویں ایک عمارت کھڑی کی اور اس کا نام ”ریشمی خطوط والی تحریک“ رکھ دیا۔ یہ بنیاد ہی بے بنیاد ہے تو جو عمارت اس پر کھڑی ہوگی وہ بھی سراسر ریگ کا تودہ ہوگی۔

سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹوں کا ایک طومار ہے جو لندن کے ”انڈیا آفس“ میں محفوظ تھا۔ انڈیا آفس سے وہ خارج (ریلیز) کیا گیا تو محترم مولانا موسیٰ بھائی گراماڈی اور ان کے چند تخلص احباب نے اس کے ”قلم“ لے لئے۔ یہ فلم ”جمعیتہ علماء ہند“ کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں آپ کے سامنے ہے۔

یہ خط مولانا عبید اللہ سندھی کا لکھا ہوا تھا سی۔ آئی۔ ڈی نے مولانا سندھی ہی کو اس تحریک کا بانی ٹھہرایا جو سراسر غلط ہے۔ اس خط کی بنیاد پر تحقیق و تفتیش کا طویل سلسلہ شروع ہوا۔ بہت حضرات شبہ میں گرفتار کئے گئے عرصہ تک ان کو کسی مقام پر نظر بند رکھا گیا یا جیل میں ڈال دیا گیا۔ تو محکمہ نے یہ سمجھا کہ یہاں جدوجہد نے تحریک کو ختم کر دیا حالانکہ تحریک جو وقت شباب پر تھی سی۔ آئی۔ ڈی کو اس کی کسی پرچھائیں کا بھی پتہ نہیں چلا لیکن جب تحریک خود اپنے حالات کی بنا پر افسردہ ہو گئی اور کالہ برداروں نے بھی رازداری کو غیر ضروری سمجھا تب سی۔ آئی۔ ڈی کو موقع ملا کہ وہ دعویٰ ہمہ دانی کا سہرا باندھ سکے۔ اور تحریک کی ناکامی کو اپنی جدوجہد کا قسار دے سکے۔

بانی تحریک سوال یہ ہے کہ بانی تحریک کے سلسلہ میں ان رپورٹ کرنا والوں کا بیان صحیح مانا جائے یا وہ بیان صحیح مانا جائے جو خود مولانا عبد اللہ

سندھی نے اپنی ذاتی طائری میں تحریر فرمایا جس کے چند فقرے یہاں نقل کئے جا رہے ہیں۔
مولانا سندھی فرماتے ہیں۔

۱۹۰۹ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے مجھے دیوبند طلب فرمایا۔ اور مفصل حالات مسطور ہیں کہ کام کرنا حکم دیا چار سال تک جمعیتہ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس تحریک کی تاسیس میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی اور مولانا ابوالمحمد صلا مہوری اور عزیز می مولوی احمد علی میر ساتھ تحریک حضرت شیخ الہند کے ارشاد سے میر کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا ۱۹۱۲ء میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی۔ اس کے سرپرستوں میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے ساتھ حکیم اجمل خاں اور نواب وقار الملک ایک ہی طرح شریک تھے۔

حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر میر تعارف اپنی جماعت کرایا تھا۔ اسی طرح دہلی بھیج کر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لائے۔ اور ڈاکٹر انصاری صاحب میر تعارف کرایا۔ ڈاکٹر انصاری نے مجھے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی مرحوم سے ملا دیا۔ اس طرح تخمیناً دو سال مسلمانان ہند کی اعلیٰ سیاست سے واقف رہا۔

۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گیا۔ مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا۔ اس لئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہ کرتی تھی۔ مگر تعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا۔

دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتایا کہ میر اکابر جانا طے ہو چکا ہے۔ انھوں نے بھی اپنا نمائندہ بنا دیا مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہیں بتا سکے۔

کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ جس جماعت کے نمائندہ تھے۔ اس کی پچاس سال کی محنتوں کا اہل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہے۔ اس کو میرے جیسے ایک خادم شیخ الہند کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت

اور شیخ الہندؒ کے انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا۔
 (۱) اس بیان سے واضح ہو گیا کہ اس تحریک کے بانی مولانا عبید اللہ سندھی نہیں تھے بلکہ (۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۶ء) روایتی مولانا سندھی سے (پچاس سال پہلے تقریباً ۱۸۶۵ء میں اس کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اور شیخ الہند رحمۃ اللہ ہندستان میں اس جماعت کے نمائندے تھے۔
 (۲) ایک جماعت ہندستان میں بھی قائم ہو چکی تھی۔ اس کے ارکان مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر انصاری مولانا محمد علی اور حکیم اجل خاں وغیرہ تھے رحمہم اللہ یہ جماعت بھی مولانا سندھی کی جدوجہد سے نہیں۔ بلکہ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک سے قائم ہوئی تھی یا خود ارکان جماعت کے احساس اور ان کے اتحاد فکر نے اس کی بنیاد ڈال دی تھی اور اب حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا سندھی کو اس میں شریک کر لیا تھا۔

(۳) یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ مولانا سندھی کا دیوبند سے دہلی منتقل ہونا ذمہ دارانِ دارالعلوم کے کسی اختلاف کے باعث نہیں تھا۔ بلکہ جماعت کے پروگرام کے بموجب ان کا کام مرکزِ علوم دارالعلوم دیوبند سے دہلی منتقل کیا گیا تھا جو پورے ہندستان کی سیاحتی مرکز تھا۔

(۴) مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۵ء میں کابل تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک جماعت دیکھی جو پچاس سال سے کام کر رہی ہے (یعنی ۱۸۶۵ء - ۱۹۱۵ء) یہ وہ مذکورہ کہ علماءِ صادق پور کی جماعت کے امیہ مولانا عبید اللہ خلت اکبر حضرت مولانا ولایت علی صاحب تھے (جونو مبر ۱۹۰۲ء شعبان ۱۳۲۰ھ تک امیر رہے) اور ہندستان میں اس جماعت کے افراد پر سازش کے مقدمات چل رہے تھے۔
 (۵) لیکن مولانا سندھی رحمۃ اللہ نے جن سے رابطہ قائم کیا وہ اگر اپنی اہمیت اور عظمت کے

کابل میں سات سال ۱۳۰۵ھ تا ۱۳۰۶ھ کے ہندسہ اگر کاٹ دیں لاہور و زاتی ڈائری بحوالہ نقش حیات جلد دوم ۱۳۰۶ تا ۱۳۰۷ء علماءِ حق جلد اول ص ۲۳۱ و ۲۳۲ ملاحظہ فرمائیے علماءِ صادق پور شانِ عالمہ ص ۱۳۲ تا ۱۳۳ و سرگزشت مجاہدین ص ۳۴۱ تا ۳۴۲

خانہ سے جماعت تھے بلکہ ان میں کا ہر ایک فرد جماعت تھا۔ مگر وہ کسی جماعت منک نہیں تھے۔

بیشک وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ اور ان کے شیخ و مرشد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی و حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہما اللہ کے دامنوں سے وابستہ تھے۔ مگر ان کی خدمات اپنے اپنے حلقوں میں محدود تھیں کوئی جماعتی انداز نہیں تھا۔ یہی حضرات تھے جن کے متعلق مولانا سندھی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ جس جماعت کے نمائندے تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میسر سامنے

منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہے۔ (علامہ حق جلد ۱ ص ۲۱)

پوری تحریک پر سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ بلکہ محکمہ خفیہ کی پوری کارروائی کے سامنے آگے آئیگی۔ مگر اس سے تحریک کا قابل اطمینان نقشہ آپ کے اجمالی نظر سامنے نہیں آسکے گا اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تحریک کا

قابل اطمینان نقشہ آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے یہ نقشہ محترم غلام رسول صاحب مہار مرتب فرمودہ ہے۔ وہ اگرچہ تحریک کے رکن نہیں تھے مگر حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ کے دورے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے دور تک جس کی مدت سو سال سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس پوری تحریک اور اس کی شاخوں کے کارناموں اور ان کی سرگزشتوں کے حالات کے بہترین محقق اور ماہر ہیں۔ پہلے ان کا مرتب کیا ہوا نقشہ پیش کیا جائے گا اس کے بعد اس تحریک کے عظیم رکن شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ کی مرتب فرمودہ روداد پیش کی جائے گی۔ آپ یہ نقشہ اور روداد ملاحظہ فرمائیے۔ پھر آپ سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ پر مدلی وجہ البصیرت نظر ڈال سکیں گے۔

۱۔ مثلاً حاجی ترک زئی مولانا سیف الرحمن قندھاری، خان عبدالغفار خاں وغیرہ جن کے مفصل تذکرے مردان کار کے سلسلہ میں آئیں گے انشاء اللہ

شیخ الہند رحمۃ اللہ کی تحریک آزادی

مولانا غلام رسول صاحب مہر تحریر فرماتے ہیں:۔
میسرے مطالعہ اور غور و فکر کا پتوڑیہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی
کے آغاز ہی میں ایک نقشہ عمل تیار کر چکے تھے۔ اور اسے لباس
عمل پہنانے کی کوششیں انہوں نے اُس وقت سے شروع کر دی تھیں۔ جب ہندوستان
کے اندر سیاسی سرگرمیاں محض برائے نام تھیں۔

ملک کے حالات کسی تیز تحریک کے لئے ہرگز سازگار نہ تھے مسلمانوں پر جبرانی
اور افسردگی طاری تھی وہ شریعت تحت الشریٰ میں جا کر رہے تھے اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا
کہ اپنی کھولی ہوئی حیثیت حاصل کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کریں اور کس طریقہ
عمل پر گامزن ہوں۔ ایسے اصحاب بہت کم نظر آتے تھے جن کے خلوص پر اعتماد کیا
جاسکے۔ اور جو پیش نظر مقاصد کے لئے بے تکلف ہر قسم کی قربانیوں پر آمادہ ہوں
پھر حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے ایک بڑی مصلحت یہ بھی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کو
حکومت کے عتاب کا بہت بھٹہ سے نجاتی الامکان محفوظ رکھیں۔

اسلامی درس گاہوں کی تحریک

میسرے اندازہ کے مطابق انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ جن جن
اصحاب میں عملی صلاحیت پائیں۔ انہیں جا بجا خصوصاً مفتی
آزاد قبالہ کے مختلف حصوں میں دینی اور اسلامی

درس گاہیں قائم کرنے کی ترغیب دیں۔ ”ملا صاحب سندھ کے“ نے بھی حضرت
شیخ الہندؒ سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے جب کام شروع کیا تو ابتدا میں ایک
اسلامی درس گاہ ہی قائم کر نیکی کوشش کی تھی۔

”حاجی صاحب ترنگ نرئی“ شیخ الہندؒ سے استفادہ کر چکے تھے۔ ان کے پیش
نظر بھی درس گاہیں قائم کرنے ہی کا سلسلہ تھا۔
سید عبد الجبار صاحب ستھانوی لکھتے ہیں۔

جب مجھے نمائندگانِ صوات نے بتایا کہ ”ملا صاحب سندھ کے“ اسلامیہ کالج
پشاور کے بالمقابل ایک عالی شان اسلامی درس گاہ کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں تو میں

ان پر صاف صاف واضح کر دیا کہ یہ اصطلاح ایک خاص جماعت کا شعار ہے جس میں مولوی صاحبان اور علماء شامل ہیں۔ انہوں نے اسلامی درسگاہوں کو حکومت برطانیہ کے خلاف تنظیمات کا پردہ بنالیا ہے۔ اور حاجی صاحب ترنگ زئی جو اپنے ضلع میں ایسی درسگاہیں قائم کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس حلقہ کے ایک رکن ہیں سید صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یہ تو علم نہ تھا کہ اصطلاح کس نے ایجاد کی اور اس کام کو نہ کہا تھا۔ لیکن جنگ طرابلس اور جنگ بلقان نے واضح کر دیا تھا کہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں ترکوں کے دشمن حملہ آوروں کی پشتبانی کر کے خلافت اسلامیہ کو برباد کر دینے کے درپے ہیں۔ اس پر مسلمانوں میں ہمہ گیر بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ علماء حق خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے سرگرم عمل ہو گئے اس سلسلہ میں تبلیغ و اشاعت کے لئے بہترین طریقہ یہ سمجھا گیا کہ گاؤں گاؤں اور بستی بستی میں اسلامی درسگاہیں قائم کر دی جائیں۔

صحیح تربیت

غرض شیخ الہند کا ابتدائی منصوبہ یہی تھا اور اسے حضرت کے تعلیمی مشاغل سے خاص مناسبت تھی۔ یاد رہے کہ سید احمد شہید نے جب مسلمانوں کو بغرض جہاد منظم کرنے کا قصد فرمایا تھا تو بیرون کے شیوہ کے مطابق مختلف علاقوں کے دورے شمع کر دئے تھے۔ جگہ جگہ وعظ بھی ہوتے بیعت بھی لی جاتی توجہ بھی دیجاتی۔ اس طریقہ کو سید شہید کے مشاغل سے خاص مناسبت تھی۔ میرے نزدیک مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی بانیان دارالعلوم دیوبند کا اصل مقصد و نصب العین بھی وہی تھا جس کے لئے کارفرمایان دیوبند میں سے صرف حضرت شیخ الہند سرگرم عمل ہوئے۔ اس طریقہ اور شیوہ کے مطابق جلد حسبِ مراتب برآمد ہونے کی توقع نہ رکھی جاسکتی تھی تاہم ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ انقلابی مساعی کے ساتھ ساتھ عوام کی صحیح تربیت کا کام بھی انجام پاتا جاتا۔ جس طرح سید شہید کی دعوت اصلاح میں انجام پاتا تھا اس انقلاب سے بڑھ کر مصیبت خیز اور

تباہ کن خمی کوئی نہیں ہو سکی جس کے عوام، پیش نظر مقاصد کی ترسیل کے واسطے بہرہ ہوں
دریاؤں کا پانی نہروں کے ذریعہ سے کھیتوں میں پہنچتا ہے تو زمین کی اندرونی صلاحیتیں
پیداوار کے انبار فراہم کر دیتی ہیں لیکن اگر وہ پانی بے پناہ سیل کی شکل اختیار کر لے تو تیلوں
کی ویرانی اور فصلوں کی بربادی کے سوا کیا نتیجہ نکلے گا؟

مجھے یقین ہے کہ حضرت شیخ الہند مرحوم و مغفور اپنے اسی منصوبہ
کے مطابق کار بند رہنا چاہتے تھے لیکن حالات کی خوفناک مخالفت
و تواتر رفتار اور حوادث کا ہجوم و تواتر ان کے صبر و شکیب کے لئے

شدید آزمائشوں کا موجب بن گیا۔

مولانا حسین احمد فرماتے ہیں کہ حضرت کی گہری نظر واقعاتِ عالم بالخصوص ہندوستان
اور ترکی پر مرکوز رہتی تھی۔ طرابلس اور بلقان کے زہرہ گدازِ مظالم اور اندرونِ ہند میں
انگریزوں کی روز افزوں چیرہ دستیوں نے انہیں اس قدر متاثر کیا کہ آرام و چین
تقریباً حرام ہو گیا گو یا وہ اپنے اختیار سے نکل گئے۔ نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر
انہیں سرکشت اور کفنِ بدوش میدانِ انقلاب میں نکلنا پڑا۔ زمانہ کی تاریکیاں موسمی
کی کالی کالی گھٹائیں احوال کی نزاکتیں اہل ہند بالخصوص مسلمانوں کی ناگفتہ بہ کمزوری
رکاوٹ بن کر سامنے آئیں۔ اور کچھ عرصہ اسی غور و غوض میں گزرا مگر پانی سر سے گزرجا
تھا۔ اس لئے خوب سوچ سمجھ کر صرف قادرِ مطلق پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کام شروع
کر دیا۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ کن قدم نہ اٹھا سکے تھے کہ پہلی جنگِ یورپ شروع ہو گئی۔
دو تین ماہ بعد ترک انگریزوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو گئے۔ گویا اطمینانِ عمومی
سے آہستہ آہستہ کام جاری رکھنے اور نتائج کا انتظار کرنے کی مہلت ختم ہو گئی۔ اور
اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ جو کچھ بھی ممکن ہو فی الفور کیا جائے تاکہ انگریزوں کی مشکلات
میں اضافہ ہو۔ ترکوں کو تقویت پہنچے۔ اور ہندوستان کی آزادی کا خواب اپنی صبح

تجیر سے ہم آغوش ہو جائے۔

فوری کام کی ضرورت

حضرت شیخ الہندؒ تمام اصحاب کی طبیعتوں اور صلاحیت

استقامت کا اندازہ فرماتے رہتے تھے۔ جوان کے پاس تعلیم و استفادہ کی غرض سے آتے۔ ان میں سے بعض موزوں اصحاب کو انہوں نے اپنے کام کے لئے چن لیا تھا۔ انہیں حکم دیدیا کہ جلد سے جلد یاغستان پہنچ جائیں۔ اور آزاد قبائل کو ہندستان پر حملہ کے لئے اٹھائیں۔ مولانا عبید اللہ مرحوم کو انہوں نے افغانستان بھیجا کہ امیر حبیب اللہ خاں والی افغانستان کو اس نازک وقت میں خدمت اسلام کے لئے جاننازادہ اقدام پر آمادہ کریں۔ حاجی صاحب ترنگانی اور ملا صاحب نڈل کے متعلق یہیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک و البتہ تھے۔ ان کے علاوہ مولانا سیف الرحمن مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری مولانا فضل ربی مولانا افضل محمود اکبر حضرت شیخ کے خاص کارکن تھے۔ خود ہکستان میں ان کے مجلس کارکنوں کا شمار شکل ہوتا تھا مولانا عبد الرحیم رائے پوری مولانا خلیل احمد مولانا محمد احمد جکوالی مولانا محمد صادق (کرچی) شیخ عبد الرحیم سندھی مولانا عبد الرحیم راندیری مولانا غلام محمد دین پوری مولانا تاج محمود امرٹ مٹل سکھرا ڈاکٹر مختار احمد انصاری حکیم عبدالرزاق انصاری وغیرہ سینکڑوں ایسے اصحاب ہیں جن کے نام بھی معلوم نہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا محمد علی حکیم اجمل خاں۔ نواب وقار الملک اور وقت کے اکثر بڑے بڑے رہنما حضرت شیخ الہندؒ کے مشیر و معاون تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھی

مولانا عبید اللہ سندھی کابل جانے کے لئے تیار ہو گئے تو اس سلسلہ میں پہلا اہم مسئلہ روپیہ کا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس مقصد کے لئے حاجی سیٹھ عبداللہ مارون مرحوم سے ملاقات کی۔ انھوں نے بے تاکل یا پنج ہزار روپے پیش کر دیے جو مولانا عبید اللہ کو دے دیے گئے۔

حاجی سیٹھ عبداللہ مارون مرحوم نے پچیس روپے ملانے کی ملازمت سے زندگی شروع کی تھی۔ وہ بہت بڑا جرنل تھے اور ان کی آمدنی لاکھوں روپے سالانہ تھی۔ وہ ہر دور اور ہر قسم قومی کاموں کے لئے مقدماتیں نکالتے تھے۔ موجودہ دور کے اوائل میں سندھ کے اندلشی اسلام کے لئے بڑا کام جاری ہوا تھا اس میں بھی پیشوا روپیہ خرچ کیا۔ خلافت لیگ اور مسلم لیگ کی سرکار

میں محبوب چاہ گرا تھا۔ آزاد دیتے رہے قابل خود مرید ہے کہ ہزار کار کے سوا ان کے سامنے کوئی فرض نہ تھی۔ وہ مسکین اور یتیموں کو دیکھ کر ہرگز ہنس نہ سکتے تھے۔ ان کے دل میں ہرگز ایسا نہ تھا کہ کسی کو دھوکا دے اور ان کا دل بھرا دے۔ ان کے دل میں ہرگز ایسا نہ تھا کہ کسی کو دھوکا دے اور ان کا دل بھرا دے۔ ان کے دل میں ہرگز ایسا نہ تھا کہ کسی کو دھوکا دے اور ان کا دل بھرا دے۔

معلوم نہیں اس کے سوا بھی کوئی رقم ملی یا نہ ملی دوسرا مسئلہ اخفار کا تھا خفیہ پولیس مولانا مرحوم پر متعین تھی اور ان کی ہر نقل و حرکت کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس مصیبت سے بچنے کی تدبیر یہ سوچی گئی کہ مولانا بھاول پور اور سندھ چلے جائیں وہاں دیہات میں اس طرح رہنے لگیں گویا کوئی کام ان کے پیش نظر نہیں چنانچہ وہ ۱۹۱۵ء کے اوائل میں دہلی چھوڑ کر پہلے بھاولپور بعد ازاں سندھ پہنچ گئے۔ اس اثنا میں راستہ کے انتظامات بھی کرتے رہے۔ پھر دیکھا ایک نکلے اور ۱۵ اگست کو "سوریاک" کے علاقہ میں داخل افغانستان ہوئے۔ شیخ عبدالرحیم سندھی بلوچستان کی آخری حد تک ساتھ رہے قیام افغانستان کے حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ قندھار ہوتے ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء کو کابل پہنچے سردار نصر اللہ خاں امیر حبیب اللہ خاں اور ان کے فرزند اکبر سردار عنایت اللہ خاں سے ملاقاتیں کیں۔ ترکی اور جرمن آئے۔ اور ہندوستانیوں نے حکومت موقتہ قائم کی۔ تو مولانا بعض وجوہ اس کے ہم نوا رہ سکے راجہ ہندو تاپا صدر حکومت موقتہ کے متعلق مولانا کو یقین ہو چکا تھا وہ کانگریس کے بجائے ہندو مہا بھا کے کارندے ہیں اور انہوں نے خود حکومت موقتہ کی اسکیم لالہ لاجپت رائے کو دیدی تھی غالباً اسی اسکیم کی بنا پر لالہ لاجپت رائے نے یہاں افغانوں کے حملہ کا افسانہ تیار کیا تھا۔ حکومت موقتہ کی طرف سے روس جاپان اور ترکی مشن بھیجے گئے مولانا ان کی تجویز و ترتیب میں شریک رہے افغانستان میں خدام خلق کی ایک جماعت بنائی۔ جس کا نام "جنود اللہ" رکھا۔

ایرلینڈ اللہ خاں کے عہد میں ایک ہندوستانی تعلیم گاہ قائم کرنے کی اجازت لی لیکن برطانوی سرکار نے یہ اجازت دینے سے انکار کر دیا اور اس کو اور استنبول پہنچا کر ۱۹۱۶ء میں مولانا کو یہاں سے ریشمی خطوط کے مولانا نے کابل سے ایک خط ریشمی پارچہ پر لکھ کر شیخ عبدالحق نو مسلم کے ہاتھ شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس بھیجا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ

ریشمی خطوط

یہ چارہ کر لائی کہ جہاں مسلمان ہو جائے بعد پوری زندگی تبلیغ اسلام میں بسر کر دی سیاحی کاموں میں بھی حصہ لیتے رہے شہر میں وفات پائی میرے عزیز و کرم دوست شیخ عبدالحمد سندھی بھی کان کے عزیزوں میں ہیں وہ بھی اسلام لائے وقت سے برابر قید و بند کی تکلیفیں اٹھاتے رہے ہیں (مبرا) ۱۵ ستمبر گذشتہ جلد ہی ۱۳۵۵ھ

شیخ صاحب فوراً حجاز چلے جائیں یا کسی معتد علیہ حاجی کے ذریعہ سے خط حضرت شیخ الہندؒ کو پہنچا دیں۔ شیخ عبدالحق طلباء کے ساتھ ہجرت کر کے کابل پہنچا تھا۔ اور بیان کیا جاتا کہ اللہ نواز خاں کا ملازم تھا وہ شخص ہر لحاظ سے قابل اعتماد تھا۔ لیکن خدا جلنے کی حالات پیش آئے کہ اس نے خط شیخ عبدالرحیم کے حوالہ کرنے کے بجائے اللہ نواز خاں کے والد خان بہادر رب نواز خاں کو دیدیا۔ ان کے ذریعہ سے پنجا بکے گورنر بائیکل اوڈوائر کے پاس پہنچا۔ اس طرح حکومت کو حضرت شیخ الہندؒ مولانا عبداللہ اور دوسرے کارکنوں کی تحریک کے کچھ راز معلوم ہو گئے۔ اسی وقت سے شیخ عبدالرحیم کا تعاقب شروع ہو گیا اور حضرت شیخ الہندؒ کو بھی مکہ معظمہ میں گونا گوں حوادث سے گذرتے ہوئے بالآخر گرفتاری و نظر بندی قبول کرنی پڑی۔ اصل خط کا مضمون غالباً یہ تھا کہ حکومت موقتہ نے افغانستان سے عہد نامہ کر لیا ہے باقی حکومتوں کے پاس بھی سفارتیں بھیجی جارہی ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت ترکیہ سے بھی ربط و ضبط پیدا کرنا منظور ہے۔ آخر میں حضرت موصوف سے درخواست کی گئی تھی کہ ربط و ضبط پیدا کرنے اور معاہدہ کرنے میں امداد دیں۔

اس ریشمی خط کے ساتھ مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کی طرف سے بھی ایک خط تھا (رولٹ رپورٹ میں ریشمی خط کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے وہ غلط اور ناقص معلومات پر مبنی ہے)

حضرت شیخ الہندؒ ہندوستان میں گرفتاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ حضرت شیخ الہندؒ بہت پریشان ہو گئے تھے۔ کہ کہیں بیٹھے بھٹکے گرفتار نہ ہو جائیں اور اس طرح ضروری جدوجہد کے اوقات قحط میں بسر نہ ہوں۔ لہذا وہ باہر نکل جانا چاہتے تھے انہوں نے اپنے دو سر مشیروں کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی مشورہ کیا۔ مولانا آزاد کی رائے قطعی طور پر یہ تھی کہ باہر نہ جانا چاہئے اور یہیں بیٹھ کر کام کرنا چاہئے۔ اگر اس اشار میں گرفتاری ہو جائے تو اسے قبول کے بغیر چارہ نہ ہو گا۔ وہ جانتے تھے کہ باہر جا کر کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ اور باہر رہ کر معطل

بیٹھنے سے اندرہ کمر معطل ہو جانا بہر حال بہتر تھا۔
حضرت شیخ نے یہی مناسب سمجھا کہ پہلے حجاز پہنچیں۔ وہاں سے ذمہ دار ترک فنیوں
اور ماموروں سے ربط و ضبط پیدا کر کے ایران و افغانستان کے راستے یاغستان جائیں
چنانچہ چند رفقاء کے ساتھ حجاز چلے گئے۔

حج کیا۔ اُس وقت ترکیوں کی طرف سے غالب پاشا حجاز کا گورنر تھا مکہ معظمہ کے
مشہور تاجر حافظ عبدالجبار دہلوی کے ذریعہ سے غالب پاشا کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور
اُن سے تین تحریریں حاصل کیں۔

۱۔ پہلی تحریر مسلمانان ہند کے نام تھی۔
۲۔ دوسری تحریر مدینہ منورہ کے گورنر بصری پاشا کے نام تھی جس میں مرقوم تھا کہ
حضرت شیخ الہند معتمد علیہ شخص ہیں اُن کا احترام کیا جائے اور انہیں استنبول پہنچا دیا جائے۔
۳۔ تیسری تحریر غازی انور پاشا کے نام تھی کہ ان کے مطالبات پورے کئے جائیں
غالب پاشا نے خود حضرت موصوف کو تاکید کی کہ آپ تمام ہندوستانیوں کو آزادی
کامل پر آمادہ کریں۔ ہم ہر ممکن امداد دیں گے اور صلح کی کانفرنس منعقد ہوگی تو اسیں
ہندستان کے لئے آزادی کامل کی حمایت کریں گے ان میں سے پہلی تحریر ہندستان
کی تاریخ سیاست میں غالب نامہ کے نام سے معروف ہوئی۔

حضرت شیخ الہند حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور ابھی
وہ استنبول جانے کے لئے تیار نہ ہوئے تھے کہ انور پاشا وزیر
حربیہ ترکیہ اور جمال پاشا گورنر شام کے مدینہ منورہ پہنچنے کا تار
آگیا۔ چنانچہ اُن سے بھی تحلیہ میں ملاقاتیں ہوئیں۔ جمال پاشا نے وہی مطالبہ ہرا
جو غالب پاشا حضرت شیخ الہند کے سامنے پیش کر چکا تھا۔ نیز وعدہ کیا کہ وہ شام پہنچکر
حضرت کے حب خواہش ترکی عربی اور فارسی میں ایسی تحریرات بھیج دے گا جنہیں جا بجا
شائع کیا جاسکے۔ حضرت نے یہ بھی کہا کہ مجھے محفوظ طریق پر حدود افغانستان تک پہنچا
دیا جائے تاکہ میں یاغستان چلا جاؤں۔ ہندستان کے راستہ گیا تو انگریز مجھے گرفتار

کر لیں گے۔ حال بادشاہ نے اس بنا پر معذوری ظاہر کی کہ روسی فوجیں ایران میں سلطان علی
تک پہنچ گئی ہیں۔ گویا افغانستان کا راستہ کٹ گیا ہے۔ فی الحال آپ کو افغانستان
پہنچنا ناغیر ممکن ہے۔ واپسی میں گرفتاری کا خطرہ ہے۔ تو مجازاً ترکی عملداری کے کسی دوسرے
مقام پر پھٹھ جائیں۔

غالب نامہ کا ارسال حضرت خود تو حجاز ہی میں ٹھہر گئے۔ لیکن غالب نامہ اور دوسرے
ضروری کاغذات بطریق محفوظ ہندستان پہنچانے کی تدبیر یہ
سوچی کہ کپڑے رکھنے کے لئے لکڑی کا ایک صندوق بنوایا۔ اس کے تختے اندر سے کھود کر
کاغذات رکھ دئے پھر انھیں اس طرح ملا دیا۔ کہ باہر سے دیکھنے والا کتنا ہی بصر کیونکر پہچانتا
نہ لگا سکے بلکہ شبہ بھی نہ کر سکے یہ صندوق مولانا مادی حسن رئیس خاں جہاں پورہ
(ضلع مظفرنگر) اور حاجی شاہ بخش سندھی کے حوالہ کر دیا گیا۔ بمبئی میں جہاز پر رانی
بھی موجود تھی اور اہل شہر بھی بکثرت آئے ہوئے تھے انھیں میں سے مولانا محمد بنی نام
ایک مخلص نے مولانا مادی حسن صاحب سے کہا کہ اگر کوئی چیز محفوظ رکھنی ہو تو ابھی مجھے
دید کیجئے۔ چنانچہ صندوق انہیں دید یا گیا وہ اسے محفوظ نکال لائے اور توڑ کر تخریب میں نکال
لیں۔ دہلی میں حاجی احمد میرزا فوٹو گرافر نے ان کے فوٹو لئے اور مولانا محمد میاں عورت
منصور انصاری کے ہاتھ یہ تخریبیں سرحد بھیج دی گئیں بعد ازاں حضرت نے اپنے ایک
عزیز کو اس خیال سے تحریریں کار باز بتا دیا کہ وہ ہندستان واپس بآئران کے فوٹو لینے
اور جاکر پہنچانیکا پیغام ارباب کار تک پہنچانیکا انتظام کریں۔ مگر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اور
اس سب کچھ بتا دیا جسکی بنا پر مختلف اصحاب کی تلاشیں ہوئیں اور انہیں گونا گوں مصائب سے سابقہ پڑا۔

مولانا محمد بنی صاحب ناما صحیح نہیں ہے نقش حیات میں آئے والوں کے جمع میں ت ایک صاحب نے جو حضرت شیخ ابوبکر کے
مخلصین میں سے تھے مولانا مادی حسن صاحب کہا کہ کوئی چیز محفوظ رکھنی ہو تو مجھ کو فوراً دید کیجئے۔ ۲۲/۳/۳۷
مولانا سید محمد بنی صاحب رحمۃ اللہ۔ مولانا مادی حسن صاحب رحمۃ اللہ کے عزیز غالب برادر زادہ
یہ بمبئی نہیں آئے تھے اپنے وطن رضاں جہاں پور ضلع مظفرنگر میں ہی رہے وہیں ان کو کسی ذبیحہ سے معلوم ہو گیا
کہ صندوق کے تختوں میں کوئی راز کی چیز ہے۔ پوری تفصیل نقش حیات کے اقتباسات
میں آگے آئے گی۔ محمد میاں

حضرت شیخ الہندؒ
کی اسیری اور رہائی

شریف حسین نے انگریزوں سے خفیہ خفیہ عہد و پیمان کر کے ترکوں کی غداری کی اور حجاز میں جتنے ترک موجود تھے وہ سخت و شدید ظلم و جور کا ہدف بنے حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفیقوں کو اسیر کر کے شریف نے جدہ پہنچا دیا۔ جہاں سے انگریز پہلے مصر لے گئے پھر مالٹا میں نظر بند کرنا۔ تین برس سات مہینے کے بعد ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ (۸ جون ۱۹۲۰ء) کو بمبئی پہنچا کر انھیں رہا کیا۔

زمانہ قیام حجاز میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری حکیم عبدالرزاق انصاری مولانا محمد انیسام راندیری وغیرہ نے حضرت کی جو خدمت کی وہ ان کے حسنات عالیہ کا گراں بہا حصہ

تحریک انقلاب و ترقی خطوط کی تحریک

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد ضامن رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں
حضرت شیخ الہندؒ اس تحریک کے ابتداء میں ضروری سمجھا گیا کہ چونکہ بغیر تشدد و (وائلفنس) کی ابتدائی کارگزاری ممکن نہیں ہے اور اس طرح کے انقلاب کیلئے محفوظ مرکز اور مرکز کے

علاوہ اسلحہ اور سپاہی (مجاہدین) وغیرہ ضروری ہیں۔ بنابرین مرکز افغانستان (آزاد قبائل) قرار دیا گیا۔ کہ وہاں اسلحہ اور جانناز سپاہیوں کا انتظام ہونا چاہئے۔ اسکے علاوہ چونکہ آزاد قبائل کے نوجوان ہمیشہ جہاد کرتے رہتے ہیں اور قوی ہیکل اور جانناز ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو مستحق اور متحد کرنا اور ان میں جہاد کی روح پھونکنا بھی ضروری تصور کیا گیا۔ اور انھیں سے کامیابی کی امید قائم کی گئی۔ اس بناء پر ضروری سمجھا گیا کہ

۱۔ نقش حیات ۲۰۹-۲۳۲ بعض غیر ضروری فقرے جو تحریک سے متعلق ہیں حذف کر دئے گئے ہیں (محمد سیال)
۲۔ اس وقت تک ناں واپس لکھ کر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اور کانگریس کی جو کچھ کوششیں اس وقت تک ۱۹۱۲ء تک نہیں ان کی تھی وہ بھی ہوم ملک بحث تھی کیونکہ انگریزوں کی ڈپلومیسی سے ایسی کامیابی ممکن نہ تھی کہ وہ خود ایک تحریک میں مل جاتی تھی۔

مسند رحہ ذیل امور عمل میں لائے جائیں۔

(الف) ان علاقوں کے باشندوں سے آپس کے نزاعات قدیمہ اور قبائلی دشمنیوں کو مٹایا جائے۔

(ب) ان میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

(ج) ان میں جوشِ جہاد اور آزادی کی تڑپ پیدا کی جائے۔

(د) حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لوگ (جماعت مجاہدین سرحد جو کہ سہیانہ اور چترند میں مقیم ہیں اور ان میں اور قبائل میں تنفر اور شکر رنجیاں عرصہ سے چلی آتی ہیں ان کو دور کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس کے لئے مولانا سیف الرحمن صاحب کو دہلی سے مولانا فضل جی اور مولانا فضل محمود صاحب کو پشاور سے بھیجا اور مولانا محمد اکبر صاحب وغیرہ کو آمادہ کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس علاقہ میں بہت شاکر دار اور مخلص موجود تھے۔ ان سبھوں نے گاؤں گاؤں اور قبیلہ قبیلہ میں پھر کر زمین ہموار کی اور ایک عرصہ میں بفضلِ تعالیٰ بڑے درجہ تک کامیابی نظر آنے لگی۔ انہیں مقاصد کے لئے بار بار حاجی نگر زئی صاحب سے استدعا کی گئی۔ کہ وہ اپنے وطن کو چھوڑیں اور انگریزی حدود سے باہر جا کر ان مقاصد کے لئے کوشش کریں۔ ان کو مختلف مجبوریاں درپیش تھیں۔ ان کو حل کرنے کے خیال سے وہ تاخیر فرما رہے تھے۔ کہ جنگ عمومی چھڑ گئی اور ترک بھی مجبور کر دئے گئے کہ جنگ کا اعلان کر دیں۔ ان کے دو جنگی جہاز جو انہوں نے انگلستان میں بنوائے تھے اور ان پر کپٹن ڈون اشرفیاں خچ ہوئی تھیں۔ انگریزوں نے ضبط کر لئے۔ اور اسی قسم کے دوسرے غیر نقصانہ معاملات ان سے پیش آئے۔ جو کہ ان کو جنگ میں گھیسے والے تھے۔ یہ ان معاملات کے علاوہ تھے جو کہ طرابلس اور بلقان کریٹ یونان وغیرہ میں قریبی زمانہ میں پیش آئے تھے بہر حال ترکی حکومت نے مجبور ہو کر اعلانِ جنگ کر دیا۔ تو اس پر تقریباً آٹھ یا نو محاذوں سے حملہ کیا گیا۔ انگریزوں نے عراق (بصرہ) پرفردن پرموینہ پر چناق قلعہ پر اسی طرح روس نے متعدد تین

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نقشِ حیات جلد دوم ص ۱۱۳ تا ۱۱۴

چار محافضوں پر اس یورش کی وجہ سے مسلمانوں میں جس قدر بھی بے چینی ہوتی کہ مٹی۔ چنانچہ احوال موجودہ سے حضرت شیخ الہند نے حاجی ترنگ زئی صاحب کو مطلع کیا اور ضروری قرار دیا کہ وہ یاغستان چلے جائیں اور ضروری کارروائی عمل میں لائیں تاکہ طرح مرکز یاغستان اور اس کے کارکنوں کو لکھا۔ چنانچہ جب حاجی صاحب مرحوم پہنچے مجاہدین کا جنگی شمار سے زیادہ ہو گیا۔ مجاہدین چمقند۔ (حضرت سید احمد صاحب شہید) کی جماعت بھی مل گئی۔ بالآخر کچھ عرصہ کے بعد جنگ چھڑ گئی اور بفضل تعالیٰ مجاہدین کو غیر متوقع کامیابی ہونے لگی۔ اور انگریزوں کو جانی اور مالی سید نقصان اٹھا کر اپنی سرحد سے لوٹ آنا پڑا۔ اور اپنے استحکامات قدمیہ میں پناہ لینا ناگزیر ہو گیا۔ اس پر انگریز نے بالمقابل متعدد مذکورہ ذیل کارروائیاں شروع کر دیں۔

(الف) فوجوں کو اطراف ہندوستان سے جمع کر کے بڑی مقدار میں سرحد پر بھیجا۔

(ب) عوام میں پروپیگنڈا کرنا کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ جہاد بغیر بادشاہ کے نہیں ہوتا بغیر بادشاہ کے جہاد حرام ہے

(ج) پانی کی طرح روپیہ خرچ کرنا اور اپنے لوگوں کو قبائل کے سرداروں کے پاس بھیجنا اور سال و زربے شمار دیکر ان کو جماعت مجاہدین اور حاجی صاحب موصوف سے توڑنا۔ (د) عوام میں تبلیغ کرنا کہ مسلمانان سرحد اور افغانوں کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خاں والئی افغانستان ہیں مسلمانوں کو ان سے بیعت جہاد کرنا چاہئے اور اس وقت تک انتظار کرنا ضروری ہے جب تک وہ جہاد کا علم بلند نہ کریں۔

(ک) اس وقت مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ کانغزوں پر بیعت جہاد کر کے دستخط کریں اور امیر کابل کے نائب السلطنت سردار نصر اللہ خاں کے دفتر میں یہ کانغزات بھیجیں (و) امیر حبیب اللہ خاں کو مختلف وعدوں کے سبز باغ دکھلا کر اور بے شمار ہوال اور نقد روپیہ دے کر اپنی طرف مائل کرنا اور جہاد کے لئے کھڑے ہونے سے روکنا اور وعدہ کرنا کہ اس جنگ سے فایز ہو کر تمہارے لئے فلاں فلاں وعدے پورے کر دیئے جائیں گے ان اور ان جیسی دیگر ڈیلو میسیوں کا اثر ہونا طبعی طور پر لازمی تھا۔

چنانچہ انگریزوں اور بہت ممبر ہوا۔ مگر اتنا نہ ہوتا اگر مجاہدین کو رسد اور کار تو سوں کی نیز دیگر
 لاکھوں کی کمی کی مشکلات ہمیشہ آجاتیں۔ اُدھر یہ کیا گیا کہ مسلمانان ہند کے سب جان اور طرب
 کسم کسم کے لئے ہندوستان میں اعلان کیا گیا۔

(۱) ترکوں کو جنگ کے لئے ہم نے مجبور نہیں کیا بلکہ ترک از خود جنگ میں داخل ہوئے ہیں
 اور ہم ان کے اعلان کی وجہ سے جنگ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں (حالانکہ ترکوں کو
 جنگ پر انگریزوں نے مجبور کیا تھا)

(۲) یہ جنگ سیاسی ہے مذہبی نہیں ہے (حالانکہ فتح بیت المقدس پر وزیر اعظم
 انگلستان لائڈ جارج نے اپنے بیان میں اس کو صلیبی جنگ قرار دیا تھا)

(۳) ہم مسلمانوں کے مقدس مقامات جدہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد وغیرہ پر بمباری
 کریں گے اور نہ کوئی انگریز جنگ کا ان مقامات مقدسہ پر پڑنے دیں گے، مگر بالکل
 اس کے خلاف عمل کیا گیا۔

(۴) ترک مسلمانوں کے خلیفہ نہیں ہیں (حالانکہ ۱۸۵۷ء میں سلطان عبد المجید مرحوم سے
 فرمان مسلمانوں کے لئے انگریزوں سے نہ لڑنے اور ان کی اطاعت کرنے کا
 بحیثیت خلافت حاصل کیا اور ہندوستان میں پروپیگنڈا کیا کہ خلیفہ کے حکم
 پر چلنا مسلمانوں کے لئے مذہبی حیثیت سے فرض ہے۔ چنانچہ امیر عبدالرحمن خان مرحوم
 دہلی کا بل اپنی تزک میں لکھتے ہیں کہ اسی فرمان خلیفہ کی بناء پر سرحدی قبائل ٹھٹھے
 پٹوگئے تھے، بہر حال ترکوں کے خلیفہ اسلام نہ ہونے اور عدم استحقاق خلافت پر فتوے
 لکھوائے گئے اور بار بار حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دستخط اور تصدیق کے لئے پیش کئے گئے
 مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور پھر بے مجمع میں ان کو پھینک دیا۔

حضرت شیخ الہند کا سفر حجاز حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس برابر کیفیات جہاد کی خبریں
 آتی رہتی تھیں۔ ابتدائی کمزوریوں میں کارکنان مرکز کا پیغام
 آیا کہ ہم رسد اور کار تو سوں کے ختم ہو جانے کی وجہ سے سخت

مجبور ہیں جب تک ان دونوں کا انتظام نہ ہو۔ جہاد و حریت جاری نہیں رہ سکتا۔ بھلا اللہ
ہمارے پاس بہادر آدمیوں کی کمی نہیں مگر اسلحہ اور رسد کے بغیر ہم بالکل بے دست
و پا ہیں۔ ساتھ لائی ہوئی روٹیوں کے ختم ہو جانے پر مجاہد کو اپنے گاؤں جانا پڑتا ہے۔ اور
مورچہ خالی ہو جاتا ہے اور کار توں کے ختم ہو جانے پر مجاہد بے ہتھیار ہو جاتا ہے اگر کار توں
اور رسد کافی مقدار میں ہو تو توپوں اور مشین گنوں ٹینکوں وغیرہ کا ہم بخوبی مقابلہ
کر سکتے ہیں آپ جلد از جلد کسی حکومت کو ہماری پشت پناہی اور امداد کے لئے تیار کیجئے
چنانچہ اس امر کی بنا پر شیخ الہند کا ارادہ بدلا اور مولانا عبید اللہ صاحب کو کابل اور خود
کو استنبول پہنچانا ضروری قرار دیا۔

چونکہ اس وقت سرحد کے واقعات ہو رہے تھے حکومت بوکھلائی ہوئی تھی اور
وہ معمولی شبہ پر بھی گرفتار کر کے نظر بند کر رہی تھی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے
متعلق سی۔ آئی۔ ڈی کی اطلاعات خود ہندوستان میں اور سرحد یا غستان میں بہت
زیادہ اور خطرناک تھیں۔ اس لئے بڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم نے
اسی وجہ سے زور دیا تھا کہ آپ جلد از جلد انگریزی عمارت سے نکل جائیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ
علیہ نے حجاز جانے کا ارادہ کر لیا۔ پہلے سے کوئی تذکرہ نہ تھا فوراً روانہ ہو گئے ۱۹۴۵ء
حافظ عبد الجبار صاحب دہلوی صاحب المذکرۃ میں بہت سے ہندوستانی تاجر کاؤں پر
سے مولانا شیخ الہند کی ملاقات کرتے ہیں مگر دہلی کے تاجر حاجی علی جان مرحوم
کے خاندان کی وہاں خصوصی حیثیت ہے۔

بجارت بھی ان کی بڑے پیمانہ پر ہے اور دین داری اور علمی حیثیت بھی ان کی اونچی
ہے۔ اہل شہر اور حکام میں بھی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس خاندان کا
حضرت سید احمد شہید اور ان کے متبعین مجاہدین ستمیانہ وغیرہ سے بھی قدیمی تعلق ہے
اس لئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حافظ عبد الجبار صاحب جو کہ اس خاندان میں عمر

۱۰۰ سال کا ہو کر ان کے سامنے آؤا قبائلی کی یہ درخواستیں اور صورت حال کی یہ نزاکت نہیں تھی وہ ہندوستان
میں تحریک کو کافی سمجھتے تھے اس لئے وہ حضرت شیخ الہند کے سفر کے مخالف تھے۔ ۲۰۰۰ نقش حیات ملا ۲۰۰۰

سمجھ دار اور امتیازی حیثیت رکھتے تھے اور ان سے معاملات کا ذکر کر کے گورنر حجاز
غالب پاشا سے ملاقات کرانے کی استدعا کی۔

گورنر حجاز غالب پاشا || انھوں نے اسی وقت ایک ہندوستانی معاملہ فہم نوجوان تاجر کو
جو کہ بیسویں کی تجارت کرتے تھے۔ اور ترکی اور عربی زبان سے
سے ملاقات

بلایا اور حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ کر دیا۔ وہ گئے اور غالب پاشا سے ملاقات کرادی اور
جو باتیں حضرت شیخ الہندؒ نے کیں ان کا ترجمہ کر کے غالب پاشا کو سمجھایا۔ غالب پاشا
نہایت توجہ اور غور سے تمام باتوں کو سنتے رہے معمولی ملاقات کے بعد کہا کہ آپ کل
اسی وقت تشریف لائیں اس وقت میں جواب دوں گا۔ حضرت شیخ الہندؒ اس روز
واپس آگئے۔ غالب پاشا نے ہندوستان کے معزز تاجروں سے بالا بالا تحقیق کی کہ
مولانا محمود حسن صاحبؒ کی حیثیت ہندوستان میں کیا ہے۔ لوگوں نے حضرت کی
علمی اور علمی حیثیت شہرت اور قبولیت کی بہت اوجی شان بتلائی۔ لہذا اگلے دن
جب حضرت ملاقات کیلئے تشریف لے گئے تو بہت زیادہ اعزاز کیا اور نہایت تہاک سے ملے۔
اور جو کچھ حضرت نے کہا اس کو قبول کیا دیر تک تحریک اور مشن آزادی کے متعلق
باتیں ہوتی رہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں انور پاشا سے ملنا چاہتا ہوں۔ انھوں
نے فرمایا کہ ان سے ملنے کی کوئی ضرورت آپ کو نہیں ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں
وہ انور پاشا ہی کا کہنا ہے۔ مگر حضرت نے انور پاشا سے ملنے پر اصرار کیا تو انھوں نے
ایک تحریر تمام ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنی طرف سے بحیثیت گورنر حجاز
لکھ کر دی اور ایک تحریر مدینہ منورہ بصری پاشا کو لکھی۔ کہ یہ معتمد علیہ شخص ہیں ان کا
احترام کرو اور ان کو استنبول انور پاشا کے پاس پہنچا دو اور ایک تحریر انور پاشا
کے نام لکھ دی کہ یہ معتمد علیہ شخص ہیں ان کے مطالبات پورے کیجئے پھر تحریک آزادی
کے متعلق حضرت شیخ کو ہدایات کیں کہ آپ تمام ہندوستان کو آزادی کا بل کے مطالبہ
پر آمادہ کریں۔ ہم ہر قسم کی امداد کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ ہم سے جو کچھ ہو سکے گا ضرور

کریں گے۔ عنقریب صلح کی مجلس منعقد ہوگی تو ہم اور ہمارے حلفاء جرمنی اور آسٹریا
ہندوستان کی مکمل آزادی کے لئے پوری جدوجہد کریں گے۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ ہندو
لیڈر سست پڑ جائیں۔ اور انگریزوں کی باتوں میں آکر اس کے انتداب (میڈیٹ) یا اسکی
سابعدا ری پر راضی ہو جائیں۔ تمام ہندوستانیوں کو اخباروں عام مجبوں، تقریروں تحریروں
انڈرون ہند اور بیرون ہند ایک زبان اور ایک قلم ہو کر یہی مطالبہ جاری رکھنا چاہئے
اور جب تک مقصد حاصل نہ ہو جائے۔ ساکت نہ ہونا چاہئے۔ اس کا پروپیگنڈہ
پوری طرح جاری کرنا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے آپ کو واپس جانا اور آپس میں اتفاق
اور اتحاد کے ساتھ مطالبہ کرنا از بس ضروری ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اس وقت انگریز مجھ کو نہایت ہی خطرناک نظر سے دیکھتے ہیں
میں اگر ہندوستان جاؤں گا تو راستہ ہی میں گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ مگر میں اپنے رفقاء کو
اس کام کے لئے تیار کر کے ہندوستان بھیجتا ہوں اگرچہ وہاں کی جماعتیں کانگریس وغیرہ
اس پر عمل درآمد کر رہی ہیں مگر اب آپ کے حکم کے موافق کو شمش زیادہ ہوگی اور
پہلے سے زیادہ زور و اثر طریقہ پر یہ مطالبہ جاری کیا جائے گا۔ میں بافعال بالا بالہ ہندستان
کی مغربی حدود میں جانا چاہتا ہوں۔ وہاں میرے مشن کے لوگ کام کر رہے ہیں ان
میں مل کر کام کروں گا اس پہلی ملاقات کے بعد جب تک وہ مکہ معظمہ میں رہے دو تین
ملاقاتیں نہایت راز کے ساتھ ہوں گی۔ مکہ معظمہ کے ہندوستانی باشندوں یا انگریزی
سی۔ آئی۔ ڈی کو خبر نہیں ہو سکی۔ پھر غالب پاشا طائف کو اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ
علیہ مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ تھا کہ مدینہ منورہ میں تھوڑے دن قیام کر کے استنبول
کو روانہ ہوں گے۔ اپنے تمام ساتھیوں مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مولانا محمد میاں صاحب
مولانا سہول صاحب وغیرہ کو آخری قافلہ میں مدینہ منورہ سے ہندوستان کو روانہ
کر دیا۔ جدہ پہنچ کر ان کو کوئی جہاز ہندوستان جانے والا نہ ملا۔ اس لئے وہاں ٹھہرنا پڑ گیا
۔ جدا ہوتے وقت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کو دیوبند کے مرکز پر کام کرنے کی ہدایت

فرمایا۔ اور بہت سے خفیہ امور پر مطلع فرمایا اور مولوی محمد میاں صاحب کو جو کہ بعد میں
..... محمد منصور الانصاری کے نام سے مشہور ہوئے خاص شعبوں کی نگرانی پر مقرر
کی۔ غالب پاشا کی تحریر بھی ان کو دی گئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اگرچہ پہلے سے اس تحریک آزادی میں شریک نہیں تھے
گردینہ منورہ میں پہنچ کر بالکل متحد اور ہم نوا ہو گئے تھے۔

میرا سیاست میں داخل ہونا
میں اس وقت نہ شیخ آزادی ہند میں شریک ہوا تھا نہ حضرت
شیخ الہند رحمۃ اللہ کی عملی سرگرمیوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ مدینہ منورہ
پہنچنے کے بعد حضرت شیخ الہند نے ایک خصوصی مجلس میں مجھ کو اور مولانا

خلیل احمد صاحب کو طلب فرما کر اپنے خیالات اور عملی کارروائیوں سے مطلع فرمایا۔ میں اس وقت
تک فقط علمی جدوجہد میں مشغول تھا اگرچہ مدینہ منورہ میں اس سے پہلے جبکہ محاذ سوز کے لئے
مستطوعین (والذین طوا) کو بھیجا شروع کیا گیا تھا ترغیب جہاد پر ترقی پزیر کرنے کی نوبت آئی تھی۔
اور اس سے متاثر ہو کر کچھ لوگ اس محاذ پر جہاد کے لئے مدینہ منورہ سے گئے تھے۔ مگر اس کے
علاوہ علمی جدوجہد کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے واقعات اور
خیالات سن کر میں بھی متاثر ہوا۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی۔ یہ وقت
میری سیاست کی ابتداء اور بسم اللہ کا وقت ہے۔ اور یہی وقت مولانا خلیل احمد صاحب
کی ابتدائی شرکت کا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ وارضاہ آمین۔ اس کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب
جب تک حجاز میں رہے۔ بالکل متفق اور ہم نوا رہے۔

انور پاشا اور جمال پاشا کی مدینہ
اس وقت مدینہ تک جازریکو جاری تھی ٹرین آئی جاتی تھی
ایک نوذریک تارا یا کہ یہ دونوں وزیران جنگ مدورہ
کرتے ہوئے کل کو مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ ہم نے بھی بعض تیار

کی حکومت مدینہ منورہ بھی استقبال کی تیاری میں مشغول ہو گئی۔ اور اہل شہر بھی استقبال کی تیاری
میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ انور پاشا اس زمانہ میں حکومت ترکیہ کے وزیر جنگ تھے اور جمال پاشا جو تھے فلیک (وزیر
کے جو کہ حجاز جنوبی اور غربی پر یعنی میدان سوز، سینا، حجاز پر متعین تھا کہ بطور تھے۔ اس لئے انور پاشا کا

فریضہ تھا کہ مرکز کی خبر گیری رکھتے ہوئے ہر محاذ کی محافظت کریں اور جمال پاشا کو صرف اپنے محاذ کی خبر گیری ضروری تھی۔ اس لئے انور پاشا تمام محاذوں کا دورہ کرتے ہوئے جب محاذ جنوبی غزنی پر پہنچے اور سرور یا (سیر یہ شام) اور سونڈ وغیرہ سے فالغ ہوئے تو ضروری معلوم ہوا کہ بادشاہ و دو جہاں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کر لیں۔ اس لئے مدینہ منورہ کی حضری کا ارادہ کیا۔ اور جمعہ کا مبارک دن اس کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ جمعہ کی صبح کو تقریباً ۱۰ بجے وہ اسپیشل ٹرین جس میں یہ دونوں وزراء اور ان کے رفقاء تھے۔ حسب اعلان مدینہ منورہ پہنچے۔ وقت معین سے پہلے مشتاقانِ ملاقات اور زائرین کی بے شمار تعداد نے تمام اسٹیشن اور اس کے جواب کو بھر دیا تھا اہل شہر اور حکومت اور فوج کی طرف سے جلوس کا اہتمام کیا گیا تھا نقوشِ حیات ص ۲۱۶

میں (مولانا حسین احمد صاحب) تاک میں تھا کہ موقع ملے تو انور پاشا کے پاس پہنچوں اور عرضی پیش کر دوں چنانچہ قطار چیر کر انور پاشا کے پاس پہنچا اور اس عرضی کو (جس میں حضرت شیخ نے تنہائی میں ملاقات کی استدعا کی تھی) پیش کر دی انہوں نے اپنے پرائیویٹ سکرٹری کو دیدی۔ مفتی ماموں بڑی کو جو کہ مدینہ منورہ میں تمام مذہبی اور دینی طبقات کے رسی سردار تھے اور نقیب الاشراف شامی رحمہ اللہ کو جو کہ رفقاء انور پاشا میں سے تھے۔ میں پہلے کو تیار کر لیا تھا ان کی اعانت اور ہمدردی کی وجہ سے مجھ کو کسی طرف سے روک ٹوک نہیں کی گئی۔ میں عرضی دیکر واپس آیا۔ تو بعد میں معلوم ہوا کہ عرضی پر غور کیا گیا اور دونوں مذکور بالا معززین کی مساعی سے مغرب کے بعد کا وقت تنہائی میں ملاقات کا دیا گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ موقع ملاقات پر پہنچے ایک تنہا اور بند کمرے میں ملاقات ہوئی۔ جمال پاشا سے باتیں ہوئیں غالب پاشا کا خط ان کو دکھایا گیا۔ بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور تمام باتیں غور اور اطمینان سے سنیں۔ اور فرمایا کہ تحریک مطالبہ آزادی اہل ہند کو متفقہ طور سے جاری رکھنی چاہیے جب تک مقصود یعنی آزادی کامل حاصل نہ ہو جائے ساکت نہ ہوں۔ عنقریب صلح کی مجلس بیٹھیگی۔ ہم اہل ہند کی آزادی کے لئے پوری جدوجہد عمل میں لائیں گے۔ تم لوگ مطمئن رہو۔

ہو جس طرح ممکن ہو گا ہم ان کی (اہل ہند) امداد و اعانت کریں گے۔ اس وعدہ اور عہد کیلئے انھوں نے کہا کہ تمھاری خواہش کے موافق تحریر بھی دیں گے ہم نے عرض کیا کہ تحریر صرف ترکی زبان میں نہ ہونی چاہیے بلکہ عربی اور فارسی میں بھی ہونی چاہیے۔ تاکہ اہل ہند سمجھ سکیں انھوں نے اسکو قبول کیا مگر یہ کہا کہ چونکہ یہاں کا قیام حسب پروگرام تھوڑا ہے اور مقامی مشاغل بہت زیادہ ہیں، اس لئے ہم شام (دمشق) جا کر تحریریں مکمل کر کے بھیج دیں گے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مطالبہ کیا کہ مجھ کو حدود افغانستان تک بان بالا پہنچا دیا جائے۔ ہندستان کے راستہ سے مجھ کو وہاں تک (مرکز تحریک یاغستان تک) اس وقت پہنچنا غیر ممکن ہے۔ انھوں نے اس سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ روس نے اپنی فوجیں ایران میں داخل کر کے افغانستان کا راستہ کاٹ دیا ہے۔ اور سلطان آباد تک پہنچ گیا ہے۔ اس لئے یہ امر ہمارے قبضہ سے اس وقت باہر ہے۔ یا تو آپ جدہ ہی کے راستہ سے اپنے وطن واپس جائیں اور اگر آپ کو اپنی گرفتاری کا خطرہ ہے تو حجاز یا ترکی عسکری میں کسی دوسری جگہ قیام فرمائیں۔ اطمینان بخش باتوں کے ہو جانے کے بعد ہم واپس آ گئے چند گھنٹے بعد یہ حضرات شام کے لئے روانہ ہو گئے پھر دو تین روز بعد حسب وعدہ یہ تحریریں بھی تینوں زبانوں میں مرتب شدہ دونوں وزیروں کے دستخط سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے پاس بذریعہ گورنر مدینہ شام سے آ گئیں۔

مضمون سب کا ایک ہی محاصرہ زبان کا فرق تھا جس میں ہندوستانیوں کے مطالبہ آزادی کے استحقاق اور ان سے اس مطالبہ میں ہمدردی کو ظاہر کرتے ہوئے ان کی اس بارہ میں امداد و اعانت کا وعدہ تھا اور ہر اس شخص کو جو کہ ترکی رعیت یا ملازم ہو حکم تھا کہ مولانا محمود حسن صاحب (شیخ الہند) پر اعتماد کرے اور ان کی اعانت میں حصہ لے ۱۵ چونکہ حضرت شیخ الہند کو دھن لگی ہوئی تھی کہ جس طرح ممکن ہو تحریرات اور وثائق کا **ہندستان پہنچانا** میں مرکز تحریک یاغستان جلد از پہنچ جاؤں (اگرچہ اعلیٰ درجہ کے ترکی آفیسر اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور ہر ایک کرتے تھے کہ آپ ترکی قلمرو میں قیام کر کے یہاں ہی سے اپنی تحریک چلاتے رہیں) اس

کو دیدہ پیدہ احمد رضا صاحب فولادگر افر دہلی سے ان تحریروں کے فولادگر اور چند کاپیاں لے
لیں گے اور فلاں فلاں جگہ پہنچا دیں گے۔

حضرت شیخ الہند اور آپ کے رفقاء کا قافلہ ۱۲ جمادی الثانی
کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوا کہ آخر ماہ مذکور میں
مکہ معظمہ پہنچا۔ حضرت شیخ الہند قدس اللہ العزیز

نے چند روز مکہ معظمہ میں قیام فرما کر حائف کا قصد فرمایا۔ اور ۲۰ رجب کو آپ طائف آئے
ہو گئے۔ مگر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور دیگر رفقاء مکہ معظمہ میں رہ گئے حضرت
شیخ الہند شریف حسین کی بغاوت کی وجہ سے طائف میں محصور ہو گئے۔ جب ۱۰ اشوال کو
طائف سے واپس ہو کر مکہ معظمہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولانا خلیل احمد صاحب اور دوسرے
جہاز آجانے کی وجہ سے جہہ روانہ ہو گئے ہیں چونکہ کوئی خبر حضرت شیخ الہند کے طائف سے
واپس ہونے کی نہیں تھی۔ اس لئے یہ سب حضرات بغیر انتظار اور بلا ملاقات روانہ ہو گئے
تھے حضرت شیخ الہند نے ضروری سمجھا کہ ان سے دعا کی ملاقات کی جائے اس لئے حضرت
شیخ الہند بھی جہہ روانہ ہو گئے۔ جب جہاز سامان وغیرہ اتار کر اور اپنی ضروریات پوری
کر کے تیار ہو گیا تو جانے والے حضرات ٹکٹ لیکر سوار ہو گئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
کے ساتھ ان کی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے
ساتھ قیوں میں سے مولانا ہادی حسن صاحب خان جہان پوری اور حاجی شاہ بخش صاحب
سندھی تھے۔ ان سبھوں کو حضرت شیخ الہند نے ساحل (پورٹ) تک رخصت کیا
اور جہاز روانہ ہو گیا۔

تحریرات کا ہندوستان پہنچنا اور
سی۔ آئی۔ ڈی کی نقیشتیں پہنچانے کے
بہی میں سی۔ آئی۔ ڈی کو اور حضرت شیخ الہند
کے خلعین کو خیال تھا کہ اسی جہاز میں حضرت
شیخ الہند شریف لائیں گے۔ اس انگریزی

پولیس سی۔ آئی۔ ڈی اور اہل شہر کا بہت بڑا مجمع جہاز پر پہنچ گیا تھا۔ اسی مجمع میں ایک
صاحب نے جو حضرت شیخ الہند کے خلعین میں سے تھے مولانا ہادی حسن صاحب

کہ اگر کوئی چیز محفوظ رکھنی ہو تو مجھ کو فوراً دیدیجئے میں اس کو نکال دوں گا۔ اور جہاں پہنچانا ہو اس کا پتہ دیدیجئے۔ وہاں پہنچا دوں گا۔ مولانا ہادی حسن صاحب اگرچہ پہلے سے ان سے واقف نہیں مگر ان کے مخصوص انداز سے ان کے اخلاص و صداقت کا یقین ہو گیا اور صندوق ان کے حوالہ کر دیا۔

یہ صاحب عام مسافروں کے سامان کے ساتھ صندوق قلیوں سے اٹھوا کر لے گئے اور فوراً اسٹیشن لیجا کر ریلوے پارسل چلتا کر دیا۔ پولیس اور سی۔ آئی۔ ڈی کو اس کی ہوا بھی نہ لگ سکی۔ یہ حضرت شیخ الہند کی کرامت تھی جب یہ صاحب صندوق اٹھوا کر لے جا رہے تھے اس وقت سی آئی ڈی حضرت شیخ الہند کو ڈھونڈ نہیں مشغول تھی جب یہ یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ الہند نہیں ہیں البتہ ان کے کچھ لوگ ہیں۔ تو پولیس نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا ہادی حسن صاحب کو حراست میں لے لیا۔ اور نہایت سخت تلاشی ملی حتیٰ کہ ہاتھ کی چھڑی توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ مگر اللہ کوئی شے چیر نہیں پھر ان سب کو پولیس کی حراست میں مینی تال پہنچا دیا گیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے وہاں پوچھ گچھ ہوئی تو فرمایا کہ میں فلاں جہاز سے فلاں تاریخ کو گیا تھا مولانا محمود حسن شیخ الہند کا ساتھ نہ جاتے میں تحفہ آتے میں البتہ عام حاجیوں کی طرح حج و زیارت میں میری شرکت بھی رہی۔ میں ان کی پارٹی میں نہیں ہوں۔ ایک ہفتہ یا عشرہ حضرت مولانا موصوف کو رکھ کر چھ دیا گیا۔ البتہ مولانا حاجی ہادی حسن صاحب کو روک لیا گیا۔ ان سے بہت زیادہ پوچھ گچھ ہوئی۔ ڈراڈھم کایا گیا سختی بھی کی گئی اور لالچ بھی دیا گیا۔ مگر یہ نہایت مستقل رہے کسی راز کی خبر نہیں دی۔ جب ہر قسم کی سختی اور طعنے پر بھی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی تو ایک ڈیڑ ماہ بعد آپ کو بھی رہا کر دیا گیا۔

صندوق خان جہان پور میں مولانا محمد نبی صاحب کو کسی ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ صندوق کے تختوں میں کوئی راز کی چیز ہنڈلتی ہے

ہی صندوق پہنچا اس کے کپڑے نکال کر لکڑی کے دو صندوق میں رکھ دے اور اس صندوق کو توڑنا شروع کر دیا مولانا کی اطلاع صحیح ثابت ہوئی اور ایک تختہ کے اندر سے قلعہ

کاغذات برآمد ہوئے۔ فوراً ہی ان کاغذات کو نکال محفوظ کر لیا۔

پولیس کی پورش تلاشی اور حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی کرا

یہاں ہیں۔ فوراً مولانا کے مکان پر پولیس کی دوڑ پھینچی اور مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ایک عجیب و غریب اتفاق تھا۔ کہ مولانا محمد بنی صاحب اسی وقت ان تحریروں کو نکالے ہوئے نقل کر رہے تھے۔ سپاہیوں کی دوڑ دیکھ کر جلدی میں ان کاغذات کو موٹر توڑ کر صدری کی جیب میں رکھ لیا اور صدری مردانہ مکان میں ایک کھونٹی پر لٹکا دی۔

تلاشی: ابجے سے شروع ہوئی اور نہایت سختی کے ساتھ چار بجے تک جاری رہی۔ عورتوں کو ایک کمرہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ ہر شخص کی تلاشی لے کر مردانہ مکان میں سے بھی نکال دیا گیا۔ کھیل کھلونوں اور عورتوں بچوں کی ڈبیوں تک کو کھول کھول کر دیکھا گیا۔ کپڑوں کے صندوق کی کبھی آئی اس کا ایک ایک تختہ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔ مگر جس چیز کی تلاش تھی وہ دستیاب نہ ہوئی کیونکہ یہ صندوق وہ صندوق ہی نہ تھا اور عجیب اتفاق یا حضرت شیخ الہند کی کرامت یہ تھی کہ اس صدری پر کسی کی نظر نہ گئی۔ جو مردانہ مکان میں سب کے سامنے کھونٹی پر لٹکی ہوئی تھی۔ اور جس میں وہ خزانہ تھا جس کی جستجو میں پولیس سرگردان تھی۔

چھ گھنٹہ کی سرگرم تفتیش اور تلاشی کے بعد پولیس کو ناکام واپس ہونا پڑا۔ موضع رتھیری بھی ضلع مظفرنگر میں ہے یہاں جناب حاجی نور الحسن صاحب رہتے تھے جن کے متعلق حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز نے یہ طے فرمایا تھا۔ کہ وہ ان تحریروں کے فولے کر اور اس کی کاپیاں کر اگر فلاں فلاں مرکز میں بھیجیں گے پولیس حاجی صاحب کے یہاں بھی پہنچی مگر ناکام واپس ہوئی۔

حاجی احمد مرزا فوٹو گرافر دہلی کے یہاں تلاشی اور ناکامی اسراغ رساں نے پولیس کو صحیح بتایا تھا کہ حاجی احمد مرزا صاحب

کے یہاں تحریریں کے نوٹ لے جائیں گے۔ چنانچہ پولیس نے حاجی صاحب کی دوکان پر چھاپہ مارا مگر اب تک وہ تحریریں حاجی صاحب کے یہاں نہیں پہنچی تھیں۔ حاجی نور الحسن صاحب رحمۃ اللہ اسی وقت ان کو لے جا رہے تھے جب حاجی صاحب نوٹوگرافر صاحب کی دوکان قریب پونچے تو دیکھا پولیس دوکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ حاجی صاحب ان تحریریں کو قبضہ میں ڈالے ہوئے اٹے پاؤں واپس ہو گئے۔ دوسرے وقت حاجی نور الحسن صاحب مرزا صاحب کی دوکان پر پہنچے۔ مرزا صاحب کی ثابت قدمی اور پختگی ملاحظہ کیجئے کہ پولیس ایک دفعہ چھاپہ مار چکی ہے۔ خدشہ اور خطرہ موجود ہے۔ مگر ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حاجی صاحب نے نوٹ لے۔ عین اس وقت کہ بیٹیس پانی میں بڑی ہوئی تھیں اور بیانی کا طشت میز کے نیچے رکھا تھا۔ پولیس پہنچ گئی۔ ساری دوکان چھان ماری۔ ہر ایک الیم ٹولا، مگر طشت پر کسی کی نظر نہیں گئی۔ اس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال پولیس یہاں سے بھی ناکام واپس ہوئی۔

حاجی صاحب کا حرب
 نوٹ کی کاپیاں تیار ہو گئیں حاجی نور الحسن صاحب ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور جہاں جہاں پہنچا نہیک حکم تھا پہنچا دیا۔ یہ غلط ہے کہ ان تحریرات کو جلا دیا گیا جیسا کہ مولانا عبداللہ

صاحب ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں کابل میں تھے ان کو غلط خبر پہنچی گئی۔ یہ تمام نوٹ و ذمہ داران مراکز کے پاس پہنچا تو دے گئے تھے۔ مگر چونکہ حکومت کی طرف سے تشدد اور چھان بین بہت زیادہ ہو رہی تھی تو ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے ان کو جلا دیا ہو تاکہ کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔

ان تحریرات کا کارآمد نہ ہونا
 یہ تحریرات اور وثائق بہت زیادہ کارآمد ہوتے اور حکومت ترکیہ اور اس کے حلیف یورپی طوطا ادا کرتے مگر قدرت نے پانسہ ہی پلٹ دیا۔ جرمنی اور ترکی کی فتنہ دہی اور کامیابی کے بعد جب امریکہ انگریزوں

کا حلیف ہو گیا۔ اور سروسن کے پرفریب نکات سامنے آئے تو یکایک حالت بدلی اور کل کی فتح آج کی شکست بن گئی۔ امریکہ کی بے شمار فوجیں اور لاتعداد ہتھیار

اتحادیوں (انگریزوں اور فرانس وغیرہ) کی مدد پر آگئے۔ اور ادھر شریف حسین نے غدر اور خیانت کر کے انگریزوں کی حمایت میں ترکوں اور ان کی قوت کو ہر قسم کا نقصان پہنچایا۔ اور ترکوں میں انتہائی نفرت پھیلادی۔ تا آنکہ سنواریا، فلسطین، عراق وغیرہ میں عربی عوام ترکوں کو قتل و غارت کرتے تھے اور عرب سپاہی ترکی فوج میں سے بھاگنے لگے اور جدوجہد جان چرانے لگے۔ تو طبعی طور پر یہ جگہ ناکامی پر ناکامی ہی سامنے آگئی اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا وہ واقع ہو گیا۔ تفصیلات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں خدا کا ملک ہے جو جو جانتا ہے دیتا ہے جس سے چاہے بھین لیتا ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حال کر لیں تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کا قصد تھا کہ طائف روانہ ہونا اور محصور ہونا۔

انہی تحریک کے مرکز پر پہنچ جائیں۔ مگر روسی اور انگریزی فوجوں نے راستہ روک لیا۔ جنگی محاذ ان راستوں پر قائم ہو گئے تھے۔ اس لئے یہی قصد فرمایا کہ بحری راستہ سے سفر کیا جائے اور بمبئی نہ جایا جائے بلکہ بلوچستان کے کسی بندر (مکران وغیرہ) پر بھیس بدل کر بادبانی جہاز سے پہنچیں۔ اور پھر یاغستان کو وہاں سے روانہ ہو جائیں۔ مگر چونکہ مختلف مصالح سے آخری ملاقات غالب پاشا سے ضروری سمجھتے تھے چند ضروری باتیں اسی ملاقات میں طے کرنی تھیں۔ اس لئے پہلے مکہ معظمہ اور پھر وہاں سے طائف کیلئے روانہ ہو گئے۔ غالب پاشا ان دنوں طائف میں تھے۔ حضرت نے عام لوگوں سے یہی ظاہر فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ان دنوں گرمی زیادہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیارت بھی کرنی ہے۔ اس لئے میں طائف جا رہا ہوں نصف شعبان تک واپس آجاؤں گا۔ چنانچہ ۲۰ رجب کو مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر ۲۳ یا ۲۴ رجب کو طائف پہنچے اور دو تین دن کے بعد غالب پاشا سے ملاقات کی۔ کچھ باتیں طے ہوئیں اور کچھ کے لئے دوسری ملاقات کا وعدہ ہوا۔ یہ وقت آنے نہ پایا تھا کہ شریف حسین نے بغاوت کر دی۔ اور ہم سب طائف میں محصور ہو کر رہ گئے۔

ایام حصار میں حضرت ایک مرتبہ غالب پاشا سے پھرے۔ پاشا موصوف کچھ اصولی باتیں بتانے کے بعد مجبوریاں ظاہر کیں۔ اور کہا کہ آپ مکہ معظمہ جا کر ہندوستان کو جلد از جلد چلیے۔ اور ہندوستانی رائے عامہ کو آزادی کامل کے مطالبہ پر متفق کریں۔ مجلس صلح میں جو کہ مختصر منعقد ہونے والی ہے انگریز پوری کوشش کرے گا کہ ہندوستان آزادانہ ہو یا کم از کم ہندوستان کو زیر سایہ برطانیہ اندرونی آزادی یعنی آدمی آزادی ملے مگر ہندوستانی باشندوں کو چاہئے کہ بغیر مکمل آزادی کے کسی چیز پر راضی نہ ہوں۔

تقریباً ڈیڑھ مہینہ محصور رہنے کے بعد اہل طائف کے ساتھ ہم کو باہر جانے کی سہولت حاصل ہوئی اور ہر سوال کو ہم وہاں سے نکل کر مکہ معظمہ پہنچے۔ شریف عبداللہ بن شریف حسین باغی کیمپ کا کمانڈر تھا اس نے ایک شب ہماری بہانداری کر کے صبح کو مکہ معظمہ تک سواری کا انتظام کر دیا۔ ہم اس سوال کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

حج کے بعد حضرت شیخ الہند کا مکہ معظمہ میں کیا تھا پھر دوسرا حج طائف سے واپسی پر فی الحج ۱۳۳۳ھ میں کیا تھا پھر دوسرا حج طائف سے واپسی پر فی الحج ۱۳۳۴ھ میں کیا۔ قاضی مسعود احمد صاحب اور دوسرے

واقع حضرات کے روانہ ہو جانے کے بعد حضرت کو فکر ہوئی کہ جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو کر دیارستان پہنچنے کی کوئی تدبیر ہونی چاہئے۔ حضرت نے بار بار فرمایا کہ مکہ معظمہ میں بہار قیام کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ انگریزی حکومت ہم سے بدظن ہی نہیں بلکہ برسہم اور مخالف ہے اور شریف حسین انگریزی حکومت کے آلہ کار ہیں لہذا کسی بہتری کی توقع عبث ہے اس لئے جلد از جلد کوئی صورت ہونی چاہئے۔ کہ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ لیکن اگر تنہا حضرت کی ذات مبارک ہوتی تو معاملہ آسان تھا۔ مگر یہاں آٹھ صورت یہ تھی کہ حضرت کیساتھ چند رفقاء تھے جو اپنا سب کچھ قربان کر کے حضرت کے ساتھ ہوئے تھے۔ وہ حضرت کو کسی حال چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے اور نہ حضرت ان کی جدائی پسند کرتے تھے۔ کیونکہ ترجمہ قرآن شریف کا سلسلہ جاری تھا لہذا کتابوں کا بھی ایک ذخیرہ ساتھ رہتا تھا۔ سردی اور گرمی کے کپڑوں کے علاوہ ضعیف العمری اور امراض کی بنا پر دوائیں بھی ساتھ رہتی تھیں۔ اس قسم کی بار

اور ضروریات بھی تھیں ان سب کے حل و نقل کے لئے چند سواریاں درکار تھیں۔ اور خاموشی سے دفعۃً روانہ ہو جانا مشکل تھا۔ تاہم جب حضرت کا تقاضہ شدید ہوا تو ایسا انتظام کیا گیا کہ خفیہ طور سے یہاں سے روانگی ہو جائے۔

چنانچہ ہم دو چار روز بعد روانہ ہونے والے تھے تذبذب کے راستہ میں تقدیر حاصل ہو گئی جس کی تفصیل یہ ہے۔ محرم ۱۳۳۵ھ کی اخیر تاریخوں میں شیخ الاسلام مکہ معظمہ عبداللہ سراج کی طرف سے نقیب علماء مکہ عصر کے بدایا۔ اور کہا کہ مجھ کو شیخ الاسلام نے بھیجا ہے۔ اور حضرت شیخ الہند سے اس محضر کی تصدیق طلب کی ہے۔ مولانا کے اس پردستخط کرداد اس کو دیکھا گیا تو عنوان یہ تھا "من علماء مکہ المکرّمہ المدرّسین بالحرم الشریف المکی" مکہ مکرمہ کے علماء کی جانب سے جو مکہ کے حرم شریف میں درس دیتے ہیں، اور اس میں تمام ترکوں کی تکفیر اس بنا پر کی گئی تھی کہ انہوں نے سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کو معزول کیا ہے۔ بشریف حسین کی بغاوت کو حق بجانب اور مستحسن قرار دیا گیا تھا اور ترکوں کی خلافت کا انکار تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت نے اس پردستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ چونکہ یہ محض ان علماء مکہ مکرمہ کی طرف سے ہے جو کہ حرم کی میں پڑھاتے ہیں اور میں ہندوستان کا باشندہ ہوں۔ اور حرم کی میں مدرس بھی نہیں ہوں اس لئے مجھ کو کسی طرح اس پردستخط کرنا درست نہیں ہے وہ واپس چلا گیا۔

ماضین میں سے بعض احباب نے کہا کہ اس کا نتیجہ خطرناک ہے حضرت نے جواب دیا کہ پھر کیا کیا جائے نہ عنوان اجازت دیتا ہے نہ معنوں میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں سراسر خلاف شریعت ہیں۔ اس کے بعد سنا گیا کہ شیخ الاسلام عبداللہ سراج بہت برہم ہوئے۔ خطرہ تھا کہ وہ لوٹ کر آئے گا اور کچھ جواب دے گا۔

دو چار دن کے بعد شریف حسین خود جبرہ گیا اور وہاں سے حکم بھیجا کہ فوراً مولانا محمد حسن اور ان کے رفقاء اور سید ہاشم اور حکیم نصرت حسین کو گرفتار کر کے بھیجو۔ اس پر بہت تشویش ہوئی۔ اور مختلف طریقوں سے اس کی منسوخی کا مطالبہ کیا گیا مگر کچھ نفع نہیں ہوا۔

یہ تحریک حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی مختصر تاریخ تھی اب محکمہ خفیہ کی رپورٹیں اور تحریروں پیش کی جائیں گی مگر ان تحریروں سے متعلق چند امور وضاحت طلب ہیں مہربانی فرما کر پہلے یہ توضیحات ملاحظہ فرمائیے۔ پہر چشم بصیرت سے آپ تحریرات پر نظر ڈالیے۔

محکمہ خفیہ کی تحریروں سے متعلق چند توضیحات

وجوہات ناکامی مقدمہ (پس منظر) کی طویل تحریک کا اتنا خلاصہ یقیناً آپ کے ذہن میں ہوگا کہ جب سفید فام یورپ نے کئی سو سال کی غفلت اور جہالت کے بعد ترقی کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا تو حق پسند ایثار شیوہ اہل علم کی جماعت برابر کوشش کرتی رہی کہ مشرق کو مغرب کے تسلط سے محفوظ رکھے کوشش کی صورتیں بدلتی رہیں۔ مگر ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ ہندوستان میں انگریز کا اقتدار اقتدارِ یورپ کا نمائندہ تھا۔ اس لئے براہِ راست مقابلہ انگریزی اقتدار سے تھا۔ لیکن سطحِ نظر صرف انگریز نہیں بلکہ پورا یورپ تھا مگر اس مقصد کے لئے صرف ہندوستان کے مسلم فداکار کافی نہیں تھے۔ بلکہ پورے ایشیا کم از کم ان ممالک کا اتحاد اور انسداد جو مسلمان تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ نے اسی ہمہ گیر عالمی انقلاب کے پیش نظر عسکری انقلاب اور فوجی تعاون کا ایک منصوبہ بنایا تھا۔ جس میں اسلامی دنیا کے تمام سیاسی سربراہوں اور ممتاز قومی رہنماؤں کے لئے شایانِ شان منصب معین کئے تھے۔ "مجنودِ ربانہ" اس کلام تجویز کیا تھا۔

سی۔ آئی۔ ڈی کے مقبوضہ کاغذات میں اس منصوبہ کا مسودہ اور اس کا نقشہ یہی ہے ریشمی خطوط جو اس کے ہاتھ لگے جو اپنے موقع پر پیش کئے جائیں گے ان میں آپ یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ منصوبہ لا محالہ طویل المیعاد تھا۔ چند دنوں یا چند مہینوں میں اس کا تعارف بھی نہیں

ہو سکتا تھا۔ اور ۱۹۱۲ء کی جنگ یورپ نے تبدیلی حالات کی رفتار کو اتنا تیز کر دیا تھا کہ طویل المیعاد منصوبہ اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لاجمالہ کسی ایسے منصوبہ کی ضرورت تھی جس پر فوراً عمل ممکن ہو۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ کی جدوجہد جو علاقہ قباقل (مغربی حصہ کے آزاد سرحدی قبائل) میں عرصہ سے جاری تھی۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے فوری منصوبہ ہو سکتا تھا کہ ان قبائل کو جدید آلات سے مسلح کر کے ان کے لئے اقدام کا موقع فراہم کر دیا جائے۔ ترکوں کا تعاون اس ضرورت کو پورا کر سکتا تھا۔ چنانچہ حالات کے پیش نظر شیخ الہند رحمۃ اللہ کا فوری منصوبہ یہی تھا۔

اس منصوبہ کے تحت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کو تین کام کرنے تھے۔

(۱) ان قبائل کو آمادہ عمل کرنا۔

(۲) ترکوں کی امداد پر آمادہ کرنا۔

(۳) ان قبائل کو ترکوں کی امداد کا یقین دلادینا۔

سی۔ آئی۔ ڈی کی تحریکات جو اندہ صفحات میں ہیں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان کی شہادت یہ ہے کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ نے یہ تینوں فرامض اس طے انجام دے سکے کہ سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر بھی بیڈ۔ ٹی سے بھی فارغ نہیں ہوئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

انٹلیجنس کے ڈائریکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ریشی خطوط گذشتہ ماہ (اگست ۱۹۱۶ء) کی ۳۰ تاریخ کو میرے دفتر میں موصول ہوئے۔ یعنی اس وقت جبکہ ایک سال پہلے اگست ۱۹۱۵ء میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ کا بل پہنچ چکے ہیں اور آزاد قبائل میں اپنا کام کر چکے ہیں۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ شوال ۱۳۳۲ھ (اگست ۱۹۱۵ء) میں دیوبند سے روانہ ہو کر ۲۰ بعقیدہ (۳۰ ستمبر ۱۹۱۵ء) کو مکہ معظمہ پہنچ چکے ہیں۔ وہاں غالب پاشا سے ملاقات کر کے فرمان حاصل کر چکے ہیں۔ پھر کچھ دنوں بعد مدینہ طیبہ میں انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کر چکے ہیں۔ ان کی طرف سے عربی۔ فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں فرمان حاصل کر کے مولانا

۱۹۱۵ء رولٹ کی رپورٹ میں ہے کہ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مولانا محمود حسن نے میان محمد ایک شخص اور دوسرے شخصوں کے ساتھ مولوی عبید اللہ سندھی کی امداد کے لئے ہندوستان چھوڑ دیا۔ نقل حیات ص ۲۲

ہادی حسن کے ذریعہ ہندوستان اور مولانا محمد میاں منصور انصاری رحمۃ اللہ کے ذریعہ آزاد
قبائل میں پہنچا چکے ہیں۔ وہاں ان کی اشاعت ہو چکی ہے اور قبائل کو ترکوں کی امداد کا
یقین دلایا جا چکا ہے (ملاحظہ ہو نقش حیات کا طویل اقتباس جو پہلے گزر چکا ہے)۔
سب کچھ مولانا عبید اللہ سندھی کی اس تحریر کے لکھے جانے سے پہلے ہو چکا ہے جو اگست
میں سی۔ آئی ڈی کے ہاتھ لگی۔

بہر حال جس کام کو محکمہ خفیہ کا کام کہنا چاہئے۔ محکمہ اس کو نہیں کر سکا۔ اس میں قطعاً
ناکام رہا۔ لہذا تحریک کو ناکام کر دینے کا سہرا اس محکمہ کے سر نہیں باندھا جاسکتا۔ نہ حکومت
ہند کی کسی تدبیر کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

وہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے تحریر
فرمایا کہ یہ تحریکات اور وثائق بہت زیادہ کارآمد ہوتے اور حکومت

ناکامی کا اصل سبب

ترکیہ اور اس کے حلیف پوری طرح ادا کرتے مگر قدرت نے پانسہ ہی پلٹ دیا۔ جرمنی اور
ترکی کی فتح مندی اور کامیابی کے بعد جب امریکہ انگریزوں کا حلیف ہو گیا۔ اور ٹرولسن
کے یہ فریب نکات سامنے آئے تو یکایک حالت بدل گئی۔ اور کل کی فتح آج کی شکست
بن گئی۔ امریکہ کی بے شمار فوجیں اور لاتعداد ہتھیار جب اتحادیوں (انگریزوں اور فرانس
وغیرہ) کی مدد پر آگئے۔ ادھر شریف حسین نے غدر اور خیانت کر کے انگریز کی حمایت
میں ترکوں میں..... ورنہ کی قوت کو ہر قسم کا نقصان پہنچایا۔ عربوں اور ترکوں
میں انتہائی نفرت پھیلا دی تا آنکہ عرب۔ سوریا (فلسطین) عراق وغیرہ میں عرب کے عوام
ترکوں کو قتل و غارت کرتے تھے اور عرب سپاہی ترکی فوج ہی سے بھاگنے اور جھجھک
سے جان چڑانے لگے۔ تو طبعی طور پر یہ جگہ ناکامی ہی ناکامی سامنے آگئی۔ اور جو کچھ نہ ہونا
چاہئے تھا وہ واقع ہو گیا۔

اسباب ناکامی میں سے ان واقعات کو بھی خارج نہیں کیا جاسکتا کہ

(۱) روس نے اپنی فوجیں ایران میں داخل کر دی تھیں اور افغانستان کا راستہ بند کر دیا تھا۔

۱۔ نقش حیات ۲۷۲ ص ۲۷۲ اسے فوج نے ہند میں عبدالبہاری اور شجاع اللہ کو گرفتار کیا۔ جن کو مولانا محمد
نے خاص مشن پر ترکی بھیجا تھا۔ تفصیل آگے آئیگی۔

چنانچہ شیخ الہند رحمۃ اللہ نے جب الوریاشا سے مطالبہ کیا کہ
مجھ کو حدود افغانستان تک بالابالا پہنچا دیا جائے تو پاشا نے معذوری ظاہر
کی اور کہاروس نے اپنی فوجیں ایران میں داخل کر کے افغانستان کا راستہ
کاٹ دیا ہے۔ اور سلطان آباد تک پہنچ گیا ہے ۱۵

(۲) حج ۱۳۳۲ھ (اکتوبر ۱۹۱۶ء) سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ ایسی
تدبیر کر رہے تھے کہ بلوچستان کے کسی بندرگاہ پر باد بانی جہاز سے پہنچیں۔ اور وہاں سے
یاغستان روانہ ہو جائیں مگر ابھی مکہ سے روانگی کی صورت نہیں بن سکی تھی کہ جدہ سے
شریف حسین کا تار پہنچ گیا کہ مولانا محمود حسن اور ان کے رفقاء کو گرفتار کر کے بھیج دو ۱۵
حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی اس گرفتاری کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان رپورٹوں کا
نتیجہ تھا جو خطوط حاصل ہو جانے کے بعد کی گئی تھیں مگر تحریک ماہ جون ۱۹۱۶ء شعبان ۱۳۳۵ھ
میں ختم ہو چکی تھی۔ جب شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور برطانوی
کا دامن بٹھال لیا تھا۔

سفر کے متعلق اختلاف رہا | حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا منشا تھا کہ حضرت مولانا
ہندستان ہی میں رہیں اور یہیں گرفتار ہوں۔ لیکن

شیخ الہند رحمۃ اللہ کی نظر ان مجاہدین پر تھی جو دشمن کے مقابلہ پر بہادری کے اعلیٰ جوہر دکھا
سکتے تھے اور دکھا چکے تھے ۱۵

مگر اب وہ مجبور اس سے تھے کہ اس کو لہ بارود جو ان کے پاس تھا ختم کر چکے تھے۔ اور
حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے پاس برابر پیغام آرہے تھے کہ ان کی امداد کی کوئی صورت
نکالی جائے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم چھڑ گئی تو حضرت شیخ الہند کی جماعت کے
مرکز یاغستان سے جس میں مولانا سیف الرحمن صاحب اور حاجی ترنگ زئی صاحب وغیرہ
حضرات وہاں موجود تھے اور عرصہ سے جماعت کی تنظیمی ضروریات انجام دے رہے تھے

۱۵ نقش حیات ۲۲ ج ۲ ۱۵ نقش حیات ۲۳ ج ۲ ۱۵ نقش حیات ۲۴ ج ۲ ۱۵ نقش حیات ۲۵ ج ۲

ان کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حکم پہنچا کہ اب سکون سے کام کرنے کا وقت نہیں میلان میں آجانا اور سر بکٹ ہو کر کام شروع کر دینا از بس ضروری ہے مرکزی حضرات نے ہرا کر لیا کہ آپ یہاں پہنچ جائیں تو آپ کی سرپرستی میں ہم بخوبی اپنی جد و جہد جاری کر سکیں گے۔ مگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے مالی امداد کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ادھر راستہ بھی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے بہت زیادہ مخدوش ہو رہا تھا اس کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ سرحد میں مجاہدین کے اجتماع کو دیکھ کر انگریزی فوج نے حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے نہایت بے جگرگی کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بلٹنوں کی پلیٹیں انگریزوں کی صاف کر دیں۔ جن کو انگریزوں نے ظاہر نہیں کیا۔ اور بے شمار قوت سرحد پر پہنچادی سرحدی مجاہدین نے نگرہی کے ساتھ مقابلہ کر کے انگریزی طاقت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ مگر تملکے جبکہ انگریز کی ٹڈی دل فوج بے شمار سامان رسد بے انتہا سامان جنگ اور دوسری طرف پاکستان کے مفلس اور بے یار و مددگار عام باشندے نتیجہ وہی ہو اچو ہونا چاہئے تھا۔ جبکہ مجاہد کے کھانے کا سامان ختم ہو جاتا تو اس کو مورچہ چھوڑ کر رسد کے لئے اپنے دور دراز گاؤں لوٹنا پڑتا تھا۔ کار تو س ختم ہو جاتے۔ تو ان کے حمل کرنے کے لئے مورچہ خالی کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے وہاں سے درخواست آئی کہ جب تک کسی منظم حکومت کی پشت پناہی نہ ہو ہماری شجاعت اور جانبازی بیکار ہے۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ آزاد حکومتوں کی پشت پناہی ضرور حاصل کی جائے۔ بنا بریں مولانا عبید اللہ صاحب کو کابل بھیجا گیا اور بڑی کی سے خود جا کر امداد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔



آپ کے سامنے کیا پیش کیا جا رہا ہے؟

محکمہ خفیہ کی تحریروں کے فوٹو جو انڈیا آفس کے ریکارڈ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ان کے صفحات ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔ مگر اس پورے ذخیرہ میں صرف ایک عشر یعنی تقریباً ایک سو پچیس^{۲۵} صفحات وہ ہیں جن سے محکمہ کی کارروائی اور تحریک کے واقعات کا علم ہوتا ہے یعنی جن سے تحریک کی تاریخ سامنے آتی ہے۔ انھیں صفحات کا ترجمہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے باہر اسوا۔

(الف) تقریباً پانچ سو صفحات میں وہ بیانات ہیں جو ان حضرات سے لئے گئے ہیں جن کو ”استغاثہ از ملک معظم بنام عبد اللہ“ میں مدعا علیہم قرار دیا گیا تھا۔ اور ان بنا پر اپنی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے گئے تھے۔ یہ ۵۹ حضرات تھے۔

ان میں ایک کالا سنگھ کے علاوہ سب مسلمان تھے۔ مگر ان میں ت صرف چودہ^{۱۴} کے بیانات لئے جاسکے۔ باقی صاحبان بیانات کے جھیلے سے آزاد رہے۔ کیونکہ وہ ہندوستان سے باہر جا چکے تھے (پولیس کے الفاظ میں مفور تھے) یا ہندوستان سے باہر برٹش کے زیر اثر کسی علاقہ میں نظر بند تھے۔ جیسے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ اور ان کے رفقاء۔

چھ صاحبان اور ہیں جو استغاثہ میں مدعا علیہم نہیں ہیں ان میں سے تین صاحبان سے صرف اس بنا پر بیانات لئے گئے کہ وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ سے قرابت امتداد گزاری کا تعلق رکھتے تھے۔ باقی وہ تھے جن سے توقع تھی کہ سی۔ آئی۔ ڈی کی منشا کے مطابق شہادت دے سکیں گے۔

مختصر یہ کہ صرف بیس^{۱۰} حضرات کے بیانات تقریباً پانچ سو^{۵۰۰} صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مسطور ذیل میں ان حضرات کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیے۔ بیان دینے والے حضرت

کے اسمائے گرامی کے ساتھ وہ تاریخیں بھی درج کر دی گئی ہیں۔ جن میں بیانات لئے گئے جن سے پولیس کے رویہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ کام کو پھیلانا اور بیان سننے والوں کو باطلہ طلب کر کے کھڑے کر دیا گیا۔
 (۱) مولانا احمد علی پسر حبیب اللہ ساکن چک بابو تھانہ ضلع کوہاڑا الہ عمر تقریباً ۳ سال دو میان پہلے لئے گئے جن کی تاریخ بلع نہیں پھر ۳۱، ۳۲، ۳۳ راپچ پھر ۲ اپریل ۱۹۱۷ء کو بیانات لئے (پانچ روز)

(۲) مولوی عبداللہ پسر بہال خاں۔ ذات بلوچ لغاری ساکن موضع گوٹھ ملان بخش لغاری۔ تھانہ میر پور بھیلو ضلع سکھر عمر ۵ سال۔ بیان کی تاریخ درج نہیں۔
 (۳) مولوی ابو محمد احمد پسر غلام حسین ذات اعوان ساکن موضع چکوال ضلع جہلم سال امام سجدہ صوفی کشمیری بازار۔ لاہور۔ عمر ۵ سال۔
 (۴) سید ہادی حسن پسر مہدی حسن خان جہانپوری ضلع مظفر نگر۔ عمر ۲۲ سال۔
 ۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء اکتوبر ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۷ء پھر تقریباً ۱۵ ماہ بعد ۵ جنوری ۱۹۱۷ء کو (کل چار مرتبہ)

(۵) مولوی محمد اللہ پسر حاجی سراج الدین ساکن پانی پت محلہ مخدوم زادگان۔ ضلع کرنال۔ عمر ۴ سال۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۶ء کو بیان لیا گیا۔
 (۶) سید مرتضیٰ حسن ولد حکیم بنیاد علی ساکن چاند پور ضلع بجنور۔
 ۵ - ۶ - ۸ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء (۶ روز)

(۷) مولوی مطلوب الرحمن۔ ساکن دیوبند۔ ۲۴ ستمبر تا ۲۷ ستمبر (۴ روز)

(۸) مولوی محمد سہول۔ موضع پرینی۔ ضلع درہنڈہ صوبہ بہار۔ وارو حال مدرسہ عالیہ کلکتہ

(۹) مولوی ظہور احمد خاں سہارنپوری ۳۳ نومبر ۱۹۱۶ء پھر ۸ مارچ ۱۹۱۷ء (۳ روز)

(۱۰) مولوی محمد حسین پسر حاجی عبداللہ مومن۔ ساکن دیوبند عمر تقریباً ۳ برس ۲۲ تا ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء (۳ روز)

(۱۱) مولوی منظر الدین پسر شیخ علی بخش ساکن شیرکوٹہ ۱۲ نومبر پھر ۱۸ نومبر ۱۹۱۶ء کو بیان لیا گیا (۳ روز)

(۱۲) مولوی انیس احمد سپردیس احمد (بی۔ اے علیگ) ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ تا ۲۶

نومبر ۱۹۱۶ء (۶ روز)

(۱۳) محی الدین احمد خاں قاضی بھوپال سپرد نواب شیر علی خاں مراد آباد - ۷ دسمبر
کو بھوپال میں ان کا بیان لیا گیا۔

(۱۴) نذیر احمد سپرد محمودین ذات راجپوت موضع مٹیان والا ضلع گجرات
عمر ۳۰ سال - بیان کی تاریخ درج نہیں۔

(۱۵) مولوی محمد حنیف ساکن دیوبند ۱۸ اکتوبر اور ۲۰ اکتوبر کو (۲ روز)

(۱۶) مولوی محمد مسعود ساکن دیوبند ۶-۷-۸ نومبر ۱۹۲۲ء ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء
اس کے بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء کو چھ متفرق تاریخوں میں ان کے بیانات لئے گئے
(۱۷) محمد جلیل سپرد اسماعیل - ساکن کیرانہ ضلع مظفرنگر۔

۱۱ اور ۱۳ نومبر کو ان کا بیان لیا گیا۔

ان حضرات کے بیانات جو تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہیں ہم ان کو تاریخی دستاویز
نہیں قرار دے سکتے۔ کیونکہ ان میں زیادہ سے زیادہ اخفا سے کام لیا گیا ہے اور
جہاں تک ممکن ہو سکا ہے۔ حقائق کے اظہار سے گریز کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ
ان سترہ حضرات میں سے صرف پانچ صاحبان (از اتنا ۵) وہ ہیں جن کا تعلق تحریک
سے ایک حد تک ذمہ دارانہ رہا ہے۔

۱۔ وہ بزرگ ہیں جو حضرت مولانا احمد علی لاہوری سابق امیر انجمن خدام الدین کے
اہم گرامی اور خطاب سے معروف و مشہور ہیں۔ حضرت مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ
تشریف لے گئے تو ان کے بعد آپ ہی نظارۃ المعارف کے مدیر اور ناظم ہے۔

۲۔ مولانا عبد اللہ صاحب مولانا سندھی کے ساتھ کابل گئے۔ وہاں سے خطوط
لائے جو رازداری کے ساتھ شیخ عبدالرحیم سندھی اور شیخ ابراہیم صاحب (سندھی)
کو پہنچائے۔

۳۔ مولانا ابو محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انصاری کی تاسیس میں مولانا سندھی کے

شریک رہے۔ پھر اس کے اجلاس عام کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ اس کے لئے چندہ کیا۔ جمعیتہ الانصار کے نائب ناظم مقرر کئے گئے تحریک کے سلسلہ میں حاجی ترنگ نئی صاحب کے پاس آزاد علاقہ سرحد میں گئے۔ مولانا محمد میاں عرف مولانا منصور انصاری جو غالب پاشا کا خط لے کر آزاد علاقہ میں گئے تھے ان کی مدد کی وغیرہ وغیرہ۔

مولانا سید ہادی حسن صاحب وہ بزرگ تھے جن کے پاس تحریک کے سلسلہ کی رقومات بھی رہا کرتی تھیں۔ پھر وہ بکس جسکی تیلی میں غالب پاشا اور انور پاشا کے پیغام تھے۔ انہیں کے سپرد کیا گیا تھا۔ جس کی تفصیل نقش حیات کے حوالہ سے پہلے گذر چکی ہے۔

مولانا محمد اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ اس جماعت کے خازن تھے۔ کارکن حضرت کو رقومات پہنچانا انھیں کے ذمہ تھا۔

ان کے علاوہ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۶ء اس بنا پر گرفتار کئے گئے کہ وہ سفر حج میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے ساتھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ بھی گئے۔ یعنی مولانا مطلوب الرحمن صاحب ایگرہ پکچر ڈیپارٹمنٹ حکومت یو۔ پی میں ملازم تھے۔ رخصت لے کر حج کو گئے تھے۔ ایسے ہی مولانا محمد سہیل صاحب بھی مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ایجوکریٹری مدرسہ (سنیئر مدرس) تھے۔

مولانا محمد مبین صاحب انبالہ میں ایک مدرسے والستہ تھے۔ تحریک صرف اتنا تعلق تھا۔ کہ چندہ کے لئے بنگال گئے تھے۔ اس سفر میں کلکتہ پہنچے تو مولانا آزاد بھی ملاقات کی تھی۔

۱۱ مولوی منظر الدین صاحب شیر کوٹی کا بھی جرم یہی تھا کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ کے اخبار الہلال پھر البلاغ وغیرہ میں کام کرتے رہے تھے۔

۱۲ مولوی انیس احمدی۔ اے وہ عجیب انسان تھا جو نظارت المعارف کا معلم رہا۔ پھر مولانا سندھی اور حضرت شیخ الہند کا حاضر باش رہا۔ لیکن قابل اعتماد کبھی نہیں ہوا۔ شکوک اور شبہ رہا۔ اس کا بیان پڑھو گے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ

قابلِ اعتماد نہیں تھا بلکہ مزاج میں اعتدال بھی نہیں تھا۔

جیسے ہی حضرت شیخ الہند ہندوستان سے روانہ ہوئے اُس نے علی گڑھ میں ملازمت کے لئے درخواست دیدی۔ چنانچہ اس کو ایک سو روپیہ کی نیلوشپ مل گئی جیسا کہ خود اس نے اپنے ۲۵ نومبر ۱۹۱۶ء کے بیان میں ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد علی گڑھ کالج کے اسٹنٹ سکریٹری ہو گئے۔

۱۳۔ مولانا قاضی محی الدین صاحب مراد آبادی۔ بھوپال کے قاضی تھے زمانہ طالب علمی سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ سے تعلق تھا۔ یہ دونوں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کے شاگرد تھے۔ جب شیخ الہند رحمۃ اللہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو پرانے ساتھی کو رخصت کرنے کیلئے یہ بھی بھوپال سے بھیج دیئے گئے تھے۔ اس دوستی کے اعتماد پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے ان کو عدن سے ایک کارڈ بھی لکھ دیا تھا کہ ان کے متعلقین کا خیال رکھیں۔

پھر مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مولانا محمد میاں صاحب حج سے واپس ہوئے تو ان کے یہاں قیام بھی کیا تھا۔ باقی جہاں تک حکومت کا تعلق تھا انہوں نے اپنے بیان میں بڑی قوت سے بیان کیا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے وفادار ہیں۔

۱۴۔ یعنی نذیر احمد لبر محمد حین کا تب تھے کتابت پیشہ تھا۔ آزاد علاقہ کے مرکز ”اس“ میں مقاصد تحریک کی اشاعت کے لئے جو پریس قائم کیا گیا تھا۔ اُنہیں شائع ہونیوالے چند پمفلٹوں (رسالہ جہاد وغیرہ) کی کتابت اُنہوں نے کی تھی یہی ان کا جرم تھا۔

۱۵۔ مولوی محمد حنیف صاحب دیوبندی

۱۶۔ مولوی سعود صاحب دیوبندی حضرت شیخ الہند کے داماد تھے۔ تحریک سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ محمد حنیف سرکاری اسکول میں ماسٹر تھے۔

۱۷۔ مولوی محمد جلیل صاحب دارالعلوم میں پڑھتے تھے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے یہاں رہتے تھے اور ان کی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔ اسی تعلق کی بنا پر ان کو گرفتار کیا گیا۔ اور ان سے بیانات لئے گئے۔

ان سترہ حضرات کے علاوہ تین صاحبان اور ہیں۔

۱۸۔ عبدالباری بی۔ اے پسر غلام جیلانی ساکن محلہ قاضی جالندھر
 ۱۹۔ شجاع اللہ پسر شیخ حبیب اللہ ساکن محلہ مصدی کل لاہور عمر ۳۲ برس
 ۲۰۔ عبدالحق (پہلا نام جیون داس ولد لورنڈا رام ساکن موضع ڈارچھا۔ ضلع شاہ پور
 ستمبر ۱۹۱۶ء کے شروع میں سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک افسر نے ان کا بیان تحریر کیا ہے
 ان تینوں نوجوان کا تعلق ابتداء میں تحریک سے نہیں تھا۔ عبدالباری اور شجاع اللہ
 کلج کے اسٹوڈنٹ تھے۔ اور عبدالحق ان کے دوست۔ انہوں نے خود اپنے طور پر ترک
 وطن طے کیا تھا۔ اور کابل پہنچ گئے تھے۔

جب حضرت مولانا سندھی کابل پہنچے تو انھوں نے ان طلبہ کی قدر کی۔ ان کو
 شریک کار بنایا۔ اور ان سے خدمات لیں۔ عبدالباری اور شجاع اللہ کو مولانا نے خاص
 مشن پر ترکی بھیجا تھا۔ راستہ میں روسی فوج پڑتی تھی۔ روسیوں نے مشہد میں گرفتار
 کر لیا۔ بہت کچھ اذیت دی۔ پھر انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔

اپنے بیان میں انھوں نے اپنی پوری سرگزشت بیان کی ہے جو تحریک کے متعلق
 بھی ایک روشن دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا ہم نے عبدالباری صاحب کا
 پورا بیان اس تالیف میں شامل کر لیا ہے۔ اور شجاع اللہ کے بیان کے وہ حصے لئے ہیں
 جو عبدالباری صاحب کے بیان میں نہیں تھے۔ عبدالحق کو بھی ایک مشن پر روانہ
 کیا گیا تھا یعنی خطوط دے کر سندھ بھیجا گیا تھا۔ مگر لاہور میں اس نے اپنے سابق
 آقا اور محسن رب نواز خان کے یہاں قیام کیا اور ان کی باتوں میں آکر وہ خطوط ان کے
 حوالے کر دے۔ تفصیل آپ آئندہ ریشمی خطوط سے متعلق سی۔ آئی۔ ڈی کے پہلے
 نوٹ میں اور استغاثہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔



بیانات اور ترتیب استغاثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ نے اس تحریک کی روداد تحریر فرمائی ہے جو نقش حیات کے طویل قیاس میں پہلے گزر چکی ہے۔ آپ استغاثہ (از ملک معظم بنام عبید اللہ) ملاحظہ فرمائیں گے آپ کو تعجب ہو گا کہ استغاثہ میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ وہی ہیں جو نقش حیات میں تحریر کئے گئے ہیں۔ اس یکسانیت اور موافقت کی بناء پر شبہ کیا جاسکتا ہے کہ گرفتارانِ بلا میں سے کسی نے اپنی گلو غلاصی کے لئے پوری کہانی سُنا دی اور سب راز اگلے دے۔ اور چونکہ ان میں زیادہ تر وہ ناکردہ گناہ ہیں جو محض رفاقت سفر یا قرابت کی بناء پر پولیس کے نُطف و کرم کا نشانہ بنے تو یہ شبہ بر محل بھی ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ بعض وہ بھی ہیں جن کو اس سلسلہ کا مردِ خام کہا جاسکتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ ہی پختہ کار نے پوری داستان سنائی نہ کسی مردِ خام نے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ استغاثہ کی ترتیب پولیس کی ہوشمندانہ تدبیر (جس کو عرف عام میں پولیس کی چال کہا جاتا ہے) کا سبق آموز نمونہ ہے۔ جب کسی شخص کو بار بار طلب کیا جائے گا اور اس پر سوالات کی بوچھاڑ کی جائے اور کئی کئی روز تک سوالات اور ان پر جرح اور تنقید کا سلسلہ چلتا رہے۔ تو مردِ خام تو درکنار کیسا ہی تجربہ کار اور پختہ مغز ہو کوئی فقہ اس کی زبان سے بھی ایسا نکل جائے گا جو پولیس کے منشا کو پورا کرتا ہو۔

یہ استغاثہ ایسے ہی فقروں کا مرتب مجموعہ ہے۔ یہ پولیس کی فن کاری ہے کہ اُس نے ان فقروں کو اس طرح ترتیب دیا کہ ایسی روئداد تیار ہوگی جو قریب قریب حضرت شیخ الاسلام کی تحریر کے موافق ہے۔ جو فقرہ جس کی زبان سے نکلا حاشیہ پر اُس کا نام بھی دیدیا گیا ہے۔ اگر چند صاحبان کی زبان سے وہ فقرہ نکلا تو ان چند کے نام اس فقرہ کے حاشیہ پر درج کر دئے گئے ہیں۔

پھر ان بیان دینے والے حضرات کا موازنہ اور تجزیہ کیا ہے کہ کون صاحب اس فقرہ کو دہرا سکتے ہیں۔ اگر ان کو شہادت میں پیش کیا جائے۔ ایسے صاحبان کو

سلطانی گواہ لکھ دیا ہے۔ یہ صاحبان جو نہ پولیس کی چالوں سے واقف نہ کچہریوں کی
چر فریب فضا سے آشنا۔ عام طور پر سچ بولنے کے عادی اور جو فقرہ ان کی زبان سے نکل
گیا شاید ان کو اس کا بھی احساس نہ ہو کہ پولیس اس سے اپنا منشا پورا کرے گی ان سے
بعید نہ تھا کہ جو فقرہ پہلی مرتبہ زبان سے نکلا ہے۔ جب بیان جملی کا وقت آئے تو بعینہ
اسی کو دہرائیں۔ یہ ان کی صداقت پسندی پولیس کی کامیابی کے لئے وثیقہ تھی۔

بہر حال یہ مرتبہ استغاثہ جو واقعات کا آئینہ دار ہے کسی راز داکا افشاء راز نہیں بلکہ
پولیس کی فنی مہارت کا شاہکار ہے۔ یہ نام بواہل استغاثہ کے حاشیہ پر درج ہیں ہم نے
ان کے اندر کچھ غیر ضروری سمجھا کیونکہ نہ یہ فقرہ افشاء راز کے طور پر کہا گیا تھا نہ ان صاحبان
سے جو عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں اس فقرہ کے بارے میں کوئی تحقیق ہو سکتی ہے پس ان
نشانوں کا بے نشان ہونا ہی بہتر ہے۔

(ب) اسی طرح تقریباً ڈیڑھ سو صفحات اور ہیں جن کو نظر انداز کرنا ہم نے ضرور سمجھا تا کہ تالیف
میں دو راز کا مواد جمع نہ ہو۔ ان ڈیڑھ سو صفحات کی تفصیل نہ صرف دلچسپ بلکہ مضحکہ
خیز ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پولیس نے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور ہفت روزہ
”الہلال“ کے دفتر پر چھاپہ مارا تو وہاں کچھ مسودے کچھ کتابیں اور اخبارات برآمد کئے۔
(۱) جو کتاب پولیس نے اپنے قبضہ میں لی وہ الخواطر فی الاسلام تھی جو سہری ادیب
و مفکر عطا حسین کی لکھی ہوئی تھی اس میں انگریزوں کے برخلاف ترکوں کی حمایت کی
گئی تھی۔ اور مسلمانوں کو جہد و بہادری کی تلقین تھی۔ سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ ہے کہ
مولوی مظہر الدین ساکن شیرکوٹہ ضلع بجنور نے ۱۹۱۵ء کے نصف آخر میں اپنے مالک اور
آقا ابوالکلام آزاد کے لئے بغرض اشاعت اس کا ترجمہ اردو میں کیا تھا۔ اور البلاغ
میں اس کی اشاعت ہونے لگی تھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے فرد جرم میں یہ ترجمہ اس لئے داخل کیا گیا کہ یہ اسی وقت کیا
گیا تھا جبکہ تقریباً ایک برس سے انگریزوں کی ترکوں سے جنگ جاری تھی۔

منشی تصدق حسین السیکٹر لوی، پی۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے سب السیکٹر محمد منظر کی مدد سے اس کے ہر ایک باب کا خلاصہ مرتب کیا یہ باب وار خلاصہ تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲) ”نظارۃ المعارف“ میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قرآن حکیم کا درس دیا کرتے تھے اس میں سیاسی مسائل پر بھی روشنی ڈالا کرتے تھے۔ اور جہاد سے متعلق آیات پر سیر حاصل بحث کیا کرتے تھے۔ انیس احمد صاحب بی۔ اے علیگ متعلم نظارۃ المعارف نے حضرت مولانا سندھی رحمۃ اللہ کے ان افادات کو دو کتابوں میں مرتب کر لیا تھا۔ کلید قرآن اور تعلیم القرآن۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے ان پر بھی قبضہ کیا اور ان کی ترتیب و اشاعت کو سازش کا ایک جزو قرار دیا۔

منشی تصدق حسین مذکور نے ان کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور ان کے متعلق تفصیلی نوٹ لکھا جس میں ان کتابوں کے ابواب و مباحث کا خلاصہ پیش کیا جو تقریباً ساٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

ان کے علاوہ بنگال و بہار وارلسیہ کے شائع ہونے والے ہندوستانی اخبارات حضرت مولانا آزاد کے اخبار اہلال البلاغ کے متعدد مضامین اور ان پر تفصیلی نوٹ نیز فتاویٰ عزیزیہ کا ایک فتویٰ اور علامہ خیری کے فتویٰ کا ترجمہ وغیرہ جن سے تقریباً تیس صفحات پر گئے گئے ہیں۔

بہر حال یہ ترجمے اور اقتباسات مقدمہ کی کارروائی کے لئے خواہ کتنے ہی مفید ہوں مگر تحریک کی تاریخ کے لحاظ سے بے سود اور طول لاطائل ہیں۔ لہذا ان کو بھی پیش نہیں کیا گیا۔

(ج) دوسرے زیادہ حضرات کے نام اس کیس کے سلسلہ میں آئے ہیں ایک مستقل حصہ میں ان کا تعارف کرایا گیا ہے۔ Who's who in the silk letter case۔ ریشمی خطوط کیس میں کون کیا ہے؟ اس حصہ کا عنوان ہے۔ جس میں تقریباً دو سو صفحات مکمل ہو گئے ہیں یہ پورا حصہ انشاء اللہ آخر میں پیش کیا جائے گا۔

- خلاصہ یہ کہ اس وقت آپ کے سامنے چھ باب پیش کئے جا رہے ہیں۔
- (۱) محکماتی کارروائی۔ مثلاً تار یا آرڈر جو وائس کے یا دو سر افسر کی طرف سے گئے یا ان کو دئے گئے۔
- (۲) سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹوں کے پیش نظر پورے کیس کا خلاصہ۔
- (۳) استغاثہ از ملک معظّم بنام عبید اللہ وغیرہ۔
- (۴) عبد الباری صاحب اور شجاع اللہ صاحب کے بیانات (۵) خطوط کے ترجمے
- (۶) ریشمی خطوط کے کیس میں کون کیا ہے۔

چند مغالطے ۱۱ استغاثہ کے آخر میں ایک عنوان ہے۔ مقدمہ کا مذہبی پہلو پورٹ مرتب کرنے والوں کے نزدیک مذہبی پہلو یہ ہے کہ جہاد اور جہاد کئے اشتعال دلانا۔ فرض ہونا کجا جائز بھی نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت حرام ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے خیالات کی حوصلہ فزائی کرے تو وہ ملک کے خلاف ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ جس کے لئے شرعی طور پر مکلف ہونے کا عذر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ممکن ہے کچھ علماء کے اقوال اور فتاویٰ ایسے ہوں جن کی بنیاد پر سی۔ آئی۔ ڈی کا یہ فتویٰ صحیح کہا جاسکے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ سی۔ آئی۔ ڈی نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور خود حضرت شیخ الہند کے فتویٰ کو اس لئے کی بنیاد قرار دی ہے استغاثہ میں ہے۔

”شاید اس سلسلہ میں سب سے زیادہ گراں قدر فیصلہ وہ فتویٰ ہے جو ۱۸۹۸ء میں مرحوم مولانا رشید احمد گنگوہی نے جاری کیا تھا۔ کیونکہ اس پر دوسرے علماء کے علاوہ مولانا محمود حسن کے بھی دستخط ہیں کہ مسلمان مذہبی طور سے پابند ہیں کہ حکومت برطانیہ کے وفادار رہیں خواہ آخر الذکر سلطان ترکی ہی سے برسرِ جنگ کیوں نہ ہو۔“

اس فتویٰ کے مستفتی کون تھے؟ سوال کے الفاظ کیا تھے؟ کیا ۱۸۹۸ء میں انگریزوں کی حکومت سے جنگ ہو رہی تھی؟ ان سوالات میں سے کسی پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی حوالہ یہ دیا گیا ہے ”ترکی کے موجودہ جنگ میں شامل ہونے سے کچھ دن پہلے ہی یہ فتویٰ البشیر میں طبع ہوا ہے۔“ البشیر اخبار ہے یا رسالہ۔ کہاں سے شائع ہوتا ہے۔ ترکی کے موجودہ جنگ میں شامل ہونے سے کچھ دن پہلے۔ تاریخ نثار۔ مہینہ کا بھی نام نہیں۔

ترکی اس جنگ میں نومبر ۱۹۱۲ء میں شامل ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ۱۶ سال تک فتویٰ برسرِ تہ
 ملندہ رہا۔ حضرت گنگوہیؒ کے سینکڑوں شاگردوں اور ہزاروں مریدوں لاکھوں متوسلین میں سے کسی کو بھی
 اس کا علم نہیں ہوا۔ شاید حکمہ خضہ کے کسی افسر کے بازو پر تعویذ کی طرح بندھا ہوا حتیٰ کہ اگست ۱۹۰۵ء
 حضرت گنگوہیؒ کی بھی وفات ہو گئی۔ سو سال بعد جبکہ حضرت گنگوہیؒ کی وفات کو بھی نو سال
 ہو گئے تھے۔ یکایک طلسمی قوت سے البشیر کے نامعلوم ایڈیٹر صاحب کے پاس پہنچ گیا اور اس
 نامعلوم ایڈیٹر صاحب نے کسی مقام سے نہیں بلکہ انہماک سے کسی غیر معین تاریخ میں شائع کر دیا
 سی۔ آئی۔ جی۔ کی اس مسل میں بہت سی تحریریں کے نوٹ شامل ہیں مگر یہ فتویٰ
 ایسا ہے کہ اس کا نوٹ تو کیا تاریخ اشاعت بھی درج نہیں۔

بہر حال یہ محض افتراء اور اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے وجہ جعل
 وہ چال ہے جس کے لئے ہندوستانی پولیس بدنام ہے۔

جہاں تک شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ کا تعلق ہے۔ تو اس الزام کی حقیقت
 یہ ہے۔ دعوے گو ہم بروئے تو۔ باقی حضرت گنگوہیؒ رحمۃ اللہ کے متعلق اس فتویٰ کا امکان اس
 وقت ختم ہو گیا تھا جب آپ نے مولانا سعد الدین صاحب کشمیری اور مولانا امان اللہ صاحب
 کشمیری کے استفتاء کے جواب میں مبسوط اور مدلل فتویٰ صادر فرمایا تھا جس میں سات صفحہ
 کی مفصل اور مدلل تحریر کے بعد بطور نتیجہ فرماتے ہیں۔

انہوں حالِ ہند راجو وغور فرمائی کہ اجراء احکام کفارِ نصاریٰ دریں جاچہ تو
 وغلبہ است۔ اگر ادنیٰ کلکٹر حکم کر دے کہ درسِ جہدِ جماعت ادا نہ کنند۔ ہیچ کس انامیر
 وغریب قدرت ندارد کہ ازار آں نماید۔

ترجمہ۔ اب ہندوستان کی حالت پر آپ خود غور فرمائیے کہ اس جگہ کفارِ نصاریٰ کے
 احکام کا اجراء اس قوت اور غلبہ کے ساتھ ہے کہ اگر ایک ادنیٰ کلکٹر حکم کر دے
 کہ مسجدوں میں جماعت ادا نہ کریں تو کسی بھی امیر یا غریب کی مجال نہیں رہتی
 کہ مسجد میں جماعت ادا کر سکے۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

بہر حال تسلط کفار برہند بدل دہے است کہ در بیچ وقت تسلط کفار بر الحرب
زیادہ اندیش بنود و اوار مراحم اسلام از مسلمانان محض با جازت ایشان است
از مسلمانان عاجز تریں رعایا کہے نیست۔ ہنود را ہم رسوخ است مسلمانان را
ترجمہ۔ بہر حال کفار نصاریٰ کا تسلط ہندوستان میں اس دہے ہے کہ کسی وقت
کسی..... کافر کا کسی دار الحرب پر اس سے زیادہ غلبہ نہیں ہوا۔ اور جو اسلامی
رسوایت اور شعائر مسلمان یہاں ادا کرتے ہیں۔ وہ صرف ان کی اجازت سے۔
کوئی رعایا مسلمانوں سے زیادہ عاجز نہیں۔ ہنود کو بھی ایک رسوخ حاصل ہے۔
مسلمانوں کو وہ بھی نہیں۔ (علماء حق ص ۹۶ و ص ۹۷ جلد اول)

اس سلسلہ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ استغاثہ مرتب کرنے والے صاحبان شاہد
حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ نافو توی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ
میں فرق نہیں کر سکے یہ دونوں بزرگ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ مہاجر کی سے بیعت تھے
ان کے خلیفہ مجاز تھے اور ۱۸۵۷ء کی تحریک حریت میں حضرت حاجی صاحب کے ساتھ دونوں
نے حصہ لیا۔ مقام شالی پر جمعہ کہ ہوا اس میں دونوں شریک تھے۔ تحریک ناکام ہوئی
اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ تو ان دونوں کے بھی قید
جاری ہوئے۔ چنانچہ حضرت گنگوہی تو گرفتار کر لئے گئے ان پر مقدمہ چلا ان کو سزا ہوئی
اگرچہ حسن اتفاق کہ چھ ماہ بعد رہائی ہو گئی۔ مگر عجیب اتفاق کہ حضرت مولانا محمد قاسم گرفتار
نہیں ہو سکے ایک روز وہ دیوبند میں اپنے مکان کے قریب چھتہ کی مسجد میں تھے۔ پولیس
انسپکٹر ان کے پاس پہنچا خود ان سے دریافت کیا کہ محمد قاسم کہاں ہے۔ مولانا نے
اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر جواب دیا کہ ابھی یہیں تو تھے۔ انسپکٹر پولیس نے
مسجد میں مولانا کو تلاش کرنے گیا اور مولانا سامنے سے نکل کر کہیں چلے گئے پھر پولیس ان
کو نہیں پاسکی یہاں تک کہ عام معافی کا اعلان ہو گیا۔ لیکن استغاثہ مرتب کرنے والے
صاحب فرماتے ہیں۔ وہ گرفتار کیا گیا۔ اس پر مقدمہ چلا وہ بری ہو گیا (فقہ ۵)
(۳) پنجاب کے کچھ طلبہ اپنے کالجوں سے نکل کر سرحد پار پہنچ گئے۔ یہ خود ان کے

ان طلبہ میں عبدالباری بھی تھے جن کا بیان آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان کا بیان یہ ہے کہ ترکوں سے جنگ کے علاوہ برطانیہ کی طرف سے ترکوں کے خلاف جو غلط پریکٹس کیا جا رہا تھا حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ ترک - جرمنی کے سربراہ (قیصر جرمنی) کو رسول اللہ کہتے ہیں (معاذ اللہ) اور کلمہ توحید اس طرح پڑھنے لگے ہیں لا الہ الا اللہ تبصر رسول اللہ برطانیہ کی ان حرکتوں نے ان کو متغیر کیا یہاں تک کہ اس کے زیر حکومت رہنے سے ان کو نفرت ہو گئی اور وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

لیکن مسٹر دی۔ وی دیان نے جو ریشمی خطوط کے کسین کا خلاصہ مرتب فرمایا۔ اس میں فرمایا ہے کہ مطالب علموں کی ہجرت کا محرک اصلی مولوی عبید اللہ ہے۔

حالانکہ عبدالباری صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مولانا سندھی سے ان طلبہ کی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ عبدالباری صاحب کا بیان ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد ہجرت کرنے کے خلاف تھے فرمایا کہ تم باہر جا کر کچھ نہیں کر سکو گے۔ مگر سی۔ آئی۔ ڈی نے بلا کسی دلیل کے ہجرت کا محرک مولانا عبید اللہ کو قرار دیا اور چونکہ اس تحریک کا بانی حضرت شیخ الہند کے بجائے مولانا سندھی کو قرار دیا تو ہجرت کو بھی تحریک شیخ الہند کا ایک منصوبہ قرار دیا۔ چنانچہ مقاصد سازش کے حصول کے طریقہ میں ہجرت کو بھی شامل کر دیا (ملاحظہ ہو استغاثہ کافقرہ ص ۳۱)

بہر حال سی۔ آئی۔ ڈی کا پہلا مغالطہ یہ تھا کہ تحریک کا بانی مولانا عبید اللہ سندھی قرار دیا۔ اسی طرح دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ ہجرت کو بھی تحریک کا ایک منصوبہ قرار دیا۔

مہتمم صاحبان اور شیخ الہند میں اختلاف

کیس کے خلاصہ اور استغاثہ میں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سندھی کے سبب دارالعلوم کے اساتذہ میں اختلاف ہو گیا تھا اس بنا پر مولانا سندھی کو برطانیہ کر دیا گیا (خلاصہ کیس فقرہ ص ۳۱)

مولانا محمد احمد مہتمم اور مولانا حبیب الرحمن نائب مہتمم رحمہما اللہ رو بہ سے جو حضرت شیخ الہند کے ساتھ تھا تلخی پیدا ہوئی (استغاثہ فقرہ ص ۳۱)

وجہ یہ تصنیف کی ہے کہ مہتمم اور نائب مہتمم یہ محسوس کرتے تھے کہ مولانا محمود رحمۃ اللہ کے احترام کے سبب سے ان کا اثر کم ہو رہا ہے (فقہہ ۱۳)
 سلسلہ تلخی کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مہتمم صاحب نے مولوی محمد میاں کو کسی قصور کی بنا پر مولانا کے مشورے یا اطلاع کے بغیر دیوبند سے رخصت کر دیا تھا۔ جو ان کے نزدیک ان کی شان کے خلاف تھا (فقہہ ۱۴)

۵ بعض گواہوں مثلاً مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ کے بیان پر بھی اختلاف کا ذکر ہے کہ جمعیتہ الانصار کے سلسلہ میں مولانا حبیب الرحمن اور مولانا عبید اللہ رحمہما اللہ کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا مولانا عبید اللہ جیتے تھے کہ طلبہ قدیم کا مدر کے اہتمام میں ہاتھ پیر جبکہ مولانا حبیب الرحمن اس کے خلاف تھے۔

تبصرہ رپورٹ یا کیس کے خلاصہ میں دونوں مہتمم صاحبان میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا کارنامہ نقل نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہو کہ ان حضرات نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ یا ان کی تحریک کے خلاف حکومت کی یا سی۔ آئی۔ ڈی کی کوئی مدد کی۔ صرف یہ کہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام کے ساتھ ان کا خطاب بھی لگا دیا ہے (شمس العلماء حافظ محمد احمد صاحب راستگاہ فقہہ ۹ و فقہہ ۱۳ وغیرہ) ایک یادداشت میں وفادار کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے وفادار پرنسپل (یعنی خطوط کے معاملہ میں دوسری یادداشت)

البتہ یہ ضرور ہو کہ اس تحریک کے زمانہ میں مہتمم صاحبان نے حکومت کے ذمہ داروں سے تعلق رکھتا تھا کہ گورنر، پی۔ او دارالعلوم دیوبند میں مدعو کیا اس کو ایڈریس بھی پیش کیا اور اس تعلق کا نتیجہ تھا کہ حافظ صاحب کو شمس العلماء کا خطاب دیا گیا۔

سوال یہ کہ جو کچھ ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ مدر کے بعض اساتذہ اور حضرت مہتمم صاحبان فی الواقع تحریک کے مخالف اور حکومت کے ہی خواہ تھے یا یہ رویتہ بقاضائے مصلحت اختیار کیا گیا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ ان امور میں اپنی رائے یا سی۔ آئی۔ ڈی کی تخلیق کے بجائے ہم حضرت شیخ الہند کے جانشین اور ان کے سب سے زیادہ معتد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد فی رحمۃ اللہ سے

دریافت کریں ان کا جواب ہی سندھ اور قابل اطمینان حجت ہونا چاہئے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی تحریر فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اربابِ اہتمام کے سامنے دارالعلوم کی بقا و تحفظ کا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ ۱۹۵۷ء کے واقعات اور اس کے بعد انگلیزوں کی پالیسی ان کے سامنے تھی انہوں نے مولانا عبید اللہ کی سرگرمیوں کو نہ صرف دارالعلوم دیوبند بلکہ عام مسلمانوں کی پالیسی کے لئے بھی خطرناک تصور کیا۔ اور اپنے خیال کے مطابق ضروری سمجھا کہ مولانا سندھی کا تعلق اس کمزور نہ رہے اسی زمانہ میں اتفاق سے چند علمی مسئلوں میں مولانا سندھی اور دارالعلوم کے دو سر علماء کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا گیا اس اختلاف کو وجہ قرار دے کر مولانا سندھی کو دارالعلوم سے رخصت کر دیا گیا۔ چنانچہ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے اس اختلاف نے اگرچہ دارالعلوم کے اساتذہ، ملازمین اور عام طلبہ کو حضرت مولانا سندھی سے بہت زیادہ بعید کر دیا تھا لیکن حضرت شیخ الہند سے تعلق میں کوئی فرق نہیں آیا خفیہ آمد و رفت جاری رہی۔ رات کی اندھیری میں دیوبند سے باہر ملاقاتیں ہوتی تھیں اور ضروری باتیں انجام دیکر جاتی تھیں اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب مرحوم نے مولانا سندھی کے نام مکہ معظمہ کے قیام کے زمانہ میں پیغام بھیجا تھا کہ قیام دیوبند کے زمانہ میں غلط فہمی کی وجہ سے میں آپ کے لئے تکلیف کا باعث بنا اب میرے دل میں آپ کو تسخیر نہیں ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی معاف فرمائیں گے (نقش حیات ص ۱۴۷ ج ۲)

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ کی تحریر بالا میں اساتذہ ملازمین اور عام طلبہ کے متعلق تحریر ہے کہ ان کو بعید کر دیا تھا لیکن مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب دارالعلوم کے متعلق کچھ نہیں۔ علاوہ انہوں نے بعد اس علمی مسئلہ میں اختلاف کی سبب ہوا یہ صورت نہیں کہ حضرت شیخ الہند کی تحریک مخالفت یا برطانیہ سے حمایت کے سبب سے یہ بعد پیدا ہوا۔

اگر مولانا سندھی رحمۃ اللہ کا خود اپنا بیان یہ ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے ارشاد سے ہر اکام دیوبند سے جلی منتقل ہوا ملاحظہ فرمائیے کابل میں سات سال صحت یعنی اگر مصلحت تحریر کی جلی منتقل ہونا ضروری نہ ہوتا تو مولانا سندھی اس اختلاف سے اتنے متاثر نہیں تھے کہ دیوبند چھوڑ دیتے۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر بہترین سیاسی مبصر بھی ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں۔
ایسے حضرات بہت کم نظر آتے تھے جن کے خلوص پر اعتماد کیا جاسکے اور جو پیش نظر مقاصد
کے لئے بے تکلف ہر قسم کی قربانیوں پر آمادہ ہوں۔ پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے سامنے
ایک بڑی مصلحت یہ تھی کہ دارالعلوم دیوبند کو حکومت کے عتاب کا ہدف بننے سے حتی الامکان
محفوظ رکھیں۔ (سرگزشت مجاہدین ص ۵۲)

نقش حیات ص ۲۷ کے حاشیہ کی آخری سطر غلبان لکھتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔
بہر حال اصلی سبب وہ امر ہے جس کی بنا پر پرنسپل گورنریو، پی دیوبند اور دارالعلوم
دیوبند میں گیا تھا اور مہتمم صاحب کو شمس العلماء کا خطاب ملا تھا۔

حاشیہ کے یہ الفاظ اگر حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ کے ہیں تو ہمیں پھر بھی
یقین نہیں ہے تاہم ان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب
دل سے انگریز کے حامی ہو گئے تھے۔ ہمارے یقین یہ ہے کہ تقسیم کار کے اصول پر جو فرمن حضرت
مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب کے سپرد ہوا تھا اس کا تقاضہ یہی تھا کہ سفید فام انگریزوں کو زیادہ
سے زیادہ روغن قاز لیں۔ جبکہ انگریز کی سلاسیملی حد کو پہنچ نہ ہوئی تھی اور معمولی معمولی شے پر
محنت نہ لائیں دی جا رہی تھیں۔ دوسری طرف خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے مبلغین قبائل
پاکستان کو جہاد پر آمادہ کر رہے تھے۔ تو لا محالہ نہ مہتمم صاحب کو نہایت زہم رویہ اختیار کرنا تھا۔

تقسیم کار کے سلسلہ میں ہمارے سامنے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا اسوہ حسنہ
رہنا چاہئے۔ آپ نے حضرت سید صاحب اور مولانا شہید کو جہادی خدمات پر مامور
فرمایا اور حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ کو تعلیم و تربیت کی خدمت سپرد کی کہ دہلی میں مسند
درس کو رونق بخشنے میں اور علاقہ سرحد میں سرغروش مجاہدین مصروف جہاد ہوں۔ تو یہ
حضرات علوم نبوت کے قندیلوں کو زیادہ سے زیادہ روشن کرتے رہیں۔

حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ کے تلامذہ میں مولانا ہفتی صدر الدین رحمۃ اللہ جیسے حضرات
بھی تھے جو حکومت وقت کے معتمد تھے۔

بہر حال نہ سیاسی خیالات اور رجحانات میں اختلاف تھا نہ جذبات حریت میں،

اختلاف صرف مصلحت کی بنا پر تھا خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے بھی اس مصلحت کا لحاظ رکھا۔ چنانچہ کارپردازان حکومت کا احساس یہ ہے کہ مولانا یا غسان اس لئے نہیں تشریف لے گئے کہ دیوبند کا مدرسہ حکام کی نظر میں مشتبہ ہو جاتا۔ (ملاحظہ فرمائیے استغاثہ کا فقرہ ص ۳۷۷)

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی یہ بحرانی دور ختم ہوا، مہتمم صاحبان کا رویہ بھی بدل گیا۔ شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحب نے اپنا خطاب واپس کر دیا اور کچھ دنوں بعد سیوہارہ ضلع بجنور میں جمعیتہ علماء اور خلافت کمیٹی کی عظیم الشان کانفرنس ہوئی اس سے چند ماہ بعد دسمبر ۱۹۴۰ء (جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ) میں گیا میں جمعیتہ علماء ہند کا اجلاس عام ہوا تو نائب مہتمم علامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب نے ان دونوں کی صدارت فرمائی مندرجہ ذیل فقرہ جواب کی جذبات کا آئینہ دار ہے دونوں خطبوں میں مشترک تھا۔

”صرف قوم نصاریٰ اور ان میں سے بھی یورپ کے نصاریٰ کا مقابلہ اسلام دائمی رہا ہے اور اس لئے یہ کہنا کہ اسلام کے اصلی اور حقیقی دشمن عیسائی ہیں بالکل صحیح ہے۔ اسلام کی چودہ صدیوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کو اس عرصہ میں جس قدر لڑائیاں غیر مذہب والوں سے لڑنی پڑی ہیں ان میں زیادہ حصہ مسیحی سلطنتوں کا ہے۔“

(خطبہ صدارت اجلاس گیا ص ۱۵)

اس موقع پر کس قدر دلچسپ اور معنی آفرین ہے اس شعر کا نقل کر دینا جو حضرت ممدوح اکثر اپنی ان تقریروں میں پڑھا کرتے تھے۔ جو اساتذہ اور طلبہ دارالعلوم کے اجتماعات میں وقتاً فوقتاً ہوا کرتی تھیں۔

تیرے تیروں کش کو کوئی میرے دل سے پوچھے
یہ غلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

(انتہائی خفیہ)

جزو اول

رہنمی خط سازش کس

رپورٹ
جس میں

سارا کسین محل طور پر بیان کیا گیا ہے

✽ ضروری اطلاع

رجسٹر کی ترتیب اصل کی ترتیب کے بموجب ہے۔ قلم کے جل اور خفی ہونے میں بھی اصل کا لحاظ رکھا گیا۔

پولٹیکل اینڈ سیکرٹری پارٹمنٹ موضوع

پی
۴۲۶۰
۶۱۹۱۶

افغانستان

ریشی خطوط کا معاملہ

اگلے فائل کا نمبر سیل ۳/۱۶۳

اس فائل میں یہ کاغذات شامل ہیں

۱۹۱۶ء پی ۴۲۶۰، ۴۲۳۲، ۴۲۲۲ اور ۴۵۲۲

۱۹۱۷ء پی ۲۹۹ ۳۶۸۸

۱۹۱۸ء پی ۲۹۹۲ ۵۳۲۷

اگر اس فائل میں سے کوئی کاغذ نکالا جائے تو پولٹیکل

اندرجات کے شعبہ کو مطلع کر دیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ فوجی جاسوسی کا شعبہ ان کاغذات کو مفید پائے گا۔
اس وقت ہندوستان میں ترکی و افغانستان کے اثرات سے متعلق ان کاغذات کی بڑی اہمیت
ان کاغذات کی افادیت اس وقت بھی باقی ہے۔

دستخط جے ڈبلیو ہوں

۱/۳/۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

از طرف وائسرائے فارن ڈیپارٹمنٹ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۴ء

پی ۳۷۵ خفیہ بحوالہ آپ کے ٹیلیگرام مورخہ ۸ مارچ جاری افغانستان
محمود حسن مدینہ منورہ کے نام عبید اللہ کا کابل سے تحریر کردہ ایک مکتوب مورخہ ۹ جولائی
کو قاصد نے حکام کے حوالہ کر دیا ہے اور اس نے مکمل تفصیل بھی بتادی ہے مکتوب نویسن ایک
مشہور ہندوستانی ہے۔ جو بغاوت کے لئے ورغلا تارہتا ہے۔ وہ گزشتہ سال حجاز
گیا تھا۔ اور پھر ہندوستان کے راستہ سے کابل پہنچا تھا۔ جب کہ جرمن مشن کی آمد کو ٹھہرا
یہی عرصہ ہوا تھا۔ جرمن مشن سے اس کا قریبی تعلق ہے۔
مکتوب الیہ دیوبند کے مذہبی مدرسے تعلق رکھتا ہے مگر ۱۹۱۵ء میں حجاز چلا گیا تھا جہاں غزالی کے
بدنام گروہ کا سرغنہ بنا ہوا ہے۔

قاصد ایک ہندوستانی باشندہ جو لاہوری طلبہ ہمراہ کابل گیا تھا اور ۱۹۱۵ء میں ہندوستانیوں کی تھانہ شامل
ہو گیا تھا۔ جو اس وقت کابل میں خط کا خلاصہ یہ ہے۔
جرمن مشن کا اعزاز کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ لیکن وہ اپنے مشن میں ناکام رہے۔
کیونکہ ترکی نے افغانستان کے لئے فوجی جوانوں، افسروں، اسلحہ اور نقد امداد کا تعین کرنے اور
اسے ہیا کرنے نیز افغانستان کے ساتھ ميثاق کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

لیکن اگر ترکی ان دونوں باتوں پر رضامند ہو جائے اور کافروں کی کامیابی کی صورت
میں افغانستان کی سالمیت کے تحفظ کا وعدہ کرے تو افغانستان جہاد میں شریک
ہونے کے لئے تیار ہے۔

دریں اثنا امیر نصرت اللہ خاں آزاد قبائل میں اپنے اثرو رسوخ سے کام لے رہے ہیں۔
دو جہتیں بتائی جا رہی ہیں۔

(الف) مسلم نجات دہندہ فوج (جنود ربانیہ) جس کا مقصد مسلمان شہنشاہوں کو متحد کرنا ہے۔ مسلم سلاطین، بادشاہ اور امیر اس کے سرپرست ہوں گے۔
اس میں گیارہ فیلیڈ مارشل ہوں گے۔ جن میں پانچواں فیلیڈ مارشل شریف مکہ ہے۔
نیز بہت سے افسران پختہ درجہ کے ہوں گے۔ بہت سے ہندوستانی بھی اس میں شامل ہوں گے۔ جو اپنی باغیانہ حرکات کے لئے بدنام یا مشتبہ ہیں۔

(ب) حکومت موقتہ ہندوستان جو ہندوستان کو آزاد کرائے گی۔ اور فوجی معاہدے و میثاق کرے گی۔ اس کے صدر راجہ ہند پر تاب۔ وزیر اعظم برکت اللہ اور وزیر امور ہند عبید اللہ ہوں گے۔

اس کی کارروائی کا خلاصہ اس طرح کیا گیا ہے۔

(۱) یہ جماعت امیر کو ہندوستان کا مستقل فرمانروا تسلیم کرے گی۔ بشرطیکہ افغانان جنگ میں شامل ہو جائے۔ یہ بات امیر کے سامنے رکھی گئی تھی۔ لیکن پھر اس خیال کو ترک کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ اس وقت تک جہاد میں شامل ہونے پر آمادہ نہ تھا۔

(۲) روس کو سفارت بھیجی گئی۔ جس کے نتائج افغانان کے لئے مفید ہوتے۔ روسی کا کابل آنے والا ہے۔

(۳) قسطنطنیہ اور برلن کو براہ امیران سفارت روانہ کی جا رہی ہے

(۴) جاپان اور چین کو سفارت روانہ ہونے والی ہے۔

(۵) ہندوستان کو سفارت بھیجی گئی تھی لیکن کچھ کامیاب نہیں ہوئی۔

(۶) دوسری سفارت اب برلن اور ہندوستان کو روانہ کی جا رہی ہے خطہ خلافت

اس خطہ میں جو اطلاعات دی گئی ہیں ان کی تشریح اور وضاحت قاصد کے بیان سے ہوتی ہے۔ اور ان کی تصدیق روسی ترکستان اور جاپان کو سفارتیں بھیجنے سے ہوتی ہے۔ اس کی مزید تصدیق دوسری اطلاعات سے ہوتی ہے۔ اور دوسرے واقعات کے تحت

اس کا سلسلہ مل جاتا ہے۔ جو ہمارے علم میں ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کابل میں سازش تیار ہے۔ جس کی جڑیں ہندوستان اور حجاز تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سازش کی تفصیلات اگرچہ مضحکہ خیز نظر آتی ہیں لیکن اگر روک تھام نہ کی گئی تو خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

خطوط سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ نصر اللہ پورے طور پر ہمارے خلاف ہے اور امیر خیر و پس منظر میں ہے۔ اگرچہ وہ سازشیوں کے مقاصد اور ان کی حرکات سے پوری طرح باخبر اور متفق ہے۔ اور ہر ایسی بات سے صحت نظر کرنے کو تیار ہے جو روس اور انگلستان میں غلط فہمی پیدا کرے۔ جن کا اتحاد افغانستان کو بے اثر بنا دیتا ہے اس لئے اس موقع پر اس کو کچھ لکھنا بے فائدہ اور غیر دانشمندانہ ہے۔ ہم ہندوستان میں ایک ہی وقت میں پنجاب دلی ہند اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں پھیلے مارنے اور ان چند اشخاص کو گرفتار کرنے کے انتظامات کر رہے ہیں جو اس میں واضح طور پر ملوث ہیں۔ مکمل تفصیلات اور کاغذات اگلی ڈاک سے روانہ کئے جائیں گے۔

ہمیں اب معلوم ہو گیا ہے کہ رسوائے زمانہ ڈاکٹر مسٹر اداس اُس سفارت میں شامل تھا جو روسی ترکستان کو گئی تھی۔ اس نے شمشیر سنگھ کے نام سے سفر کیا تھا۔ غالباً یہ وہی شمشیر سنگھ ہے جس کا تذکرہ آپ اپنے حوالہ بالا ٹیلیگرام میں کیا ہے۔ عبدالقادر خاں اُن لاہوری طلباء میں شامل ہے جن کا اوپر تذکرہ ہوا۔ وہ لاہور یونیورسٹی کا گریجویٹ ہے۔

تیسرا نام مشتبہ ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ان اشخاص کی حوالگی کے لئے حکومت روس سے سختی کے ساتھ اصرار کیا جائیگا۔

اہم
از وائسرائے فارن ڈیپارٹمنٹ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۶ء۔
(پی ۳۸۲) خفیہ افغانستان۔

برطانوی ایجنٹ نے مطلع کیا ہے کہ ۶ ستمبر کی سہ پہر کو امیر سے ملاقات کے لئے اسے اجانک طلب کیا گیا۔ امیر نے اس سے بند کمرے میں ملاقات کی جہاں کوئی تیسرا شخص

موجود نہ تھا۔ امیر نے جرمین مشن کے اغراض و مقاصد پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔ اور بتایا کہ وہ بری طرح مایوس ہو کر کابل سے چلے گئے ہیں اور اب تک سرحد پار کر چکے ہوں گے۔ پھر اُس نے کاظم بیگ، برکت اللہ اور مہند رپر تاج تینوں کا نام لیا۔ اور کہا کہ وہ کابل ہی میں رہ گئے ہیں۔ اس وجہ سے اس کو پریشانی ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ کیونکہ یہ لوگ ایک لحاظ سے مہمان ہیں۔ اس کے بعد اُس نے مطمئن لہجہ میں کہا کہ ان لوگوں نے عنقریب چلے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے

پھر اس نے پوری سنجیدگی کیساتھ حلفیہ کہا کہ اُس کے اس پختہ ارادہ میں نہ تو کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ اور نہ کوئی تبدیلی ہوگی کہ وہ انگلستان کے ساتھ غیر جانبداری اور دوستی کے قول و قرار کا پابند رہے۔

اس جملہ سے انٹرویو کے اصل مقصد کی وضاحت ہو گئی۔ اُس نے کہا کہ اسے پشاور سے اطلاع ملی ہے کہ سرکاری حلقوں میں افواہ ہے کہ خیر الدین اور احمد نامی دو ترک اس وقت تیراہ میں بے چینی پھیلا رہے ہیں۔ یہ لوگ غزوہ ترکی کا سنا سنا ہوا ظاہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کو کابل سے روانہ کیا گیا ہے۔ اُس نے بتایا کہ اول الذکر فوجی کالج کا سابق استاد ہے جسے سال گذشتہ اس بنا پر برطرف کر دیا گیا تھا۔ کہ اس نے لڑکوں کو سیاست میں لگائے کی کوشش کی تھی۔

جبکہ آخر الذکر شاہی مطبخ کا نانا بانی ہے جس کو نااہلی کی بنا پر علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ یہ دونوں خفیہ طور سے تیراہ پہنچے ہیں اور ترک نمائندہ نہیں۔

امیر نے نہ تو ان کوئی اختیار دیا ہے۔ نہ کوئی اشارہ دیا ہے۔ اس نے یقین دلایا کہ ان لوگوں کی تمام حرکتوں کی اطلاع اسے پشاور کی خبروں سے ملی ہیں۔

اس کے بعد امیر نے یہ کہہ کر گفتگو ختم کر دی کہ اُس نے جو باتیں کہی ہیں۔ برطانوی ایجنٹان سے اپنی حکومت کو مطلع کر سکتا ہے۔ تاکہ اگر کوئی بدگمانی ہے۔ تو وہ دور ہو جائے۔ اس مازکے نامہ میں ہر شخص کو اپنے وقار اور پوزیشن کا خود ہی خیال رکھنا چاہئے۔

محکمہ خفیہ

رجسٹر نمبر

۴۲۶۰

قرطاس کاروائی

ہندوستان سے موصولہ خفیہ خط نمبر ۷۳ ایم مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء
موصولہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء

موضوع	دستخط	تاریخ	انڈسٹریٹری
افغانستان	N	۲۷ ۱۰/۱۶	سیکرٹری آف اسٹیٹ
مولوی عبید اللہ اور دوست محمد ہندوستانی ایلیچیوں کی سازش	W	۳ ۱۱/۱۶	

نقل برائے { جے آئی بی
ڈی ایم آئی
میجر وینگر

۱۲ ۴ ۱۶

برائے اطلاع

عبید اللہ کی سازش حکومت ہند کے برقیہ مورخہ ۱۶ ستمبر میں اختصار کے ساتھ بیان
کی گئی ہے اور اس کے اپنے بیان کے مطابق ان کاغذات میں درج ہے۔ جن پر اسے A کا
نشان ہے۔

اس پنجابی شخص کو جو دارالعلوم دیوبند میں استاد تھا۔ نوجوان ترک عبید اللہ آفندی نے
سمجھنا چاہئے۔ جسے ایران میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ لیکن وہ کرمان اور بندر عباس کے درمیان قتل ہو گیا۔

(ہو گیا تھا)

اگر کابل کے سرکاری حلقوں میں اس قسم کے خیالات ہوتے تو یہ قابل فہم ہے کہ عربوں کی بغاوت پروماں بڑا شور و غل اور ہنگامہ ہوتا۔ شریف مکہ کو جنودِ ربانیہ (نجات و نہد مسلم فوج) میں فیلڈ مارشل بنایا جانا تھا۔

لیکن یہ بات نوٹ کر لینی چاہئے کہ عبدالحق کے بیان کے مطابق (کاغذ سی ص ۵) لاہور میں شریف مکہ کے بارے میں فروری ۱۹۱۵ء میں بھی اچھی رائے نہ تھی۔ یہ بیان بغاوت کے بعد دیا گیا ہے۔ غالباً تاریخ یاد رکھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہے۔

یہ اسکیم اینگلو سیکسن نسل کے لوگوں (انگریزوں) کو انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہو گئی۔ لیکن مسلمان اور خصوصاً ہندوستانی مسلمان انتہائی احمقانہ باتوں کا بھی یقین کر سکتا ہے۔ تاہم اس بات کا خطرہ بلاشبہ ہے۔ جیسا کہ سرسی کلیو لینڈ نے اپنے نہایت دلچسپ نوٹ کے صفحہ ۱۲۱ پر ریکارڈ کیا ہے (کاغذ سی ص ۵)۔

اس وقت جو باتیں چند افراد تک محدود ہیں جلد یا بدیر بڑے گروہوں اور قوموں میں نفوذ کر سکتی ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ سب سے پہلے برکت اللہ اور مہندر پرتاب کو یہ خیال آیا ہو نہ کہ عبید اللہ کو (آلہ یہ کہ ان کے درمیان پہلے سے خط و کتابت جاری ہو) اور اس کا کچھ تعلق ان اہم انکشافات سے ہو جو مہندر نے جرمن چانسلر کے کہنے پر حق الحذر مت لیکر امیر کے روبرو افغانستان و جرمن سلطنت آسٹریا و ہنگری اور ترکی کے آئندہ تعلقات کے بارے میں کہے تھے۔ ان میں اگرچہ ایران کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے لیکن وہ اس زنجیر کی ایک ضروری کڑی ہے۔

یہ بات واضح نہیں کہ عبید اللہ جرمنوں کے آنے سے پہلے کابل پہنچا تھا یا ان کے بعد۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ملتان کے کشتہ نے عبید اللہ کے خطوط دیکھ کر انہیں طفلانہ حماقت قرار دیا تھا۔ امید ہے کہ اس واقعہ سے ان خیالات کے بارے میں آگہی حاصل ہو گئی۔ جو عام طور پر اس وقت لوگوں کے ذہنوں میں پرورش پا رہے ہیں بہر حال اس واقعہ سے حکومتِ ہند کا یہ خیال تو دور ہو ہی جائیگا کہ سنسر کے ذریعہ ترک جرمن پروپیگنڈا

کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔

ٹیلیگرام بنام ایس آف ایس مورخہ ۶ جولائی (بی۔ پی۔ بی۔ ۲۲-۷۰)

ڈاکٹر انصاری جن کا اس خط میں تذکرہ ہے (آر۔ پی۔ بی۔ ۲۲-۷۰) گذشتہ جنگ بلاق میں ہلالِ احمد تحریک کے وقت ہندوستان میں انجمن اتحاد ترقی کے حامی اور اکیٹو ہیں۔ لیکن فی الوقت حکام ان کے خلاف ایکشن لینا مناسب نہیں سمجھتے (بی۔ پی۔ ۱۲)

بیدار لشکر نے ہندوؤں کی جو فہرست دی اس سے معلوم ہوتا ہے (صفحہ ۵-۱۷) اس میں ان لوگوں کے نام ملتے ہیں جیسے مہار کا بنام قوم پرست شیخ شاویش کئی قباہی ملا جیسے حاجی صاحب ترنگ زئی (پشاور) بابر ملہ اور اسکے ساتھی، جان محمد صاحب جو سندھ کی ملا آف کوہستان۔ ان سب کے لڑائی کے دوران سرحدی جنگ میں حصہ لیا ہے۔

اور مولانا عبد الباقی لکھنؤ صدر انجمن خدام کعبہ نیز ایسے شہری و صحافی جیسے ڈاکٹر انصاری مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور ظفر علی خاں۔ (آخر الذکر تینوں نظر بند ہیں)

عبدالحق کے بیان کے دلچسپ حصوں پر نشان کر دیا گیا ہے۔ بیان کا صفحہ ۵ آغاز جنگ میں مسلم نوجوانوں کی آرزوؤں اور امنگوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ (اس بات کو خاص طور پر نوٹ کریں کہ ان کی زبردست خواہش یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح ترکی پہنچ جائیں) صفحہ ۱۲-۱۳ پر مجاہدین کے بارہ میں ایسی مکمل تفصیل ملتی ہے جو اب تک ہمیں حاصل نہ ہوئی تھی ہم ان کو گٹھ متعصب مذہبی ہندوستانی کہتے ہیں مثلاً یوسف کوئی قبائل علاقہ میں ہندوستانی مجاہدین کی بستی کا حال معلوم ہوتا ہے جو ۱۹۲۷ء سے وہاں قائم ہے۔ جب بھی سرحدی علاقہ میں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے یہ بستی اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ لیکن ابھی تک ہمیں کوئی شدید نقصان نہیں پہنچا سکی ہے۔

صفحہ ۲۰-۱۵ ہندوستانی طلبہ کے ۱۵ مئی کو کابل پہنچنے پر ان کے ساتھ انتہائی سردمہری کا سلوک کیا گیا۔ ۱۵ دسمبر کو جرمن وند کے آنے تک یہ صورت حال رہی۔

صفحہ ۲۲-۲۳ دعویٰ کیا گیا ہے کہ روس کو جو ہیلڈ مشن بھیجا گیا تھا وہ کامیاب رہا۔ اور اس سوال کا جواب ہمارے معتمد میں لایا کہ اگر افغانستان نے ہندوستان پر حملہ کیا تو

کیا روسی افغانستان پر حملہ کر دیں گے۔ حال ہی میں ایران میں دو طلباء کو روسیوں نے گرفتار کیا تھا۔ تب بھی انہوں نے ایسا ہی بیان دیا تھا۔ لیکن روسیوں نے اس کی سرکاری طور پر تردید کر دی تھی۔

۲۳۔ عبدالباری اور شجاع اللہ پر مشن جو ۱۶ جون کو قسطنطنیہ اور کابل گیا تھا۔ شجاع اللہ نے یونس کے فرضی نام سے سفر کیا تھا۔ (دیکھئے صفحہ ۱۸) اس کو روسیوں نے محمد حسین کے ہمراہ ایران میں گرفتار کر لیا تھا (شاید اس کا نام محمد حسن تھا دیکھئے صفحہ ۲۳-۲۴) مہمند علاقہ کی لڑائی میں سکھ فوجیوں پر اثر انداز ہوتا۔

۲۴۔ ہندوستان کو خفیہ مشن
۲۵۔ ازاد علاقہ میں پریس قائم کرنے کی اسکیم تاکہ باغیانہ لٹریچر چھاپ چھاپ کر قبائلی علاقہ میں تقسیم کیا جائے۔ شاید یہ کام شروع بھی ہو چکا ہے۔
کیونکہ صوبہ سرحد کی ۹ ستمبر کی ڈائری میں تذکرہ ہے کہ حاجی صاحب ترنگ زئی نے ایک پریس چل کر لیا ہے (یہ نام عبدالحق کے بیان میں بار بار آیا ہے)

۲۸۔ جرمن مشن کا قبائلی علاقہ میں دورہ
۳۰۔ بلوچستان میں شورش برپا کرنے کا انتظام ہندوستان میں کیا گیا تھا۔
دبھاول پور کے غلام محمد کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ (دیکھئے صفحہ ۱۹-۲۰)

سرکلبولینڈ کے نوٹ (بی) صفحہ ۱۶-۲۱ میں بتایا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں کیا کارروائی ہونے والی ہے۔

پیش کیا

جے۔ آر۔ ایس
۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء

مسٹر ہورس۔

برائے اطلاع۔ کیا آپ ان یادداشتوں کو میجر ڈبلیو
کے پاس بھیج دیں گے۔ بشرطیکہ آپ ایسا کرنا مناسب سمجھتے ہوں

جے۔ آر۔ ایس
۱۲ جنوری ۱۹۱۸ء

میجر لیونگر (میجر ڈبلیو)
شاید آپ ان کو ملاحظہ فرمانا پسند کریں۔ (چار جلدیں)
جے ڈبلیو۔ ایچ
۱۸/۳/۱۸

مسٹر ہورس۔

بہت بہت شکریہ۔
برائے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ۔
دستخط برائے والینگر
جے۔ ڈبلیو۔ ایچ
۱۸/۳/۲۱

P. ۲۲۴۰

ڈرافٹ ٹیلیگرام
سکریٹری آف اسٹیٹ

بنام
وائسرائے فارن ڈیپارٹمنٹ
(ویٹ مدد)
(پرائیوٹ)

روانہ کیا گیا
دستخط - ایم۔ ڈی
بتاریخ

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء

گرامنٹ بحوالہ خطوط و جوابات جو آپ نے
اپنے ہفتہ وار مورخہ ۱۵ ستمبر کے
ساتھ دوبارہ عبید اللہ منسلک کئے تھے
کیا آپ کلیولینڈ کے نوٹ اور منسلک
کاغذات کی پانچ زائد نقول بھیج سکتے ہیں
(ہر ٹرل)

بھیجا جائے۔ دستخط

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء

نقل ٹیلیگرام

۲۲ ۳۲ ۳۲
۱۹۱۶ء

منجانب وائسرائے

مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء

وصول شدہ در لندن آفس

خفیہ

ہر ٹرل !

بحوالہ آپ کے ٹیلیگرام مورخہ ۱۹ مارچ جاری۔ ہم اگلے ہفتہ کے خط کے ساتھ عبید اللہ سے متعلق

کاغذات کی زائد نقول جتنی بھی دستیاب ہیں روانہ کر رہے ہیں۔ گرامنٹ
موصولہ

۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء

۵۰۴۶
۱۶



سر۔ اے۔ ہرٹزل

عبداللہ سے متعلق کاغذات کی زائد کاپیاں نیز عنوانات ذیل
پریاوداشتیں اس ٹھاک سے آگئی ہیں۔

- (۱) ہندوستان میں مسلمانوں کی صورت حال پریاوداشت۔
- (۲) انجمن خدام کعبہ
- (۳) وہابی فرقہ اور ہندوستانی متعصب
- (۴) وہابی فرقہ کی مہم جوئی۔

دستخط (ڈبلیو۔ ایس)

۴ دسمبر ۱۹۱۲ء

رشی خطوط پر پہلا نو

یہ خطوط ہمارے ہاتھ کیسے آئے

۱۳ اگست کو ملتان کے خان بہادر رب نواز خاں نے ملتان ڈویژن کے کسٹرن کوزر د رشی کپڑے کے تین ٹکڑے دکھائے جن پر خوشخوار دو لکھی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ ۲۴ اگست سے ان کے پاس تھے لیکن کسٹرن کی عدم موجودگی کے باعث پیش نہیں کئے جاسکے۔ خان بہادر نے بتایا کہ انہیں یہ خطوط عبداللہی سے ملے ہیں جو پہلے ان کے لڑکوں کا اتالیق تھا اور ۱۹۱۵ء میں ان کے ہمراہ کابل گیا تھا عبداللہی نے رب نواز خاں کو یہ خط پیش کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ان خطوط کو پہنچانیکے لئے ہی اسکو کابل سے بھیجا گیا ہے۔ جو حیدرآباد سندھ میں عبدالرحیم کو دئے جانے تھے تاکہ وہ ان خطوط کو مدینہ روانہ کر دے۔ عبداللہی کو عبدالرحیم سے ان خطوط کی رسید ملتی تھی اور اس رسید کو واپس کابل لے جاتا تھا۔

کسٹرن ملتان نے اس خطے بعض حصے پڑھوا کر سننے اور انہیں بچوں کی سی حماقت قرار دیا۔ تاہم ان خطوط کو پنجاب سی آئی ڈی کے حوالہ کر دیا گیا پنجاب سی آئی ڈی کے مسٹر ٹوکنس نے ان خطوط کا ترجمہ کرایا اور عبداللہی قاصد پر جمع کرائی۔

مجھے ۲۳ اگست کو ان خطوط کے ترجمہ کا مسودہ مل گیا۔ دو دن بعد اس نے اصلی رشی خطوط میر حوالہ کر دیے۔ اگلے چند دنوں میں عبداللہی نے مکمل تفصیلی بیان دیا جس کے مطبوعہ ترجمہ کے ساتھ اسکی زبانی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے کہ اسنے یہ خطوط کس طرح حوالہ کئے۔ ممکن ہے کہ جب خان بہادر اس پر جمع کی اسوقت تک ثنوں زندہ ہو چکا ہو۔ اور اپنے مشن کے خطرات اور جہاں گردی کا شک چکا ہو۔ اور اسنے مزید ہم کوئی سے احتراز کرنا فیصلہ کر لیا ہو لیکن ان سب باتوں کا باوجود میں سمجھتا ہوں کہ خان بہادر نے بہت غریب کام کیا۔ اور مجھے یہ کہنے سے خوشی ہے کہ پنجاب کے تعینات گورنر جنرل کا بھی یہی خیال تھا۔ چنانچہ اس کو جلد ہی تعریفی سند اور انعام عطا کیا جائے گا۔

رشی خطوط کا لکھنے والا

یہ خطوط در رنگ کے رشی کپڑے کے تین ٹکڑوں پر ہیں ان میں پہلا خط شیخ عبدالرحیم حمصا کے نام ہے۔ یہ ٹکڑا چھ اپنچ لمبا اور پانچ اپنچ چوڑا ہے۔

دوسرا خط مولانا کے نام ہے یہ دس اپنچ لمبا اور آٹھ اپنچ چوڑا ہے۔ تیسرا خط بظاہر پہلے خط ہی کے تسلسل میں ہے۔ پندرہ اپنچ لمبا اور دس اپنچ چوڑا ہے۔

پہلے اور تیسرے خطوط پر عبید اللہ دستخط ہیں۔ عبدالحق نے ہمیں بتایا ہے کہ مولوی عبید اللہ نے اس کو یہ تینوں رشی رومال دئے ہیں جن پر اس کی موجودگی میں مولوی عبید اللہ نے خطوط لکھے تھے۔

اس میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ عبید اللہ نے خود ہی یہ خط لکھے تھے عبید اللہ کے دستخط عبید اللہ کے ان دستخطوں سے پوری مطابقت رکھتے ہیں جو یہاں دیکھا گیا ہے۔ جہاں تک عبید اللہ کی شخصیت کا تعلق ہے۔ میں اپنے دفتر کی مرتب کردہ ویبائی تحریر کی ممتاز شخصیتوں کی تاریخ مجربہ ۱۹۱۵ء سے یہ اقتباس نقل کر رہا ہوں۔

مولوی عبید اللہ شاید اس تحریک کی اہم ترین شخصیتوں میں شامل ہے۔ ایسا ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ شروع میں سکھ تھے۔ اور سیالکوٹ کے رہنے والے تھے لیکن انھوں نے شروع میں اسلام قبول کر لیا اور سترہ برس کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے۔ جہاں انھوں نے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ اور استاذ بن گئے۔ دیوبند کے طلباء قدیم کی انجمن قائم کی۔ انھوں نے سندھ میں بارہ برس گزارے۔ جہاں انھوں نے مسلمانوں پر امتیازی پوزیشن حاصل کر لی۔ اور بیرجند کے والا میں ایک مدرسہ قائم کر دیا۔

اگست ۱۹۱۵ء میں ان کے بارہ میں شبہ ہوا کہ وہ کچھ رسالے لکھ رہے ہیں جن پر جہاوپڑا گیا ہے۔ یہ رسالے ہندوستانی انتہا پسندوں میں پہنچ گئے تھے۔

جنگ بلقان کے موقع پر غیر ملکی سامان کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کی ۱۹۱۲ء میں وہ دلی میں مقیم ہو گئے۔ اور ادارہ نظارۃ المعارف قرآنیہ قائم کیا۔ بظاہر اس ادارہ کی شاخیں سندھ میں ہیں۔ اور اس کا مقصد مسلم نوجوانوں میں بخونانہ افکار پیدا کرنا ہے۔ عبید اللہ شبیر جھنڈے والا کے ہمراہ ۲۷ جون ۱۹۱۵ء کو کراچی پہنچے تھے اور کہا جاتا ہے کہ چند دن بعد لکھنؤ روانہ ہو گئے تھے۔ لکھنؤ میں ان کے بارہ میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ فی الحال وہ مفقود الحضر ہیں۔

مخبر راجی (بی) نے بیان کیا تھا کہ مجاہدین بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ اس کا نام لیتے ہیں۔

(۱۹۱۵ء کا اختتام) کہا جاتا ہے کہ لاہوری طبکار کی مہم جوئی اور سیف الرحمن کے مشن کے پیچھے عبید اللہ تھا۔ جب وہ دلی میں تھے تو مولانا محمد علی کے بہت قریبی ساتھی تھے۔ اس پر اتنا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ عبدالحق کے بیان کے مطابق عبید اللہ نے کابل پہنچے ہی بڑی عزت و عقیدت کا مقام حاصل کر لیا تھا۔ (فروری ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ) پہلی مرتبہ عبدالحق کے سامنے ان کا یہ کہہ کر تعارف کرایا گیا۔ کہ وہ نہایت ذہین دانشمند لائق قابل اور با اثر و مقتدر شخص ہیں اور برطانیہ کے خلاف سازش کرنے میں مصروف ہیں۔ عبدالحق کے مزید بیانات سے ظاہر ہے کہ سرنارنصر اللہ خاں عبید اللہ پر بہت بھروسہ اور اعتماد کرتے تھے۔

ان خطوط کی تحریر بہت اچھی نہایت صاف اور نجیہ ہے۔ نہ تو کوئی لفظ کھرج کر صاف کیا گیا ہے نہ کہیں کچھ مٹایا گیا ہے۔ نہ کسی لفظ کی اصلاح کی گئی ہے۔ صرف و نحو کی صحت ایک نہایت معمولی غلطی پوری تحریر میں نظر آتی ہے۔ خط کی زبان اگرچہ بعض مقامات پر مبہم ہے۔ جیسا کہ بالعموم سازشی تحریروں میں ہوتی ہیں لیکن اچھے تعلیم یافتہ بلکہ عالم شخص کی زبان ہے۔

قاصد جو یہ خطوط لایا۔

عبدالحق نے ہمیں اپنے حالات سنائے ہیں۔ اس کا بیان ۳۸ مطبوعہ صفحات

پر مشتمل ہے۔ وہ بہت اچھا سرکاری گواہ ہے۔ اس کا حافظہ حیرت انگیز ہے۔ اسے نام خوب یاد رہتے ہیں۔ اس کا انداز سامع کو مطمئن کر دیتا ہے۔

جب اس پر افغانستان اور قبائلی علاقہ کے معاملات پر جرح ہو رہی تھی تو میں بھی اس پر متناہی سے جو سوالات کئے جاتے تھے ان کا نفی یا اثبات میں جواب دینے میں اسے کوئی الجھجھاہٹ نہ ہوتی تھی میں اس کے بیان کا خلاصہ کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اس کا ایک ایک فقرہ نہایت دلچسپ و موقیع اور مناسب ہے۔

ریشمی خطوط کے مضمون

عبدالحق کے بیان کا جائزہ لینے سے ان حالات کا صحیح علم ہو جاتا ہے۔ جن حالات میں یہ خطوط لکھے گئے ہیں۔ عبید اللہ سازش کے سلسلہ میں مغربی ہند کے قبائلی علاقے اور افغانستان میں سسل کام کر رہا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اپنی سازش کی تفصیلات سے ہندوستان اور عرب میں اپنے سازشی ساتھیوں کو باخبر کرے۔ اصل خط حضرت مولانا کے نام ہے۔ یہ خط کسی معتد آدمی کے ذریعہ مدینہ بھیجا جانا تھا۔ اسے توقع تھی کہ وہاں مکتوب الیہ کا پتہ چل جائیگا۔ لیکن راستہ میں یہ خط ہندوستانی سازشیوں کو بھی دکھا دیا تھا۔ ان میں سے ایک حیدر آباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم صاحب ہیں۔ اس خط کو مدینہ پہنچانا انہی کی ذمہ داری تھی۔ اس لئے شیخ صاحب کو بھی ایک مختصر تحریری خط لکھا گیا۔ جو حسب ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

اول یہ خط حضرت مولانا کو مدینہ بھیجا ہے۔ دوم حضرت مولانا کو زبانی گفتگو میں بھی اور ان کے نام تحریر شدہ خط کے ذریعہ بھی خبردار کر دیتا ہے کہ وہ کابل آنے کی کوشش نہ کریں۔ سوم حضرت مولانا کو سمجھ دیتا ہے کہ مولوی منصور اس بار حج کے لئے نہ سکیں گے چارم شیخ عبدالرحیم کابل آنے اور مولوی عبید اللہ سے ملاقات کرنے کی کوشش کریں پنجم شیخ رحیم سے کہا گیا تھا کہ اگر وہ ضروری سمجھیں تو اس خط کو مدینہ پہنچانے کے لئے پانی پت کے مولوی محمد اللہ سے مدد لے سکتے ہیں۔

نیز اس خط کا جواب یا تو براہ راست کابل بھیجا جائے یا مولوی احمد لاہوری کے ذریعہ روانہ کیا جائے

ابجد جن ناموں کا ذکر آیا ہے بظاہر یہ سب نام ان ہندوستانیوں کے ہیں جو مولوی عبید اللہ کی سازش میں شامل تھے ان کے بارہ میں مزید تفصیلات ریشمی خطوط سے متعلق مطبوعہ انڈکس میں ملے گی۔

یہاں جس شخص کا خاص طور پر حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ حضرت مولانا ہیں، بلاشبہ یہ شخص ایک خطاب یا تعظیمی الفاظ میں عبدالحق نے ہمیں بتایا کہ حضرت مولانا یعنی مکتوب الیہ سے مراد دیوبند کے مولانا محمود الحسن ہیں۔

یہ بات حضرت مولانا کے نام خط سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ سازش کی اسکیم میں حضرت مولانا کو جزیل مقرر کیا گیا ہے۔ عہدوں کی فہرست میں جزیل کا عہدہ سلطان العلماء حضرت محدث دارالعلوم دیوبند دام ظلہ، کو دیا گیا ہے۔ یہ القاب واداب دیوبند کے مولانا محمود الحسن کے سوا کسی اور پر منطبق نہیں ہو سکتے۔

عبدالحق کا بیان سننے سے پہلے ہی اس امر کا ہمیں یقین ہو گیا تھا۔ دوسرا خط جو حضرت مولانا کے نام ہے۔ ان واقعات کی تفصیل سے شروع ہوتا ہے جو جرہ سے آنے کے بعد عبید اللہ کو پیش آئے۔ جس کا سراغ اس کے سفر کراچی (جون ۱۹۱۵ء) کے بعد سے ہم بالکل کھو چکے تھے۔

اس تفصیل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ عسرب گیا تھا اور وہاں سے ہندوستان واپس آیا۔ جہاں اس نے اپنے دوستوں سے ملاقات کی۔ انھوں نے اس کو وہ سب باتیں بتائیں جو اس نے اس خط میں تحریر کی ہیں۔

عبید اللہ کے خط کے اس حصے کی ہر بات تشریح طلب ہے۔ اس میں جو نام لئے گئے ہیں ان میں بعض نام مشہور ہیں حکیم قاسم شاہ حکیم عبدالرزاق مراد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے ڈاکٹر انصاری مراد ہیں۔ لیکن یہ عین ممکن ہے کہ یہ القاب دوسرے لوگوں کے لئے استعمال کئے گئے ہوں۔ مطبوعہ انڈکس میں ہم نے کوشش کی ہے کہ عبید اللہ نے جن شخصوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے بارہ میں زیادہ زیادہ معلومات مہیا کر دیں۔ اگر اس انڈکس کے ساتھ اس خط کو پڑھا جائے تو خط کا مطلب کافی واضح ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کا جائزہ لینے کے بعد عبید اللہ لکھتا ہے کہ اس نے مدینہ کو حسب وعدہ واپسی ممکن نہ پائی اور آگے بڑھا اور غالب نامہ (دیکھیں اندر) افغانستان کے سرکار کے پاس پہنچا۔ اس کے بعد اس نے مختصر افغانستان یعنی قبائلی علاقہ کے حالات بیان کیے۔ اس کے بعد وہ کابل پہنچا۔ غالب نامہ لکھتا ہے کہ اس کے بعد اس نے افغانستان کے کوائف و واقعات بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ جن کی تصدیق عبدالحق کے بیان سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد اس نے مستقبل کا نقشہ بیان کیا ہے۔ اب وہ جو اسکیمیں بیان کرتا ہے۔ اُن کا ایک حصہ قابل عمل ہے۔ اور ایک حصہ خیالی اور تخیلی ہے۔ لیکن جہاں جہاں اس نے حقائق اور واقعات کا تذکرہ کیا ہے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس کا بیان بالکل صحیح اور حرف بحرف درست ہے۔

جنو درباریہ (مسلم خجات و ہندو فوج) کے عہدہ داروں کی جو فہرست اس نے تیار کی ہے۔ وہ ذیل کے اسلام کی تمام ممتاز ترین شخصیتوں پر مشتمل ہے۔ جنہیں اتحاد عالم اسلامی کی ہر بڑی اسکیم میں شامل کرنا لازمی ہے۔

یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اس نے شریف مکہ کو بھی فیلڈ مارشل کی حیثیت سے شامل کیا ہے۔ عبید اللہ کے خط کی تاریخ ۸ رمضان اتوار ہے جو ۹ جولائی کے مطابق ہے۔ شریف مکہ کی بغاوت کی خبر ہندوستان میں ۲۳ جون کو چھپی تھی اور جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے۔ ۹ جولائی کے بعد تک کابل میں اس کا علم نہیں ہو سکا تھا۔

ٹھٹھ جرنل اور اس سے کم درجہ کے عہدے متعدد اشخاص کو دے گئے ہیں جو تقریباً سب کے سب اتحاد اسلامی یا وہابی تحریک کے سلسلہ میں ہمارے نوٹس میں آچکے ہیں۔ عبید اللہ نے اپنے خط کے آخر میں اس کی تفصیل دی ہے جسے وہ حکومت موقتہ ہند قرار دیتا ہے۔ اس طرح اس نے اس سازش میں راجہ مہندر پرتاب کا حصہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس کے بارہ میں اس کا بیان ہے کہ اس کا آریہ سماجوں سے خاص رابطہ ہے اور ہندوستانی راجاؤں سے بالواسطہ تعلق ہے۔

اس جگہ بھی حقائق اور واقعات کے بارہ میں جو ہمیں معلوم ہیں مثلاً اس کو سفارت بھیجی گئی

سفر کے بارہ میں اس کا بیان بالکل درست ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مجموعی طور پر عبداللہ کے ان خطوط کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ اس نے واقعات اور منصوبوں کے بیان میں پوری کوشش کی ہے تاکہ مکتوب الیہم اور وہ درمیانی لوگ جو یہ خطوط پڑھیں گے۔ سب باتوں کو سمجھ سکیں۔

پنجاب کے ایک ڈویژن کے کمشنر نے ان خطوط کو حقائق سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن ان خطوط میں مندرجہ واقعات کا جب ہم اس محکمہ کے معلوم شدہ حقائق سے اور عبدالحق کے انکشافات سے موازنہ کرتے ہیں تو ان کے معنی بالکل واضح ہو جاتے ہیں جو اس کمشنر کے اخذ کردہ مطلب کو غلط اور باطل بنا دیتے ہیں۔

ریشمی خطوط اور عبدالحق کے بیان میں ظاہر کردہ واقعات اور منصوبہ جات کا تعارف اور ان پر تبصرہ

۱۹۱۲ء کے بعد سے مسلمانوں کے جذبات و احساسات میں حکومت برطانیہ سے نمایاں طور پر دوری اور بعد پیدا ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں ہم نے جو کچھ کہاہے ہیں وہاں دہرا نا نہیں چاہتا۔ میں اس سلسلہ میں صرف اپنی خاص خاص مطبوعات کی طرف اشارہ کروں گا۔ فروری مارچ ۱۹۱۲ء میں میں نے حکومت ہند کو مسلمانان ہند کے بارہ میں ایک یادداشت پیش کی تھی جسے مسٹر پٹرک نے بڑی احتیاط کے ساتھ تیار کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے متوجہ کیا تھا کہ میری ملے میں اس صورت حال میں تشویش کا عنصر مطلق نہیں۔ اگرچہ بلاشبہ کہیں کہیں اشتعال اور تناؤ پایا جاتا ہے۔

میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میرے خیال میں مسلمانان ہند کے تمام ہی خواہوں کو بڑی خوشنودی اور مطمئن ہو گا۔ اگر کسی دن صبح اخبار کھولتے ہی اچانک ان کی نظر اس خبر پڑے کہ برطانیہ

غظی نے ترکوں کو اٹلی سے جھکڑا نپٹانے کے لئے اپنی خیر گلا نہ خدات پیش کر دی ہیں۔
 مارچ ۱۹۱۴ء میں ہم نے انجمن خدام کعبہ پر ایک نوٹ شائع کیا کہ یہ زیادہ خطرناک اور
 جارحیت پسند ادارہ اور اتحاد اسلامی کا حامی ہے۔ اگست ۱۹۱۵ء میں ہم نے وہابی فرقہ اور
 ہندوستانی متعصبوں کے باہمی ایک یادداشت شائع کی تھی جس سے ہمارا خاص مقصد یہ تھا کہ وہابی
 پولیس پر اپنا یہ خیال واضح کر دیں کہ ہندوستانی متعصبوں کو جہاد کے مقصد کے لئے استعمال
 کیا جاسکتا ہے۔ یہ یادداشت ان الفاظ پر ختم ہوئی تھی۔

”ممکن ہے یہ تبہ بھی آواز بے بنیاد ثابت ہو لیکن مسلمانان ہند میں اس وقت تناؤ
 کی جو کیفیت ہے۔ اس میں بہتر یہ ہوگا کہ متعصب مسلمانوں میں کسی جنگاری کے بھڑک اٹھنے کو
 اسکان کو نظر انداز نہ کیا جائے“

وہابیوں کی حالیہ سرگرمیوں کے بارہ میں گذشتہ جنوری میں ہم نے ایک یادداشت
 شائع کی تھی۔ اس کے ساتھ میں نے یہ نوٹ لکھا تھا۔

ہندو اور بیرون ہند میں اتحاد اسلامی کے حامیوں کے پروپیگنڈہ کے بارے میں ہمیں بہت
 سی پریشان کن اطلاعات ملی ہیں، اور اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ان میں یعنی وہابیوں میں اور
 مولویوں کے طبقہ میں کافی رابطہ اور باہمی ہمدردی ہے۔ لیکن ہمارے خلاف مسلمانوں میں
 جو جذبہ اور نفرت ہے۔ اس وقت تک اس کا اظہار صرف متعدد ناپسندیدہ واقعات کی
 صورت میں ہوا ہے۔ جو بظاہر بیرونی طور پر ایک دوسرے سے متعلق اور ایک بڑی تحریک کا
 حصہ معلوم نہیں ہوتے۔ اتحاد اسلامی کے جرنلسٹوں نے بہت سے قابل اعتراض مضامین
 لکھے ہیں۔ مولویوں نے سلطان ترکی اور جہاد کی حمایت و تائید اور تعریف میں بہت کچھ
 لکھا ہے۔ مذہبی عالموں نے ہندوستان سے ترک وطن کیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے
 کہ وہ اس کو ناپاک ملک سمجھتے ہیں۔ اسکولوں کے لڑکوں کو اگسا یا گیا ہے کہ وہ سرحد پار ہمارے
 متعصب دشمنوں سے مل جائیں۔ ہندوستانی مسلمان جواب تک سکون کے ساتھ زندگی
 گزارتے رہے ہیں۔ دفعۃً غدر یارٹی میں شامل ہونے لگے ہیں۔ خفیہ طور پر کافی رقوم جمع
 کر کے ہمارے خلاف لڑنے والوں کو بھیجی گئی ہیں اور ہماری پائیموں پر اظہار مسرت کیا گیا

لیکن دوسری طرف ایسے کئی واقعات ہوئے اور ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے ہیں جن کو مسلمانوں میں ہمہ گیر برطانیہ دشمن جذبہ سے کوئی تعلق نہیں۔ صورت حال کا صحیح اندازہ دگانا شکل ہے۔ لیکن اس واقعہ پر ہم غور ہو سکتے ہیں کہ آغاز جنگ کے بعد سے مسلمانوں نے اس سرزمین میں نہ تو نقص امن کیا ہے۔ اور نہ طاقت اور تشدد سے حکومت کی مخالفت کی ہے۔

عبید اللہ کے خطوط پڑھنے کے بعد کئی تجربہ کار افسروں نے مجھ سے کہا کہ ان تفصیلی معلومات کے بغیر جو میری دسترس میں تھیں وہ ان خطوط کو مطلق نہیں سمجھ سکتے تھے جب میں نے ان پر باتوں کی وضاحت کر دی تو خطوں کا مضمون روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔

وہابی تحریک، ہندوستانی متعصب لوگوں، روسی ترکستان کو راجہ مہندر پر تاج کے مشن، دیوبندی مولویوں کا ترک وطن وغیرہ معاملات سے جو تجربہ کار افسران بالکل ناواقف تھے انہیں عبید اللہ کے خطوط میں مذکور ناموں اور اشارات و کنایات کو زبانی سمجھانے میں مجھے ایک گھنٹہ سے تین گھنٹہ تک لگے۔

اس لئے مجھے یہ مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ اس نوٹ میں بہت سی پیچیدہ اطلاعات کو جمع کر دوں۔ عبید اللہ کی سرگرمیاں اس وقت جس منزل پر پہنچ چکی ہیں۔ اور جس منزل پر وہ اپنے ڈرامہ کو آگے بڑھانا چاہتا ہے اس کے پس منظر میں بہت سے مسلمان ہیں جن کے مذہبی اور سیاسی احساسات برطانیہ دشمنی اور اتحاد اسلامی کے ہیں۔ جن کے خیالات جہاد میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی طاقتیں اور سرگرمیاں تمام عملی سمتوں میں محدود ہیں ہندوستان میں اسکے غیر محرک اور محرک ہمدرد اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے کہ اس وقت تک بالکل ابتدائی کام کرتے رہیں جب تک کہ شمالی مغربی سرحد پر یا مشرق قریب میں کوئی بہت طاقتور تحریک شروع ہو جاتا ہے کہ قبائل انڈو نی جھگڑوں اور باصلاحیت لیڈروں کے فقدان کی وجہ سے منتشر ہیں۔

افغانستان کا حکمران بہت محتاط ہے اور اس کی فوج صلاحیت اور استعداد سے محروم ہے۔ ترک اور جرمن فوجیں بہت دور ہیں اور اپنے فوری مسائل میں الجھی ہوئی ہیں تاہم اس کا ذہن جو ایک متعصب ہندوستانی مولوی کا ذہن ہے۔ اور جس کے نزدیک جنگ ایک مرکب ہے۔ بغاوت، افراق، غری اور پرانی طرز کی کوہستانی لڑائی کا اس

غظیم صورت حال سے بچنے آزما ہونے کی سعی کرتا ہے اس کی کوشش ہے کہ علوم مذہبی کے ہفتاد سالہ بزرگ اور عمر رسیدہ عالم حضرت مولانا گو سیاست دان اور سفیر کے طور پر استعمال کر کے ترکوں اور جرمنوں کو بغاوت کے اپنے منصوبہ سے موافقت کے لئے آمادہ کرے۔ نیز دور افتادہ افغانستان کو فوجی افروں اور سامان جنگ کی تیزی سے فراہمی پر رضامند کرے۔ وہ پورے حاکمی ترنگ زنی کو جھنجھوڑتا ہے کہ وہ ایسی دیاسلائی روشن کریں جس سے سارا سرحد شعلہ زار بن جائے۔ اسکول میں پڑھنے والے پرجوش اور متعصب لڑکے جو ایک مختصر فصیح البیان لیکن نہایت ہوشیار پیشوا ابوالکلام آزاد کی لطیف اشتعال انگیز یوں سے مذہبی جنون کی حد کو پہنچ چکے ہیں ان سے وہ اصرار کرتا ہے کہ وہ جہاد کی طرف پہلا قدم اس طرح اٹھائیں کہ ہندوستان کو چھوڑ کر کسی سچے اسلامی ملک میں چلے جائیں اور وہاں ان کو وہ اپنے ادارہ کے فعال کارکنوں کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

وہ کابل میں سردار نصر اللہ کی انگریز دشمنی کے شعلہ کو اور بھڑکاتا ہے اور انھیں شش زنی کی پالیسی اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے معاہدہ اور نا طرف داری کی واقعی خلاف ورزی ہوتے ہوئے رہ جاتی ہے۔

یہ باتیں اگرچہ بے اثر اور بایوس کن ثابت ہوئیں تاہم تعصب اور نفرت کی ہانڈی کے آبل پڑنے کا خطرہ ہر وقت ہے۔ اب تک صرف افراد کو نہ کہ پوری قوم کو اتنا مشتعل کیا گیا ہے کہ وہ عقل اور احتیاط کی سرحدوں کو پار کر سکیں۔

میں ایک اور مسئلہ یادداشت میں ۱۹۵۷ء میں یونہ اور سہارن پور مولویوں کے عرب شن کے واقعات خلاصہ پیش کیے تھے۔ لاہور ہر روز کے مقامات کے مہاجر طلبا کا افغانستان کو فرار انگس میں نظر آتا ہے۔ اس عنوان میں ملیکا اس امر کا امکان ہے لیکن امکان قوی نہیں کہ ایک ایسا وقت آئے۔ جبکہ مبلغان جہاد کی پیہم کوششیں ہندوستان میں بہت لوگوں کو اسی طرح متاثر کریں اور سرحد پر بھی ایسا ہی اثر پیدا کریں جیسا کہ اب افراد پر ہوا ہے۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ عبید اللہ کے خطوط سے ہمیں جو اطلاعات ملی ہیں۔ اور عبدالحق کے بیان سے ان میں جو اضافہ ہوا ہے انکی روشنی میں جائز اور ضروری ہو گیا ہے۔ کہ حکومت نامہ و پیام اور سازشوں کے اس سلسلہ کو منقطع کر دے۔

اور ان سے تعلق رکھنے والے اہم افراد اور شخصیتوں کے خلاف سخت قدم اٹھائے۔ پوری قوم کی بھلائی کے لئے امن کی ضمانت کے لئے اور سلطنت کی حفاظت کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔

کیا کارروائی کرنی ہے؟

جب یہ شیخی خطوط گزشتہ ماہ کی ستر تاریخ (۳۱ اگست ۱۹۱۶ء) کو میرے دفتر میں موصول ہوئے ہیں۔ ہم ان کے پورے معنی اور مطالب اخذ کرنے میں۔ ان کی تشریح کریں نیز حکومت ہند اور مقامی حکام سے ان اقدامات کے بارہ میں صلاح و مشورہ کرنے میں مصروف ہیں جو اس سلسلہ میں کئے جانے والے ہیں۔

یہ فیصلہ ہو گیا ہے اور اس کے انتظامات کئے جا رہے ہیں کہ پشاور و پنجاب دہلی اور سندھ میں تلاشیوں کی جائیں۔ اور کچھ گرفتاریاں کی جائیں۔ چند خاص معلومات میں اطلاعات اور شہادتیں فوری کارروائی کے لئے کافی سمجھی جا رہی ہیں۔ یو، پی اور ملک کے دوسرے حصوں میں کوئی انسدادی کارروائی شروع کرنے سے پہلے مزید تحقیقات ضروری ہماری رائے میں کسی فوری کارروائی کی ضرورت کی وجہ یہ نہیں کہ کوئی بڑا طوفان اچانک پھٹ پڑنے والا ہے۔ کیونکہ ہماری پہلی اطلاعات سے بھی اور عبید اللہ کے خطوط سے نیز عبدالحق کے بیان سے بھی اس ارادہ کا اشارہ ملتا ہے کہ جب تک موجودہ صورت حال ہمارے متعصب دشمنوں کے حق میں زیادہ موافق نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اپنے اقدام میں تاخیر کریں گے۔ لیکن ہمنے کم سے کم ان چند افراد کو اچھی طرح پہچان لیا ہے جو سازشیں کر رہے ہیں۔ اور اپنی قوم کو کسی جدید یا قدیم میدان جنگ میں پھینک دینا چاہتے ہیں۔ پھر اگر بڑا اور شگلا پیدا کرنے کے لئے اکٹرا رہے ہیں۔

ان میں سے کچھ لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے یہ وقت اور یہ موقع بہت مناسب ہے تاکہ انہیں اپنی ایکیموں سے روکا اور دوسروں کو ان سے باز رکھا جاسکے۔

جن لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی عوام کی نظروں میں بڑا آدمی نہیں ہے۔ ان کے خلاف ہماری کارروائی سے کوئی اشتعال یا بڑے پیمانہ پر کوئی بے چینی پھیلنے کا اندیشہ نہیں۔ اگر بڑے پیمانہ پر کوئی بے چینی پھیلی تو اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہندوستان میں جہاد کا جذبہ اور تحریک اس سے زیادہ پھیل چکی ہے جس کا کہ ہمیں اب تک علم ہے۔

لیکن صرف ایک فرد ایسا ہے جو میری رائے میں اتحاد اسلامی کی اسکیموں اور تمام تعصباتہ منصوبوں کا کافی الواقع نہایت اہم اور قومی محرک ہے۔ میرا اشارہ دلی کے ڈاکٹر انصاری کی طرف ہے۔ ان کے بارہ میں یوپی کے حکام مہوم ڈیپارٹمنٹ اور میں نے باہم مشورہ کیا ہے اور ہم نے طے کیا ہے کہ فی الحال ہم اس کے خلاف اقدام نہیں کریں گے۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ اور ان معاملات میں بہت اچھی طرح مکتوث ہے۔ جو اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ ممکن ہے کہ نتیجتاً کم اہم آدمیوں کے خلاف ہماری کارروائی سے ڈاکٹر انصاری کے خلاف زبردست شہادتیں روشنی میں آسکیں۔

مزید یادداشت بتاریخ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۷ء

جن معاملات میں فوری کارروائی کرنی ہے۔ ان کے بارہ میں کچھ ضروری تفصیلات مفید ہوں گی۔ بمبئی۔ بدقسمتی سے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ حکومت بمبئی کو ذاتی طور پر عبید اللہ کے خطوط اور عبدالحق کے بیان کے انکشافات کی وسعت اور پھیلاؤ کے بارے میں وضاحت کی جاسکے۔ تاہم خطوط اور بیان کے ترجمے اولین موقع پر بمبئی کو بھیج دئے گئے۔

پنجاب سی۔ آئی۔ ڈی پولیس کے ایک افسر کی زبانی جس نے عبدالحق کا بیان اردو میں درج کیا تھا۔ میں نے اپنے دفتر میں ۹ ستمبر کی کانفرنس میں پہلی مرتبہ اس کو سنا تھا۔ اس کانفرنس میں یو، پی اور پنجاب کے نمائندے بھی شریک تھے۔ ہم سب اس بات پر متفق تھے کہ دوسرے مقامات کے ساتھ سندھ میں بھی کچھ گرفتاریاں عمل میں آنی چاہئیں۔

(محمودیان)

۱۵ اس زمانہ میں سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا۔

کافر نس کے بعد میں نے ہوم ڈیپارٹمنٹ کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ عبید اللہ کے خطوط سے
 صورت حال کا پتہ چلا تھا۔ عبید الحق کے بیان سے اس پر کیا اثرات ہوئے ہیں۔ چنانچہ
 طے ہو گیا کہ میں حکومت بمبئی کو ایک ٹیلیگرام دیکر صورت حال کی تا حد امکان وضاحت
 دیوں۔ جس میں بعض خاص خاص اشخاص کی گرفتاری کے احکام جاری کرنے کی درخواست
 دیں۔

میں نے جو ٹیلیگرام دیا۔ اسکی عبارت یہ ہے۔

”بجوالہ عبید اللہ کے خطوط کا معاملہ“

ہم نے ان خطوط کا بڑی دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ اور عبید الحق کا یہ ^{تفصیلی}
 بیان بھی حاصل کر لیا ہے۔ جو ان خطوط کو کابل سے لایا تھا۔

پنجاب کے لفٹنٹ گورنر، یو، پی کے چیف سکریٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس کو نیز ہوم
 ریفارن ڈیپارٹمنٹوں اور سر جارج روس کیپل کو سارے معاملہ کی زبانی وضاحت کر دی
 گئی ہے۔

متفقہ رائے ہے کہ یہ اسکیم بڑی خطرناک اور نہایت اہم ہے۔ نیز یہ کہ عام صورت
 ال اور انکشافات کا تقاضہ ہے کہ حکومت کو فی قدم اٹھائے تاکہ افغانستان عرب
 درہندوستان میں ساریخوں کے درمیان خط و کتابت سازشوں اور روپے کے
 بن دین کا سلسلہ بند ہو جائے۔

آئندہ جمعرات کو پنجاب، دلی اور پشاور میں گرفتاریاں عمل میں لائی جائیں گی۔
 میری خواہش تھی کہ حکومت بمبئی کو یہ انتہائی پیچیدہ کیس ذاتی طور پر سمجھانے کے لئے کسی
 بشیار افسر کو روانہ کروں۔ کیونکہ میں اس بات کو پوری طرح سمجھتا ہوں کہ حکومت کے لئے
 ورع ہے کہ اس کے احکام کے تحت جو گرفتاریاں تلاشیاں اور نظر بندیاں کی جاتی
 ہیں ان کی موزونیت، مناسبت اور جواز کے بارہ میں وہ اچھی طرح مطمئن ہو جائے۔
 لیکن بد قسمتی سے میرے ماتحت افسر کے لئے اس مختصر وقت میں پونہ اور سندھ دونوں
 بلکہ پنجپنا ممکن نہیں۔

میسر خیال میں لازم یہ ہے کہ میرا تحت افسر سندھ جائے تاکہ مقامی پولیس پر معاملہ کی وضاحت کر سکے اور اسے پنجاب میں ہونے والی کارروائیوں سے باخبر رکھ سکے اس لئے آپ کی اجازت دیوایاں کو کراچی بھیج رہا ہوں تاکہ وہ مقامی حکام کو سارا معاملہ سمجھا سکے۔ وہ یہاں سے پیر کو روانہ ہوگا اور بدھ کی صبح کو کراچی پہنچ جائیگا۔

میری درخواست ہے کہ ڈیفنس ایکٹ کے رول نمبر ۱۲۱ الف کے تحت مندرجہ ذیل اشخاص کی (جو واضح طور پر عبید اللہ کی وسکھوں میں پلوٹ ہیں) ان کی گرفتاریوں کے احکام کراچی کے مقامی حکام کو بذریعہ تار بھیج دے جائیں۔۔

اول شیخ عبدالرحیم آف حیدرآباد (سندھ) عبید اللہ کا پہلا خط اسی شخص کے نام تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ سندھ پولیس اس شخص سے واقف ہے اس کے پتہ کی مزید تفصیل دیوایاں مہیا کر دے گا۔

دوم حکیم عبدالقیوم آف حیدرآباد۔ عبدالحق نے بتایا ہے کہ یہ شخص بہت اہم ہے کیونکہ وہ شیخ عبدالرحیم کا اور مندرجہ ذیل اشخاص کا نہایت قریبی ساتھی ہے۔ یقیناً عبدالقیوم سے بہت قیمتی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ غالباً سندھ پولیس اس سے ناواقف ہے۔ دیوایاں اس کے بارے میں مزید تفصیلات مہیا کر دے گا۔ سوم عبداللہ آف حیدرآباد۔ یہ شخص عبید اللہ کا خادم ہے تین ماہ گزشتے یہ شخص کابل سے اہم کاغذات ایکر شیخ عبدالرحیم کے پاس بھیجا گیا تھا عبداللہ حیدرآباد یا پنجاب میں ہوگا لیکن وہ جہاں بھی ملے اسے گرفتار کر لینا چاہئے۔

چہارم فتح محمد آف حیدرآباد۔ یہ شخص کابل سے عبداللہ کے ہمراہ مذکورہ مقصد کے لئے آیا تھا۔

پنجم محمد میاں منصور آف سندھ۔ اسے آخری مرتبہ کابل میں دیکھا گیا تھا عبید اللہ کے گہرا دوست ہے۔ اب سندھ میں ہوگا۔ عبید اللہ نے شیخ عبدالرحیم کے نام خطوں میں کا تذکرہ کیا ہے۔ دیوایاں اس کے بارے میں مزید تفصیلات دے گا۔

ان احکام کی اسی وقت تک تعمیل نہ کی جائے جب تک دیوایاں نہ پہنچ جائے

اور ضروری ہے کہ ان محاکمات میں انتہائی رازداری سے کام لیا جائے۔ تاکہ متاثرہ اشخاص یا حکومت کے خلاف تیاریاں کرنے والے لوگ روپوش نہ ہو سکیں۔ کارروائی کی تکمیل کے بعد دیوایاں پونہ پہنچ کر تمام معاملے کی ذاتی طور پر وضاحت کرے گا۔ میں نے ہل کو سارا معاملہ سمجھا دیا ہے اور یہ ٹیلیگرام بھی دکھا دیا ہے۔ وہ اس سے متفق ہے۔

(ٹیلیگرام کا اختتام)

مذکورہ بالا ناموں کے سلسلہ میں اتنا اور کہوں گا کہ حکیم عبدالقیوم کا نام عبدالحق کے مطبوعہ بیان میں شامل نہیں ہے۔ عبدالحق کے دو سکر بیان سے اس کا بہت زیادہ ملوث ہونا ثابت ہو تا ہے۔ جس پر ہمارے شبہ کرنے کی باوی النظر میں کوئی وجہ نہیں۔ مذکورہ بالا ٹیلیگرام میں تیسرے اور چوتھے نمبر کے جن اشخاص کی گرفتاری کی درخواست کی گئی ہے۔ ممکن ہے وہ سندھ میں نہ ملیں کیونکہ پنجاب کی ریاست بھاولپور کے مقام دین پور میں ان کو آخری مرتبہ دیکھا گیا تھا۔ حکومت پنجاب نے ان کی گرفتاری کا فیصلہ کیا ہے۔

لیکن حکومت بمبئی کو اس سلسلہ میں اس لئے مطلع کیا جا رہا ہے کہ شاید یہ لوگ سندھ میں ہوں۔ ممکن ہے کہ پانچویں نمبر کا شخص بھی سندھ میں نہ ملے۔ کیونکہ ہماری آخری اطلاع میں اس کی کابل میں موجودگی دکھائی گئی تھی۔

مجھے آج کراچی سے اپنے اسسٹنٹ کا ایک تار ملا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مقامی حکام عبدالقیوم سے بخوبی واقف ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ شیخ عبدالرحیم کو بھی جانتے ہیں ہمیں اسی کی تلاش ہے ان کا بیان ہے کہ یہ زمیندار ہے۔ ہندو سے مسلمان ہوا ہے۔ اور عبید اللہ سے ملتا رہا ہے۔ سندھ میں گرفتاریاں کل تک ملتوی کر دی گئی ہیں۔ پنجاب۔ عبید اللہ کے خطوط اور عبدالحق کے بیان سے جو باتیں معلوم ہوئیں ان سے ان اطلاعات کی تصدیق ہوئی اور ان میں اضافہ ہوا جو متعصب مذہبی جنونی مسلمانوں کی اسکیموں کے بارے میں ہمیں پہلے سے ملی تھیں اور جن سے پنجاب کے حکام کو کچھ پریشانی لاحق تھی ان نئی اطلاعات کو پوری طرح سمجھ لینے کے بعد افسران متعلقہ کے لئے سارا کیس

بالکل آسان ہو گیا۔

چنانچہ پنجاب سی آئی ڈی نے مقامی حکومت کو مشورہ دیا کہ مندرجہ ذیل اشخاص کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اور اس نے ڈیفنس ایکٹ رولز کی دفعہ ۱۷ اور دفعہ ۱۸ الف کے تحت تلافیوں اور گرفتاریوں کے احکام جاری کر دیے نام یہ ہیں۔

(۱) میر غلام محمد آف دین پور۔ ریاست بھاو پور۔ عبدالحق کے بیان کے صفحات ۲۹-۳۰ سے اس کا سازش سے تعلق صاف معلوم ہوتا ہے۔

(۲) عبدالقادر جوہر کا داماد ہے۔ عبدالحق کے بیان ص ۳۰ پر اس کا تذکرہ ہے عبد اللہ کے منصوبہ میں اسے لفٹنٹ کرنل کا درجہ دیا گیا ہے۔

(۳) عبد اللہ۔ عبدالحق کے بیان کے ص ۲۴-۲۵ پر اس کا تذکرہ ہے۔ عبد اللہ کے منصوبہ میں اسے کرنل کا درجہ دیا گیا ہے۔

(۴) فتح محمد۔ عبدالحق کے بیان کے ص ۲۴-۳۰ پر اس کا ذکر ہے۔ عبد اللہ کی اسکیم میں اسے کرنل کا درجہ دیا گیا ہے۔

اس فہرست میں ۳ و ۴ پر جن لوگوں کا نام ہے بی بی میں مجوزہ گرفتاریوں کی فہرست میں بھی ان کو شامل کیا گیا ہے۔

(۵) محمد علی۔ عبدالحق نے اسے عبد اللہ کا بھتیجہ بتایا ہے۔ یہ شخص کابل سے ہندوستان تک اس کے ہمراہ تھا۔ بیان کا ص ۲۹ دیکھیے۔ یہ شخص پنجاب یا دہلی میں ملیگا۔

(۶) احمد علی۔ یہ شخص ۵ کا بھائی ہے اور آج کل دہلی میں عبد اللہ کے قائم کردہ جنوبی اسکول کا پرنسپل ہے۔ عبد اللہ کی اسکیم میں اسے کرنل ظاہر کیا گیا ہے۔

(۷) مولوی احمد لاہوری۔ شیخ عبدالرحیم کے نام عبد اللہ کے خط میں اس کا تذکرہ ہے عبد اللہ کے منصوبہ میں اسے کرنل بتایا گیا ہے۔

(۸) عبدالحق۔ عبدالحق کے بیان ص ۳۱ پر اس کا تذکرہ ہے۔ عبد اللہ کی اسکیم میں اسے کرنل بتایا گیا ہے۔ پنجاب پولیس اسے بخوبی جانتی ہے۔

۹ یہ بیان سب میں شامل نہیں ہے۔

(۹) مولوی حمید اللہ آف پانی پت - شیخ عبدالرحیم کے نام عبداللہ کے خط میں اس کا تذکرہ ہے۔ وہ دیوبند کے مدرسہ کا سابق طالب علم ہے۔ جہاں وہ حضرت مولانا مولوی محمود الحسن کا چہیتا شگرد تھا۔

میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے ہر نام کے سامنے دو ایک باتیں بہت مختصر طور پر تحریر کر دی ہیں جو ان لوگوں کے خلاف شہادت کے لئے کام دیں گی عبداللہ کے خط کے مسئلہ میں میں نے جو انڈیکس تیار کی ہے، اس میں کچھ زیادہ تفصیلات ہیں۔ پنجاب پولیس کی اطلاعات زیادہ تفصیلی ہیں۔

آج میں نے سنا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں کو صبح گرفتار کر لیا گیا ہے۔

پشاور۔ چند دن گزرے جب سر جارج اوٹس کیپل یہاں تھے۔ تب انھوں نے میرے ساتھ ان کاغذات کو دیکھا تھا۔ ماہ رواں کی دسویں تاریخ کو انہوں نے پنجاب سی آئی ڈی کے افسر سے ملاقات کی تھی جس نے عبدالحق کا بیان لیا تھا۔ اور اس کو تحریر کیا تھا۔ انھوں نے عبدالحق پر خود بھی جرح کی تھی۔ انھوں نے ہماری اس بات پر اور اتفاق کیا تھا۔ کہ محمد اسلم انگریزی دوا فروش اور سالک خاں کو جو پشاور میں پناہ گزین ہے آج ہی گرفتار کر لیا جائے عبدالحق کے بیان ص ۲۹ پر ان کا تذکرہ ہے۔

دلی۔ ماہ رواں کی دسویں اور گیارھویں کو کرنل بیڈن، قائم مقام چیف کسٹرنے میکس سائٹ ملکر ان کاغذات کو دیکھا اور میری اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ کہ اگر محمد علی اور محمد علی دلی میں مل سکیں، جن کے نام مندرجہ بالا پنجابی فہرست میں دے گئے ہیں تو ان کو گرفتار کر لیا جائے۔

صوبہ جات متحدہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بالکل صاف ہے کہ عبداللہ کی سازش کی ایک اہم شاخ یا اس کی ایک جڑ، یو، پی میں ہے۔ دیوبند کے مدرسہ اور سہارنپور اور دوسرے مقامات کے کمرستعصب مذہبی جماعتیں اس سازش میں خوب ملوث ہیں اور عبداللہ کی فہرست میں یو، پی کے بہت سے لوگوں کے نام ملتے ہیں۔ یو، پی کے حکام کی یہ رائے تھی کہ ملوث لوگوں کے مجرم ہونے کا پوری طرح یقین کرنے کے لئے

مزید تفتیش مفید اور ضروری ہے۔ اس لئے فوری گرفتاریوں پر مزید تفتیش کو ترجیح دی گئی۔
 میں یاد دلاتا ہوں کہ کئی مہینے ہوئے حکومت یو، پی نے ڈیفنس ایکٹ رولز
 کے تحت مولوی محمود الحسن (حضرت مولانا) اور مولوی خلیل احمد (جو خلیل الرحمن سے
 بھی موسوم ہیں) کے نام آرڈر جاری کئے تھے۔ کہ اگر وہ عرب سے ہندوستان آئیں
 تو ان کی تعمیل کی جائے۔ چند دن گزرے آخر الذکر ہندوستان آ گیا۔ مجھے ٹیلیگرام ملا
 کہ اس کو پولیس کی حراست میں نئی تال پہنچا دیا گیا ہے۔ جہاں اس سے پوچھ تاچہ
 ہو رہی ہے۔

بہار وارڈ۔ عبدالحق نے اپنے بیان کے ص ۳ پر ڈاکٹر صدر الدین کو ملوث کیا ہے
 میں نے تصدیق کر لی ہے کہ چند برس پہلے بیٹہ میں اس نام کا ایک آدمی تھا۔ میں نے اس کے
 بارہ میں مزید تفتیش کرنے کی ہدایت دیدی ہے۔

عربستان میں دیوبند اور سہارنپور کے مولویوں کے مشن پر نیشنل انٹی لیمینس کے ڈائریکٹر کی رپورٹ ۱۶-۱۹۱۵ء

یہ ان اطلاعات کا خلاصہ ہے جو عربستان میں دیوبند اور سہارنپور کے مولویوں کے مشن کے بارہ میں ریشمی خطوط پکڑے جانے سے پہلے اس دفتر کے ریکارڈ میں تھیں اگست ۱۹۱۵ء کے آخر میں دلی سے اطلاع ملی کہ دیوبند کے مولوی محمود حسن اور سہارنپور کے خلیل احمد عرف خلیل الرحمن حج کے لئے جاتے ہوئے دلی سے گزرے اور ۲۱ اگست کو مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے انہیں ریوے اسٹیشن پر دواع کیا۔ خلیل الرحمن چند طالب علموں اور مریدوں کے ہمراہ ستمبر کے شروع میں بمبئی پہنچے محمود حسن ستمبر کے آخر ہفتہ میں پھر دلی میں دیکھے گئے اور آکٹوبر کو روانہ ہو گئے۔ انہیں ڈاکٹر انصاری اپنی موٹر میں اسٹیشن پر چھوڑنے گئے تھے۔ سات مولویوں اور تین مریدوں کے ہمراہ وہ تقریباً وسط ماہ میں بمبئی پہنچے اور انہوں نے بمبئی میں انجمن خدام کعبہ کے دفتر میں قیام کیا۔

بمبئی پولیس نے اطلاع دی کہ اس جماعت کے بعض ممبروں نے بیان کیا کہ وہ عربستان میں متوطن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہندوستان میں خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ حکومت ہند ان مولویوں کے خلاف سخت قدم اٹھانے والی ہے۔ جنہوں نے دہلی کے مولوی عبدالحق کے وفاداری کے فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ پولیس کمشنر نے ایس ایس اے ابرنامی جہاز کے ذریعہ ان لوگوں کی روانگی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا تھا کہ۔

”انہیں شبہ ہے ان مولویوں کی روانگی فریضہ حج کی ادائیگی کی خواہش کے سوا کسی اور مقصد کے لئے ہے“

محمود حسن اور خلیل الرحمن کے بارہ میں یو، پی۔ سی آئی ویس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان دونوں کو غیر وفادار سمجھا جاتا ہے۔ نیز محمود حسن کو مسلمانوں سے چندہ کی بڑی بڑی رقمیں مل رہی ہیں اور یہ کہ وہ اور ڈاکٹر انصاری حلیف اور شرکار کار ہیں اور ان کے بارہ میں شبہ ہے کہ سرحد پار کے مخالف اور مخرب لوگوں سے ان کا رابطہ ہے اور اس مشن کے سلسلے میں سیاحتی مقاصد ہیں۔

۲۷ ستمبر کو یو، پی گورنمنٹ نے ہوم ڈیپارٹمنٹ کو تار دیا کہ مناسب ہو گا کہ اگر ممکن ہو سکے تو عدنان میں محمود حسن کو حراست میں لے لیا جائے۔ کیونکہ اطلاع ملی ہے کہ ان کے عرب جانے کا مقصد جہاد کے لئے بھڑکانا ہے۔

ہوم ڈیپارٹمنٹ نے حکومت ممبئی سے رابطہ قائم کیا لیکن معلوم ہوا کہ اکبر جہانہ ان سے آگے جا چکا ہے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء کے زمیندار میں ایک مقالہ شائع ہوا۔ جس میں انجمن خدام کبیر کے بارہ میں ہندوستانی علماء کا رویہ بتایا گیا تھا۔ اس کے مقالہ نگار نے اس واقعہ پر زور دیا تھا کہ محمود حسن مکہ کو روانگی کے وقت انجمن کے ممبر بن گئے تھے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن کے مقاصد سے دیوبند کے مولویوں نے پوری طرح اتفاق کر لیا ہے۔

اکتوبر میں ہمیں حکومت یو، پی کی طرف سے ایک رپورٹ ملی۔ یہ رپورٹ اور بعد میں ایسی مزید رپورٹیں ایک ایسے شخص کی دی ہوئی اطلاعات پر مبنی تھیں جو اگرچہ محمود حسن اور ان کے پیروؤں کا معتد تو نہ تھا۔ لیکن ان کے منصوبوں اور ان کی نقل و حرکت کے بارہ میں کافی واقفیت حاصل کر سکتا تھا۔

پہلی اطلاع یہ تھی کہ عربستان کو روانہ ہونے سے پہلے محمود حسن نے ابوالکلام آزاد سے جو کلمتہ کے ”الہلال“ کے ایڈیٹر میں مشورہ کیا تھا ابوالکلام آزاد کو ڈیفنس ایکٹ کے تحت کئی صوبوں سے نکالا جا چکا ہے اور آج کل وہ بہار میں مقیم ہیں اور مراد آباد کے مولوی عبدالرحیم سے صلاح کی تھی

لے مراد آباد بظاہر غلط ہے رائے پور کے بجائے مراد آباد لکھا گیا۔

اول الذکر کرنے جواب دیا تھا کہ ممکن ہے زیادہ عرصہ گزرنے سے پہلے ترکی و جرمی کی
 فوج ایران کے راستہ ہندوستان کی طرف پیش قدمی کرے۔ اس لئے مولانا محمود حسن کا
 ہندوستان میں رہنا اور مسلمانوں کو مناسب موقع آنے پر بغاوت کے لئے ارادہ کرنا
 زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن عبدالرحیم نے مجوزہ سفر کی تائید کی اور یہ طے پایا کہ محمود حسن مدینہ
 جائیں اور انور پاشا کے ایک ایجنسی سے ملاقات کریں جس کو پہلے ہی مطلع کیا جا چکا ہے۔
 اور ان کو یقین دلائیں کہ مسلمانان ہند مدد کرنے کے لئے تیار ہیں مطلقاً سے صلاح مشورے
 کے بعد معاملات طے کئے جائیں گے۔ اس کے بعد جماعت ہندوستان نوٹ اسکری
 اور طے شدہ منصوبہ کو نافذ کرے گا۔

نخبر نے کئی آدمیوں کے نام بتائے جو اس بلاط سے واقف ہیں۔ لیکن جو ہندو
 ہی میں رہ گئے ہیں ان میں سے دو آدمیوں کے نام ہیں عبدالرزاق جو طرک طرف ادری
 دہلی کے بھائی ہیں دو سرے حکیم محمد حسن ہیں جو محمود حسن کے بھائی ہیں۔
 اسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ دلی سے روانہ ہونے سے پہلے جمیو جسٹس دیکھ کر انصاری
 سے ایک کثیر رقم وصول کی ہے۔ اور انہیں ان سے مدینہ اور انور پاشا کے لئے خفیہ انگلو
 کرتے دیکھا گیا ہے۔

محمود حسن اور اس کی جماعت کا دلی میں جو استقبال کیا گیا اس کا انتظام عبداللہ
 سندھی نے کیا تھا جو سکھ مذہب کے مرتد ہو گئے ہیں اور نظارۃ المعارف ایک باغیانہ
 ادارہ کا صدر ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر فتح پوری مسجد دلی میں ہے۔

نومبر میں اس خبر نے بتایا کہ محمود حسن نے مدینہ میں انور پاشا کے ایجنسی سے ملاقات
 کی ہے۔ اور اب اس مقصد سے ہندوستان آئے ہیں کہ سرحدی علاقہ میں اپنے بھائیوں
 کے ذریعہ شورش پھیلائے اور ہندوستان میں غزالی کے جذبات کو فروغ دے۔
 یہ اطلاع ملنے پر کہ محمود حسن واپس ہندوستان آنے والا ہے حکومت یوپی
 نے حکومت بمبئی کو تار دیا کہ ہندوستان پہنچے ہی اس کو نظر بند کر دیا جائے حکومت
 بمبئی کو خوف ہوا کہ اس کارروائی سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو جائے اس لئے

مزید خط و کتابت کے بعد طے کیا گیا کہ اگر محمود حسن اور خلیل واپس آئیں تو بمبئی میں ان کی
تذیقہ نہی جائے اور پولیس کے دستہ کے ساتھ آلہ آباد بھیج دیا جائے۔ اس کے بعد
مقامی حکومت فیصلہ کرے گی کہ کیا کارروائی ضروری ہے۔

دسمبر میں مخبر نے اطلاع دی کہ محمود حسن ابھی تک ہندوستان واپس نہیں آیا ہے اور اس ایک ہفتہ
سے زائد ہوا اور پاشا کے باپ سے صلاح و مشورہ کیا ہے کہ وہیں پہلے سے علم تھا کہ اور پاشا کے والد احمد لوری
حال ہی میں کہ گئے تھے۔

اس جماعت کا ایک ممبر مطلوب الرحمن جو محمود حسن کا بھائی تھا واپس آچکا تھا اور ڈاکٹر انصاری
کے بھائی عبدالرزاق اس سے ملنے آئیز دیوبند جایا کرتے تھے یہ دونوں جرمنوں کے حق میں فواید پھیلا کر
اس نے سیف الرحمن کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں جو دلی میں مسجد تحقیری کے
اسکول میں ملازم تھا اور ایک سال گذرنا محمود حسن سے ملے کر کے سرحد چلا گیا تھا تاکہ
وہاں یہ بے چینی پیدا سکے۔ سیف الرحمن کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں ہم کو پہلے
سے علم تھا۔

مارچ ۱۹۱۵ء میں سہارنپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اطلاع دی کہ خلیل الرحمن اپنی
اہلیہ کو اپنے ہمراہ لے گئے ہیں اور ہندوستان کو واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔
بتایا گیا تھا کہ وہ اور محمود حسن مکہ کے ایک مدرسہ میں عربی پڑھاتے ہیں۔

مبئی کے شروع میں حکومت یو، پی نے مخبر نے اطلاع دی کہ اسے سندھ کے
ایک مولوی سے (جس کے شاگرد کابل میں ہیں) اطلاع ملی ہے کہ محمود حسن نے امیر
افغانستان کو عبداللہ کی معرفت خط لکھا ہے اور امیر نے اپنے سرداروں کی ایک
میٹنگ طلب کی ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اگر وہ اسلام کی خاطر
جنگ شروع کر دے تو کیا وہ اس کا ساتھ دیں گے۔

کچھ عرصہ بعد مخبر نے اطلاع دی کہ محمود حسن کابل پہنچ گیا ہے۔ لیکن یہ اطلاع غلط
ثابت ہوئی۔

جون میں مخبر نے اطلاع دی کہ ڈاکٹر انصاری اور ان کے بھائی محمود حسن کے نسبہ کی

کفالت کر رہے ہیں۔ اور بمبئی کی فرم حاجی زین علی کے ذریعہ انھوں نے بیس ہزار روپے محمود حسن کو بھیجے ہیں۔

اس فرم کے بارے میں بمبئی میں انکوائری کی گئی روپے بھیجنے کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ لیکن اس بات کا انکشاف ہوا کہ کئی فرموں نے محمود حسن اور اس کے دوستوں کا کہہ کر روانہ ہونے سے قبل ... مہمانداری کی ہے۔ یہ بھی اطلاع ملی کہ اس جماعت کے ممبران بجز محمود حسن اور خلیل الرحمن ۱۹۱۶ء کے شروع میں ہندوستان واپس آگئے تھے اور اس وقت بھی ان کی مہمانداری کی گئی تھی، اوپر کے پیراگرافوں میں اس ان تمام اطلاعات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ جو اگست ۱۹۱۵ء کے بعد سے حالات حاضرہ کے بارہ میں ہیں موصول ہوئے۔ نومبر ۱۹۱۵ء میں مجھے دیوبند کے مدرسہ اور عربیہ کے مشن کے بارے میں یو۔ پی۔ سی آئی ڈی کا ایک نوٹ ملا۔ جس میں ساری اطلاعات درج تھیں۔ اس نوٹ میں وہ ساری باتیں درج تھیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اس میں ان لوگوں کے حالات بھی درج ہیں۔ جن کا ذکر آیا ہے۔

مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں سرکشی کا آغاز عبید اللہ سے ہوتا ہے۔ یہ شخص نو مسلم سکھ ہے۔ اس نے ۱۸۹۰ء کے درمیان مدرسہ میں تعلیم پائی۔ ۱۹۰۹ء میں تاج بن کر مدرسہ میں غداری کے جذبات پیدا کرنے کے ارادہ سے شامل ہوا۔ ۱۹۱۳ء میں غیر ملکی مال کا بائیکاٹ کرنے کی تلقین پر اس کو برطرف کر دیا گیا۔ لیکن اس دوران اس نے صدر مدرس محمود حسن کو اپنا ہم عقیدہ بنالیا تھا۔

دیوبند سے رخصت ہونے کے بعد وہ دلی چلا گیا۔ جہاں اس نے نظارۃ العات قرآنیہ قائم کیا۔ بظاہر جس کا مقصد انگریزی جاننے والے مسلمانوں کو قرآن سکھانا تھا لیکن درحقیقت باغیانہ خیالات پھیلاتا تھا۔

قرطاس کارروائی	حکم نمبر ۲۵۲۲	ایس سکریٹریاٹ
سکریٹری کا خط ہندوستان سے ۷۷-ایم۔ تاریخ ۲۹ ستمبر (۶۶۴) موصولہ یکم نومبر ۱۹۱۷ء		
موضع افغانستان عبید اللہ کی سازش سرکولر لینیڈ کی مزید یاد داشتیں۔	دستخط تاریخ	انڈر سکریٹری ۲۰ نومبر سکریٹری آن اسٹیٹ ۲۱
کاپی بنام پولیٹیکل اینڈ فارن ٹریڈ ڈی۔ ایم۔ آئی میجر ویننگر ۲۳ ستمبر ۱۹۱۷ء		
برائے اطلاع سکریٹری فارن اینڈ پولیٹیکل ٹریڈ اینڈ ٹریڈ برائے اطلاع دستخط۔ ۸ نومبر دیکھ لیا اور شکریہ کے ساتھ واپس ہے۔ تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ دستخط ۱۸ نومبر		

رشی خطوط کے معاملہ میں دوسری یادداشت

(پہلی یادداشت کی تاریخ ۱۲/۹/۱۹۰۷ء ہے)

(۱) رشی خطوط میں جو نام آئے ہیں۔ ان میں سے کچھ ناموں کو ہم اُس وقت پوری طرح نہیں سمجھ سکے تھے۔ جب ہم نے انڈس تیار کی تھی۔ اب صوبہ جات کی سی۔ آئی ڈی کی مدد سے ہم نے ان میں سے بعض ناموں کے بارہ میں تفصیل حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ حکیم جمیل اور امیر شاہ، جنھیں عبید اللہؒ نے "مخدوم" کے خلاف بدگوئی کا بیگھی قرار دیا ہے ان دونوں سے صوبہ جات متحدہ کی سی۔ آئی ڈی بخوبی واقف ہے یہ دارالعلوم دیوبند کے وفادار پرنسپل کے وابستگان میں سے ہیں۔

کاظم۔ بے جنھیں عبید اللہؒ کی فہرست میں میجر جنرل لکھا گیا ہے۔ وہ ترکی کا ایک افسر اسی ہے۔ جو ترک جرمن مشن کے ہمراہ آیا تھا۔

کچھ دن بعد میں نظر ثانی شدہ انڈکس جاری کروں گا۔ ہم نے ان خطوط کا جو مزید مطالعہ کیا ہے۔ اس سے ہمیں یقین ہو گیا ہے۔ کہ ان خطوط میں جتنے بھی نام آئے ہیں یہ سب اس قابل ہیں کہ ان کے بارہ میں چھان بین کی جائے۔

عبید اللہؒ جس شخص کو اپنی فہرست میں شامل کرنے کے لائق سمجھتا ہے۔ اس کے بارہ میں یقین کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ بے حد خطرناک ہے۔

(۲) میں نے اس بات کو نوٹ کیا ہے۔ کہ عبید اللہؒ کی اسکیم میں کسی شیعہ کا نام شامل نہیں ہے۔ اس نے شیعہ لوگوں پر جو بے اعتمادی ظاہر کی ہے۔ اس پر خاص طور سے توجہ کرنی چاہیے۔

۳) گذشتہ ہفتہ کئی گرفتاریاں کی گئی ہیں۔ میں مختصراً بیان کرتا ہوں کہ مختلف صوبوں میں پیش رفت کیا رہی۔ پہلی یادداشت پر میں نے بعد میں جو عبارت لکھی ہے،

اس سے اکثر ناموں کی وضاحت ہوتی ہے۔
 بمبئی۔ مقامی حکومت نے دو آرڈر جاری کرائے جن کے لئے میں نے ہنم باہرواں کو بذریعہ
 تار درخواست کی تھی۔

شیخ عبدالرحیم۔ جو سندھ کا سب سے اہم سازشی ہے۔ بدقسمتی سے گھر پر نہیں مل سکا۔
 وہ کٹر جنینی کی حیثیت سے بہت مشہور ہے۔ وہ نو مسلم ہندو ہے۔ بارتھ اور صاحب
 حیثیت ہندوؤں کے تبدیل مذہب کی کامیاب کوششوں کے باعث وہ کافی بدنام ہے۔
 پولیس اس کی تلاش میں ہے۔

عبدالقیوم کا پتہ پولیس نے بڑی آسانی سے چلا لیا۔ وہ حیدر آباد کامیونسپل کمشنر
 اور شیخ عبدالرحیم کا ساتھی ہے۔ اسے گرفتار کر کے ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔
 عبداللہ جو عبید اللہ کا ملازم ہے۔ پنجاب پولیس نے بھاو پور سٹیشن میں گرفتار
 کر لیا ہے۔

فتح محمد کا پتہ نہیں چل سکا اس کی تلاش جاری ہے اس نام کا ایک مشتبہ شخص
 گرفتار کیا گیا تھا۔ لیکن اس کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔ اس پر شبہ اس لئے تھا کہ وہ عبدالقیوم
 کا بھائی ہے۔

محمد میاں مضمون۔ کا پتہ نہیں چل سکا۔ شاید وہ ابھی تک افغانستان میں ہے۔
 میں نے حکومت بمبئی کو بتا بھیجا تھا۔ اس میں یہ پانچوں نام تھے۔ مقامی حکام نے اپنے
 نوپان کے علاوہ تین دوسرے شخصوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ جن کا شیخ عبدالرحیم کے گروہ
 سے گہرا تعلق ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ مولانا تاج محمد، پیر اسد اللہ شاہ اور حاجی شاہ بخش۔

ان میں سے آخر الذکر ابھی غلہستان سے ہی جہان میں واپس آیا ہے جس میں سہانویہ
 کا خلیفہ احمد آیا تھا۔ ہندوستان پہنچے ہی اس نے شیخ عبدالرحیم کو تار دیا اور پھر
 اخبار کے سے ملاقات کرنے حیدر آباد گیا۔ وہ عبدالرحیم کا پرانا شریک کار ہے عبید
 اللہ کی ایکم میں اس کو اغویٹ کر لیا گیا ہے۔ شاید وہ اس معاملہ میں کافی گہرائی تک ملوث
 مٹر ویوایاں اب پونہ کے راستہ میں ہیں تاکہ حکومت بمبئی پر ذاتی طور سے وحشت

کر سکیں۔

پنجاب

جن نو آدمیوں کے خلاف مقامی حکومت نے آرڈر جاری کئے تھے۔

ان سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ بجز فتح محمد کے جو ہاتھ نہیں آسکا۔ مجھے

ابھی اطلاع ملی ہے کہ عبداللہ نے بیان شروع کر دیا ہے۔

پشاور

محمد اسلم ڈکسٹ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لیکن سلیم خاں نہیں مل سکا۔ کہاجاتا

ہے کہ شاید وہ بمیر میں ہے۔

دہلی

احمد علی کو گرفتار کر لیا گیا۔ جسے عبید اللہ نے اپنا مدرسہ سپرد کر دیا تھا۔ لیکن

اس کا بھائی محمد علی ہاتھ نہیں آسکا ہے۔ احمد علی نے بتایا کہ ۱۹۱۵ء کے رمضان

کے بعد سے وہ ان سے نہیں ملا ہے۔ لیکن دلی پولیس نے جو اطلاعات حاصل کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ گذشتہ عید کے پندرہ دن بعد محمد علی خفیہ طور سے اپنے بھائی سے ملنے

آیا تھا۔

یاد رہے کہ عبدالحق قاصد نے بیان کیا تھا کہ محمد علی جو اس کے ہمراہ کابل سے ہندو

آیا تھا بیان کرتا تھا کہ اُسے ایک خفیہ مشن پر پہلے لاہور جا کر مولوی احمد لاہوری سے

ملاقات کرنی ہے۔ اور پھر دلی جا کر اپنے بھائی احمد علی سے ملنا ہے۔ جس کے واسطے وہ

بڑی اہم خبر لایا ہے۔ اور وہ اُسے مجبور کرے گا۔ کہ اُس کے ہمراہ کابل واپس چلے۔

احمد علی نے پہلے عبید اللہ کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس کی موت کے

بعد اُس نے لاہور کے مولوی احمد کی دختر سے نکاح کر لیا تھا۔

دلی پولیس کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ احمد علی پر جرح کرنے سے پہلے چلا کہ رمضان

۱۹۱۵ء میں ایک اہم میٹنگ ہوئی تھی۔ جس میں احمد علی نے عبید اللہ محمد علی اور عبداللہ

نیز شاید دوسرے اشخاص سے ملاقات کی تھی۔ عبید اللہ کے سفر حجاز سے فوراً پہلے کا یہ فقرہ

ہو گا۔

مولاوی خلیل احمد کے سوا کسی کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

صوبہ جات متحدہ

وہ حال ہی میں حجاز سے واپس آیا۔ ہے۔ عبید اللہ کے خطوط

پکڑے جانے سے پہلے سے آند کو روکنے کے آرڈینس کے ذریعہ اس کو نظر بند رکھا جا رہا ہے
یو، پی سے مجھے آخری اطلاع انسپکٹر جنرل پولیس کے خط مورخہ ۸ مارچ ۱۹۷۱
میں دی گئی کہ سینڈس نے مثل کو ذہن نشین کر لیا ہے۔ اور ہدایات کو سمجھ لیا ہے۔ اب وہ
خیل سے پوچھتا چھ کر رہا ہے۔ ہم جلد ہی آپ کو کسی بات سے مطلع کریں گے۔

بہار واسی مجھے حکومت بہار وارنٹ کا ایک تار ملا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ گیا
میں ڈاکٹر صدر الدین کا پتہ چل گیا ہے۔ اس کا کیس بڑی دلچسپی کا
موجب ہوگا۔

(۴) پنجاب میں گرفتاریوں کی خبریں اخبارات میں چھپی ہیں۔ لیکن ان پر بہت کم
تحریر کئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلم عوام کو ان میں کافی دلچسپی ہے۔
شاہی قانون ساز کونسل کے ایک مسلم ممبر نے کل کی گفتگو میں گرفتاریوں کی اصل
حقیقت کو جاننے کے لئے مجھ سے کافی اصرار کیا۔

(۵) یہ بات، بتانی ضروری ہے کہ اس معاملہ کی تحقیقات کرنے والے ایک مسلم پولیس
افسر نے مجھے ایک خط دکھایا۔ جو اس کو دو مسلم پولیس افسر نے لکھا ہے۔ اور اس سے
درخواست کی ہے کہ وہ اپنے اثرات سے کام لیکر مولوی خلیل احمد کے خلاف کیس کو بند
کرادے۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود کو مذہبی کاموں کے لئے وقف کر رکھا
ہے اور کسی سیاسی سازش سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

خط لکھنے والے نے بتایا ہے کہ وہ اس مولوی کا مرید ہے اور یہ کہ اسے اور بہت سے
مسلمانوں کو اس خیال سے صدمہ ہے کہ حکومت نے اس مولوی کے خلاف غلط
اطلاعات کی بنیاد پر کارروائی کی ہے۔

اس سلسلہ میں میں یہ بات ظاہر کرنی چاہتا ہوں کہ اس مولوی کے سفر حجاز سے
پہلے ہمیں نہ صرف مختلف ذرائع سے اطلاعات ملی تھیں کہ وہ سیاسی مشن پر جا رہا ہے
بلکہ ہندوستان کو واپسی پر اس کے ہمراہ سفر کرنے والے ایک حاجی نے بتایا تھا کہ اس
اور اس مولوی نے غالب پاشا اور دھرم گوروگوں سے حجاز میں ملاقات کی تھی۔

اڈوہاں بہت کافی سیاسی کام کیا گیا تھا۔

میرے خیال میں یہ خط ایک واجب الاحترام مرشد سے ہمدردی کا بالکل
سچا اظہار ہے۔ بادی النظر میں مولوی خلیل احمد کے خلاف بڑے سنگین الزامات
ہیں لیکن یہ بات عین ممکن ہے۔ کہ اس کے مریدوں کو اس کی حالیہ حرکات کے بارے
میں کچھ بھی معلوم نہ ہو۔

عبید اللہ کی پارٹی کے دو سر بہت سے لوگوں کے مریدوں میں بلاشبہ
سرکاری ملازمین کی قابل لحاظ تعداد شامل ہے۔

دستخط۔ سی آر کلیو لینڈ

۲۱
۹/۱۶

ریشمی خطوط پر سری یادداشت

تاریخ ۲۸/۹

دوسری یادداشت کی تاریخ ۲۱/۹ ہے

بمبئی حیدر آباد رسدھ کے شیخ عبدالرحیم کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔ اس کیس میں جس کی اہمیت روز بروز زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے۔ بمبئی میں تحقیق و تفتیش جاری ہے۔ لیکن گزشتہ ہفتہ میں کسی اہم واقعہ کی اطلاع نہیں ملی۔

پنجاب گزشتہ یادداشت میں جن مختلف لوگوں کی گرفتاری کی اطلاع ملی تھی ان سب پوچھ تاجھ جاری ہے۔ عبداللہ سے سابقہ خطوط میں عبید اللہ کا ملازم ظاہر کیا گیا ہے۔ تعلیم یافتہ آدمی نکلا۔ اسے بالعموم مولوی عبداللہ کہا جاتا ہے۔ پنجاب سے آئی۔ ڈی کی رپورٹ جمع ذیل ہے۔

عبداللہ کا بیان ہمیں زیادہ آگے نہیں لے جا سکا۔ لیکن اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ سازش بہت کمزور اور پھس پھسی ہے۔ اور بالکل آغاز ہی میں اس کا انکشاف ہو گیا ہے۔ جو خطوط پکڑے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کچھ خطوط ہندوستان میں شورش پسندوں کو بھیجے گئے ہیں جن میں ان لوگوں کو کابل جانیو کہا گیا ہے سازش بھی اسی حد تک پہنچی ہے یہ امر صاف ہے کہ ہمیں بالکل شروع ہی میں سازش کا پتہ چل گیا اور ہم نے ہندوستان میں ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جنکی سازش کے منصوبہ میں فدا بھی اہمیت تھی ہم سمجھتے ہیں کہ اس کا ردوائی سے سازش کو فروغ ہی میں کچل دیا گیا ہے

بہاولپور کے پولیس کل ایجنٹ نے ایک حالیہ مراسلہ میں اس بات کا اظہار کیا تھا۔

لے سی۔ آئی ڈی جواب تک داخل تھی اسکو اپنی پوزیشن بھالنے کے لئے یہی کہنا تھا۔ محمد میاں نے لفظ شروع تحقیق طلب واقعہ یہ ہے کہ پتہ اس وقت چلا جب عربوں کا بغاوت کے سبب تحریک شروع ہوئی تھی اسے کچل نہیں دیا گیا بلکہ بین الاقوامی حالات کی بنا پر تحریک خود ختم ہو گئی۔ (محمد میاں)

مولوی خلیل احمد جو اس وقت بمبئی تال میں زیر حراست ہیں جاز میں بدیہی طور پر حضرت مولانا محمود حسن کے بہت ہی قریب رہے۔ وہاں وہ ایک ہی اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ گئے اور دوسرے اوقات میں بھی ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ محمود حسن نے یہ فتویٰ دیا کہ ہجرت صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو گھربار کے اردو سری طرح کے علاقے سے سکندرشہ ہو سکتے ہوں۔ اور چونکہ حجاز میں خلیل احمد کے ہمراہ ان کی اہلیہ بھی تھیں ہندوستان واپس آ گئے۔

ہندوستان بھر میں خلیل احمد سے جو ہمدردی پائی جاتی ہے اسکی تجھے مزید شہادتیں بھی ملی ہیں۔ بلاشبہ وہ ایک ایسے مولوی ہیں جن کا بدیہی طور پر بہت زیادہ احترام اور جن سے بڑی عقیدت ہے۔

یہ بات ممکن معلوم ہوتی ہے کہ خلیل احمد کے افکار اور عزائم بخیر نہ ہوں ۱۹۱۵ء میں جب وہ ہندوستان سے روانہ ہوئے۔ بنظائر اس وقت تک انھوں نے فیصلہ نہیں کیا تھا کہ وہ کونسی راہ عمل اختیار کریں گے اور بعد میں حجاز میں اپنی اہلیہ کی موجودگی کے بوجھ کے باعث وہ مجبور رہے ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ بظاہر انہیں یہ جاننے کا بھی کافی وقت ملا تھا کہ ان کے ساتھی مولوی محمود حسن ترک افروں اور برطانیہ کے مخالف جنونیوں سے ملاقاتوں اور سازشوں کے ذریعہ کیا کر رہے ہیں۔

خلیل احمد نے بہت سی دلچسپ باتیں ظاہر کر دی ہیں لیکن اب بھی اس نے بہت کچھ محفوظ رکھا ہے اور وہ سب باتیں جو انہیں معلوم ہیں ان کا انکشاف نہیں کیا ہے۔

۱۵ ہجرت کا کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ خود حضرت شیخ المنہج نے بھی ہجرت نہیں کی۔ وہ اپنی تحریک کے سلسلہ میں حجاز گئے تھے۔ ہجرت کے بجائے تحریک کا نقطہ ہونا چاہئے یعنی حضرت شیخ ابہند اپنی تحریک میں شامل ہونے کی دعوت صرف ان لوگوں کو دیتے تھے جو اپنے متعلقین کے فرائض یعنی ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوئی سبیل نکال سکیں۔

(محمد میاں)

جس طرح امریکہ میں اور دوسرے غیر خطیوں میں جب کوئی ہندوستانی سبیا خنڈ یا پارٹی کے کسی ممبر سے ملتا ہے۔ تو اس کا ہم خیال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حجاز میں و افغانز میں ہندوستانی مسلمان کا رحمان انگریز دشمنی کا ہو جاتا ہے۔ جو ہندوستان میں پائے جانے والے اس قسم کے رحمان سے جس کا وہ عادی ہوتا ہے۔ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

ہمیں اس مفہم کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ یکے بعد دیگرے میں اور ان لوگوں میں فرق کریں جو صحبت کے اثر سے اور غیر پابند فضائل متاثر ہو جاتے ہیں۔ تجھے اُمید ہے کہ ڈاکٹر مراد الدین کے خلاف کسی اقدام کی تجھے جلد اطلاع ملے گی۔

بہار وادریہ

دستخط

سی آر کلیو لیسٹر
۲۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

ٹیلیگرام پی

پی ۲۵۲۲
۱۶

ادھر طرف شہنشاہِ برطانیہ کے قونصل مامور شہید۔
بنام۔ سکریٹری فارن اینڈ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ حکومت ہند۔ شملہ
(فارن ڈیپارٹمنٹ اور چیف آف جنرل اسٹاف کو بھیجا گیا)

نمبر ۱۱۵ سی

تاریخ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

موصولہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

آپ کا تار ۶۸۳- ایس۔ روسی جنرل کے دو حکمتار کے جواب میں تربت حیدری
سے روسی قونصل میخائوف نے کہا ہے۔ کہ اس کی تفتیش ۲۶ ستمبر تک مکمل ہو سکے گی
تفتیش ۲۶ ستمبر کو شروع ہوئی تھی۔ اور برطانوی ایجنٹ کی اطلاع کے مطابق ۳۱ ستمبر کو
ختم ہو چکی ہے جس کا مقصد ہمیں جلد و جلد ایسی اطلاعات دینا تھا کہ ہم زیادہ لوگوں کو گرفتار کر
میخائوف نے تاخیر کی نہ تو کوئی جائز وجہ بتائی ہے اور نہ ہی کوئی یادداشت بھی ہے۔
اسکو اندیشہ ہے کہ کہیں اس کی حکومت کی پوزیشن مشتبہ نہ ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ
بھی اس سے ناجائز فائدہ اٹھا نا چاہتا ہو۔ میں میخائوف سے اور ان پولیٹیکل ایجنٹوں کے
بجائے بالکل غیر مطمئن ہوں۔ جنہوں نے کارنیز میں مامور ایجنٹ کو جبکہ اسے مرزا آغا کے پاس سالگرہ
(حفیہ زبان کی کلید) مل گیا تھا۔ میری ان ہدایات کی تعمیل کروا کہ ہندوستانی کی جامہ تلاشی کی جائے
یہاں پر روسی پوری طور پر فائدہ ہیں۔ اور جنرل نے میرا ٹیلیگرام فوراً تعمیل کیوں واسطے روانہ کیا
ہے۔ جس میں قیدیوں کی فوری جامہ تلاشی اور قیدیوں کو نقد گروانہ کرنسی ہدایت ہے۔
میرا خیال ہے کہ اگر ان ہدایات کی تعمیل میں دیر ہو تو پیڈ وگراڈ سے ہدایات حاصل
کروں۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی۔

از طرف وائسرائے فارن ڈیپارٹمنٹ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۶ء

پی - ۳۸۴۷

خفیہ - افغانستان میں حامیان بغاوت

ہمارا ٹیلیگرام مورخہ ۱۵ مارچ رواں (قونصل یا نمائندہ مامور - تربت حیدریہ) اطلاع دی ہے کہ پولیس اور اس کے ساتھی محمد حسین کو اپنے قبضہ میں لینے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ ان کے اپنے اعتراف کے مطابق یہ لوگ جرمن مشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو ایرانیوں نے گرفتار کیا تھا۔ اس وقت یہ لوگ تربت حیدریہ میں روسیوں کے قبضہ میں ہیں (بحوالہ ہمارے ٹیلیگرام مورخہ ۳۱ مارچ گذشتہ) انہوں نے مقامی روسی قونصل کو بتایا ہے کہ وہ راجہ مہندر پرتاب کے نمائندے ہیں۔ انہوں نے زار روس کو بھیجی جانے والی سفارتہ نیز اس مشن کا حوالہ دیا۔

آپ کے ٹیلیگرام مورخہ ۸ مارچ رواں میں جس کا تذکرہ ہے۔ اور کہا کہ ان کی گرفتاری سے ان کے قسطنطنیہ جانے کا پروگرام آگٹ گیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ دونوں لاہور کے طلباء رشید علی شاہ و عبدالباری ہیں جن کے متعلق حال ہی میں کابل سے اطلاع ملی تھی کہ ان کے لباس میں ریشمی خطوط سی کر انہیں قسطنطنیہ اور برلن روانہ کیا گیا ہے۔

خزاساں میں مامور روسی جنرل نے فوری نفاذ کے لئے ناقابل تغیر احکام جاری کئے ہیں کہ انہیں لے جا کر ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ لیکن تربت حیدریہ میں مامور روسی قونصل اس میں مشکلات پیدا کر رہا ہے۔

آپ کی امداد باعث مسرت ہوگی۔

ٹیلیگرام پی

از نرف۔ قونصل جنرل شہنشاہ برطانیہ، نامور مشہد
بنام۔ سکریٹری فارن اینڈ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ حکومت ہند شملہ
(چیف آف جنرل اسٹاف کے لئے تکرار کی گئی)

نمبر ۱۱۴ سی

بتاریخ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۴ء

وصول شدہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۴ء

بدل فوج کی تین کمپنیاں، اور ایک پٹری کچھ چھوٹے دستوں کے ساتھ سرتاب
پہنچ گئی ہیں۔

۲۳ ستمبر کو ہندوستانی قیدی گرم روانہ ہو گئے ہیں۔

روسی جنرل کو یہ تار تاشقند سے وصول ہوا ہے۔ زار کا مضمون ہے۔ راہبر تبار

کی سفارت کو ترمیز میں روک لیا گیا ہے۔ ان کی شدید نگرانی ہو رہی ہے۔ جب
سک کہ ان سے پوچھتا چھ کے بارے میں پٹر وگراڈ اور لندن کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت
تک ان کو افغانستان جانے کی اجازت نہ ملے گی۔

(زار کا مضمون ختم)

پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ

۲۵ اکتوبر ۱۹۱۴ء

میں وصول ہوا۔

جسٹس
۲۹۹

قرطاس کارروائی

محکمہ خفیہ

ہندوستان سے آنے والے کافذات
بتایں
بتایں موصولہ ۱۷ جنوری ۱۹۱۷ء

موضوع	دستخط	بتایں
افغانستان ریشمی خطوط کی سازش پر سی آئی ڈی کی یادداشت	"	۱۸ ۱۶ انڈر سکرٹری ۱۸ سکرٹری آف سیکرٹ

تقول بنام

برائے اطلاع
یہ بہت مفید تفصیل ہے لیکن اس سے ہماری معلومات میں چنداں
اضافہ نہیں ہوتا ہے۔

سراے ہرٹزل مٹریسٹون

آپ کے دیکھنے کے لئے
میں خیال میں ان میں کوئی نئی بات نہیں۔



دیکھ لیا
۱ - ایچ
۱۶ جنوری ۱۹۱۷ء

محکمہ ایس ایس۔ ان کاغذات کو دفتر میں رکھنا
مناسب سمجھے گا۔
آپ کے محکمہ کا کیا خیال ہے؟

دستخط (پڑھے نہ جاسکے)

دیباچہ

مجھے جو اطلاعات اور دیگر مواد مل سکا اس سے میں نے اس رپورٹ کو زیادہ سے زیادہ مکمل بنانے کی کوشش کی ہے اور تحقیقات میں آسانی کے لئے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

پہلے حصہ میں مقدمہ کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ حاشیہ پر ان لوگوں کے نام دئے گئے ہیں جو متن میں بیان کردہ واقعات کے گواہ ہیں۔ نسخ میں لکھے ہوئے نام ان لوگوں کے ہیں جو ان واقعات کے بارے میں بیان دیکھے ہیں لیکن یہ توقع نہیں کہ وہ عدالت میں اس بیان کا اعادہ کر سکیں گے۔

حاشیہ پر جو نام دئے گئے ہیں صرف ان ہی سے اس مقدمہ کے گواہوں کی فہرست مکمل نہیں ہوئی، کیونکہ دوسرے گواہ بھی ہیں جو ستفاش کے بیان کے ان اہم نکات کی فہادت لے سکتے ہیں جن کی تصدیق ضروری تھی تاکہ اس سازش کے واقعات کے بیان میں مذکورہ نہیں کیا گیا۔

دوسرے حصہ میں اس رپورٹ کے نتیجے جمع کئے گئے ہیں جو گواہوں کے بیانات کتابوں اور دستاویزات سے متعلق یادداشتوں اور بعض اہم دستاویزات کے تراجم پر مشتمل ہیں۔

ان کے علاوہ بھی دوسرے بہت سے ایگزٹسٹ (دوران مقدمہ پیش ہونے والی دستاویزات وغیرہ) ہیں جنہیں اس رپورٹ کے تقصیر میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

تیسرے حصہ میں یادداشتوں پر مشتمل ہے جو تمام سازشیوں کے لئے اور سازش سے متعلق دوسرے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ان میں سے ہر

ایک ہم نے یہ نام تحریر نہیں کئے کیونکہ ان سے واقعہ کی تاریخیت پر روشنی نہیں پڑتی۔ (محمد میاں) یہ حصہ یعنی گواہوں کے بیانات ہم نے اس تالیف میں پیش نہیں کیا۔ کیونکہ یہ بیانات تاریخی دستاویزات جتنے ہیں کیونکہ ان میں زیادہ تر غلطیوں سے کام لیا گیا ہے اسی وجہ سے ان میں تضاد بھی ہے۔ (محمد میاں) یہ پورا حصہ ”کون کیا ہے“ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (محمد میاں)

ایک کے خلاف کیا کیا شہادتیں ہیں۔

جو بیانات اور عبارات خط نسخ میں درج کی گئی ہیں ان کو قوی شہادت نہیں کہا جاسکتا
چنانچہ انہیں عدالت پیش نہیں کیا جائے گا۔

رپورٹ میں استعمال ہونیوالی اصطلاحات کی تشریح

قوتی = باصلاحیت اور محاذ عالم دینی اسلام کا مذہبی سیاسی و سماجی مسائل پر اظہار رائے۔
ہجرت = لغوی معنی ہیں جدائی علیحدگی۔ اس کا اطلاق کسی مسلمان کے اس لئے ترک وطن
کرنے پر ہوتا ہے۔ کہ اسے مذہبی رسوم و فرائض کی ادائیگی کی آزادی نہ ہو۔
مہاجر = وہ شخص جو ہجرت کرے۔

جہاد = مذہبی جنگ جو با اختیار امام مسلمانوں پر فرض کر سکتا ہے۔ اسے ان حالات میں
فرض کیا جاتا ہے۔ جب کہ مسلمان ہجرت پر مجبور ہو۔
مجاہد = وہ شخص جو جہاد میں حصہ لے رہا ہو یا جس نے خود کو جہاد کے لئے وقف
کر دیا ہو۔

مجاہدین = یہ نام ہندوستان کے متعصب و مایوسوں کی ایک بستی کے رہنے والوں
کو دیا گیا ہے۔ جو آزاد علاقہ میں یوسف زئی قبائل کے درمیان قائم ہے یہ بستی ۱۹۴۳ء
میں وہابی بیڈر سید احمد شاہ بریلوی نے قائم کی تھی۔ اس وقت سے اس کے لوگوں کا
رویہ حکومت برطانیہ کے ساتھ خصومت اور جنگ ہے۔

ریشمی خطوط کے کیس کا خلاصہ

زیر نظر کیس کو ہم اپنی آسانی کے لئے ریشمی خطوط کا کیس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس بار میں ہمیں گہری اور مکمل واقفیت اگست ۱۹۱۶ء میں ریشمی کپڑے پر لکھے ہوئے تین خطوط کے پکڑے جانے سے حاصل ہوئی۔ جو کابل میں موجود سازشیوں نے حجاز میں موجود مسافر کو بھیجنے کے لئے روانہ کئے تھے۔

یہ واقعات جو اس تفتیش اور تحقیقات کا باعث ہیں ان کا سلسلہ ۱۹۱۵ء کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔

اس سال ۱۵ فروری میں پنجاب کے مختلف کالجوں کے پندرہ طلباء رافغانستان کو خفیہ طور سے اپنے گھروں سے روانہ ہوئے۔ اور شمالی مغربی سرحد بنجابی طلباء کا مشن کو عبور کر کے آزاد علاقہ میں پہنچے۔

پھر دوسرے طلباء نے ایک ایک کر کے یا چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی صورت میں ان کی پیروی کی۔ بعد کی اطلاعات سے ظاہر ہوا کہ ان کی اس کارروائی کا محرک سلطنتِ برطانیہ کی مخالفت کا جذبہ تھا۔ ترکی سے برطانیہ کی جنگ اس کا سبب تھی۔ جس کے خلاف غیر وفادار واعظوں اور مبلغوں نے نہایت زبردست مکر وہ پریسنگ کیا تھا۔ ان جوانوں کا ارادہ اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ پہلے تو وہ برطانوی قلمرو سے نکل جائیں اور پھر جس کام کیلئے بھی ان میں صلاحیت ہو۔ جیسے جاسوس۔ قاصد۔ واعظ۔ یا مبلغ جہاد یا فوجی اس کام کیلئے وہ اپنی خدمات ترکوں کو پیش کر دیں۔

انہیں امید تھی کہ افغان گورنمنٹ کی عنایت اور تعاون سے وہ ترکی پہنچ سکیں گے انہیں تو یہ بھی کہ افغانستان برطانیہ خطمی سے برسرِ جنگ ہونے والا ہے۔ یا ہندوستان کے غیر وفادار لوگ بدگمانیاں پیدا کر کے اور دباؤ ڈال کر اسے لڑائی پر مجبور کر دیں گے۔

۱۹۱۵ء میں جو تفتیش اور تحقیقات کی گئی اس سے اس سہم واقعہ کا بھی انکشاف

ہوا کہ صوبہ سرحد تک طلباء کے سفر کا انتظام پنجاب اور شمالی مغربی سرحدی صوبہ میں رہائیوں کی ایک جماعت کرتی تھی۔ اور برطانوی قلمرو کے عبور کر لینے کے بعد طلباء کو سرحد پار کے وہابی بستیوں پہنچا دیئے تھے جو آزاد علاقہ میں ان وہابیوں کی بستی ہے جن کو مجاہدین یا متعصب ہندوستانی کہا جاتا ہے۔

(۲) ہندوستان میں وہابیت

برطانوی کے مولانا سید احمد شاہ نے گنگا کی وادی میں اسے رائج کیا (جہاں سے یہ بڑی تیزی سے بالائی ہندوستان میں پھیل گئی) انہوں نے ۱۸۲۳ء میں کچھ پیروؤں کے ہمراہ خود بھی شمالی مغربی سرحدی صوبہ کو عبور کیا۔ اور یوسف زئی قبائل کے علاقہ میں مجاہدین یا متعصب ہندوستانی مسلمانوں کی ایک بستی قائم کی تب سے یہ ہندوستان کے بے دین حکمرانوں کے لئے عذاب بنی ہوئی ہے۔

شرع میں اس کا قیام خاص اس مقصد کے لئے عمل میں آیا تھا کہ سرحدی قبائل کو سکھوں خلاف جہاد کے لئے اکٹھے کرے۔ جو اس وقت پنجاب پر قابض تھے۔ تب سے یہ بستی ہندوستانی دیوبندیوں کی مالی امداد سے اور ہندوستان سے یہاں آتے ہوئے وائے، نوجوان وہابیوں کی وجہ سے امیدوار جنگ میں ہزیمتیں اٹھانے اور برطانیہ کے دوست قبائل کی طرف سے سیاسی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوئے قائم ہے۔

۱۵ نام بھی غلط لکھا ہے وہابیوں کی طرف نسبت بھی غلط ہے اسم گرامی سید احمد ہے ان کو شاہ نہیں کہا جاتا سید مولانا احمد شاہ دوسرے بزرگ تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی انقلابی جدوجہد میں قیادت کی۔ حضرت سید احمد شہید کا تعلق عرب کے وہابیوں سے بھی کچھ نہیں۔ وہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد خلیفہ اور ان کی طرف سے انقلابی جدوجہد کے سربراہ تھے جیسا کہ مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے مزید تفصیل شاندار امی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائی جاوے۔ (محمد میاں)

۱۷ یہ غلط ہے سید احمد شہید کی تحریک کا مقصد انگریزی اقتدار کو ختم کرنا تھا بدستی سے مکہ اڑے آئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے شاندار امی جلد دوم

ہندوستان میں ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۳ء تک وہابیوں کے غلات خدائی تحقیقات اور مقدمات کے طویل سلسلہ کے دوران ہندوستان میں سازشیں کرنے اور روپیہ جمع کر کے سرحد پار کے متعصب ہندوستانیوں کو بھیجنے والی ایک جماعت کا پتہ چلا تھا جس پر بمبئی ٹرٹ بڑے وہابیوں کو سزا میں دی گئی تھیں اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب یہ تحریک منسوخ ہو گئی ہے۔

اس کے بعد ہندوستان میں وہابی عقائد کے ماننے والے مختلف گروہوں سے پکارے جانے لگے۔ جیسے اہل حدیث، غیر مقلد، فرار کلمہ وغیرہ اور جلد ہی ہندوستان سے وہابیوں کا بظاہر نشان مٹ گیا۔ سرحد پار بھی مجاہدین کی بستی کی طاقت اور اثر گھٹ گیا۔ بعد میں اس کا اثر نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔

۱۹۱۰ء میں یہ تحریک پھر سر اٹھاتی ہوئی معلوم ہوئی۔ کیونکہ افغانستان کے انگریز دشمن جماعت کے ایک نہایت طاقتور رکن نے متعصب ہندوستانیوں کی مالی امداد اور بہت افزائی شروع کر دی۔

یہ تھی وہ جماعت جس سے احیاء کی جھلک فروری ۱۹۱۵ء میں پنجابی **کابل کو طلباء کے مشن کی اہمیت** طالب علموں کے فرار کے واقعہ میں دکھائی دی۔ اس وقت اس معاملہ کی تیزی سے انگڑائی نہیں کی گئی کیونکہ یہ بات اس وقت کی پالیسی سے ہم آہنگ نہ تھی کہ مسلمانوں کے معاملات میں ایسے نازک موقعہ پر اتنی گہرائی میں جا کر تحقیقات کی جائے چند لوگوں کے بارے میں یقین ہو گیا کہ انہوں نے اس مہم میں عملہ مدد کی ہے ان کو نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن اتنی گہرائی تک تحقیق نہ کی گئی کہ جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ مہم وہابیوں کی اپنی کوشش تھی یا کسی دوسرے سازش نے وہابیوں کی جماعت کی اس باقیات کو باغیانہ اور اتحاد اسلامی کے مقاصد کے لئے بالقصد استعمال کرنے کی کوشش کی۔

ابھی حال ہی میں اس امر کا پتہ چلا ہے کہ نئی بات درست ہے اور یہ کہ طالب علموں کی

۱۹۱۵ء میں اجمال کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے شاندار مباحثی جلد سوم جس کا عنوان ہے علماء و فقہاء (محمود علی)

ہجرت کا محرک اہل مولوی عبید اللہ ہے جس نے کلکتہ کے ابوالکلام کی رضا مندی اور تعاون سے جو اتحاد اسلامی کھامی مولوی ہے نیز کچھ اور وہابی لیڈروں کی مدد سے اس ہم کچلا یا ہے اور اس کے مصارف برواشرت کئے ہیں۔

مولوی عبید اللہ نو مسلم سکیم پنجابی میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور یو۔ پی میں تعلیم پائی ہے۔ فلغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے بارہ برس سندھ میں گزارے۔ جہاں وہ بہت با اثر ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے جنوبی جذبات رکھنے والوں کے لئے مدرسہ قائم کیا تھا۔ پھر وہ دیوبند میں استاد بن کر واپس آئے اور انھوں نے جمعیت قائم کی۔ یہ دیوبند کے پرانے طالب علموں کی انجمن تھی۔ بظاہر یہ بالکل بے ضرر تھی۔ لیکن اس کے مقاصد جیسا کہ اب واضح ہوا ہے باغیانہ تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں ایک استاد کی حیثیت سے مولوی عبید اللہ نے بڑی کامیابی کے ساتھ کئی اساتذہ کی وفاداری کو متاثر کیا۔ جن میں خصوصیت سے مولانا محمود الحسن صدر مدرس شامل ہیں۔ وہ نہایت با اثر عالم ہیں۔ اس معاملہ میں آگے پھر ان کا ذکر آئیگا۔ اساتذہ میں اختلاف کے باعث بالآخر مولوی عبید اللہ کو برطرف کر دیا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں وہ دلی میں متوطن ہو گئے اور ترکوں کے مشہور حامی۔ رام پور کے مولانا محمد علی مدیر کامر کے گہرے دوست بن گئے۔

عبید اللہ نے دلی میں نظارتہ المعارف القرآنیہ کے نام سے عربی کا ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ حالیہ تحقیقات سے ظاہر ہوا ہے کہ اس کے قیام کا مقصد اسے اتحاد اسلامی کی سازش کا ہیڈ کوارٹر بنانا تھا۔

۱۵ یہ بالکل غلط ہے عبدالباری کا بیان جو آخر میں دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ سے ان طلبہ کی ملاقات کامل میں ہوئی ہندوستان میں ان سے ملاقات بھی نہیں ہوئی انہیں عبدالباری کا بیان ہے کہ مولانا ابوالکلام اس بات کے خلاف تھے کہ ہم ہجرت کریں۔ ان کا خیال تھا کہ تم باہر جا کر کچھ نہیں کر سکو گے۔ پھر ان کے مشورہ کے خلاف اپنی روانگی طے کر لی عبدالباری کا بیان یہ ہے کہ برطانوی اقتدار سے نفرت اور ہجرت کا اصل محرک وہ تو ہیں انہیں رشیدیہ تھا کہ مشہور کیا جا رہا تھا کہ ترک کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ فیہ رسول اللہ۔

۱۶ یہ غلط ہے مولانا عبید اللہ کا خود اپنا بیان یہ ہے کہ اسی کا کام دیوبند سے دہلی منتقل کر دیا گیا۔ تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ یہ بھی غلط ہے یہ تحریک کا وہ قول مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ سے مولانا محمود الحسن صدر مدرس کا نام کی جتنی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

(۵) آزاد علاقہ کو مولوی سیف الرحمن کا مشن
آئیے اصل واقعات کی طرف لوٹیں جون ۱۹۱۵ء میں مولوی سیف الرحمن جو فختوری مسجد میں استاد تھے اچانک غائب ہو گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شمالی مغربی سرحد کو عبور کر کے آزاد علاقہ میں پہنچ گئے ہیں۔

وہ فوراً حاجی صاحب ترنگ زئی سے وابستہ ہو گئے وہ ضلع پشاور کا ایک پر جوش لیکن با اثر کٹر متعصب ہندوستانی تھا۔ اور ہجرت کر کے آزاد علاقہ میں آ گیا تھا۔ اس نے حاجی صاحب کو مجبور کیا کہ علم جہاد بلند کرنے کی ان تھک کوشش میں سرحد کا دورہ کریں۔ وہ کامیاب رہا۔ اس کا ثبوت ان واقعات سے مل گیا۔ جن کے نتیجہ میں ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء کو رستم کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں کئی متعصب ہندوستانی کام آئے۔

اس کے بعد ہماری سرحدوں پر رہنے والے قبائل کی بے چینی اور شور و شیش بھی حاجی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھیں۔ اس وقت یہ بات معلوم نہ تھی لیکن بعد میں اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ کہ سیف الرحمن کے مشن کی ذمہ داری بھی عبید اللہ پر ہے۔ یہ اس کی سازش کا ایک لازمی حصہ تھا۔

مولوی عبید اللہ کا فرار کابل
کابل میں ہندوستانیوں کی سازشیں اگست اور بعد کے واقعات
اسی ماہ یعنی جون ۱۹۱۵ء سے سرکاری کاغذات سے مولوی عبید اللہ کا کچھ پتہ نہیں چلتا اس کے بعد سے انہیں برطانوی ہند میں نہیں دیکھا گیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سندھ میں چند ماہ کے قیام میں انہوں نے اپنے پر کرنے روابط کو تازہ کیا۔ اپنے باغی دوستوں سے صلاح و مشورہ کیا۔

۱۔ یہ بھی غلط ہے حاجی صاحب ترنگ زئی کو حضرت شیخ الہند نے مجبور کیا تھا۔ جیسا کہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان میں نقش حیات کے حوالہ سے گند چکا ہے اور جیسا کہ استغاثہ کے فقرہ ۳۱ میں ہے۔
۲۔ عبید اللہ پر نہیں بلکہ شیخ الہند مولانا محمود حسن روح اللہ پر ملاحظہ ہو نقش حیات ۲۴۲۰۹

اور ان سے خط و کتابت کے طریقہ متعین کئے اور اس کے بعد اپنے حلیفوں کے ہمراہ براہ کمرہ
وقندھار کابل کو روانہ ہو گئے۔ ۸ اکتوبر کو وہ کابل پہنچے اور لاہوری طلباء کو بھی روانہ
جو اس وقت کابل پہنچ چکے تھے اور ترک جرمن مشن سے جس کے سرغنہ دوغدار ہندوستانی
مہندر پرتاب اور برکت اللہ تھے ان سے وہ جا کر مل گئے۔ مہندر پرتاب اور برکت اللہ
نے براہ برلن و قسطنطنیہ کابل کا سفر کیا تھا۔ وہ قیصر جرمنی اور سلطان ترکی کے خطوط
لائے تھے کہ افغانستان کو ہندوستان پر حملہ کے لئے آمادہ کر سکیں۔ کابل میں ہندوستانی
سازشیوں نیز سردار نصر اللہ خاں اور افغانستان میں جنگ کے حامی عناصر کے درمیان
بارصلاح و مشورہ ہوا۔

روسی ترکستان قسطنطنیہ اور برلن کو برطانیہ کے خلاف مشن روانہ کئے گئے کابل
میں موجود ہندوستانی سازشیوں اور ہندوستان میں موجود ان کے مشیروں کے
درمیان بہت کافی خط و کتابت ہوئی جس کا نقطہ عروج اگست ۱۹۱۶ء میں رشی
خطوط کا پکڑا جانا ہے۔ جو ایک لاہوری طالب علم کے پاس سے برآمد ہوئے
جو قاصد کا کام کر رہا تھا۔

مولاوی محمود حسن کا درین اثنا دیوبند کے ممتاز مولویوں کی دو جمعیتیں ستمبر ۱۹۱۵ء
میں حجاز کے لئے روانہ ہوئیں۔ یہ عام طور پر افواہ تھی کہ ان کا
حجاز کو مشن ستمبر ۱۹۱۵ء ارادہ ہجرت کرنے کا ہے۔ اور مخالف حکومت جذبہ نے انکو

اس اقدام پر آمادہ کیا ہے۔

یہ بھی افواہ تھی کہ وہ حجاز میں چند خاص ترک افسروں سے ملاقات کریں گے لیکن
بروقت کوئی ایسی اطلاع نہیں مل سکی جس سے ان کو ہندوستان ہی میں روکا جاسکے۔
بہی میں گرجو شئی سے رخصت کئے جانے کے بعد یہ دونوں جمعیتیں ستمبر ۱۹۱۵ء
میں بہی سے روانہ ہو گئیں مولوی خلیل احمد اور ان کی پارٹی ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کو اور مولانا
محمود حسن اور ان کی پارٹی ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کو روانہ ہوئیں۔

۱۰ نقطہ عروج ہمیں نقطہ زوال کیونکہ تحریک اس عین پہلے ترکوں کی شکست اور ترکیہ کی بغاوت تک پہنچ گئی تھی
(محمد سلیمان)

۱۹۱۵ء کے موسم خزاں میں اور ۱۹۱۶ء کے موسم بہار میں ان پارٹیوں کے بعض اراکین ہندوستان لوٹ آئے۔ لیکن جب تک کہ ریشمی خطوط کے ذریعہ ہمیں عبید اللہ کی سازش اور محمود حسن کے اس سے تعلق کے بارہ میں قابل اطمینان واقعیت حاصل نہ ہوئی ان میں سے کسی سے پوچھنا چاہ نہیں کی گئی۔

اس سازش کے اراکین کو ”جنودِ ربانیہ“ (مخلصین) نام دیا گیا تھا۔ اس کے تمام اراکین کو فوجی عہدے دینا اور مدینہ کو اس کا خاص مرکز بنانا طے پایا تھا۔

جہاں دیوبند کے مولوی محمود حسن کو قائد یا جنرل مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے ثانوی مرکز استنبول، تہران اور کابل تھے۔ کابل میں مولوی عبید اللہ کو قائم مقام جنرل مقرر کیا گیا۔ اس فوج کا مقصد کافروں کے تحت حکومت ممالک اسلامیہ بالخصوص ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے سلاطین اسلامیہ کو متحد کرنا تھا۔ مولانا محمود حسن کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ حجاز کے ذریعہ خلافت عثمانیہ سے رابطہ قائم کریں اور اس حکومت کو چند شرطیں ماننے پر آمادہ کریں۔ جن کے پورے ہونے پر حکومت افغانستان، برطانیہ سے برسرِ جنگ ہو جائے گی۔ اس فوج کے جو افسران کابل میں ان کے ذمہ تھا کہ وہ بھی اسی مقصد کے لئے افغانستان کے انہی برٹش عناصر سے جوڑ توڑ کرتے رہیں اور آزاد قبائل میں برطانیہ کے خلاف ہر وقت عداوت اور دشمنی کے جذبات کو شعل کرتے رہیں۔

ہندوستان میں جو سازشی موجود تھے۔ ان کا کام (غالباً پرائی و ہائی تحریک کے ذریعہ) روسیہ جمع کرنا تھا۔ تاکہ کابل ہندوستان اور حجاز میں سازش کے مصارف یوں سے ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی جنون کو اتنا زیادہ بڑھا دینا تھا کہ افغانستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ چھڑے ہی وہ بھرک کر بہر طر آگ لگا دیں۔

اس فوج کے افسروں کی ایک فہرست خطوط کے ساتھ منسلک تھی جس سے ظاہر ہوا کہ سازش کی ہدایت کرنے والی طاقت عبید اللہ کی تھی۔ اس فوج کے افسران واضح طور

پر چار گروپوں میں منقسم تھے۔

(۱) عبید اللہ کے کلمت غضب جنوبی دوست، پیرو اور رشتہ دار جو سندھ میں تھے اور ان کے رابطے ہندوستان کے سب حصوں میں تھے۔

(۲) دیوبند (سہارنپور) اور دلی کے مولویوں کا گروپ جنہیں عبید اللہ نے جب وہ دارالعلوم دیوبند میں استاد تھا۔ نیز جمعیت الانصار اور نظارۃ العارف القرآن سے تعلق کی بنا پر اپنے اثر میں لے لیا تھا۔

(۳) بہار، یو، پی، پنجاب اور شمالی مغربی سرحدی صوبہ کے وہابی جو چندہ جمع کیا کرتے تھے۔

(۴) اتحاد اسلامی کے حامی مشہور لیڈر۔

جنوری ۱۹۴۷ء کی اسکیم ایک اور جماعت سے مربوط تھی جسے حکومت ہند یہ کہا جاتا تھا۔ جس کے کارکنوں کے لئے مسلمان ہونا لازم نہ تھا راجہ مہندر پر تاب اس کے صدر تھے۔ وزیراعظم مولوی برکت اللہ اور وزیر امور ہند مولوی عبید اللہ تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کا مقصد تھا ہند اور افغانستان میں تصادم اور افغانستان میں جو غیر مسلم ہندوستانی تھے ان کے وفد کو غیر جانبدار یا دشمن ممالک میں بھیج کر جوڑ توڑ اور ساز باز کرنا۔

مختصر یہ کہ عبید اللہ کی اسکیم یہ تھی کہ ہندوستان میں اسلامی عسکریت کا بھڑکائی ہوئے بڑیوں میں سے جن اجماع میں زندگی کی رمتی باقی ہے۔ ان سے کام لیا جائے اس طرح اس نے اپنی سازش میں وہابی تحریک کی باعمل شہری مولوی طبقہ کا اسلامی جوش جذبہ اور اتحاد اسلامی کے حامیوں کی سیاسی توانائی اور تلخی کو یکجا کر دیا تھا۔

اس کا مزید منصوبہ یہ تھا کہ ایک دوسری سازشی جماعت (یعنی حکومت ہند) کے پہلو بہ پہلو کام کیا جائے تاکہ ہندوؤں کے انقلاب پسند عناصر اس کی جانب سے ہیں۔

حجاز میں مولوی محمود حسن | ان خطوط کے برآمد ہونے سے جو مدینہ طیبہ میں مولوی محمود حسن کے نام تھے۔ مولوی محمود حسن کی ہر بار

کے ان لوگوں کے خلاف تحقیقات شروع ہوئی جو واپس آچکے تھے۔ ان کے بیانات سے ہمیں مجاز میں مولوی محمود حسن کی سرگرمیوں کا کچھ اندازہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے وقت بجز اس کے اور کچھ پیش نظر نہ تھا کہ ہمدردی رکھنے والے ترک افروں سے ملاقات اور جوڑ توڑ کر کے ہندوستان کے خلاف یا افغانستان کی مدد کے لئے فوج بھجوانی ہے۔ کہ وہ ہم پر حملہ کر سکے۔

اس کی اور خلیل احمد کی جماعتیں مجاز میں باہم مل گئیں۔ لیکن اس بات کا یقین نہیں کہ کیا مولوی خلیل احمد سازشیوں کے اندرونی رازوں سے واقف تھا اور نہ اس بات کا کہ کیا دونوں جماعتوں کے اراکین مساوی طور پر ارزش میں ملوث تھے۔

محمود حسن نے مجاز کے والی غالب پاشا سے یقیناً غدارانہ ساز باز کی لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آخر الذکر نے اس مہم میں اس کی کچھ زیادہ ہمت افزائی کی۔ غالب پاشا نے کہا کہ ترک دوسرے قصوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور وہ نہ تو افغانستان کو مدد بھیج سکتے ہیں اور نہ ہندوستان کو لشکر روانہ کر سکتے ہیں۔

تاہم انہوں نے مولانا کو ایک فرمان جہاد دیدیا جسے مولوی محمد میاں نے ہندوستان پہنچا دیا۔ وہ اس جماعت میں شامل تھے جو جنوری ۱۹۱۵ء میں ہندوستان لوٹی تھی کہا جاتا ہے کہ آزاد علاقہ کے کٹر متعصب قبائل کو ہمارے خلاف مقابلہ میں لانے کے لئے اسے بڑے موثر طریقہ پر استعمال کیا گیا۔ اس کی نقلیں کر کے ہندوستان میں بھی تقسیم کی گئی تھیں۔

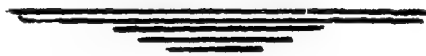
۱۰ حضرت مولانا خلیل احمد علیہ الرحمۃ فرمایا کہ حضرت محمد مرنج و زیارت کے لئے تھا۔ کوئی سیاسی منصوبہ ان کے سامنے نہیں تھا۔ مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ ان کو اپنا ہمنوا بنالیا جیسا کہ نقش حیات کے طویل اقتباس میں گذر چکا ہے ان کے زمانہ جو حضرات تھے وہ بھی سیاسیات سے غالی الذہن تھے ان کو سیاسی پارٹی قرار دینا اور حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ اگر کوئی تعلق ہو گیا تھا تو اسکو تحریک میں شرکت سمجھنا اور پوچھ کرنے والے کی غلطی ہے۔ (محمد میاں) ۱۱ مولوی محمد میاں نے ہمیں بلکہ مولانا ہادی حسن صاحب نے ہندوستان پہنچائے بیشک ہندوستان سے مولانا محمد میاں ان کو آزاد علاقہ میں لے گئے۔ (ملاحظہ ہو نقش حیات)

یقین کیا جاتا ہے کہ مولوی محمود حسن اور مولوی خلیل احمد دونوں نے ۱۹۱۶ء میں کسی وقت حجاز میں جمال بے اور انور بے سے ملاقات کی تھی۔ لیکن ان ملاقاتوں کے بارہ میں کسی اور تفصیل کا علم نہیں۔ مولوی خلیل احمد ستمبر ۱۹۱۶ء میں ہندوستان واپس آ گئے جبکہ مولوی محمود حسن اور ان کی جماعت کے چند منتخب اراکین حجاز ہی میں ٹھہر رہے اور شاید اب بھی مدینہ میں ہیں۔

کسی وقت مولوی محمود حسن کو خیال ہوا تھا کہ وہ حجاز سے قسطنطنیہ جانے لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ اس نے اپنا یہ ارادہ پورا کر لیا ہو۔ ابھی حال ہی تک وہ مکہ میں تھا

دستخط

وی وی دیان



ایس سکرپٹ ڈیپارٹمنٹ	رجسٹر نمبر ۳۶۸۸	قرطاس کارروائی
حکومت ہند کا تار بتاریخ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۶ء موصولہ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۶ء		
تاریخ	مختصر دستخط	موضوع
انڈر سکرٹری سکرٹری آف اسٹیٹ ۱۵ ستمبر ۱۵		افغانستان ریشمی خطوط کا گیس باغیوں کی کارروائیاں سرحدی قبائلی علاقہ میں
نقول بنام ڈی ایم آئی ایف آر ۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء		
برائے اطلاع ایم سی ہاں دستخط ۱۳ ستمبر ۱۹۱۶ء دیکھ لیا اور شکریہ کے ساتھ واپس ہے دستخط ۱۴ ستمبر ۱۹۱۶ء پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ۔ اس ٹیکگرام کو چھاپنے سے پہلے کیا میں نمایاں غلطیوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ دستخط ۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء		

ایس آف ایس

حکومت ہند کے تلموزہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط کی سازش کو مختصراً بیان کیا گیا ہے (اس پرنٹنگ (کاغذ کی چیٹ) لگا دی گئی ہے) یہ براہِ اخلاقِ عقص اور بعید از قیاس معاملہ تھا۔ لیکن اس کا انکشاف ہونے سے حکومت ہندوستان میں ترکوں کے حامی ایچی ٹیٹروں کی ایک تعداد کو گرفت میں لے سکی اس وقت جو کاغذ ہاتھ لگے ہیں وہ امیر کی روش کی شاندار سند ہیں۔

پاکستان - شمالی مغربی سرحد پر آزاد قبائلی علاقہ -

مجاہدین - ہندوستانی متعصب جن کے ساتھ حکومت ہند نے حال ہی میں عارضی التوائے جنگ کیا ہے۔

محمود حسن - ترکوں کا حامی ہندوستانی مسلمان ہے۔ جو جنگ کے شروع میں مدینہ چلا گیا تھا۔

پھر ہم نے اسے مالٹا جلا وطن کر دیا تھا۔

دستخط

۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء

ٹیلیگرام از طرف انسراے فارن ڈیپارٹمنٹ

مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ء موصولہ ایلے شیب

پی ۳۶۸۸
۱۹۱۷ء

خفیہ = ریشمی خطوط کا کیس ہمارا ٹیلیگرام مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۷ء
سی آئی ڈی کے ایک ایجنٹ کے ذریعہ مزید دستاویزات ہمارے ہاتھ لگی ہیں جس
نے باجوڑ میں موجود سازشیوں کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ اور حج و زیارت کے بہانے
انور پاشا کو کچھ دستاویزات پہنچانے کے لئے خود کو نامزد کر لیا تھا۔
ان دستاویزات میں یہ چیزیں شامل ہیں۔

(پہلی دستاویز) سلطان کی خدمت میں حزب اللہ کی طرف سے عرضداشت
جس پر حاجی ترنگ زئی، ببرا ملا اور دوہندوستانی مجاہدین کی مہریں
ثبت ہیں۔

دوسری دستاویز یا غستان کے خانوں اور علماء کی عرضداشت جس پر ببرا ملا
چار باجوڑی باشندوں اور دو مجاہدین کے دستخط ہیں۔
(تیسری دستاویز) محمد میاں مہاجر کا وضاحتی خط جو ”جوہر بانیہ“ میں نقل و خبر
ہے۔ اور ریشمی خطوط میں جس کا تذکرہ ہے۔

دونوں عرضداشتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ صلح کا نفرنس میں ترکوں کے اقتدار
اعلیٰ کے تحت اس علاقہ کی آزادی کا تعین کرایا جائے۔ ترکی افسروں کو روانہ کیا جائے
کہ وہ یہاں شہری نظم قائم کریں۔ اور اسے ترقی دیں۔

عرضداشت میں مزید کہا گیا ہے کہ اگر دوران جنگ ایک مختصر ترقی فوج سلجھو
رسد لے کر یاغستان پہنچ جائے تو لاکھوں غازی آٹھ کھڑے ہوں گے اور افغانستان
کو جنبش میں لانے کے واسطے بھی یہ چال مناسب ہوگی۔ عرضداشت میں کہا گیا
ہے کہ مزید تشریح اور تفصیلی وضاحتیں دستاویزہ میں ملیں گی۔

محمد میاں مجاہد کا خط اگرچہ مولانا محمود حسن کے نام ہے جو اس وقت مالٹا میں
نظر بند ہیں۔ لیکن یہ خط انور (بے) کو بھی دیا جانا تھا۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ افغانستان میں تحریک کی ناکامی کا سبب ہے انگلستان
سے امیر کی دوستی اور اسلام سے غداری۔

اس نے علما اور قبائلی سکوں کی کونسل قائم کر دی۔

نصر اللہ کے ایما سے تیراہ میں جو عرب سفارت روانہ کی گئی تھی اس کی منظوری
واپس لے لی اور نصر اللہ کو سرحدی معاملات کے محکمہ سے ہٹا دیا اس لئے ”راقم الحروف“
نے افغانستان کے ذریعہ کام کرنے کی اسکیم کو ترک کر دیا ہے اور سلطان کے نام پر
یاغستان میں کام شروع کر دیا ہے۔ یہاں پر امیر کے اثر سے تحریک میں رکاوٹ پڑ
رہی ہے۔ تیراہ میں کوئی خیل قبائل میں امیر کی مخالفت کے باعث کوئی کامیابی نہیں
ہو سکی۔ امیر کی طرف سے اندرون ملنے کے باعث ہمند قبائل کا جہاد ناکام ہو گیا۔
امیر کی انگریز دوستی کی وجہ سے باجوڑ میں جو شش و جذبہ سرد پڑ رہا ہے۔ لیکن ابھی
حالات بالواس کن نہیں ہیں۔

امیر کی غداری کے باعث یاغستان میں اتحاد اسلامی کی تحریک کو جو نقصان پہنچا
ہے۔ اس کی کسی طرح تلافی نہیں ہو سکتی۔ عام صورت حال مقامی طور پر امید افزا ہے۔
لیکن امیر اب تک نہیں بدلا ہے۔

اگر ہندوستان پر حملہ کرنا ہے تو عثمانی فوج کے کچھ افسران اور رسد یاغستان روانہ
کی جائے۔ اگر یہ ناممکن ہے تو عثمانی سیاست داں عثمانی سرمایہ سے یاغستان کو ترقی
دیں۔ اور وسط ایشیا میں یاغستان کی وہی حیثیت بنادیں جو افغانستان کی ہے۔

لیکن انگلستان سے امیر کے میثاق کے باعث اس میں بھی مشکلات پیش آئیں گی۔
خط کے اختتام پر حکومت موقتہ ہند میں نے اپنے تار مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۱۶ء
میں جس کو بیان کیا تھا، کو کٹر ہندو قرار دیکر اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ جس کا
رکن خود مراسلہ نگار ہے۔

محمد میاں نے ایک الگ خط میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ایران کے ذریعہ یاروس کے
ساتھ گفتگو ہونے پر روسی ٹرین کے ذریعہ ترکی فوج اگر ہرات پہنچ سکے تو نصر اللہ امیر کے
خلاف افغانستان میں علم بغاوت بلند کر کے ہندوستان پر حملہ کر سکتا ہے۔

اصل خط اور عرضداشتوں کے ہجو اور انداز سے نیز اس واقعہ سے کہ مراسلہ
نگار ایک برس سے افغانستان نہیں گیا تھا اور اس کے ایلچی سے جسے اس نے ذرا
پہلے روانہ کیا تھا نصر اللہ نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان سب باتوں سے ان
انفاظ کی تردید ہوتی ہے جو خط کے آخر میں بڑے اعتماد کے ساتھ بڑھائے گئے تھے۔
ان دستاویزات کے فوٹو لئے جانے کے بعد مخبر ساز شیووں کے پاس واپس
چلا جائیگا۔ اصل خط اس کے ساتھ ہوں گے۔ وہ جا کر انہیں بتائیگا کہ حاجیوں کا
جواز نکل گیا تھا۔ اس کے بعد ممکن ہے یہ کوشش کی جائے کہ اس کو روس کے راستہ
سے بھیجا جائے۔

اگر یہ خط انور پاشا کو مل بھی گئے تو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہمیں اس کا جواب
مل جائے گا اور سازش کی ڈوریاں ہمارے ہاتھوں میں رہیں گی۔

استغاثہ

از مملک معظم شہنشاہ ہند۔ بنام عبید اللہ وغیرہ سلسلہ واقعات

۱۹۰۹ء عبید اللہ نے دیوبند میں جمعیتہ الانصار قائم کی ستمبر ۱۹۱۱ء جنگ طرابلس کا آغاز۔
۱۹۱۲ء ابوالکلام آزاد نے کلکتہ میں جمعیتہ حزب اللہ قائم کی۔ ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء جنگ طرابلس کا خاتمہ۔

ماہ اگست ۱۹۱۳ء دوسری جنگ بلقان کا اختتام۔
یکم نومبر ۱۹۱۳ء عبید اللہ نے دلی میں نظارۃ المعارف القرانیہ قائم کی۔
نومبر ۱۹۱۴ء ترکی برطانیہ کے خلاف جنگ میں شامل ہو گیا۔
۵ فروری ۱۹۱۴ء لاہور کے پنجابی مہاجر طلباء نے سرحد پار کر لیا۔
جون ۱۹۱۵ء مولانا محمود الحسن نے مہاجر علماء کو سرحد پار روانہ کر دیا۔
اگست ۱۹۱۵ء ابوالکلام آزاد نے کلکتہ میں دارالارشاد کا آغاز کر دیا۔
اگست ۱۹۱۵ء مہند اور دوسرے قبائل کی سرحد پر لڑائیاں۔
اگست ۱۹۱۵ء عبید اللہ کی ہندوستان سے آزاد علاقہ کے لئے روانگی۔
اگست ۱۹۱۵ء مہندر پرتاپ اور برکت اللہ کے ہمراہ مخالف مشن کابل میں موجود
۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء ابوالکلام آزاد نے صدر الدین کو مجاہدین میں روانہ کر دیا۔
۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء مولانا محمود الحسن اور ان کے ساتھی ہندوستان سے حجاز جانے
کیلئے روانہ ہو گئے۔

نومبر ۱۹۱۵ء حجاز سے مطلوب الرحمن کی ہندوستان میں واپسی۔
فروری ۱۹۱۶ء حجاز سے محمد میاں اور مرتضیٰ کی ہندوستان میں واپسی۔

۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء فضل الرحمن نے برکت اللہ کا خط اور جہاد کا فتویٰ۔

مولانا حبیب الرحمن کو علی گڑھ میں دکھایا۔

اپریل ۱۹۱۶ء محمد میاں نے غالب نامہ لے کر سرحد پار کی۔

۹ جولائی ۱۹۱۶ء عبید اللہ اور محمد میاں نے مولانا کو ریشمی خطوط لکھے۔

۱۵ اگست ۱۹۱۶ء عبدالحق مع ریشمی خطوط ملتان میں گرفتار۔

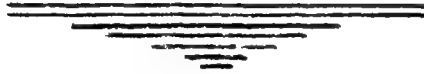
ستمبر ۱۹۱۶ء۔ ہندوستان میں بعض سازشیوں کی گرفتاری اور تلافی۔

ستمبر ۱۹۱۶ء عبد الرزاق نے مسعود کو روپیہ دے کر مولانا کے پاس

مکہ روانہ کیا۔

دسمبر ۱۹۱۶ء جدہ میں مولانا اور ان کے ساتھی گرفتار۔ برطانوی حکام نے

انہیں خلیج البلد کر دیا۔



ملک معظم شہنشاہ ہند

بنام

عبید اللہ وغیرہ

دفعہ ۱۲۱ الف ضابطہ فوجداری ہند۔

بیان استغاثہ سیرنڈنٹ پولیس عرض گزار ہے کہ
مندرجہ ذیل اشخاص نے یکم جنوری ۱۹۱۳ء اور یکم جنوری ۱۹۱۴ء کے درمیان
برطانوی ہند کے اندر اور باہر سازش کی ہے۔ ملک معظم شہنشاہ کی افواج کے خلاف جنگ
کرنے کی، جنگ کے لئے کوشش کرنے کی، اور جنگ میں مدد دینے کی کوشش کرنا
یا اس بات کی کوشش کی ہے کہ ملک معظم شہنشاہ کو برطانوی ہند کے اقتدار اعلیٰ سے
محروم کر دیں۔

یہ کارروائیاں ضابطہ فوجداری ہند کی دفعہ ۱۲۱ الف کے تحت مستلزم سزا ہیں۔

(۱) عبدالعزیز مولوی پیر حیا گل آف اتمان زئی پشاور (مقروم ہے)

(۲) عبدالباری۔ بی، اے پیر غلام جیلانی آف لائل پور۔

دہندوستان میں داخلہ روکنے کے آرڈی نینس کے تحت پنجاب میں نظر بند ہیں)

(۳) عبدالحی خواجہ پیر خواجہ عبدالرحمن آف گورداسپور۔ (ڈیفنس آف انڈیا

ایکٹ کے تحت پنجاب میں اس کی نقل و حرکت پر پابندی ہے)

(۴) عبدالحق شیخ۔ عرف جیون داس آف ضلع شاہ پور)

یہ مقدمہ کے عنوان میں صرف عبید اللہ کا نام ہے باقی مدعا علیہ وہ ۵۹ حضرات ہیں جن کے نام چند سطروں
کے بعد آ رہے ہیں۔ محمد میاں۔

(۵) ریفرنس ایکٹ کے تحت اس کی نقل و حرکت کو پنجاب میں محدود کر دیا گیا ہے) سلطان گواہ ہے۔

(۵) عبدالحق مولوی آف رفاہ عام پریس لاہور۔

(۶) ریفرنس ایکٹ کے تحت اس کی نقل و حرکت کو پنجاب میں محدود کر دیا گیا ہے)

(۶) عبدالمجید خاں۔

پنیرہویں گھر سوار فوج کے ایک راء الدار میجر کا لڑکا ہے۔ (وفات پاچکا ہے)

(۷) عبداللہ مولوی پسر نہال خان آف ضلع سندھ۔

(۸) ریفرنس ایکٹ کے تحت اس کی نقل و حرکت کو پنجاب میں بند کر دیا گیا ہے) سلطان

گواہ ہے۔

(۸) عبدالقادر بی اے پسر احمد دین آف لائل پور۔

زمندوستان میں داخلہ روکنے کے آرڈیننس کے تحت پنجاب میں نظر بند ہے؛

(۹) عبدالرحیم سندھی شیخ سیرالہ بھگوان داس آف حیدر آباد سندھ

(مفرور ہے)

(۱۰) عبدالرحیم مولوی پسر رحیم بخش سجد چنیا والی لاہور۔

(مفرور ہے)

(۱۱) عبدالرشید

مردان ولاہور کا مہاجر طالب علم۔ (مفرور ہے)

(۱۲) عبدالرزاق۔ انصاری حکیم پسر عبدالرحمن آف دہلی۔

(۱۳) عبدالواحد (یا عبدالوحید) پسر صادق احمد آف ٹانڈہ صوبہ جات متحدہ۔

(برطانوی ہند کے باہر نظر بند ہے)

۱۔ سلطان گواہ عوام و عودہ معاف گواہ کو کہا جاتا ہے مگر جیسا کہ دیباچہ کے دوسرے فقرہ سے معلوم ہوتا ہے اس فہرست میں سلطان گواہ اس کو لکھا ہے جس کے متعلق توقع ہے کہ وہ عدالت میں اس بیان کا اعادہ کریں گے یعنی وہ فقرہ جو ان کے پورے بیان میں پولیس کی منشا کے موافق قصداً یا بلا قصد آیا ہے اس کو دہرائیکس کے خلاف وہ کس میں برابر درج کے لازم رہیں چنانچہ یہ عبدالحق صاحب زبردراست ہیں حراست ختم کر دیا نہ کوئی وعدہ نہ فی الحال کوئی توقع گمان کو سلطان گواہ قرار دیا۔ ۲۔ مولانا وحید احمد خٹک حضرت مولانا محمد صدیقی صاحب رحمہما اللہ مدینہ طیبہ سے حضرت شیخ الہند رحمہ کے ساتھ گرفتار کئے گئے تھے۔

(۱۴) ابو الکلام آزاد مولوی۔ کنیت محی الدین پسر مولانا خیر الدین آف کلکتہ (ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت بہار و اڑیسہ میں اس کی نقل و حرکت کو محدود کر دیا گیا ہے)

(۱۵) ابو محمد احمد مولوی عرف مولوی احمد پسر غلام حسین آف لاہور و چکوال۔
(ڈیفنس ایکٹ کے تحت اس کی نقل و حرکت کو پنجاب میں محدود کر دیا گیا ہے)

(۱۶) احمد علی مولوی پسر حبیب اللہ گوجرانوالہ ضلع
(ڈیفنس ایکٹ کے تحت اس کی نقل و حرکت کو پنجاب میں محدود کر دیا گیا ہے)
(سلطانی گواہ ہے)

(۱۷) احمد میاں مولوی۔ پسر عبداللہ انصاری آف ابنٹھ ضلع بہار پور صوبہ جات
متحدہ (سلطانی گواہ)

(۱۸) اللہ نواز خان پسر خان بہادر رب نواز خاں آفریری مجسٹریٹ ملتان پنجاب
(مفروز ہے)

(۱۹) انیس احمد بی اے مولوی۔ پسر ادیس احمد اسسٹنٹ سکریٹری۔
اینگلو اورینٹل کالج۔ علی گڑھ صوبہ جات متحدہ۔

(۲۰) عزیز گل مولوی پسر شہید گل آف درگائی شمالی مغربی سرحدی صوبہ
(برطانوی ہند کے باہر نظر بند ہے)

(۲۱) برکت اللہ مولوی محمد آف بھوپال و جاپان۔
(مفروز ہے)

(۲۲) فتح محمد سندھی آف روک سندھ

(مفروز ہے)
(۲۳) فضل الحسن مولوی عرف حسرت موہانی آف علی گڑھ۔

(ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت صوبہ جات متحدہ میں دو برس قید محض کی سزا
بھگت رہا ہے)

(۲۴) فضل الہی مولوی پسر میراں بخش آف ہری پور تھانہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

پنجاب (مفروز ہے)

(۲۵) فضل محمود مولوی پسر مولوی نور محمد آف چارسدہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ

(مفروز ہے)

(۲۶) فضل رزقی - مولوی آف پشاور -

(مفروز ہے)

(۲۷) فضل واحد مولوی پسر فیض احمد عرف حاجی ترنگ زئی شمالی مغربی سرحدی صوبہ

(مفروز ہے)

(۲۸) حبیب اللہ غازی پسر روح اللہ آف کاکوری ضلع لکھنؤ صوبہ جات متحدہ

(مفروز ہے)

(۲۹) ہادی حسن سید - آف خان جبال پور ضلع مظفر نگر صوبہ جات متحدہ

(۳۰) محمد اللہ مولوی پسر حاجی سراج الدین آف پانی پت -

ریونیٹس ایکٹ کے تحت نقل و حرکت پنجاب میں محدود ہے

(۳۱) حسین احمد مدنی مولوی پسر مولوی حبیب اللہ آف فیض آباد و مدینہ

رہندوستان سے باہر نظر بند ہے

(۳۲) ابراہیم سندھی - ایم اے شیخ پسر عبد اللہ آف کراچی -

(مفروز ہے)

(۳۳) کلاسنگ لدھیانہ پنجاب کاتارک وطن جو واپس آگیا تھا (مفروز ہے)

(۳۴) خان محمد خان حاجی آف پشاور -

(وفات پاگیا)

(۳۵) خوشی محمد پسر جان محمد آف تلوئی ضلع جالندھر پنجاب -

(مفروز ہے)

(۳۶) مہندر پرتاب کنور - پسر سونگباشی راجہ گھنشیام سنگھ آف مرساں

صوبہ جات متحدہ -

(مفروز ہے)

(۳۷) محمد حسن مولانا سابق صدر مدرس مدرسہ دیوبند صوبہ جات متحدہ
(برطانوی ہند کے باہر نظر بند ہے)

(۳۸) مطلوب الرحمن مولوی آف دیوبند

ایگزیکٹو چارل ڈیپارٹمنٹ حکومت یوپی کا ملازم ہے -

(۳۹) محی الدین عرف برکت علی مولوی آف قصور -

(ڈیفنس ایکٹ کے تحت نقل و حرکت پنجاب میں محدود ہے)

(۴۰) محی الدین خاں مولوی آف مراد آباد -

قاضی بھوپال

(۴۱) محمد عبداللہ بی اے پسر شیخ عبدالقادر سکریٹری - میانوالی ڈسٹرکٹ بورڈ

(مفروز ہے)

(۴۲) محمد علی بی اے پسر عبدالقادر آف قصور -

(مفروز ہے)

(۴۳) محمد علی - سندھی پسر حبیب اللہ آف گجرانوالہ -

(مفروز ہے)

(۴۴) محمد اسلم عطار - آف پشاور -

(ہندوستان میں داخلہ کے لئے آرڈیننس کے تحت شمالی مغربی سرحدی
صوبہ میں نظر بند ہے)

(۴۵) محمد حسن - بی اے آف لاہور جس کا باپ پیسہ اخبار میں ملازم تھا

(مفروز ہے)

(۴۶) محمد ہاشم مولوی سید آف کوٹرا جہاں آباد فتح پور -

(ہندوستان میں داخلہ روکنے کے آرڈیننس کے تحت یوپی میں نظر بند ہے)

(۴۷) محمد سعید۔ مولوی پیر مظہر حسین آف دیوبند صوبہ جات متحدہ

(سلطانی گواہ)

(۴۸) محمد میاں مولوی پیر مولوی عبداللہ انصاری آف انبیٹھ ضلع سہارنپور صوبہ جات

متحدہ (مفروضہ ہے)

(۴۹) محمد مبین مولوی پیر محمد مومن آف دیوبند (سلطانی گواہ)

(۵۰) محمد تقی۔ مولوی سید پیر بنیاد علی آف بجنور صوبہ جات متحدہ۔

(سلطانی گواہ)

(۵۱) نور الحسن سید آف رتھمپڑی ضلع مظفرنگر۔ یوپی۔

(۵۲) عبید اللہ مولوی عرف بوٹا سنگھ آف سیالکوٹ پنجاب۔ (مفروضہ ہے)

(۵۳) صدر الدین عرف ڈاکٹر عبدالکریم۔ اسی پیر امیر علی آف بنارس (ہندوستان میں)

داخلہ روکنے کے آرڈیننس کے تحت یو، پی میں نظر بند ہے)

(۵۴) سیف الرحمن مولوی پیر غلام نبال آف پشاور ضلع سرحدی صوبہ۔

(مفروضہ ہے)

(۵۵) شاہ بخش۔ حاجی پیر امام بخش انصاری آف حیدرآباد سندھ۔

(ہندوستان میں داخلہ روکنے کے آرڈیننس کے تحت سندھ میں نظر بند ہے)

(۵۶) شاہ نواز خاں۔ پیر خان بہادر رب نواز خاں آنریری جسٹریٹ ملتان۔ پنجاب

(مفروضہ ہے)

(۵۷) شجاع اللہ پیر حبیب اللہ آف لاہور۔

(ہندوستان میں داخلہ روکنے کے آرڈیننس کے تحت پنجاب میں نظر بند ہے)

(۵۸) ولی محمد مولوی آف فتوحی والا۔ ضلع لاہور۔ پنجاب۔ (مفروضہ ہے)

(۵۹) ظہور محمد مولوی آف رٹکی پیر عنایت اللہ آف سہارنپور۔

(۶۰) سائمنش کے مقاصد۔

یعنی ہر مجسٹریٹ کی افواج کے خلاف جنگ لڑنا یا جنگ لڑنے کی کوشش کرنا۔ جنگ لڑنے

میں مدد کرنا یا نہر مجبھی کو ہند کے اقتدار اعلیٰ سے محروم کرنا
سازش کے مقاصد کس طرح حاصل کیے جانے تھے

طریقہ اور منصوبے | ہندوستانی مسلمانوں میں قرآن کی غلط تاویلات اور دوسرے طریقوں کے ذریعہ مذہبی تعصب کو بھڑکا کر، سرحدی قبائل اور افغانستان میں برطانیہ کے خلاف نفرت (کے جذبات) ابھار کر ان ممالک کے عوام کو برطانیہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کر کے۔ سلطنت ترکیہ سے جنگی امداد لے کر اور ان مقاصد کے لئے چندہ جمع کر کے بالآخر ارادہ یہ تھا کہ جونہی بیرون سے کافی امداد و حمایت کا یقین حاصل ہو جائے ہندوستان میں برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔

عمومی طور سے کیا بات ثابت کرنی ہے۔

۳۔ یہ بات ثابت کی جائیگی کہ سازش کے ارکان میں ربط و تعلق تھا۔ یہ کہ ان کی بعض نشستوں کا مقصد سازش کرنا اور اپنے مشترک مقصد کو آگے بڑھانا تھا یہ کہ بعض سازشیوں نے جمعیتہ الانصار۔ جمعیتہ حزب اللہ جیسے ادارے اور نظارتہ المعارف القرانیہ اور دارالارشاد جیسی تعلیم گاہیں قائم کیں۔ اور یہ کہ برطانیہ کے خلاف جذبات بھڑکائے گئے اور ہندوستان کو دارالحرب یا ایسی سرزمین قرار دیا گیا جس میں دیندار مسلمانوں کو نہیں رہنا چاہیئے اور یہ کہ جہاد (مقدس جنگ) کی تبلیغ کے لئے لٹریچر جمع کیا گیا۔ اور اسے تقسیم کیا گیا۔ اور یہ کہ بعض سازشیوں نے فروری ۱۹۱۵ء میں ہجرت (مذہب کی خاطر کسی مسلم ملک کو ترک وطن) کی اور ہندوستان سے جہاد کرنے کے ارادہ سے سرحدی علاقہ کو چلے گئے۔ اور یہ طے کیا گیا کہ مجاہدین (ہندوستانی متعصبین) کے ساتھ تعاون کیا جائے گا جو حکومت برطانیہ کے اعلان کردہ دشمن ہیں۔ ان کو روپیہ اور گولی بارود مہیا کرنے کے واسطے قدم اٹھائے گئے۔

یہ کہ بعض سازشی جو مولوی ہیں جون ۱۹۱۵ء میں ہندوستان سے آزاد علاقہ کو چلے گئے اور وہاں انھوں نے قبائل کو برطانیہ کے خلاف جنگ کے لئے بھڑکایا جس کے نتیجے میں

لے شیخ الہند نے ہجرت کی ہدایت نہیں کی نہ ہجرت کی ہدایت کرنا کی تحریک کا جزو تھا۔ یہاں طلبہ کا نظریہ تھا جنھوں نے بطور خود ہجرت کی تھی۔ (محمد میاں)

تباہی لڑنے۔ اور یہ کہ قسطنطنیہ سازشیوں نے حقیقتہً لڑائی میں کچھ حصہ لیا۔
یہ کہ اگست ۱۹۱۵ء میں ہندوستان سے کابل گئے۔

یہ کہ دشمن ملک کا ایک مشن جس کے دوارکان سازش کے رکن بن چکے تھے۔ پہلے
ہی کابل پہنچ چکے تھے۔

یہ کہ مختلف سازشیوں نے کابل میں مفید مشورے کئے جن میں برطانوی اقتدار کے
خاتمہ کے بعد بننے والی حکومت ہند کے قیام کے بارے میں مشورے کئے گئے۔ ہندوستان
کو آزاد کرنے کے لئے مسلمانوں کی فوج بنانے کا خیال کیا گیا اور تمام اہم سازشیوں کو عہدے
دیئے گئے۔ اور بعض سازشیوں پر مشتمل سفارتیں بعض خاص غیر ملکی طاقتوں کو اس عارضی حکومت
کی طرف سے بھیجی گئیں۔

اس امر کی بار بار اور مصمم کوششیں کی گئیں کہ امیر کابل کو اک کرناظر فداری ترک کرنے
اور اپنے آپ کو ملک معظم کے دشمنوں کی رفاقت اختیار کرنے پر تیار کیا جائے۔

یہ کہ ہندوستان میں روپیہ جمع کیا گیا اور مولانا محمود الحسن بعض سازشیوں کے ہمراہ
ہندوستان سے عرب روانہ ہوئے تاکہ ملک معظم کے دشمنوں کے ساتھ اقدامات میں ہم
آہنگی پیدا کریں۔

اور یہ کہ واقعہً انہوں نے ایسی موافقت اور ہم آہنگی پیدا کی اور سازشیوں کو
ہندوستان واپس بھیجا تاکہ ان مشوروں اور ہدایات کو پورا کریں جو انہیں دئے گئے تھے
اس اثناء میں ہندوستان میں جو سازشی موجود تھے انہوں نے عربستان کی اور سرحد پار کی
سازشی پارٹیوں سے رابطہ قائم رکھا۔ اور روپیہ جمع کیا اور ان دونوں پارٹیوں کو بھیجا۔

عبید اللہ بانی سازش اور دیوبند
جہاں سے سازش کی ابتدا ہوئی

کہ عوام میں انتہائی تعصب و تشدد پیدا کرنے
کے لئے ضروری ہے کہ ان میں تبلیغ کرنے کیلئے
مشغری تیار کئے جائیں نیز یہ لوگ مولوی طبقہ کے ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ
سازش کے بانی میانی مولوی عبید اللہ نے دیوبند میں مولویوں کے اہم مدرسہ کا

استعمال کیا ہے تاکہ یہ کہا جاسکے کہ سازش کی شروعات دیوبند سے ہوئی ہے۔
عبداللہ جو نو مسلم سمجھا تھا اس کا مذہبی جہن انہما کو پہنچا ہوا تھا اس نے
بھی دیوبند میں تعلیم پائی تھی۔

دیوبند کا مدرسہ اور مولانا
(محمود حسن)

۵۔ دیوبند کا مدرسہ مولانا محمد قاسم نے قائم کیا تھا
وہ مشہور عالم دین ہے تاہم عمر کے وقت برطانیہ کے
تغافل پر ویسٹمنسٹرہ کرنے میں مولوی حاجی احمد اللہ
کا شریک ہو گیا تھا۔ ان دونوں مولویوں کو چھپ جانا پڑا تھا۔ حاجی احمد اللہ خفیہ
طور سے ملک چھوڑ کر حجاز جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جہاں کئی برس بعد اس کی وفات
ہو گئی تھی۔

۶۔ مولوی محمد قاسم ہندوستان ہی میں رہے۔ اس کو گرفتار کیا گیا اس پر مقدمہ چلا۔
لیکن وہ بری ہو گیا۔ اس نے دیوبند میں زندگی گزار لی اور وہیں اس کی وفات ہوئی۔
جہاں اس کا سب سے زیادہ احترام کیا جاتا تھا۔

مولانا محمود حسن شاید اس کا سب سے زیادہ وفادار پیرو تھا۔ جو برسوں دیوبند کے
مدرسہ کا صدر مدرس رہا۔

مولانا میر عبداللہ کے اثرات
۶۔ مدرسہ میں عبداللہ کا ضرر رساں اثر تیزی
سے پھیلنے لگا اور اس نے مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء میں بہت سے لوگوں میں اپنے
باغیانہ افکار بھردئے۔

۷۔ اس نے مولانا محمود حسن کو اس سے پہلے ہی مکمل طور پر اپنا ہم خیال بنالیا تھا کہ
مدرسہ کے منتظمین مدرسہ کو درپیش خطرات کا اندازہ کر سکیں اور عبداللہ کو اسے چھوڑنے
پر مجبور کریں۔

۸۔ انگریزی میں محمد حسن ہے۔ وہ غلط ہے ۷۔ یہ غلط ہے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ گرفتار
ہوئے تھے ان پر مقدمہ بھی چلا تھا۔ لیکن مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ گرفتار نہیں گئے۔ نہ ان پر مقدمہ چلا۔ باوجودیکہ
جہاد حریت ۷۵ سالوں میں شریک رہے۔ شاہی کے مولوی چنگ میں باقاعدہ حصہ لیا بلکہ پیش پیش رہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو
شاندرا مانی جلد چہارم (محمد بیان) ۷۵ پہلے بھی گزند چکا ہے کہ یہ غلط ہے۔ مولانا عبداللہ نے اثر نہیں ڈالا بلکہ حضرت

مولانا کو..... ان کے متحر علمی کی وجہ سے نیز علوم دینیہ کے عالم اور رہنما ہونے کے باعث جو شہرت چل گئی اس کی وجہ سے ان کو سازش کا علامتی سربراہ بنایا گیا تھا۔

مدرسہ دیوبند سے | عبید اللہ کا منصوبہ تھا کہ مدرسہ کو اپنے کام کا ہیڈ کوارٹر کس طرح کام لینا تھا | بنائے اور اتحاد اسلامی اور برطانیہ دشمنی کی اپنی تحریک سینگڑوں مولویوں سے کام لے کر یورپ ہندوستان میں پھیلا دے جو

دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم پا کر مذہب اسلام کے پرچار اور تبلیغ کے لئے ہندوستان میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

جمعیتہ الانصار کا قیام | ۸۔ اس مقصد کے لئے اس نے ۱۹۰۹ء میں ایک انجنن قائم کی جس کا نام جمعیتہ الانصار رکھا۔ جس کو انجنن طلبائے قدیم دیوبند کہا جاسکتا ہے طلبائے قدیم کی ایک تعداد کو وہ اس میں شامل کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

چند جمع کئے جاتے تھے۔ جن سے دیگر اشیاء کے علاوہ سنہ اور قابل اعتراضات افکار و نظریات کے حامل اخبارات ہندوستان میں تقسیم کرنے کے لئے خریدے جاتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ عبید اللہ نے انگریزی تعلیم پائے ہوئے لوگوں مثلاً انیس احمدی، لے خواجہ عبدالحی اور قاضی ضیاء الدین بی اے کو مدرسہ میں داخل کیا ان پر سیاہی رنگ چڑھا ہوا نقان کے بارہ میں کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ اعتدالی پسند مسلم فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

جمعیتہ کا اندرونی حلقہ | ان اشخاص کو جمعیتہ الانصار کے فنڈ سے وظائف دئے جاتے تھے۔ مولوی مرتضیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ عبید اللہ نے جمعیتہ الانصار کے

اندرا یک خفیہ جماعت بنائی تھی۔ یہ ایک قسم کا اندرونی حلقہ تھا جس کے اغراض و مقاصد ظاہر نہیں کئے گئے تھے۔ لیکن رسوا کن حد تک قابل اعتراض تھے چنانچہ مدرسہ کے سربراہ نے موقع نکال کر مولوی عبید اللہ کو طلب کیا اور اس بارہ میں سخت سرزنش کی۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ جمعیتہ الانصار میں اس سازش کی بنیاد رکھی گئی تھی اور حبیب محمد میاں نے مولانا

لے غالباً مولانا حبیب الرحمن صاحب نائب مہتمم مراد میں آپ کی سرزنش کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام اس طرح نہ ہونے چاہئیں کہ دارالعلوم نشانہ بن جائے مولوی صاحب کے بیان میں یہی ہے (محمد میاں)

محمود حسن کے نام خط میں لکھا تھا۔ کہ جمعیت کے تین اراکین سرفروشی کر رہے ہیں تو مرتضیٰ کی رائے میں اس کا مطلب اندرونی حلقے کے تینوں اراکین سے تھا۔

سازشیوں میں سے ان اشخاص کا تعلق جمعیت الانصار سے ہے۔

(۱) مولوی عبید اللہ (جو ناظم تھا) (۲) مولوی ابو محمد احمد (جو نائب ناظم تھا) (۳) مولوی محمد میاں (۴) مولوی محمد اللہ (۵) مولوی انیس احمد (۶) مولوی خواجہ عبدالحی (۷) مولوی مرتضیٰ (۸) اور مولوی ظہور محمد۔ مولوی مرتضیٰ دیوبند سے کافی غیر جانربا۔ چنانچہ جمعیت کی اندرونی سرگرمیوں کے بارہ میں اطلاعات دستیاب نہیں کر سکا۔

دیوبند کا مدرسہ ابتک ۹۔ دیوبند کا مدرسہ شمس العلماء حافظ محمد احمد سپر مولانا محمد قاسم بانی مدرسہ کے محتاط انتظام میں مہنی کے بہت سے برسوں میں سیاست سے بالکل پاک و صاف

رہا تھا اور اس کے مدرسوں اور متعلموں نے جدید سیاست یا امور خارجہ میں نہایت خفیف دلچسپی لی تھی یا مطلق دلچسپی نہ لی تھی۔ عبید اللہ کی آمد سے اور اس کے اثر سے مدرسہ کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا۔

۱۔ اس کی کوششیں نہایت بروقت تھیں۔ مسلمانان ہند برٹلی اور بلیقان کی جنگوں کے اثرات

مسلمانان ہند کے جذبات اٹلی اور ترکی کی جنگ اکتوبر ۱۹۱۲ء کے باعث برانگیختہ ہو گئے تھے اور بلیقان کی جنگوں اکتوبر ۱۹۱۲ء تا اکتوبر ۱۹۱۳ء اور ان جنگوں سے متعلق برطانوی وزراء کے رویہ کی وجہ سے یہ جذبات اور زیادہ مشتعل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مولویوں کو آسانی سے یقین دلادیا گیا کہ حکومت برطانیہ کی پالیسی مسلم دشمنی ہے۔ اور مدرسہ کا کام جاری رکھنے سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ چند جمع کر کے ترکوں کو روانہ کیا جائے۔ جب ترکوں کی مدد کے لئے چند جمع کرنے کا سوال آیا تو مولانا محمود حسن نے خود مشورہ دیا کہ مدرسہ بند کر دیا جائے اور یہ رائے دی کہ مدرسہ

کے لئے اس کام سے بڑھکر اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ مولوی مرتضیٰ نے جو مولانا کا عمدہ تقابلیا ہے کہ مولانا کی اس تجویز کے پس پردہ یہ خیال چھپا ہوا تھا کہ یہ مسلمانوں کے لئے اعلان جہاد کا وقت ہے۔ اس لئے انھوں نے مشورہ دیا کہ مدرسہ کو بند کر دیا جائے۔ اس کے بعد واقعہ مدرسہ کو مختصر مدت کے لئے بند کر دیا گیا۔ اور بہت سے مولویوں نے گشت کرنا اور ترکوں کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔

۱۱۔ یہ کام تو علانیہ اور کھلے خزانہ ہو رہا تھا۔
مدرسہ میں برطانیہ دشمن جذبہ

ایک علامت۔ برطانوی مال کے بائیکاٹ کی تحریک تھی۔ مولوی فضل الرحمن جو علی گڑھ میں پہلے سے برطانیہ کے خلاف بائیکاٹ تحریک چلا رہے تھے۔ دیوبند پہنچے اور مولوی انیس احمد نے مولانا محمود حسن سے ان کا تعارف کرایا۔

دیوبند میں بائیکاٹ کی تحریک کو فروغ دینے میں انیس احمد نے خود بھی بڑا حصہ لیا۔ چھ گھاؤں کے (بستے ہوئے) موٹے کھتہ کے کپڑے پہنا کر تاتھا۔ اس نے دیوبند کے ایک سینئر مولوی کو بھی ایسا ہی کرنے کی ترغیب دی۔

۱۲۔ اگست ۱۹۱۲ء میں کانپور کی مسجد کا واقعہ پیش آیا۔ اور
کانپور کی مسجد کا قضیہ
اور مسلمانوں کے جذبات

مولوی عبید اللہ نے اس سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہ کی۔ تاکہ حکومت برطانیہ سے مولانا کو تہہ آلودگی تھی۔ اسے اور بڑھا دیا اور انہیں یہ رائے قائم کرنے پر لگائے کہ ہندوستان دارا خراب بن گیا ہے۔ کیونکہ حکومت اپنی رعایا کی مذہبی آزادی میں مداخلت کرتی ہے۔

۱۳۔ برطانوی حکومت سے اس آزدگی پر ستر اودہ تلخی تھی جو مولانا کے احساسات

۱۴۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دوام میں احمد کے بیان میں ہے ۱۵۔ اشعار مرتب کرنے والوں کا تصور یہ ہے کہ سیاسی اور انقلابی رجحانات شیخ الہند کے طبع زاو نہ تھے بلکہ مولانا عبید اللہ نے پیدا کئے پھر جو حالات پیش آئے انہوں نے ان رجحانات کو اور بچتہ کیا۔ لہذا ان حالات کے بیان کرنے میں زور قلم صرف کیا جا رہا ہے۔ اور تلخی کا افسانہ بھی گھڑا جا رہا ہے مگر واقعہ اس کے برعکس شیخ الہند کے مریا رجحانات اس وقت سے تھے جبکہ مولانا دیوبند پہنچے اور ان رجحانات کو حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض کہا جا سکتا ہے ان کو مولانا عبید اللہ کا اثر اور دینا سر اسرار علی اور ناواقفیت ہے۔ (محمد میاں)

دعزاج میں شمس العلماء حافظ محمد احمد مہتمم و مولانا حبیب الرحمن نائب مہتمم مدرسہ کے رویہ سے پیدا ہوئی تھی۔

یہ لوگ محسوس کرتے تھے کہ مولانا کی شخصیت کی عظمت کے باعث اور لوگوں میں مولانا محمود حسن کا جوا احترام ہے اس کی وجہ سے مدرسہ میں ان لوگوں کا اثر کم ہوتا ہے۔ یوں مولانا سنجیدہ اور دوستانہ مشوروں سے محروم ہو گئے۔ اور عبداللہ اور ابو الکلام آزاد وغیرہ کے مضر اثرات میں آ گئے۔

۱۴۔ مدرسہ کی نیک نامی کی بقا کے لئے مجلس منتظمہ نے فیصلہ کیا کہ عبداللہ کو انیس احمد وغیرہ نیز محمد میاں کو دیوبند نکال دیا جائے۔ اور اس کے دو سر ساقیوں کے ہمراہ مدرسہ سے خارج کر دینا چاہئے۔

مولانا نے اس فیصلہ کو پسند نہیں کیا وہ پہلے بھی مہتمم کی اس بات سے ناراض تھے کہ اس نے مولوی محمد میاں کو کسی قصور کی بنا پر مولانا کے مشورہ یا اطلاع کے بغیر دیوبند سے رخصت کر دیا تھا۔ جو ان کے نزدیک ان کی شان کے خلاف تھا۔

یہ مولانا محمد میاں اس لئے دیوبند بلائے گئے تھے کہ بعض کاموں میں مولانا کی مدد کریں۔ لیکن بعد میں یہ ہتھکڑیاں سرگرم سازشی بن گئے تھیں۔

۱۵۔ دیوبند سے عبداللہ کے اخراج کے معنی یہ نہیں تھے کہ اس کا وہاں آنا ناجائز ہو گیا۔ کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مولانا کی نشست گاہ کی جگہ گاہ بن گئی۔

۱۶۔ یہ استفادہ نگار کا قیاس ہے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا بیان یہ ہے کہ یہ رویہ اور یہ انداز مصلحت کی بنا پر تھا گو رزک دارالعلوم میں بٹا گیا۔ اس کو ایڈریس دیا گیا اس روز مولانا آزاد بھی دیوبند چلے گئے۔ شیخ الہند کے بہانہ پر شیخ الہند اپنے جہان کے ساتھ اپنی نشست گاہ میں شریفیوار پہنچے جس گئے۔ ایڈریس آپ کی غیبت ہی میں پیش کیا گیا اب اس جہہ دارالعلوم سے تعلق منقطع نہیں کیا بدستور صدر مدرس وہ اور درس دیتے رہے بہر حال یہ جو کچھ نمایاں تھا بقاعدائے مصلحت ۱۶۔ یہ فیصلہ بھی نمائشی تھا کیونکہ مولانا مدنی رحمہ اللہ کا بیان یہ ہے کہ پروگرام کے مطابق ان کا کام دیوبند سے دہلی منتقل کیا گیا۔ (محمد میاں) ۱۷۔ مولانا محمد میاں مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی کو الگ کیا

۱۸۔ اس کے لئے شیخ الہند سے ہتھکڑیاں کی ضرورت نہیں تھی۔ نہ شیخ الہند کو شکایت ہو سکتی تھی۔ نہ اس کے خلاف شان کیا جاسکتا تھا۔ باقی جو کچھ تھا وہ بقاعدائے مصلحت تھا جس کو کسی ایسی ذی توانف و عہدہ کسی نے کہ یہ اخراج نمائشی تھا مصلحت

ریٹیک ۱۹۱۵ء تک جبکہ مولانا ہندوستان سے مجاز روانہ ہوئے۔ سازشوں کی جلوسہ گاہ بنی رہی عبید اللہ اور دوسرے لوگ مشوروں میں شریک ہونے کے لئے دیوبند آتے ہیں۔

۱۲۔ جہاد کی غرض سے سرحد کو جانے والے مولویوں میں فضل الہی، فضل محمود اور عبدالعزیز سب کے سب دیوبند میں تعلیم پائی تھی۔ جبکہ حاجی عبدالرزاق چیف جج کابل جو دیوبند میں تعلیم پائی۔

دوہا سازشوں کا گہرا دوست تھا۔ مولوی ابو محمد احمد اور شاید دوسرے سازشوں سے اس وقت سے واقف ہو گیا تھا جبکہ وہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں دینیات کا طالب علم تھا۔ ۱۳۔ دیوبند کو اپنے مشنریوں کی تربیت گاہ بنانے میں نظارۃ المعارف القرانیہ اکام ہو جانے پر عبید اللہ نے فیصلہ کیا کہ ایک مدرسہ دلی میں اسی مقصد کے لئے قائم کرے۔

انیس احمد نے اپنے باپ مولوی ادریس احمد اسٹنٹ سکریٹری علی گڑھ کالج کو اس نئے مدرسہ میں جہی لینے پر راضی کر لیا۔ اور آخر الذکر نے علی گڑھ کے محمد اسحاق خاں کو اس کی سرپرستی پر آمادہ کر لیا۔ جس کے باعث ذی اثر و باوقار لوگ بھی مدرسہ منتظمین میں شامل ہو گئے۔

اور ان کی ذمہ داری پر ہر مائٹس بیگم بھوپال اس کی سرپرست بن گئیں اور مدرسہ کو دو سو روپے ماہانہ تک کی مدد دینے لگیں۔

یہ مدرسہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ قرآن کی مبنیہ اصلی و حقیقی تشریح کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ عربی زبان کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ لیکن اس کا کوئی تعلق اس ملامت سے نہیں۔ سازشوں میں سے عبید اللہ اور احمد علی ناظم اور نائب ناظم تھے عبدالحی اور انیس احمد کو وظیفہ ملتا تھا۔ مولانا محمود حسن۔ مولوی ابوالکلام آزاد اور مولوی فضل الحسن وزیر اور قصور کے محی الدین اس کے رفقار میں شامل تھے۔

۱۴۔ پہلا گز چکا ہے کہ نظارۃ المعارف مولانا سندھ نے نہیں بلکہ حضرت شیخ الہند نے قائم کیا تھا اور دلی میں منتقل ہوا۔ مولانا سندھ کا اپنی ملت سے نہیں بلکہ شیخ الہند کی ہدایت پر تھا۔

عبید اللہ کی طرف سے جہاد کی تعلیم

۱۸۔ عبید اللہ نے قرآن کی جو خاص تشریح و تفسیر بنائی وہ جہاد کی فرضیت کے بارے میں تھی۔ بتایا گیا ہے کہ اس موضوع پر عبید اللہ کی تعلیمات کو انیس احمد نے تعلیم قرآن اور کلید قرآن نام کی دو کتابوں میں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۵ء میں تعین و صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تعلیم قرآن اور کلید قرآن نامی کتابوں میں جہاد کی تشریح

۱۹۔ ان دونوں کتابوں میں مختصر ہندوستانی مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ ان کی موجودہ حالت محکومی کی وجہ صرف یہ ہے کہ انھوں نے ایک بڑے مذہبی فریضہ جہاد کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شروع کے متبعین نے اس فریضہ پر عمل کر کے دنیاوی اقتدار اور مذہبی سر بلندی حاصل کی تھی۔

کم از کم ان میں سے ایک کتاب عبید اللہ کی ہدایت پر احمد علی کی مدد سے اس وقت لکھی گئی جب کہ انیس احمد اور احمد علی دونوں نظارت سے تنخواہ پاتے تھے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ قانون کے مطابق ان کتابوں کے نسخے حکومت کو پیش کئے گئے بغیر ہی ان کی تقسیم شروع کر دی گئی۔

نظارہ سازشیوں کی جلب گاہ

۲۰۔ اس درس کے علاوہ جو نظارہ میں دیا جاتا تھا اور جو صریحاً درست نہیں تھا یہ ادارہ سازشیوں کے وقتاً فوقتاً مل بیٹھنے کے لئے بھی ایک تخلیہ گاہ کا کام دیتا تھا نظارہ کے مجرمانہ مقاصد کے بارے میں صاف اشارہ ایک سازشی (محمد علی) کی اس توضیح سے ملتا ہے جو اس نے دو سکر سازشی (عبداللہ الحق) کو کابل میں کی تھی کہ اس کا بھائی احمد علی دہلی میں عبید اللہ کے مذہبی مدرسہ کا انچارج ہے۔ اور قومی کام کر رہا ہے۔ اور اسے اندیشہ ہے کہ اسے کسی بھی وقت گرفتار کر لیا جائے گا۔

ابوالکلام آزاد نے جمعیت حزب اللہ قائم کی

۲۱۔ ان اداروں کے علاوہ جو مولوی عبید اللہ نے شمالی ہند میں شروع کئے تھے۔ ایک اور سازشی نے کلکتہ میں کام کرتے ہوئے عوام میں جنوں پیدا کرنے کی شروعات کی تھی۔

مولوی ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۲ء میں ایک انجمن بنام جمعیتہ حزب اللہ قائم کی جس کا مقصد خطابہری اسلام کا ادیار تھا۔ اس کا بانی قابل اعتراض اخبار الحلال کا ایڈیٹر تھا جو بعد میں پریس ایکٹ کے تحت کارروائی کی وجہ سے بند ہو گیا تھا۔ وہ باغی صحافی مقرر کی حیثیت سے اتحاد اسلامی کے کٹر حامی کی حیثیت سے پہلے ہی شہرت حاصل کر چکا تھا۔

جمعیتہ حزب اللہ کے قواعد

الہلال اخبار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۲ء ۲۲- اس جماعت کے قواعد میں یہ قیاسات

معنی خیز ہیں "حزب اللہ کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ "السائحون العابدون" (مخلص لوگوں کا ہونا جن کا فرض ہوگا کہ اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لئے مستقلاً دورے پر رہیں)۔ یہ سوسائٹی ایسے لوگوں کا مجموعہ ہوگی جو اللہ کی خاطر جہاد کریں گے جنہوں نے اپنی تمام دنیاوی امیدوں، آرزوں اور رشتوں سے صرف نظر کر لیا ہوگا۔۔۔۔۔ اور اپنی زندگی مذہب اور عقیدہ کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہوگی خدا کو اور اُس کے فرشتوں کو اپنی قربانی کے حلف کا گواہ بنالیا ہوگا۔"

یہ لوگ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کی اصلاح کریں گے اور انہیں عقیدہ و عمل میں سچا مسلمان بنائیں گے جن کا عقیدہ غیر متزلزل ہوگا۔ جو باعزم و بارادہ ہوں گے۔ اور خدا کی راہ میں بلند اصولوں کے لئے جہاد کرنے والے ہوں گے۔

ان کے درس قرآن کے طریقے اور ان کے درس کے اصولی رہنما وہی ہوں گے جو اللہ کی تحریروں کے اصولی رہنما ہیں۔

جہاد کا مشورہ

(۲۳) "راخدا" کی جو اصطلاح مندرجہ بالا تیس کے زیر اگر ان میں استعمال کی گئی ہے۔ یہ وہ اصطلاح ہے۔ جو ہمیشہ مخصوص طور پر جہاد کے تعلق سے استعمال کی جاتی ہے۔ اور یہ قدرتی طور پر مسلمان کے ذہن کو جہاد کی طرف لے جاتی ہے۔

جمعیتہ حزب اللہ کے مشنری الہلال کی تعلیمات پر عامل ہوں گے

۲۴۔ آخری پیر گراف میں بھی جہاد کے طریقوں اور مقاصد کی طرف کھلا اشارہ ہے۔ کوئی بھی شخص

جسے اس زبان کا اچھا علم ہو جس میں یہ تحریر ہے۔ الہلال کے فائل پڑھ کر ان اصولوں کے بارے میں جو اسکی تحریروں کے رہنما ہیں یہ رائے قائم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ صاف طور پر ان کا مقصد اپنے قارئین کے دماغوں میں برطانوی حکومت کے خلاف دشمنی پیدا کرنا ہے۔ لوگوں کی ایسی جماعت (جو حلف کے تحت پابند ہو کہ جیسا کہ مندرجہ بالا دوسرے پیر گراف میں بیان کیا گیا ہے) آپکو اس طریقہ سے قرآنی تعلیمات کیلئے وقف کرنے جس طریقہ سے اسکی الہلال میں تعلیم دی گئی ہو، تو وہ مملکت کیلئے سنگین خطرہ ہے

جمعیتہ حزب اللہ کی رکنیت

۲۵۔ اس انجمن کے اراکین کا رجسٹر اس لحاظ سے باعث حسی ہے کہ اس میں ہندوستان کے مختلف حصوں کے ۱۰۰۰ اشخاص کے نام ہیں ان میں سے بعض ناموں کے سامنے اس قسم کے ریمارک ہیں جیسے کہ "ہم قربانی کے لئے تیار ہے" یا "ملت کی خاطر" یا مذہب کی خاطر جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔

یہی ریمارک اس آدمی کے نام کے سامنے بھی ہے جو صوبہ حات متھہ کے ضلع لکھنؤ مقام اتوپورہ کا رہنے والا ہے اور اس کا نام عبدالرزاق ہے جو ۱۹۱۲ء میں ہندوستان سے مصر چلا گیا تھا۔ وہاں وہ اتحاد اسلامی کے بدنام شدہ رشیوں کے ساتھ مل گیا اور ترکی کے ساتھ جنگ شروع ہونے سے کچھ پہلے اس نے ترکی فوج میں بھرتی ہونے کی کوشش کی۔

بعد میں مصری پولیس کو اس پر شبہ ہوا کہ وہ مصر میں موجود ہندوستانی فوجیوں کی وفادار قیاد پرانہ انداز ہونے کی کوشش میں شریک ہے۔ اعلان جنگ کے بعد تک یہ قسطنطنیہ میں رہا۔ اور ترکی کے اخبار جہاں اسلام کے فروری ۱۹۱۵ء کے شمارہ میں اس نے ایک قابل اعتراض مقالہ لکھا۔ جس میں اس نے اپنے نام کے ساتھ رکن انجمن آزادی ہندوستان بھی تحریر کیا تھا چند ماہ بعد وہ ہندوستان لوٹ آیا۔

جمعیتہ حزب اللہ ناکام رہی

۲۶۔ جمعیتہ حزب اللہ کی توقعات کے مطابق کامیابی نہ ہونے کی وجہ شاید

جنہوی طور پر اس کے باقی کی اپنے منصوبہ میں وہ ناکامیاں ہیں جو اہلال بندہ ہونے سے پیش
آئیں اور لڑائی کا چھڑ جانا بھی ایک وجہ ہے۔ نیز تقریباً اسی نوعیت کی ایک زیادہ قوی
جماعت جس کا نام انجمن خدام کعبہ تھا۔ اس کے قیام کے باعث بھی یہ جمعیت ماند پڑ گئی۔
لیکن اس آخر لڑکر جماعت کا تعلق اس سازش سے نہیں ہے۔

ابوالکلام نے کلکتہ میں دارالارشاد قائم کیا

۲۷۔ مولوی ابوالکلام آزاد نے اگست ۱۹۱۵ء میں مولوی عبید اللہ سے مشورہ
کے بعد نظارۃ المعارف القرآنیہ کے خطوط پر کلکتہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام دارالارشاد
رکھا۔ اس مدرسہ میں ابوالکلام آزاد تعلیمات قرآنی کا درس دیا کرتا تھا۔

مولوی ابوالکلام آزاد نے جن لوگوں کو مدرازم رکھا تھا ان میں سے ایک مولوی
منظہ الدین سے ایک قابل اعتراض عربی کتاب "اختر اطراف فی الاسلام" اسلام کے راستہ کی
رکاوٹیں کا ترجمہ کرایا گیا۔ ترجمہ مکمل ہو گیا۔ اور ابوالکلام آزاد نے مارچ ۱۹۱۶ء میں اس کی
اشاعت اپنے اخبار البلاغ میں شائع کر دی۔

اسی وقت حکومت نے ابوالکلام آزاد کی نقض و حرکت پر پابندیاں لگا دیں جس کے
باعث اخبار کی اشاعت بند ہو گئی اس کتاب کے ذریعہ ملک معظم کے دشمن ترکوں کے
حق میں مسلمانان ہند کے جذبات ہمدردی کو یقینی طور پر بھڑکانے کی کوشش کی گئی ہے۔
ابوالکلام کی طرف سے فرضیت جہاد کا درس

۲۸۔ عبید اللہ کی طرح ابوالکلام کے درس میں بھی سچے مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت
کے بارے میں زور دیا گیا ہے (ابوالکلام آزاد کی تقریروں کی یادداشتوں کے مجموعے طلباء
نے تیار کئے تھے۔ ان میں سے چھ مجموعے ہمارے قبضہ میں آئے ہیں درجہ نگہ کے طالب علم
مولوی نور الہدیٰ نے جو یادداشتیں تیار کی تھیں وہ سب زیادہ مفصل ہیں۔

لیکچروں کے نوٹ جو نور الہدیٰ نے تیار کئے | کلکتہ پولیس نے ۱۹۱۵ء میں غار بیت
اس کی نوٹ بک لیکر ان کی مکمل نقل
کر لی تھی۔ اور اب یہی ایک نقل ان یادداشتوں کی باقی ہے کیونکہ نور الہدیٰ کا بیان ہے

کہ اُس نے خوف زدہ ہو کر ہل فوٹ بک کو ضائع کر دیا تھا۔

ان یادداشتوں کی گھٹک اور غیر واضح عبارتوں کی نور الہدیٰ نے وضاحت کر دی ہے
یہ درسہ بھی دلی والے ادارہ کی طرح ہندوستان میں نظریہ جہاد کے مبلغ تیار کرنے کے
واسطے قائم کیا گیا تھا۔

ترکی کے شریک جنگ ہونے پر ساری علی محمد اکھٹے نے پراغب ہو کر
۲۹۔ جنگ عظیم کے شروع ہونے تک سازشیوں کی جو کچھ
جہاد کی تبلیغ کرنے تک محدود تھیں۔ لیکن جب ترکی حکومت برطانیہ کے دشمن کی حیثیت سے جنگ
میں شامل ہوئی تو سازشیوں کے جذبات زیادہ بھڑک گئے اور اس پر آمادہ ہو گئے کہ
سازش کے مقاصد کو عمل میں لانے کے واسطے سرگرمی قائم اٹھائیں۔

جنگ بلقان کے وقت سے مولانا محمود الحسن کا یہ خیال تھا کہ شمالی مغربی سرحد کو
عبور کر کے برطانیہ کے خلاف شورش برپا کرے جب ترک برطانیہ کے دشمن ہو گئے تو مولانا
محمود حسن کو قدرتی طور پر خیال آیا۔ کہ برطانیہ کو پریشان کرنے کے لئے سرحد بہترین مقام ہے۔
مجاہدین کے نمائندوں کی مولانا س ملاقات اور سازشیوں کے

۳۔ نومبر یا دسمبر ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ مولانا کو پہلی مرتبہ سرحد کے لوگوں سے
مشورے کرتے دیکھا گیا۔ کابل میں جیسے دوا دی آئے۔ اور اُس کے گھر میں اس وقت مقیم ہو
جبکہ عبداللہ۔ انیس احمد۔ عزیز گل اور حمد اللہ بھی وہاں موجود تھے چند ماہ (شاید دو ماہ)
بعد یہ لوگ دوبارہ آئے۔ مولوی فضل ربی ان کے ساتھ تھا۔ اس موقع پر دو جلسے ہوئے
مولانا احمد اللہ۔ عزیز گل۔ انیس احمد اور ظہور محمد ان میں شامل ہوئے۔ وہ لوگ تیسری مرتبہ
بھی آئے۔ اس موقع پر مولانا کے علاوہ محمد میاں۔ حمد اللہ۔ ظہور محمد۔ ولی محمد آف لاہور
عزیز گل اور خان محمد موجود تھے۔ اور شاید مولوی احمد چکوالی و محمد مہین بھی اس وقت
ان کے گھر آئے تھے۔

ہندوستانی متعصبین | یہ لوگ مجاہدین کے پاس سے آئے تھے۔ تاکہ مولانا سے
اور دوسرے سازشیوں سے ان شورشوں کے بارے میں

صلاح و مشورہ کریں سرحد پار کے علاقہ میں حکومت برطانیہ کے خلاف جنگی تیاریاں
ہو رہی تھیں۔

سرحد پار کے انتہائی تکلیف دہ قبائلیوں میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو نہایت کٹر
اور متعصب دیوبانی ہیں اور مجاہدین کہلاتے ہیں انھوں نے جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے
اپنی زندگیاں راہِ خدا میں جہاد کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔

اس سلسلہ میں مولانا دکنی بھی گئے اور فخرپوری، مسجد دکنی کے مولوی سیف الرحمن اور
عبید اللہ سے مشورے کئے۔

مولانا نے جون ۱۹۱۵ء میں مہاجر مولویوں کو سرحد پار روانہ کر دیا

۳۱۔ آزاد علاقہ میں منصوبہ کی پیش رفت سے بظاہر مولانا مطمئن نہ تھے۔ کیونکہ انکی
ہدایت پر جون ۱۹۱۵ء میں سازشی یعنی سیف الرحمن، حاجی ترنگ زئی، فضل ربی اور فضل محمود
اس لئے سرحد پار بھیجے گئے تاکہ سرحدی قبائل کو جہاد کے لئے اور برطانیہ کے خلاف جنگ
کے لئے اکسائیں۔ ان مولویوں نے جو کچھ کیا۔ وہ اس مقدمہ کی تفصیل کا ایک حصہ ہے۔

دہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا،

۳۲۔ اس اشار میں پنجاب میں ایک اور واقعہ پیش آیا جیسا کہ اس سے پہلے متوجہ کیا
جا چکا ہے کہ ہندوستان میں سازشیوں نے ایک اور نقشہ عمل یہ اختیار کیا تھا کہ ہندوستان
کو ایسا ملک قرار دیا جائے جس میں سے سچے مسلمانوں کو ہجرت کر کے کسی ایسے ملک میں چلے
جانا چاہئے۔ جہاں مسلمان حاکم ہوں۔ کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ اس خیال سے کہ ترکوں
کی سرگرمیوں کے ساتھ مدد کر سکیں جو اس وقت برطانیہ کے خلاف جنگ میں اُلجھے ہوئے تھے
فروری ۱۹۱۵ء میں پنجاب کے کالجوں کے پندرہ مسلم طلباء زیادہ تر گزبویٹ خفیہ طریقہ
پر برطانوی ہند سے روانہ ہوئے اور مجاہدین میں اس ارادہ سے شامل ہو گئے کہ ان کے
علاقہ بندر سے ترک فوج میں شامل ہونے کا راستہ نکالیں گے۔ اور اپنی خدمات کسی بھی وقت

انھیں کے خلاصہ میں کہا گیا ہے کہ مولوی سیف الرحمن نے حاجی ترنگ زئی کو مجبور کیا۔ ملاحظہ فرمائیے دیباچہ
زیر عنوان آزاد علاقہ کو مولوی سیف الرحمن کا مشق۔

میں پیش کریں گے۔ ان کی پیروی چند اور طالب علموں نے بھی کی۔
مہاجر طلباء کی جماعت کی بنیاد سرحد کو روانگی
 ۳۳۔ انھوں نے روانگی سے قبل لاہور کے عبدالرحیم فضل الہی۔ ابو محمد احمد ابوالکلام
 آزاد اور عبید اللہ سازشیوں سے مشورہ لیا تھا۔ اور یہ واضح ہے کہ ان کی روانگی سازش
 کے مقاصد کی تکمیل کے لئے عمل میں آئی تھی۔
 ان مہاجرین میں سب سے زیادہ اہم وہ لوگ ہیں۔ جن کے نام اس مقدمہ میں سازشیوں
 کے ساتھ شامل ہیں۔

عبدالباری بی اے۔ عبدالحق۔ عبدالقادر عبدالحمید خاں۔ (وفات پا چکا ہے)
 عبدالرشید۔ اللہ نواز خاں۔ خوشی محمد۔ محمد عبداللہ بی اے۔ محمد حسن بی اے۔
 شاہ نواز خاں اور شجاع اللہ۔
 سرحد پار کرنے کے بعد سے ان کی سرگرمیوں کی تفصیلات آگے آئیں گی۔
مولانا محمود حسن مہاجرین گئے

۳۴۔ عوام کو متاثر کرنے کے اعتبار سے ایک بہت زیادہ اہمیت کا فیصلہ یہ تھا
 کہ مولانا محمود حسن ہجرت کر جائیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ انھیں شمالی ہند کا سب سے
 زیادہ محترم اور متبحر عالم سمجھتے تھے۔ اس ترک وطن سے تحریک کو جوندہ بھی جواز و محرک
 حاصل ہونے والا تھا اس کی قدر و قیمت کو جانتے ہوئے حکیم عبدالرزاق انصاری اور
 دوسرے سازشیوں نے ہمارا کر کے مولانا کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کرنے کے
 ارادے کا اعلان کر دیں۔

اس فیصلے کو سورت سے رنگون تک ان کے متبعین کے درمیان زیادہ سے زیادہ
 نشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے گئے۔ مولوی محمد حسین اور محمد میاں کو مامور کیا گیا کہ وہ اس
 فیصلے کا اعلان کریں اور اس مقصد کے واسطے روپیہ جمع کریں۔

یہ غلط ہے۔ خود عبدالباری کا بیان ہے کہ مولانا آزاد نے ہجرت کو پسند نہیں کیا تھا۔ یہ اور ان کے ساتھی مولانا
 کی رائے کے خلاف روانہ ہوئے۔ ملاحظہ فرمائیے عبدالباری کا بیان جس کتاب کے آخر میں ہے۔

مولانا اور ان کے ساتھیوں کا عزم حجاز

۳۵۔ ابتدا میں مولانا کی منزل سفر غیر یقینی تھی یعنی کہ وہ سرحد پار جائیں یا حجاز آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ وہ حجاز جائیں۔ روپیہ اکٹھا کیا جانے لگا۔ اور رفقاء سفر کا انتخاب ہونے لگا۔

حجاز پہنچنے کے بعد انہیں وہاں سے حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کی مہم کی گئی تھی۔ وہاں کے ترک حکام سے مدد یعنی عقی ضرورت پڑے تو قسطنطنیہ یا کابل حجاز فیصلہ یہ تھا کہ ترکوں کو یا تو ہندوستان کے خلاف خود فوج کشی کرنے پر آمادہ کریں یا اس پر آمادہ کریں کہ امیر کابل ہندوستان پر حملہ کرے تو وہ امیر کی امداد کرے مولوی محمد میاں، مولوی مرتضیٰ، مطلوب الرحمن، مولوی عزیز گل اور حاجی خان محمد و سید ہادی حسن کار فقائے سفر کی حیثیت سے انتخاب کیا گیا۔

حکیم عبد الرزاق اور نور الحسن کی سرگرمیاں

۳۶۔ مولوی محمد بیگل کے علاوہ جن دوسرے سازشیوں نے سفر کی تیاریوں میں ان کی مدد کی۔ وہ حکیم عبد الرزاق انصاری۔ مولوی حمد اللہ اور سید نور الحسن ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہے پہلے مولانا کا رجحان یہ تھا کہ سرحد کو چلے جائیں لیکن انہوں نے ہر بنا پر ایسا کرنے سے احتراز کیا کہ حکام کو اس کا جلد علم ہو سکتا تھا اور دیوبند کا مدرسہ بھی حکام کی نظر میں مشتبہ ہو جاتا۔

مولانا کا یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں کی کسی سازش کی رہنمائی کرنے کے واسطے مدینہ زیادہ بہتر مقام ہے۔

انہوں نے جانے کا فیصلہ ابوالکلام آزاد کے مشورہ کے خلاف کیا۔ جو یہ چاہتے تھے کہ وہ ہندوستان میں ٹھہریں اور حکومت کو مجبور کریں کہ وہ ان کے خلاف قتل اٹھائے۔ تاکہ عوام میں حقارت و نفرت کے جذبات پیدا ہوں۔

عبید اللہ کی ہند سے روانگی

۳۷۔ مولوی عبید اللہ نے مولوی ابوالکلام آزاد اور مولوی فضل الرحمن سے مشورہ

۳۸۔ مولوی عبید اللہ نے مولوی ابوالکلام آزاد اور مولوی فضل الرحمن سے مشورہ کیا کہ ان کو فوج ہند میں لے جائیں تاکہ وہ اس کے خلاف قتل اٹھائیں۔ (محمد میاں)

کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ خود کابل جائیں۔ تاکہ انٹر ڈال کر امیر کو برطانیہ سے معاہدہ توڑنے پر آمادہ کر سکیں۔ اور سرحدی قبائل کو شورش پر تیار کر سکیں۔ اور حکومت برطانیہ کے خلاف ایسے مقام سے جو نسبتاً محفوظ مقام ہے دوسرے طریقوں پر سازشیں کر سکیں۔ ضروری انتظامات اور دین پور میں مولوی احمد اللہ چکوالی کو کچھ خاص ہدایات دینے کے بعد شروع اگست ۱۹۱۵ء میں عبید اللہ۔ عبد اللہ۔ فتح محمد اور محمد علی کے ہمراہ افغانستان کو روانہ ہو گیا۔

محمد علی بی اے اور شیخ ابراہیم ایم اے کا عزم کابل

۳۸۔ ہندوستان سے روانہ ہونے سے چند ماہ قبل عبید اللہ نے مولوی محمد علی بی اے قصوری اور شیخ ابراہیم سندھی ایم اے آف کراچی کو کابل بھیجا دیا تھا۔ تاکہ وہاں تدریسی ملازمتیں کر لیں انھوں نے کابل میں کابل کے جیبیہ کالج میں بالترتیب پرنسپل اور پروفیسر کی حیثیت سے جگہیں حاصل کر لیں۔

مولانا کی حجاز کو روانگی

۳۹۔ عبید اللہ کی روانگی کے چند ہفتہ بعد مولانا محمود حسن (۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو) بمبئی روانہ ہو گئے۔ مرتضیٰ محمد میاں۔ عزیز گل۔ مطلوب الرحمن خاں محمد اور دوسرے لوگ ان کے ہمراہ تھے۔ اس سے پہلے جانے والا حجازیوں کا جہاز سید ہادی حسن اور حیدر آباد سندھ کے ڈاکٹر شاہ بخش کو جدہ لے جا چکا تھا۔ یہ لوگ مکہ میں پارٹی سے مل گئے تھے۔ بحری سفر کے دوران مرتضیٰ مطلوب الرحمن اور محمد میاں کے درمیان اور مرتضیٰ نیز عزیز گل کے درمیان مقاصد سفر کے بارے میں اور سازش کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے سلسلہ میں بات چیت ہوتی رہی۔

اس جماعت کو شبہ تھا کہ جہاز میں حکومت کے جاسوس ہیں جو ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چنانچہ جدہ پہنچنے پر بعض مسافروں کے ساتھ جاسوسوں کا سا سلوک کیا گیا۔

مولانا مکہ میں

۴۰۔ مکہ پہنچنے کے بعد مولانا کی پارٹی میں ایک غیر معمولی شخص شامل ہو گیا جس کا نام تھا

حبیب اللہ غازی آف کاکوری ضلع لکھنؤ۔ اس شخص نے جنگ بلقان میں ترکوں کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ اور یہ ہندوستان سے پھر اسی مقصد سے روانہ ہوا تھا کہ ترکی فوج میں شامل ہو کر برطانیہ کے خلاف لڑے۔ حبیب اللہ کو ایک ملازم کی سی حیثیت سے اس جماعت میں شریک تھا۔ لیکن سازش کے تعلق سے اس کو اعتماد میں لے لیا گیا تھا۔

مکہ میں وارد ہوتے ہی انھوں نے خفیہ جلسے شروع کر دیے۔ جن میں جماعت کے منصوبوں پر غور و خوض کیا جاتا تھا۔ ان میں خان محمد حصہ نہ لے سکا کیونکہ وہ شدید بیمار ہو گیا تھا۔ اور مکہ پہنچتے ہی وفات پا گیا تھا۔

اس جماعت کے مکہ پہنچنے پر سید ہادی حسن بھی آگیا۔ اور ساتھ ہی رہنے لگا۔ ڈاکٹر شاہ بخش مولانا سے ملاقات کے لئے اکثر آتا رہتا تھا۔

مکہ میں مولانا کی غالب پاشا سے ملاقات

۴۱۔ مکہ میں مولانا کا خاص مقصد تھا ترک گورنر غالب پاشا سے ملاقات مکہ میں آنے والے دو اشخاص حیدر حسین تسبیح فروش اور مولوی احمد میاں کی مدد سے جو دو سال پہلے سے مکہ میں رہائش پذیر تھا یہ ملاقاتیں عمل میں آئیں۔

مولانا نے ان ملاقاتوں کی مکمل تفصیل سازشیوں کو بتادی اور اس نے غالب پاشا سے ایک دستاویز حاصل کی۔ جسے سازشی غالب نامہ کہتے تھے۔ اس میں ہر اس شخص کو جو یہ دستاویز پڑھیں گے مطلع کیا گیا تھا کہ اس دستاویز کے کھنے والے نے مولانا سے ملاقات کی ہے۔ اور اسے اس پر پورا اعتماد ہے۔ نیز وہ تمام مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے۔ کہ وہ مولانا کو معتد سمجھیں اور خصوصاً ترک اس کی امداد کریں۔

غالب نامہ اور غالب پاشا کا مشورہ

۴۲۔ غالب پاشا نے مولانا کو مشورہ دیا تھا کہ وہ ہندوستان واپس جائیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط کریں اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو اپنے بعض پیروؤں کو واپس ہندوستان بھیج دیں۔ تاکہ ان کا کام جاری رکھیں۔

مولانا خود واپس نہ آ سکے لیکن مطلوب الرحمن کو فوراً واپس بھیج دیا غالب پاشا نے مولانا

سے کہا تھا کہ اپنی جماعت کی تعداد بڑھائیں۔ انہیں رازداری کا پابند کریں۔ اور ہندوستان کو امیر کابل کے عین حملہ کے وقت انقلاب کے لئے آمادہ کریں۔ اور جب اس جنگ کے بعد مذکورہ امن شروع ہوں تو ساری قوم کو حقوق طلبی اور ان کے لئے ایچی ٹیشن کے واسطے تیار کریں۔

مولانا مدینہ میں

۴۳۔ مکہ سے مولانا مدینہ گئے۔ سوائے خان محمد کے جو وفات پا گیا تھا اور احمد میاں کے جو کہ ہی میں ٹھہرا رہا تھا اور مطلوب الرحمن کے جسے ہندوستان واپس بھیج دیا گیا تھا۔ دوسرے تمام سازشی ان کے ہمراہ تھے۔ مدینہ میں انھوں نے مولوی حسین احمد کے ساتھ قیام کیا وہاں پہنچنے کے چند دن بعد مولانا نے مولوی مرتضیٰ اور مولوی محمد میاں کو ہندوستان واپس بھیج دیا۔ غائب نامہ جس کا اوپر ذکر آیا۔ انھوں نے آخر الذکر کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ اسے ہندوستان میں خاص لوگوں کو دکھا کر سرحد کو لے جائیں محمد میاں کے ہمراہ ان کا بھائی احمد میاں بھی ہندوستان واپس آ گیا۔

انور بے اور جمال پاشا سے مولانا کی ملاقات

۴۴۔ محمد میاں اور مرتضیٰ کی روانگی کے چند دن بعد مدینہ میں مولانا نے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقاتیں کیں اور ان کے فرامین حاصل کئے۔

مسجد نبوی میں ایک اجتماع انور پاشا اور جمال پاشا کی صدارت میں ترک عساکر کی کاسیائی کی دعا کرنے کے واسطے منعقد کیا گیا جس میں مولوی حسین احمد مدنی نے ترغیب جہاد کا خطبہ دیا۔

طائف میں غالب پاشا سے مولانا کی ملاقات

اور فرامین کی ہندوستان کو ترسیل

۴۵۔ مدینہ سے مولانا مکہ اور وہاں سے طائف پہنچے جہاں انھوں نے غالب پاشا سے پھر ملاقات کی اور مزید فرامین حاصل کئے۔ مولانا نے یہ اور دوسرے فرامین سید ہادی حسامیہ ڈاکٹر شاہ بخش کے سپرد کر دیے۔ تاکہ انھیں ہندوستان لے جائیں۔ ان کے ہمراہ وہ کاغذات بھی روانہ کر دیے گئے۔ جو مولانا نے خیر لکھ مکہ کے بارے میں جمع کئے تھے۔ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ موجودہ خیر لکھ غاصب ہے اور اس قابل نہیں کہ اسے مقدس مقامات میں

رہنے دیا جائے۔

یہ فرامین سید نور الحسن کے پاس پہنچائے جانے تھے۔ اور دو سکر کاغذات مولوی ابوالکلام آزاد کو دے جانے تھے۔ ہادی حسن نے بمبئی سے اپنے ایک واقف کار حاجی کے ذریعہ مولانا کو یہ پیغام روانہ کیا کہ یہ دستاویزیں بہ حفاظت تمام بمبئی پہنچ گئی ہیں۔ شاہ بخش کو بمبئی میں نہیں روکا گیا اور چن دروز بعد پروگرام طے کر کے اس نے شیخ عبدالحکیم سندھی سے ملاقات کی اور شاید کاغذات اس کے حوالہ کر دے کیونکہ جب ۱۲ ستمبر کو اسے گرفتار کیا گیا تو یہ کاغذات اس کے پاس نہ تھے۔

محمد میاں کی ہندوستان واپسی

۴۶۔ واقعات کے اس بیان میں مسلسل کو تاحد امکا کی برقرار رکھنے کے لئے آسان یہ ہو گا کہ اب اس جماعت کی تقدیر کا لکھا بیان کیا جائے جو غالب نامہ کو ہندوستان لائی گئی (نوٹ) محمد میاں نے اپنے لکھی خط مورخہ ۶ جولائی ۱۹۱۶ء میں جو مولانا محمود الحسن کے نام لکھا تھا۔ جہاز سے بمبئی میں اترنے کے وقت سے خط کی تحریر کی تاریخ تک کی اپنی تمام سرگرمیوں کا اور جن سازشیوں سے اس وقت تک اس کی ملاقات ہوئی ان کی سرگرمیوں کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

حاشیہ میں اس خط کی عبارات کے صفحات اور سطروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بمبئی پہنچنے کے بعد وہ کٹم انسروں سے غالب نامہ کو چالینے میں کامیاب ہوئے۔ کیونکہ اسے ایک آئینہ کے پچھلے حصہ میں چھپا دیا گیا تھا۔ بحری سفر میں بھی اور راندیر پہنچ کر بھی مولوی مرتضیٰ نے محمد میاں کو بتایا کہ وہ سازشیوں کے منصوبہ سے متفق نہیں اور وہ مزید سرگرمیوں کے خلاف ہے۔

مرتضیٰ اور محمد میاں کا سفر راندیر

۴۷۔ بمبئی میں مرتضیٰ محمد میاں اور احمد میاں سے مولوی ظہور محمد اور راندیر کے

۱۔ یہ صحیح نہیں آئینہ کے پچھلے حصہ میں نہیں بلکہ صندوق کے زیریں تختہ میں چھپا دیا گیا تھا۔
(نقش حیات)

مولوی محمد حسین نے ملاقات کی۔ اور انہیں آخر الذکر راندیر لے گیا راندیر میں پتے بتا دیے گئے۔ لیکن کوئی چند منٹ نہیں جمع کیا گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ مولوی محمد حسین جو کاتب کے نام سے مشہور ہے روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے راندیر جائے۔

مرتضیٰ اور محمد میاں کی بھوپال میں قاضی محی الدین سے ملاقات

۲۸۔ راندیر سے محمد میاں اور مرتضیٰ بھوپال گئے اور وہاں انہوں نے مولوی محی الدین قاضی بھوپال سے ملاقات کی۔ جس نے ان سے ان تمام واقعات کے بارے میں دریافت کیا جو مطلوب الرحمن کی حجاز سے واپسی کے بعد پیش آئے تھے۔ اور کہا کہ آخر الذکر جو کچھ بتاتا تھا۔ وہ سب ان سے بیان کر چکا ہے۔

محمد میاں نے قاضی سے جو ملاقاتیں کیں ان میں مرتضیٰ موجود نہ تھا۔ اس دورہ کے کچھ عرصہ بعد مولوی مرتضیٰ کو بھوپال کے قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا کیونکہ محی الدین کا ایک سال کی خیریت لینے کا ارادہ تھا۔

محمد میاں بھوپال سے شمالی ہند پہنچا اور سازش کے دیگر دو سرگرم ممبران حمد اللہ اور محمد حسین سے ملاقاتیں کیں۔ ان کے درمیان خفیہ مشورے ہوئے جن میں ظہور بھی شریک تھا۔

مولانا کی غیر حاضری میں ہندوستان میں کام

۲۹۔ یاد رہے کہ مولانا نے دیوبند سے روانہ ہونے سے پہلے ہندوستان میں کام جاری رکھنے کے لئے ہدایات دیدی تھیں۔ مولوی حمد اللہ کو اپنا نمائندہ اور عرب ہند اور شمالی مغربی سرحد پار میں موجود اراکین سازش کے درمیان رابطہ کا ذریعہ مقرر کر دیا تھا۔

ان ہدایات کی پابندی میں حمد اللہ ظہور محمد اور محمد حسین وقتاً فوقتاً ملاقاتیں کرتے رہتے تھے۔ تاکہ ہندوستان میں کام کی تفصیلات کی تنظیم کریں۔

خزاہچی۔ ڈاک کی تقسیم کرنے والا اور نیچر کی حیثیت سے حمد اللہ کی سرگرمیاں

۵۰۔ حمد اللہ سرحد پار سازشیوں سے خط و کتابت کیا کرتا تھا۔ حمد اللہ کے پاس سازش کا روپیہ جمع تھا۔ مولانا انتظام کر گئے تھے کہ جو سازشی اُن کے ہمراہ جا رہے ہیں۔ ان میں سے

جن کو ضرورت ہو۔ ان کے گھروالوں کو اس فنڈ سے روپیہ دیا جائے۔ اور سرحد پار کے مولویوں کو بھی اس میں سے روپیہ بھیجا جائے۔

چنانچہ حمد اللہ مولوی محمد حنیف کو روپیہ دیا کرتا تھا۔ جو مولانا کا داماد تھا۔ اور جس کو ہدایت کی گئی تھی کہ گھر کی دیکھ بھال کے مطلوب الرحمن کے گھروالوں کو بھی وہ روپیہ دیا کرتا۔ وہ مولوی سیف الرحمن مولوی فضل ربتی اور حاجی ترنگ زئی کو بھی روپیہ بھیجا کرتا تھا۔ ظہور محمد روپیہ جمع کرتا تھا۔ اور بیس روپیہ مہینہ محمد میاں کے گھروالوں کو دیا کرتا تھا۔

حکیم عبدالرزاق مولانا کے گھروالوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں

۵۔ مولانا کے گھروالوں کی خبر گیری (کفالت) حکیم عبدالرزاق انصاری کیا کرتے تھے۔ اور متفرق اخراجات پورے کرتے تھے۔ نیز دو ہزار چھ سو روپیہ مکان کی توسیع کے لئے دے گئے۔ انھوں نے ایک قاصد مولوی محمد سعید کو بھی ایک ہزار چار سو روپے دیکر مولانا کے پاس مکہ بھیجا تھا۔ قاضی محی الدین نے مزید ایک سو روپے دے گئے۔

مولانا کے دیوبند سے روانہ ہونے سے پہلے رام پور میں ہیلان کے مولوی احمد نے اسے تین سو روپے دے دیے۔ جس مقصد پر وہ ہیں انھیں صرف کریں مولانا نے کہا کہ ان کے جلنے کے بعد یہ روپیہ حمد اللہ کو دیدیں۔ بعد میں جب حمد اللہ کو روپے کی ضرورت ہوئی تب انھوں نے مولوی احمد سے روپیہ مانگا۔ لیکن آخر اللہ کرے کہ انھیں سازش میں ملوث نہ ہو جائے اور اس نے روپیہ دینے سے انکار کر دیا۔

محمد میاں کی فضل الحسن اور ابوالکلام آزاد ملاقات سے

۵۲۔ محمد میاں نے کم از کم دومرتبہ مولوی فضل الحسن (حسرت موہانی) سے علی گڑھ میں ملاقات کی۔ اور پھر کلکتہ جا کر مولوی ابوالکلام آزاد سے ملا۔ اس وقت آخراں نے اپنا سا مان باندھ میں مصروف تھا تا کہ رنجی جاسکے۔ کیونکہ حکومت کے حکم سے اسے رانچی میں فطر بند کیا جا رہا تھا۔ جب محمد میاں فریٹر جا رہا تھا تو اس نے سہارنپور کے اسٹیشن پر جس وقت ظہور اور

مبین کے ساتھ تھا۔ سنا کہ فضل احسن کو علی گڑھ میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس طرح اسے علم ہو گیا کہ یہ دونوں کام جاری رکھنے کے قابل نہیں رہے۔

محمد میاں نے ریشمی خطوط میں لکھا ہے۔ حسرت اور آزار سے ملا دونوں بیکار ہو چکے ہیں۔

محمد میاں غالب نامہ کے ساتھ سفر کرتا ہے

۵۳۔ مولوی محمد میاں سرحد کو جاتے ہوئے لاہور میں مولوی احمد چکوالی سے ملا۔ اس امید میں چند گھنٹہ اس کے ساتھ ٹھہرا کہ مولوی احمد علی سے ملاقات ہو جائے جس کے بارہ میں اُس نے سنا تھا کہ خان پور گیا ہوا ہے۔

اس کے بعد اپریل ۱۹۱۶ء کے آخر میں اس نے سرحد پار کر لی۔ اور اپنے بیان کے مطابق غالب نامہ قبائلیوں کو دکھا دیا۔

پنجابی مہاجر پارٹی

۵۴۔ ۱۔ جبکہ ہماری دلچسپی کا منظر سرحد پار کو منتقل ہو گیا ہے تو اچھا ہو گا کہ مولوی محمد میاں کے قابل پہنچنے تک وہاں سازشیں نہ ہو کچھ کیا۔ اس کو بیان کر دیا جائے۔ پنجابی مہاجرین کی پارٹی جو فروری ۱۹۱۵ء میں ہندوستان سے روانہ ہوئی تھی سرحد تک مولوی فضل الہی نے اس کی مدد کی آخر الذکر نے خوشی محمد کی بھی مدد کی جو اس پارٹی میں تھا۔ لیکن پیچھے رہ گیا تھا۔

ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے ان سب لوگوں نے اپنے نام بدل دیے تھے۔ انھوں نے سرحد پار کی اور اسماعیل میں مجاہدین کے پاس قیام کیا جب یہ لیگ اسماں میں تھی۔ تب ایک برطانوی تحصیلدار عجیب خاں در بند گیا اور ملاقات طے کر کے طلباء کی پارٹی کے نمائندوں کے طور پر عبدالباری اور شیخ اعجاز اللہ سے ملاقات کی ان کو معافی دلانیکا وعدہ کیا

۱۵ پشتو میں سمسار غار کو کہتے ہیں اور مجاہدین جہاں رہتے ہیں وہاں بہت سے غار ہیں۔ اس لیے یہ جگہ اسماس کہلاتی ہے (بیان عبدالحق)

اور ہندوستان بوٹنے پر اصرار کیا۔ اس بات سے انھوں نے انکار کر دیا۔

ان ہی اوقات میں لاہور کی چینیاں والی مسجد کا مولوی عبدالرحیم اُن سے آن ملا۔ اس کے بعد ایک شخص کالا سنگھ جو سکھ تھا اور ہندوستان سے ترک وطن کر کے پھر ہندوستان واپس آگیا تھا۔ اور لاہور سازش کبیس میں مطلوب تھا وہاں کلا جب پنجابی مہاجرین اس میں ملوث تھے۔ تو انہیں مجاہدین کی سرگرمیوں کے بارہ میں بہت کچھ معلوم ہوا۔ وہاں سے انھوں نے کابل کا راستہ لیا کابل میں یہ لوگ کئی ماہ تک زیرِ حراست رہے۔ اور کچھ نہ کر سکے۔

قبائل میں شورش پھیلانی گئی

۵۵۔ دریں اثنا ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ترنگ زئی اور مولوی فضل ربی فضل محمد اور عبدالعزیز وسیف الرحمن سرحد پار کافی سرگرم رہے ان کو مولانا نے شورش دیکھتے ہی پھیلانے کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ برطانیہ کے خلاف جنگ میں بہت سے قبائلیوں حصہ لیا۔ مولانا نے ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے مولوی عزیز گل کو مولویوں کیلئے پیغامات اور روپے دیکر روانہ کیا تھا۔ جاتے وقت جہی اُس نے مولوی احمد چکوالی کو اسی مقصد کے لئے دوبارہ روانہ کیا تھا۔

مولانا کے ہندوستان سے روانہ ہونے سے فوراً پہلے اُس نے مجاہدین کے ایک قاصد سے ملاقات کی تھی جو مجاہدین کے لئے سات ہزار روپے لیکر اپنے ملک کو بارہا تھا۔ وہ ابوالکلام کے پاس سے مولانا کے لئے ایک پیغام لایا تھا۔

مولوی لوگ اور مجاہدین حمد اللہ سے اور ابوالکلام آزاد سے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ اور ابوالکلام کی طرف سے بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی مجاہدین کو وقتاً فوقتاً روپیہ بھیجتا رہتا تھا۔

صدر الدین مجاہدین میں

۵۶۔ جنگ کے قتل سے جو سرحد پار جاری تھی ستمبر ۱۹۱۵ء میں عبدالکریم بریلوی نے صدر الدین نامہ ایک ڈاکٹر کو ابوالکلام آزاد نے سازش میں شامل کر لیا۔ اور اسے ہندوستان

سے مجاہدین کی طبی امداد (زخموں کے علاج) کے واسطے روانہ کر دیا۔ کچھ عرصہ تک اس نے وہ خدمات انجام دیں۔ جو اس کے سپرد کی گئی تھیں پھر وہ کابل میں دو سکر سائشیوں میں جاملے۔ جون یا جولائی ۱۹۱۶ء میں وہ ہندوستان واپس آگیا۔

اکتوبر ۱۹۱۵ء میں لاہور کا مولوی عبدالرحیم کابل گیا جہاں سے وہ سردار نصر اللہ خاں کا مجاہدین کے لئے دیا ہوا روپیہ اور گولی بارود ساتھ لے گیا۔

دشمن کا وفد کابل میں

۵۔ مغربی یورپ سے دشمنوں کا ایک وفد ۱۹۱۵ء میں افغانستان پہنچا۔ جس کے اراکین کنور مہندر پرتاب آف ہندوستان یوپی اور مولوی برکت اللہ آف بھوپال تھے۔ ان کے پاس قیصر جرمنی اور سلطان ترکی کے خطوط تھے امیر کو غیر جانبداری ترک کرنے پر آگاساناں کا مقصد تھا۔

محمد میاں اور عبید اللہ نے دشمنی خطوط میں اس وفد کی سرگرمیوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ کنور مہندر پرتاب نے سراج الاخبار کے ایڈیٹر کو ایک خط لکھا تھا جو جولائی ۱۹۱۶ء میں اس اخبار میں شائع ہوا۔

کابل میں سازشیوں کے منصوبے

۵۔ اگست ۱۹۱۵ء میں مولوی عبید اللہ کے کابل پہنچنے کے بعد۔ کابل میں موجود مختلف سازشیوں نے مشترک مقصد کے لئے ملکر کام کرنا شروع کیا۔

عبید اللہ محمد علی سندھی کے ہمراہ محمد علی پرنسپل حبیبیہ کالج کے پاس

پنجابی مہاجر طبیب کا لیدر عبید اللہ حبیبی خاں کابل میں فوت ہو گیا تھا عبدالباری اس کا جانشین مقرر ہوا تھا۔ عبید اللہ نے آخر الذکر کو ہندوستان اپنی روانگی کے اغراض اور سازش کے مقاصد کا انکشاف کیا۔ سول ہسپتال کابل میں خفیہ مشورے ہو کر تے تھے۔ جن میں عبید اللہ مولوی عبدالرحیم مولوی عبید اللہ مولوی برکت اللہ اور کنور مہندر پرتاب اور دشمن

۵۹۔ فروری ۱۶۹۷ء میں مولوی عبداللہ اور فتح محمد سندھی کو عبداللہ اور مہندر پرتاب نے روپیہ، خطوط اور پیغامات دے کر ہندوستان روانہ کیا جو شیخ عبدالرحیم سندھی اور احمد علی دہلوی کے ذریعہ پہنچائے جاتے تھے۔

ان کاغذات میں شیخ عبدالرحیم سندھی احمد علی اور فضل الحسن کے نام خطوط تھے جنہیں ان سے کابل آنے کو کہا گیا تھا۔ ایک خد بند راین میں مہندر پر تاب کے کسی دوست کے نام تھا۔ ایک خط علامہ اللہ کے نام تھا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ وہ بولانا محمود الحسن کا جانشین ہوگا۔

ایک خط بعض فوٹو گرافوں کے پارہ میں مولوی احمد چکوالی کے نام تھا فارسی زبان کا
ایک خط مولوی برکت اللہ کی طرف۔ سہ ابوالکلام آزاد۔
... فضل احسن اور ڈاکٹر انصاری کے نام تھا جس میں اُس نے اپنے تجربات اور مقاصد
بیان کئے تھے۔

کچھ ایسے دوسرے لوگوں کے نام بھی خطوط تھے جن کو رازشیروں کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام کے جاری کردہ فتویٰ جہاد کے چار فوٹو بھی تھے۔ جو حمد اللہ، فضل الحسن اور ابوالکلام آزاد کو دے جاتے تھے۔

شیخ ابراہیم ایم اے اور محمد علی بی اے کے فوٹو گران بھی تھے جن کی مزید کاپیاں مولوی احمد چکوالی کو بنیادی تھیں تاکہ ان کی نشت پر مولوی ظفر علی خاں اور اکبر انصاری سے الزام پاشا کے نام اس بات کی تصدیق کرائی جاسکے کہ یہ لوگ قابل اعتماد ہیں۔

ہندوستان میں احمد علی کے اقدامات

۴۔ جو خطوط شیخ عبدالرحیم اور احمد علی کے ذریعہ پہنچائے جانے تھے وہ عبداللہ نے

ان کے حوالہ کر دے، تھے۔ عبداللہ نے احمد علی کو کابل کے واقعات بھی مکمل طور پر بتا دئے تھے ہمیں اس امر کی یقینی اطلاعات نہیں کہ شیخ عبدالرحیم کو جو خطوط حوالہ کئے گئے تھے وہ مکتوب الیہم کو پہنچا دئے گئے۔

احمد علی کو جو خطوط سپرد کئے گئے تھے وہ پہنچا دئے گئے تھے۔ احمد علی نے لاہور میں خط اور فوٹو مولوی احمد کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور چند دن بعد اس سے فوٹو گرافس لے لئے تھے۔ ان فوٹو گرافوں کی پشت پر کوئی تصدیق نہیں کرائی گئی۔

کا غذات کی فضل الحسن کو حوالگی

۶۱۔ احمد علی نے فضل الحسن کو دو خط جو اسی کے لئے تھے فتویٰ کا ایک فوٹو اور لکھنؤ کے مولوی عبدالباری کے لئے ایک خط دیا۔ جن کے پاس مختصر قیام کے لئے فضل الحسن روانہ ہو رہا تھا۔

فضل الحسن نے کابل جانے کا ارادہ ظاہر کیا برکت اللہ کا خط اور فتویٰ کا فوٹو گراف بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے مولوی حبیب الرحمن نے ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء کو فضل الحسن کے پاس دیکھنا تھا۔ فضل الحسن نے ان سے کابل جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

فتویٰ اور پیغام ابوالکلام کو بھیجا گیا

۶۲۔ محی الدین قصوری کے ذریعہ احمد علی نے فتویٰ کا فوٹو گراف اس پیغام کیساتھ ابوالکلام آزاد کو روانہ کیا کہ ان کو کابل چلا جانا چاہئے۔ اس کے جواب میں چند روز بعد محی الدین کے ذریعہ احمد علی کو ابوالکلام کا پیغام ملا کہ وہ کابل جانے کو تیار ہے۔ اس پر احمد علی لاہور اور خان پور گیا۔ اور مولوی احمد وغیرہ سے مشورہ کے بعد طے کیا کہ شیخ عبدالرحیم سندھی ابوالکلام کے سفر کابل کا انتظام کریں۔

سرحدی لڑائی میں سازشیوں نے حصہ لیا

۶۳۔ ۱۹۱۶ء کے اوائل میں مولوی عبدالرحیم جو کابل واپس آچکا تھا اسلحہ اور روپیہ

کے کرتیزی سے سرحد پار کے قبائل میں پہنچا اور برطانیہ کے خلاف جنگ میں شرکت کے بعد جس میں کالا سنگھ نے بھی حصہ لیا تھا۔ جون ۱۹۱۶ء میں وہ اس کے ہمراہ کابل واپس ہوا۔ یہ جنگ مجاہدین، بیزاوسوات اور مہمند قبائل نے لڑی تھی۔ حاجی ترنگ زئی مہمند قبائل کے سردار تھے۔

جنودِ بانیہ اور حکومتِ موقتہ ہند

۶۴۔ ان مہینوں میں عبید اللہ اور مہندر پرتاب نے کابل میں موجودہ دو سر سازشوں کی مدد سے ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک اسکیم تیار کی تھی۔ جسے جنودِ بانیہ کا نام دیا گیا تھا۔ تقریباً تمام سازشیں کو اس فوج میں عہدے دے گئے تھے۔ نیز ہندوستان کی عارضی حکومت بنائی گئی تھی۔

یہ اسکیمیں حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے رشتی خط میں پوری طرح بیان کی گئی ہیں۔ اور محمد میاں نے بھی اپنے خط میں ان کا حوالہ دیا ہے۔ عارضی حکومتِ موقتہ نے جو کام اپنے ذمے لے تھے ان میں غیر ملکی طاقتوں سے خط و کتابت کرنا بھی شامل تھا۔ چنانچہ سفارتیں ترتیب دی گئیں محمد میاں نے (اپنے خط میں) اہمیت کے ساتھ بتایا ہے کہ اس اہم کام میں طلباء نے کیا حصہ لیا۔

روسی ترکستان کو مشن کی روانگی،

۶۵۔ اپریل ۱۹۱۶ء میں خوشی محمد اور ڈاکٹر مسٹر اسنگھ کو جنھیں حال ہی میں مقدمہ سازش لاہور میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے۔ ان کو عبید اللہ۔ مہندر پرتاب۔ برکت اللہ۔ سردار نصر اللہ خاں اور حاجی عبدالرزاق نے ہدایت دی نیز روسیہ اور وزیرستان مہیا کیں اور روسی ترکستان میں تاشقند اور سمقند میں روسی افسروں کے پاس روانہ کیا۔ یہ دو اشخاص گئے اور سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے حکومتِ روس نے برطانیہ کو اطلاع دیدی۔ کہ ایک ایسا وفد آیا اور یہ وفد جو کاغذات لایا تھا وہ بھی بھیجے۔ یہ کاغذات شاید حکومتِ ہند کے پاس ہیں۔

ترکی اور جرمنی کو مشن

۶۶۔ مئی ۱۹۱۶ء میں عبدالباری اور شجاع اللہ کا مولوی عبید اللہ نے قسطنطنیہ اور برلن کو سفارتیں بھیجنے کے انتخاب کیا۔ عبید اللہ، ہرکت اللہ اور ہند پر تاب کی موجودگی میں انہیں لکھنؤ اور کاغذات دے گئے۔ یہ لوگ اپنے سفر پر روانہ ہوئے۔ لیکن بعد میں روسیوں نے ان کو ایران میں گرفتار کر لیا۔ اور تر است میں ہندوستان بھیج دیا۔

درس اشنا مولوی فضل محمود، فضل ربی، عبدالعزیز اور سیف الرحمن موقعہ موقعہ کا بل جاتے اور عبید اللہ کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ اس کے گھر میں یہ لوگ مشورے کیا کرتے تھے۔

آزاد علاقہ سے باغیانہ لٹریچر کی اسکیم

۶۷۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں مولوی عبدالرحیم کابل سے محمد حسین عبدالرشید شاہنواز محمد علی سندھی اور ایک دوسرے مہاجر کے ہمراہ آزاد علاقہ کو روانہ ہوئے تاکہ وہاں باغیانہ لٹریچر چھاپنے کے لئے ایک پریس قائم کریں۔ اس کام میں اس کی حمایت شیخ ابراہیم اور محمد علی بی نے کی۔ جنہیں پرنس عنایت اللہ نے حبیبہ کالج سے برطرف کر دیا تھا۔ یہ دونوں برطانیہ کے سخت مخالف تھے۔ خفیہ طریقہ سے نقل کرنے کے منصوبہ کی حمایت کرتے تھے۔

برطانیہ کے خلاف جنگ چھڑانے کے قبائلیوں کو خطوط

۶۸۔ مولوی عبدالرحیم اپنے ساتھ قبائلیوں کے لئے چار پارچہ ہزار گولیاں اور آزاد علاقہ کے تمام ملاؤں اور خانوں کے واسطے خطوط لے کر گیا تھا۔ جن میں ان سب کو متحد ہو کر حکومت برطانیہ کے خلاف مشترکہ جنگ کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔

مولوی فضل محمود اس پارٹی کا دوسرا نمبر تھا جو ان میں سے ایک خط حاجی ترنگ نے نی کے واسطے لے گیا تھا۔

محمد علی اور عبدالحق کو خطوط دیگر ہندوستان بھیجا گیا

۶۹۔ اسی وقت مولوی عبدالرحیم کی پارٹی کے ساتھ مولوی عبداللہ نے دو قاصد اپنے بھتیجے محمد علی اور شیخ عبدالحق کو بھی ہندوستان روانہ کیا اور ان دونوں کو خطوط امیر دکنے۔ یہ دونوں قاصد جہ قند میں عبدالرحیم کی پارٹی سے فضل محمود کی رفاقت میں علیحدہ ہو گئے۔ انھوں نے پشاور پہنچ کر محمد اسلم غطار کے پاس قیام کیا اس کو کچھ یہ خیالات دئے۔ اور دوسرے دن چناب کو روانہ ہو گئے۔

محمد علی مولوی احمد جکوالی سے ملاقات کے لئے لاہور گیا اور وہاں اس کی ملاقات احمد علی سے ہوئی۔ جس سے ایک دن بعد وہ دلی میں جا ملا۔ محمد علی کے پاس ہندوستان کے کسی شخص کے نام ایک خط تھا جس کا تعلق ایک اسٹول سے تھا جس کی کنور ہند پر تاب کفالت کیا کرتا تھا۔ اس میں آخر اندکر کے لئے روپیہ کا انتظام کرنے کو کہا گیا تھا۔

محمد علی ہند پر تاب کے لئے سونا لیکر واپس ہوا

۷۰۔ محمد علی ہند پر تاب پہنچا تین دن بعد ہند پر تاب کے لئے سونے کے تین ٹکڑے ماییتیک ہزار روپیہ اور اپنے مصارف کے لئے دو سو روپے کی اشرفیاں لیکر واپس آیا محمد علی نے واپسی سے پہلے پانی پت میں محمد اللہ سے بھی ملاقات کی تاکہ محمد میاں کے گھر والوں کی خیریت معلوم کر سکے۔ ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے محمد علی نے مولوی احمد جکوالی کو لاہور میں خط لکھا

عبدالحق اور ریشمی خطوط

۷۱۔ لیکن عبدالحق کو جس کا کام زیادہ اہم تھا دوسرے حالات کا سامنا ہوا۔ اس کے پاس تین نہایت اہم خطوط تھے۔ جو ریشمی کپڑے پر لکھے ہوئے تھے۔ اور شیخ عبدالرحیم سندھی کو پہنچائے جانے تھے۔ اس کے پاس دوسرے خطوط بھی تھے جو شیخ ابراہیم نے پہلے سندھ میں پہنچانے کے واسطے دئے تھے۔ یہ کم اہم خطوط اس نے مولوی عبداللہ کو دیدئے تھے۔ لیکن دوسرے

خطوط اپنے پاس رہنے دے تھے۔ یہ کام کرنے کے بعد عبدالحق اپنے پرانے مرنی خان بہادر رب نواز
نہال سے ملنے گیا جو شاہ نواز اور اشد نواز کا باپ ہے۔ اس شخص اس پر اتنا اثر ڈالا کہ اس کو
ریشمی خطوط دکھانے پر آمادہ کر لیا۔ اس نے یہ خطوط اپنے قبضہ میں کر لئے اور انھیں اور عبدالحق کو فوراً
یہ دستخطی خطوط مولوی عبید اللہ اور مولوی محمد میاں نے اپنے جنرل مولانا محمود الحسن کو لکھے
ہیں جو ان کو مدینہ میں شیخ عبد الرحیم سندھی کے ذریعہ بھیجے جانے والے تھے۔

ہندوستانی حکام کو پہلے سے اطلاع تھی

۴۔ ان خطوط کے ہندوستانی حکام کے ہاتھوں میں پہنچنے سے بہت پہلے سے
انہیں عبید اللہ کی انقلابی نوعیت کی سرگرمیوں کا اور مولانا محمود حسن کی ہندوستان
سے اس مقصد کے لئے روانگی کا علم تھا کہ وہ جہاز سے حکومت برطانیہ کے خلاف انحراف اور
غداری پھیلا دیں۔

درحقیقت ستمبر ۱۹۱۶ء میں بھی مولانا کو جب وہ عرب کو جانے کے لئے سمندری سفر کر رہے
تھے روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن یہ ہدایات اُس وقت عدن پہنچیں جبکہ جہاز اس
بندرگاہ سے گزر چکا تھا۔

عبدالحق نے سب کچھ اگل دیا،

۵۔ ریشمی خطوط میں جو تفصیلات دی گئی تھیں۔ وہ ان اطلاعات پر پوری اترتی
تھیں جو سی آئی ڈی کے ڈائریکٹر کو حاصل تھیں پھر قائد عبدالحق کو آمادہ کیا گیا کہ وہ سازش
سے اپنے تعلق کے بارہ میں مکمل بیان دے اور سازش کے بارہ میں جو باتیں اسے معلوم
ہیں سب بیان کر دے۔

احمد علی۔ ابو محمد احمد اور عبید اللہ بھی بول پڑے

۶۔ دریں اثنا بعض مقامات پر ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت تلاشیوں کی

گئیں اور گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ گرفتار شدگان سے پوچھتا چھ کی گئی اور مولوی احمد علی، عبداللہ اور ابو محمد احمد علی احمد جیکوالی نے پولیس کے سامنے بلاتناخیر بیانات دیدیئے جن سے وہ خود بھی ماخوذ ہوتے تھے۔ اور جن سے سازش کی مزید تفصیلات کا انکشاف ہوتا تھا۔

یو۔ پی میں سازشیوں اور گواہوں سے پوچھتا چھ

۵۔ کیونکہ یہ سازش دیوبند سے شروع ہوئی تھی۔ اس لئے تفتیش کی ذمہ داری کا پوچھتا چھ یو۔ پی سی آئی ڈی پر تھا چنانچہ سو بہ جات متحدہ بھکھار شیوں اور گواہوں کی بڑی تعداد سے پوچھتا چھ کی گئی۔ اور ان کے بیانات لئے گئے۔ جن میں سازشیوں میں سے مولوی رفیع ہادی حسن، محمد حسین اور مسعود کے بیانات۔ اور گواہوں میں سے مظہر الدین اور محمد حسین کے بیانات زیادہ قابلِ غور ہیں۔ ہماری دلچسپی کے دوسرے بیانات۔ یو۔ پی کے لوگوں میں سے مطلوب الرحمن۔ محمد سیف۔ قاضی محی الدین۔ ظہور محمد۔ انیس احمد اور محمد سہول کے بیانات۔ اور پنجاب کے لوگوں میں محمد اللہ۔ عبدالباری اور شجاع اللہ کے بیانات۔

ان تلاشوں سے مقدمہ کے سلسلہ میں اہمیت کی کوئی بات معنی نہیں ہوئی۔ تاہم ۱۹۱۴ء میں فضل الحسن کے یہاں تلاشی لی گئی۔ جس سے کچھ ایسے خطوط ملے۔ جن سے اس بات کی تائید ہوتی تھی۔ کہ وہ کابل میں سازشیوں میں شامل ہو جانا چاہتا تھا۔

۶۔ یہ بیانات اس وقت دیئے گئے۔ جبکہ تحریک کی ماہیت ختم ہو چکی تھی۔ شریفین ترکوں سے بغاوت کر کے انگریزوں کا کھلونا بن چکا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کو گرفتار کر چکا تھا۔ تحریک ختم ہونے کے بعد یہ بیانات داستانِ ماضی تھے۔ ماضی کی داستان پوری بھی بیان کی جا سکتی تھی۔ مگر پھر بھی پوری داستان کسی نے نہیں بیان کی۔ سبب جرح میں پولیس نے کچھ ایسے فقرے کہلائے جو اس کے لئے مفید ہوئے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ پولیس نے ان فقروں کو ملا کر داستان مرتب کر لی۔ پولیس اپنی اس ہوشیاری کے باوجود ایسا مواد فراہم نہ کر سکی جو ایسے بڑے سازشی گیس میں ضروری تھا۔ اسی وجہ سے ان حضرات پر باقاعدہ مقدمہ نہیں چلایا جاسکا۔ مختلف آرڈی نیسوں اور آرڈروں کے ماتحت کچھ عرصہ نظر بند رکھ کر چھوڑ دیا۔ باقاعدہ سزا کسی کو بھی نہیں ہوئی۔

(محمد میاں)

مولانا اور ان کی پارٹی کا حجاز سے اخراج اور برطانوی حکام کی طرف سے نظر بندی

۷۷۔ مولانا اور ان کی پارٹی کو جو حجاز میں تھی اس بات کا یقین نہ تھا کہ شریف مکہ ترکوں کا جوتا رہے گا اس واقعہ سے ان کے منصوبے میں کچھ گڑبڑ ہو گئی۔ ان کے چھٹے اس وقت چھوٹ گئے جب شریف مکہ نے حضرت مولانا نیز مولوی حسین احمد مدنی مولوی عزیز گل عبدالواحد (یا عبدالوحید) اور دو سکروا شخص کو اس بنا پر گرفتار کر لیا کہ وہ اس کی حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہیں اس امر کی تائید کہ مولانا نے ایسا کیا ہمیں باوجودی حسن اور شاہ بخش کے بیانات میں ملتی ہے۔

مطبوعات کے ذریعہ انقلابی پروپیگنڈہ

۷۸۔ اگرچہ ان میں سے بعض کتابوں اور دستاویزوں کا تذکرہ اس بیان میں آئے گا لیکن یہ مناسب ہو گا۔ اشتعال انگیز لٹریچر کے ذریعہ ہندوستان میں انقلاب کا راستہ صاف کرنے اور سرحد پار شورش برپا کرنے کے واسطے سازشیوں کی تیاریوں کی خاص خاص باتوں کو بیان کر دیا جائے۔

تعلیم قرآن و کلید قرآن

(۱) انیس احمد کی تحریر کردہ اردو کتابوں تعلیم قرآن اور کلید قرآن میں صاف الفاظ میں مسلمانان ہند کو تلقین کی گئی ہے۔ کہ ان پر اس وقت بھی جہاد اتنا ہی فرض ہے جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ کے پیروؤں پر فرض تھا۔

الخواطر فی الاسلام

(۲) اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جب ترکی برطانیہ سے برسرِ جنگ تھا۔ تو ابوالکلام

آزاد نے کس نیت سے کتاب الخواطر فی الاسلام کا ترجمہ چھاپنے کی تیاریاں کیں۔ اور پھر اس کی اشاعت شروع کی جس سے مسلم قارئین غیر مسلموں کے خلاف عموماً اور برطانیہ کے خلاف خصوصاً جذبات مشتعل ہوئے بغیر اور ملک معظم کے دشمن اور ترکیوں سے ہمدردی جذبہ بیدار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اہلال

دیکھئے تہمتہ ۲ (۳) مولوی ابوالکلام آزاد نے اخبار الہلال کو جہاد کے موضوع پر اپنی انقلابی تعلیمات کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا اور جب پولیس ایکٹ کے تحت حکم عدالت دیا کہ روایتی سے الہلال بند ہو گیا۔ تو اس نے حکمت سے دوسرا اخبار (البلدغرس) مندرجہ کے لئے جاری کیا۔ تہمتہ ۲ (۴) میں الہلال کے کچھ اقتباسات اور اس پرچہ کے بارہ شب اب یادداشت شامل ہے۔

شیخ الاسلام کا فتویٰ

تہمتہ ۷ (۱) (۲) شیخ الاسلام کا فتویٰ جہاد جس میں جو دوزخ میں نہا گیا ہے جس کی قیادت کاہنوں کاہل سے عبداللہ کے ذریعہ ہندوستان پہنچی تھی۔

مولوی السید علی دہلوی قتل و جہاد

(۵) ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے مولانا نے ریاست جونگ سے مولانا محمد شہید دہلوی کے قتل و جہاد کے مجموعہ کی نقل حاصل کی اور مولویوں میں اس کی ایک نقل اپنے (یعنی مولانا کے) واسطے اپنے ساتھ لیا کہ کوہا جو مولانا نے نورستان کے پاس چھوڑ دی تھی۔ کیونکہ اس کا مقصد ایچانا اس کے لئے حصہ تھا۔ قابل اعتراض حصوں کو حذف کرنے کے بعد اس کتاب کا ایک ایڈیشن پنجاب میں چھاپا ہے۔

دارالحرب کے بارہ میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کا فتویٰ

(۶) جب مولانا مدینہ میں تھے تو انھوں نے سید ہادی حسن کو یہ کام تفویض کیا (دیکھئے تہمتہ ۷)

کیا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (مولانا محمد اسماعیل) کے فتویٰ کو جس میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ ان کے لئے حاصل کریں اور اس کی فوٹو کا پیاں بنوایں۔

غالب نامہ

(۷) مولانا نے مکہ میں غازی پاشا سے نین زبانوں میں لکھا ہوا ایک حکم نامہ حاصل کیا۔ جس کو غالب نامہ کہا جاتا ہے۔ جو اس نے بدست مولانا محمد میاں ہندوستان اور سرحد پار کورہ لے کر لیا تھا۔

انور پے جمال پاشا اور غالب پاشا کے فرامین

(۸) مولانا نے مدینہ میں انور پاشا اور جمال پاشا سے بھی فرامین حاصل کئے اور بدست حاجی شاہ بخش و ہادی حسن ہندوستان بھیجے تاکہ نور الحسن کو دیدے جائیں۔
(۹) مولانا نے حجاز میں ایسے کاغذات حاصل کر کے انہیں بدست حاجی شاہ بخش ہندوستان بھیجا۔ جن میں ہندوستانی مسلمانوں پر دائر کیا گیا تھا۔ کہ شریعت مکہ غاصب ہے اور اسے اس کے موجودہ بدست بٹا دینا چاہیے۔

ابھی باقہ عدہ تفتیش نہیں ہوئی ہے

۷۷۔ ابھی تک فوجداری مقدمہ قائم نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے باضابطہ تفتیش بھی ابھی تک نہیں ہوئی ہے اور کچھ ایسے نکات باقی ہیں۔ جن کی شہادتوں کے ذریعہ مزید تصدیق حاصل کرنی ضروری ہے۔

دستیاب شہادتیں

۷۸۔ بحالت موجودہ بنیاد مقدمہ یہ ہیں۔

۱۱۔ دو بڑے سازشیوں کے دستخطی خطوط جن میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ لے بڑ نہیں بلکہ بڑ زادہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھائی شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سازشیں

سازشیوں نے ہندوستان میں اور سرحد پار کیا کیا کیا ہے۔ اور آئندہ کیا کیا کر نیکا ارادہ رکھتے ہیں۔

(۲) سات سازشیوں عبدالحق^۱۔ مرتضیٰ^۲۔ مبین^۳۔ احمد علی^۴۔ عبد اللہ^۵۔ ہادی حسن اور مسعود کے بیانات جو اعتراف جرم کی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ ان کو سلطانی کواہ بنایا جائیگا۔

(۳) متعدد گواہوں کے بیانات۔

(۴) کچھ دستاویزی شہادتوں پر۔

(۵) سازش کے کچھ ایسے بیان کردہ واقعات جن کی تائید سی۔ آئی۔ ڈی اور پولیس کے موجودہ ریکارڈوں سے ہوتی ہے۔

مقدمہ کی تمام اہم تنقیحات سے متعلق ان شہادتوں میں مطابقت ہے اور بیانات جن کو آزادانہ طور پر ہر ممکن احتیاط کے ساتھ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ ان کو پورے اعتماد کے ساتھ مکمل طور پر حقیقی اور واقعی اور کسی کے سکھائے پڑھائے بغیر دئے گئے بیانات تسلیم کیا جاسکتا ہے جو مشترکائے سازش یا قابل اعتماد گواہوں نے دئے ہیں۔

گواہوں کے بیانات مختلف ادوار کے بارے میں

۸۔ اقبالی مجرموں کے بیانات مختلف ادوار کے واقعات پر مشتمل ہیں مرتضیٰ نے مولانا اور عبید اللہ کے تعلقات اور عبید اللہ اور دیوبند کے روابط اور مولانا کی جماعت کی ہندوستان سے روانگی کے وقت تک کی موقعہ بموقعہ سرگرمیوں کا حال بیان کیا ہے۔ ہادی حسن نے وہ واقعات بیان کئے ہیں جو مرتضیٰ کی واپسی کے بعد مکہ اور مدینہ میں پیش آئے۔

۹۔ جو بیانات جن گواہوں کی طرف منسوب ہیں ان کی تردید کی ضرورت نہیں البتہ یہ ظاہر ہے کہ ان حضرات نے یہ بیانات افشاء و اڑ کے طور پر نہیں دیئے۔ بلکہ حج کے سلسلہ میں کچھ جملات ایسے ہوئے جن سے پولیس نے یہ مواد اخذ کر لیا۔ ظاہر ہے یہ حضرات قانون دان نہیں تھے کہ ہر جج کے جواب میں ایسے جچے تلے الفاظ بولتے جو پولیس کے لئے کارآمد نہ ہوتے۔

مسعود نے ۱۹۱۶ء میں مکہ میں مولانا سے ملاقات کے کوائف اور وہ واقعات بیان کئے ہیں جو مولانا کے مکان پر ان کی واپسی سے پہلے اور بعد میں پیش آئے۔

بہین نے مولانا کی روانگی سے فوراً پہلے سازشیوں کی بحث و گفتگو۔ اس مقصد کیلئے خود اس کے چندہ جمع کرنے کے کام کی تفصیل اور اس کے ذریعہ مولانا ابوالکلام آزاد کے درمیان جو رسالت ہوگی اس کا حال بیان کیا ہے مولانا کی روانگی کے بعد ہندوستان میں سازشیوں کی حرکتوں کی تفصیل بھی اس نے بیان کی ہے۔

احمد علی نے نظارۃ المعارف القرآنیہ کی تاریخ اور عبید اللہ کی تالیفات اور سرگرمیوں کی تفصیل اور سرحد پار کے سازشیوں سے ملنے والے پیغامات اور خطوط کی تفصیل بیان کی ہے۔

عبداللہ الحق نے پنجابی مہاجر پارٹی کے ترک وطن کا اور سرحد پار کے سازشیوں کی مجاہدین اور سرحدی قبائل سے رابطہ کا اور کابل میں ان کی سرگرمیوں کا حال بیان کیا ہے۔
عبداللہ سندھی نے عبید اللہ کی کابل کو ہجرت کابل کے حالات و واقعات اور عبید اللہ کے خطوط لیکر اپنی ہندوستان کو واپسی کا حال بیان کیا ہے۔

مقدمہ کا مذہبی پہلو

۸۱۔ استغاثہ کی یہ عرضی اس قیاس پر قائم ہے۔ جس کی تائید موجودہ اور گزشتہ نسل کے مسلمان علماء ہند کے اعلانات سے ہوئی ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کا مذہب برطانیہ کا دشمن بننے پر مجبور نہیں کرتا۔

جب سر ولیم ہنٹر نے اس رائے کو شائع کیا تھا کہ مسلمان مذہب کی رو سے ایسے کرنے کے پابند ہیں تو ہندوستانی مسلمانوں نے بلا تاخیر اس سے بے تعلقی کا اظہار کیا تھا۔ غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کا تعین خصوصیت کے ساتھ..... اس لحاظ سے ہوتا ہے۔ کہ کوئی غیر مسلم ملک یا مملکت دارالاسلام ہے یا دارالحرب مسٹر جسٹس عبدالرحیم نے اپنی کتاب مسلمانوں کے اصول قانون سازی ۱۹۳۹ء پر مستند اور

مسلمہ ماخوذوں کے حوالے دے کر دکھایا ہے کہ ہندوستان کو دارالاسلام ہی سمجھنا چاہیے
 شاید اس سلسلہ میں سب سے زیادہ گراں قدر فیصلہ وہ فتویٰ ہے جو ۱۸۹۸ء میں مرحوم
 مولانا شبیر احمد گنگوہی نے جاری کیا تھا۔ کیونکہ اس پر دوسرے علماء کے علاوہ مولانا محمود حسن
 کے بھی دستخط ہیں۔ کہ مسلمان مذہبی طور سے پابند ہیں کہ حکومت برطانیہ کے وفادار رہیں۔
 خواہ آخر الذکر سلطان ترکی سے ہی برسر جنگ کیوں نہ ہو۔

ترکی کے موجودہ جنگ میں شامل ہونے سے کچھ دن پہلے ہی یہ فتویٰ البشیر میں طبع ہوا ہے
 اس فتویٰ پر یقین کرتے ہوئے اور جب تک کہ حکومت مسلمان ہند کی مذہبی آزادی یا
 مداخلت کر کے ملک کو دارالاسلام کے بجائے دارالحرب نہ بنا دے۔
 استغاثہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جہاد اور جہاد کے لئے اشتعال دلانا فرض ہونا کجا جائز بھی
 نہیں بلکہ فی الحقیقت حرام ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے خیالات کی حوصلہ فزائی کرے تو وہ
 مملکت کے خلاف ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس کے لئے شرعی طور پر مکلف ہونے کا
 عذر بھی نہیں کیا جاسکتا۔

کسی غیر مسلم حکومت کی وہ کارروائیاں جو اس حکومت کی مسلمان رعایا کو اس سے
 وفاداری کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیتی ہیں۔ اس کی الٹا اس میں سماجی مداخلت اس کے
 بچوں کو غلام بنالینا یا ایسا کرنے کی اجازت دینا یا ایسے ہی دوسرے جابرانہ اقدامات وغیرہ ہوتی
 ہیں۔ لیکن ذمہ داری سے سبکدوشی کا یہ اعلان کسی ذمہ دار مذہبی عہدہ دار کی جانب سے ہونا
 چاہئے۔

بلاشبہ کچھ لوگوں نے ایسے اعلانات کئے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ لیکن جن
 لوگوں نے یہ اعلانات کئے ہیں۔ انہوں نے خود باغی ہونے کا اعتراف کیا ہے اور کوئی بھی

لے تعجب ہے علماء دیوبند یعنی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والی جماعت کو اس فتویٰ کا علم نہیں۔ اور
 سی۔ آئی۔ ڈی کو یہ فتویٰ یاد رہ گیا۔ مزید تعجب یہ کہ خود مولانا محمود حسن صاحب کو جن لوگوں نے بغاوت
 سی۔ آئی۔ ڈی اس پر دستخط کئے تھے یہ فتویٰ یاد نہیں رہا۔ اور البشیر جس میں یہ فتویٰ طبع ہوا تھا۔ اس
 متعلق بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ اخبار کہاں سے شائع ہوتا تھا۔ اور تاریخ اشاعت کیا
 تھی۔ مفصل تو یہ کہ مقدمہ میں کرچکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے مغلطہ۔ محمد میاں

ذمہ دار ہندوستانی مسلمان موجودہ دفتروں میں ایسے اعلان کی حمایت نہیں کریں گے۔
 مولانا خلیل احمد بھی مولانا رشید احمد کے فتویٰ پر دستخط کرنے والوں میں شامل ہیں اس
 معاملہ میں ان کی رائے لی گئی۔ انہوں نے جو رائے دی اس کی بڑی قیمت ہے لیکن اسکی
 تدراس وجہ سے کچھ کم ہے کہ ان کے بارہ میں مشہور ہے کہ اگست ۱۹۱۵ء میں وہ خود بغرض ہجرت
 ہندوستان سے چلے گئے تھے۔ ان کے مرید اور شاگرد روپیہ بھیجتے وقت ان کو مولانا محمود
 کو بھی مہاجر لکھتے ہیں۔

تاہم یہ ایک واقعہ ہے کہ ۱۹۱۳ء میں مولانا خلیل احمد نے ہجرت کے سلسلہ میں فتویٰ
 دیا تھا کہ ہندوستان سے ہجرت واجب (صحیح اور مناسب) نہیں۔ یہ فتویٰ وکیل احمد
 میں ۱۲ جون ۱۹۱۳ء کو چھپا تھا۔

سازشیوں کے خلاف کارروائی کی تجویز

۸۲۔ استغاثہ میں ۵۹ سازشیوں کے نام شامل کئے گئے ہیں ان میں سے دو سازشی
 ۱۔ وفات پاچکے ہیں سات سازشی ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔
 سلطانی گواہ بن گئے اور ۲۵ مفرور ہیں۔
 آخر الذکر (یعنی مفرورین) میں سے ہر شخص کے خلاف کیونکہ ریکارڈ موجود ہے اس لئے
 ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۵۱۲ کے تحت ان سب کے خلاف یہ ارتشا ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء میں
 پیش کی جائیں گی۔

استغاثہ کی تجویز ہے کہ باقی ماندہ لوگوں میں سے ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔
 کے خلاف کارروائی کی جائے۔

سازشیوں کے خلاف کیسین کی یادداشتیں

۸۳۔ تاکہ موافقہ کو قطعیت کے ساتھ معلوم ہو سکے کہ جن آدمیوں سے

ان کو سروکار ہے ان کے خلاف شہادت کی نوعیت کیا ہے ایسی یادداشتیں تیار کی گئی ہیں جن میں ہر شخص کے خلاف انفرادی طور پر کیس کو بتایا گیا ہے۔ یہ یادداشتیں صرف ۵۹ سازشیوں کے بارہ میں نہیں بلکہ ۱۳ دیگر اشخاص کے بارہ میں بھی تیار کی گئی ہیں جن کا اگرچہ سازش سے تعلق ہے لیکن یہ لوگ اتنے کافی ملوث نہیں ہیں۔ کہ انھیں بھی سازشی کی فہرست میں شامل کیا جاسکے۔ ان یادداشتوں کا مجموعہ جو باعتبار حروف تہجی مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس کی اندکس بھی بنالی گئی ہے۔ اس رپورٹ میں ضمیمہ کے طور پر (حصہ سوم) شامل کر لیا گیا ہے۔

استغاثہ کی داستان ختم ہو چکی۔ یہ ایک مورخ کے لئے مستند داستان ہے۔ گو اہوں کے بیانات شائع نہیں کئے جا رہے۔ وہ بیانات مستند شہادت نہیں بن سکتے۔ کیونکہ ان میں اخفا سے کام لیا گیا ہے۔ اسی لئے ان میں تضاد بھی ہے۔ صرف عبدالباری صاحب کا پورا بیان اور شہناخ اللہ صاحب کے بیان کے کچھ اقتبانات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں ایسی روشنی ہے جو مورخ کے لئے قابل قدر ہوگی۔

بیان عبدالباری بی اے اسپر مولوی

غلام جیلانی ذات ارائیں ساکن محلہ قاضی

(جہانگیر)

میں غیر شادی شدہ ہوں۔ میرا باپ ریٹائرمنٹ پر ہے۔ اور ضلع لاکل پور میں ۶ مربع زمین کا مالک ہے۔ میرا ایک بھائی ہے۔ جس کا نام مولوی غلام باری ہے وہ لاکل پور میں میڈیکل میں نے لاکل پور گورنمنٹ ہائی اسکول سے ۱۹۱۰ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا تھا اور اسی سال گورنمنٹ کالج میں داخل ہو گیا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں میں نے بی اے کیا۔ اور اسی سال ایم اے کے کلاس میں داخل ہو گیا۔ میں ٹرنر بورڈنگ ہاؤس محلہ کالج میں رہتا تھا۔

ہندوستان سے طلباء کے | موجودہ یورپی جنگ اگست ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی
پندرہ ماہ بعد ترکی، جرمنی کی طرف سے جنگ میں شامل
ترک وطن کے اسباب | ہو گیا۔ اس سے ہندوستان کے طول و عرض میں

مسلمانوں میں بڑبڑوش و خروش پیدا ہو گیا۔ طالب علم بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔
طالب علم جنگ کی صورت حال پر عام طور سے تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے دی گانگ
(اخبار) میں شیخ الاسلام کا ایک کارٹون شائع ہوا کہ وہ جہاد کا فتویٰ جاری کر رہے ہیں۔
اس تصویر پر یہ کلمہ طیبہ کا اس طرح مذاق اڑا گیا تھا۔ تصویر کے نیچے یہ الفاظ تحریر تھے۔

”اللہ اکبر قیصر رسول اللہ“ دغوز بالشا

ہندوستان، مصر اور افغانستان اس فتویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔
گوئیگ اخباران متعدد اخبارات میں شامل ہے جنہیں گورنمنٹ کالج لاہور بری میں خرید لیا جاتا تھا۔
اس شہارہ سے مسلم طلباء میں بڑا غصہ اور برہمی پیدا ہوئی۔ اور میں بھی اس عام
احساس میں شریک تھا جو ایک انگریزی اخبار کی طرف سے اسلام کی ایسی علانیہ اور

کھلی امانت اور بے وقعتی سے اخبار کے خلاف پیدا ہوا تھا۔ کڑنڈہی طلباء جیسے عبدالمجید
شیخ عبداللہ وغیرہ تو ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ اور اس امانت پر اول فول بکنے لگے۔ اس باہمی
غلامی کے اس خیال کی تصدیق ہوئی کہ شیخ الاسلامؒ نے الحقیقت عالمگیر جہاد کا فتویٰ دیدیا ہے۔ عبدالمجید
خصوصیت کے ساتھ ان لڑکوں میں نمایاں تھا جو دوسرے طلباء پر اثر ڈالتے تھے۔ کہ ایسے
ملک سے ہجرت کر جائیں جہاں اسلام کی ایسے واضح طریقہ پر بے حرمتی کی گئی ہے۔ اس باہمی
میں طلباء کے درمیان مشورے ہوئے یہ مشورے خاص طور سے اللہ نواز کے کمرہ میں ہوتے
اگرچہ میں بہت زیادہ مذہبی نہیں تھا تاہم میں بھی متاثر ہو گیا۔ بالآخر طالب علموں
نے فیصلہ کیا کہ ترکی پہنچ کر جہاد میں شامل ہوں۔ لیکن کئی دن تک ہم یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ
ہم ہندوستان سے کس طرح جائیں۔

ایک شام جب میں ٹینس کھیل کر آیا تھا تو عبدالمجید اور اللہ نواز نے مجھے بتایا کہ اس
مشکل کا ایک حل نکال لیا گیا ہے۔ لیکن اس نے مجھے تفصیلات نہیں بتائیں ایک دو دن
بعد مجھے شام کو اللہ نواز کے کمرہ میں جانیکا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ عبدالمجید اس کے
پاس ہی ہے۔ انھوں نے مجھ سے قرآن پڑھت لیا کہ میں ان کے ہمراہ ہندوستان سے
باہر چلا جاؤں گا۔ جب میں نے تفصیلات پوچھیں تو انھوں نے کہا کہ ہم جلد ہی ہندوستان
سے افغانستان کو روانہ ہو جائیں گے۔ اور اگر وہاں پر حالات نے اجازت دی تو ترکی کو
چلے جائیں گے۔

ہندوستان سے باہر جانے کے طریقوں کے بارے میں اور اس بارے میں کہ بارہ
میں جو وہ اختیار کرنے والے تھے۔ سوالات کئے لیکن انھوں نے کہا کہ یہ باتیں بعد میں
طے ہوں گی۔

مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا میں کچھ روپیہ دے سکوں گا۔ میرا داد اس سال ایم۔ اے
کے امتحان میں شامل ہونیکا تھا اور میرے پاس تقریباً دو سو روپے تھے جو میرے والد نے
مجھے دئے تھے۔ یہ بات میں نے ان کو بتادی۔ اور انھوں نے کہا کہ میں روپیہ ساتھ لے لوں
چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

میں نے پوچھا کہ ہم کتنے لوگ ہوں گے مجھے بتایا گیا کہ یہ بات بعد میں معلوم ہو سکے گی۔
اس کے چند دن بعد اللہ نواز لاہور سے غائب ہو گیا۔ چند روز بعد وہ اپنے بھائی شہان
کے ہمراہ واپس آیا جو کہ ہماری پارٹی کے ساتھ جانے والا تھا۔

جنوری ۱۹۱۵ء کے آخر میں اللہ نواز، عبدالحجید اور شیخ عبداللہ نے ضروری سامان سفر
مثلاً کبیل، لائیٹیں، چپلین وغیرہ خریدیں۔ اسی اثناء میں اللہ نواز کے کمرہ میں میں نے ایک بھلی
کو دیکھا۔ جس کا نام شیخ عبدالحق تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص بھی سفر میں ہمارا ساتھ ہو گا۔

لاہور سے روانہ ہونے سے پہلے اللہ نواز عبدالحجید اور میں راوی کے کنارے گھومنے گئے
وہاں مجھے بتایا گیا کہ طلباء کی روانگی کے انتظامات مکمل ہیں۔ ہم لاہور سے ۵ فروری کو روانہ
ہوں گے اور ہری پور کے راستے۔ جدیہ کے علاقہ سے جائیں گے۔

لاہور سے طلباء کی روانگی | چنانچہ ۵ فروری ۱۹۱۵ء کو یہ طالب علم گروپ بنا کر مختلف ٹرینوں
سے روانہ ہوئے۔ اللہ نواز اور میں بارہ بجے دوپہر کی گاڑی سے روانہ
ہوئے۔ اگلی صبح کو ہم ہری پور پہنچے۔

علیم الدین نامی ایک ضعیف العمر شخص نے ہمارا استقبال کیا۔ وہ مجاہدین کا ایجنٹ تھا
وہ ہمیں ایک بنگلہ میں لے گیا جو ہری پور ریلوے اسٹیشن کی حدود کے اندر واقع ہے۔ اس
مکان میں ایک ریلوے ملازم محمد اپنی رہتا تھا۔ محمد الہی نے ہمیں ایک کمرہ میں ٹھہرایا اور ہمارے
لئے چار وغیرہ کا انتظام کیا۔

یہاں مجھے فضل الہی نامی ایک شخص اذیت دینا لگا۔ وہ محمد الہی کا بھائی تھا جو ریل کی پٹی
بچھاتا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص ہمارے ایک گروپ کے ہمراہ وزیر آباد سے آیا ہے۔ دن
بنے ہری پور میں گذرنا زیادہ وقت میں سوتا رہا کیونکہ لاہور سے روانگی سے قبل کی دولتوں
میں مجھ کو مطلق آرام نہیں ملا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ میں نے مارچ کے ڈرامہ میں حصہ لیا تھا۔ یہ ڈرامہ
اسی رات کو ہوا تھا۔ اس لئے میں یہ بتانے کے لائق نہیں کہ اس موقع پر ہماری پارٹی کے ساتھ
کیا گفتگو ہوئی۔

جو طالب علم میرے ساتھ ہری پور آئے اور بعد میں انہوں نے وہاں ٹھہرنے کے وقت

جو فرضی نام اختیار کئے اُن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) میں نے محمد حسین نام اختیار کیا۔

(۲) گو جبرائیل کے شیخ عبدالقادر ایم اے طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور نے اسماعیل فرضی نام اختیار کیا۔

(۳) نطف حسن طالب علم سال چہارم گورنمنٹ کالج لاہور نے جو فرضی نام اختیار کیا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

(۴) عبدالرشید طالب علم سال چہارم گورنمنٹ کالج نے یوسف نام اختیار کیا۔

(۵) عبداللہ بی اے طالب علم گورنمنٹ کالج نے صادق نام اختیار کیا۔

(۶) عبدالحجید خاں بی۔ اے طالب علم گورنمنٹ کالج نے ابراہیم نام اختیار کیا۔

(۸) محمد حسن طالب علم سال چہارم اسلامیہ کالج نے یعقوب نام اختیار کیا۔

(۹) شیخ خوشی محمد طالب علم سال دوم میڈیکل کالج نے محمد علی نام اختیار کیا۔

(۱۰) شجاع اللہ طالب علم سال دوم میڈیکل کالج نے محمد یونس نام اختیار کیا۔

(۱۱) عبدالحمید طالب علم سال دوم میڈیکل کالج لاہور نے یحییٰ نام اختیار کیا۔

(۱۲) رحمت علی طالب علم سال دوم میڈیکل کالج لاہور نے زکریا نام اختیار کیا۔

(۱۳) شاہ نواز خاں برادر اللہ نواز (دک) نے محمد نام اختیار کیا۔

(۱۴) شیخ عبدالحق نے الیاس نام اختیار کیا۔

ہری پور سے ہم شام کو روانہ ہوئے علیم الدین رہبر کی حیثیت سے ہمارے ساتھ تھا۔

مہنے اپنا سامان ریلوے بنگلہ میں چھوڑ دیا تھا۔ جسے علیم الدین اپنے ایک ساتھی کے سپرد کر دیا تھا۔

جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا علیم الدین نے مجھے کہا تھا کہ یہ سامان ہمارے پاس آسمس

بعد کو پہنچ جائے گا۔ اس کے ساتھی کا حلیہ یہ ہے۔

گندی رنگ عمر ۳۰ برس۔ درمیانہ ساخت بدن۔ چھوٹی کتری ہوئی دائرہ صلیح ہزارہ

کے کسی محاورے کا بآشناء معلوم ہوتا تھا۔

راستہ بھر تیز بارش ہوتی رہی۔ اگلے دن ہم قبل از دوپہر در بند پہنچ گئے تو ہمیں معلوم ہوا

کہ خوشی محمد مصفوق الخیر ہے۔ پہلے ہم ایک مسجد میں رکے جہاں علیم الدین نے ہمیں کچھ کھانا لاکر دیا کیونکہ بارش جاری تھی۔ اور مسجد کی چھت میں برابر پانی ٹپک رہا تھا۔ اس نے علیم الدین ہمیں قریب کے ایک خالی مکان میں لے گیا۔ جہاں بہت سے دیہاتی ہمیں دیکھنے آئے نواب امب کے ایک ملازم مفتی اسحیل کا علیم الدین نے ہم سے تعارف کرایا۔ اس نے مزید بتایا کہ وہ امیر المجاہدین کا رشتہ دار ہے۔ مفتی نے ہمیں راشن مہیا کیا۔ ہم نے اسے بتایا کہ ہمارا کیا ارادہ ہے۔ اور اس نے ہم سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔

اگلے دن ہم نے دیا کو ایک کشتی کے ذریعہ پار کیا جو مفتی اسحیل نے مہیا کی تھی سبالاتر اگلے دن ہم اسس پہنچ گئے۔ مفتی راستہ میں کچھ دور تک ہمارے ساتھ رہا پھر واپس ہو گیا۔ اسس پہنچے پر ہمیں ایک کچے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ امیر المجاہدین مولوی عبدالکریم سخت بیمار تھے۔ وہاں پہنچنے کے ایک دو دن بعد ہمارا اس سے تعارف کرایا گیا وہ اتنا بیمار تھا کہ زیادہ بات بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے شکستہ جملوں میں کہا میرے آخری دن ہیں۔ لیکن میں اپنے خوابوں میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آگیا ہے جس کے ہم اپنی ساری زندگی منتظر رہے تھے۔ اگلے دن اس کا سانس بند ہو گیا اور اس کا انتقال ہو گیا۔

ایک دو دن بعد خوشی محمد اسس پہنچ گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں ہمارا ساتھ نہ دے سکا۔ وہ تھک کر سو گیا اور سچھے رہ گیا چنانچہ وہ ہری پور لوٹ گیا۔ جہاں کہ اس کی ملاقات محمد الہی سے ہوئی جس نے اس کے اسس کو واپسی کے سفر کا انتظام کر دیا۔ مجاہدین کی بستی پانچو نفوس پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض منہ کی طرف سے بھری جانے والی بندو قوں اور دوسرے جدید قسم کی توڑے دار بندو قوں سے مسلح ہیں یہ لوگ گاہے گاہے فوجی ورزش کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کی فوجی اہمیت کچھ نہیں چونکہ پاس تو ہیں نہیں ہیں۔ بتایا گیا کہ سرحد پار علاقہ میں کچھ اور جگہیں ہیں جہاں ان کا گولہ بارود اور فالتوا اسلحہ جمع رہتا ہے۔

ہم نے امیر سے التجا کی کہ ہمارے سفر میں ہماری مدد کرے لیکن اس نے جواب دیا کہ برف باری کی وجہ سے کابل کا راستہ بند ہے۔ اس وجہ سے ہم کو ڈیڑھ مہینے تک رکے رہنا پڑا۔ ہم اپنا

وقت یا تو اپنے کمرہ میں بیکار بیٹھ کر گزارتے تھے۔ یا انفل کی مشق کرتے تھے۔ اپنے قیام کے دوران مجھے عبدالمجید سے معلوم ہوا کہ مسجد چنیا والی کے مولوی عبدالرحیم سے کہا گیا تھا کہ وہ ہندوستان کے پاس پہنچا نیکابند و بست کریں۔

اس کے ذریعہ ہمارے لیڈروں کی وزیر آباد کے مولوی فضل الہی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ مولوی عبدالرحیم اور فضل الہی ہمارے ہندوستان سے جانے کے سخت خلاف تھے کیونکہ اس کو وہ ایک غیر مفید کام سمجھتے تھے۔ لیکن بار بار کی درخواستوں پر وہ خاموش ہو گئے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اللہ نواز عبدالرحیم سے واقف تھا۔ اس میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک طالب علم شیخ عبداللہ ہماری روانگی سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد سے مشورہ کرنے دئی گیا تھا لیکن وہ بھی اس بات کے خلاف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان کے باہر کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے وہ کسی بھی امداد کے واسطے تیار نہ تھے۔ لیکن چونکہ عبدالمجید عبداللہ اور دوسرے لوگ جانے پر مصر تھے۔ اس لئے انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے مشورہ کی پروا نہ کریں گے۔ اور وہ طلباء کو ہندوستان سے باہر لے گئے۔

مولوی عبدالرحیم کو میں نے اس میں پہلی بار دیکھا تھا اس نے کہا کہ وہ پنجاب سے اس لئے فرار ہوا کہ پولیس اس پر شبہ کرنے لگی تھی۔ اس نے ہمارے ساتھ رہائش اختیار کر لی۔ اور بشیر احمد کا فرضی نام اختیار کر لیا۔

اس اثنائے میں عبدالرحمن نے جو گورنمنٹ کالج کا سال اول کا طالب علم تھا اور شیخ عبداللہ کا بھائی تھا اپنی صورت دکھائی۔ اس نے کہا کہ ہماری روانگی کے بعد ایک ڈاکٹر موجود رہندہ میں ملازم تھا۔ اس کے گاؤں کا ایک آدمی اس سے ملا۔ ڈاکٹر سے اس کو ہمارے بارہ میں معلوم ہوا چنانچہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا۔ درہندہ سے گزرتے ہوئے میں کسی ڈاکٹر سے نہیں ملا۔ اس کے فوراً بعد کالا سنگھ منو وار ہوا وہ کسی کیس میں مفرور ہوا تھا۔ اور ضلع لدھیانہ کا رہنے والا تھا۔ وہ آزادی کے بارہ میں اور امریکہ میں لوگوں کو جو آزادی تھی اس کے بارہ میں بہت باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ بھی اس میں قیم ہو گیا تھا اور امیر مجاہدین نے اس کو فروپا زندگی مہیا کر دی تھیں۔

ہمارے پہنچنے کے تین چار ہفتہ بعد مفتی اسماعیل وہاں پہنچے اور ہم سے کہنے لگے کہ عجائب
خان تحصیلدار ہزارہ ہم سے ملنا چاہتا ہے۔ شجاع اللہ عبدالحجید مولوی عبدالحسین اور میں
مفتی اسماعیل کے ہمراہ در بند پہنچے۔ عجائب خان نے جو جواب در بند کے ایک مملوکہ بنگلہ میں
ٹھہرا ہوا تھا۔ ملاقات پر ہم سے گفتگو کی اسنے ہم سے ترک وطن کے اسباب پوچھے تھیں
سنکر اس نے اظہار پسندیدگی کیا۔ اس نے ہندوستان کو واپسی کی کوئی تجویز نہیں رکھی اور
ہم سے کہا کہ وہ تو صرف اس غرض سے آیا ہے کہ ان لڑکوں سے ملاقات کرے جو ایسے شخص پر
اپنے گھروں کو چھوڑ کر آگئے ہیں۔ اس نے ہمیں مشورہ دیا کہ ایک بیان لکھ دیں کہ ہم ملازمت
کے لئے افغانستان جا رہے ہیں۔ لیکن ہم نے اس سے کہا کہ ہم ایسا کرنے کی کوئی ضرورت
نہیں سمجھتے۔ یہ ملاقات تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہی۔ رات ہم نے اس گھر میں گذاری
مفتی اسماعیل نے جس کا ہمارے لئے انتظام کیا تھا دو سکر دن ہم اس میں ٹھہر گئے۔

مجھے اس میں یہ بھی معلوم ہوا کہ عبدالخالق اور محمد حسن نامی دو طالب علم ہماری
روانگی کے دو سکر دن ہری پور پہنچے تاکہ ہمارے ساتھ جا سکیں لیکن جب ان کو معلوم ہوا
کہ ہم جا چکے ہیں تو وہ لاہور واپس ہو گئے اب مجھے یاد نہیں کہ یہ بات کس نے بتائی تھی۔
ہمارے اس پہنچنے کے بعد بہت جلد مجاہدین کے فوجی کمانڈر عبدالکریم
کو امیر المجاہدین نے کابل روانہ کیا۔ تاکہ وہ پرنس نصر اللہ خان نامہ
السلطنت سے حسب دستور سالانہ ملاقات کر سکے اور چونکہ ہمارے

اسس طلبہ بارکی
روانگی

پاس پاسپورٹ نہ تھے اس لئے اس کو امیر المجاہدین نے ہدایت کی تھی۔ کہ ہمارا معاملہ پرنس
نصر اللہ خان کو سمجھا کر ہمارے لئے پاسپورٹ بنوادے۔ یہ بات ہم کو امیر المجاہدین نے بتائی تھی
دربار اشنا ہم لوگ انتظار کرتے کرتے تھک چکے تھے اس لئے ہم نے روانہ ہونے کا فیصلہ
کیا۔ میرے خیال میں مارچ ۱۹۱۵ء کے آخر یا اپریل ۱۹۱۵ء کے شروع میں ہم اسس کابل روانہ
ہوئے۔ ہمارے ساتھ ایک پٹان راہنما عبداللہ خان تھا۔ جو امیر نے ہمارے ساتھ کو دیا تھا عبدالکریم
اسس ہی میں ٹھہر گیا اس نے بعد کو کابل پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ کالاسنگھ بھی تھے ہی رہ گیا۔
عبدالکریم اور کالاسنگھ نے اس وقت تک یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ وہ آئندہ کیا کریں گے۔

دشوار گزار کوہستانی علاقہ میں تین ہفتہ کے سفر کے بعد ہم ایک سرحدی مقام پہنچے جسے تسمہ کئی کہتے ہیں۔ یہ افغانستان کی سرحدی چوکی ہے۔ وہاں سے چلتے چلتے ہم جلال آباد پہنچے۔ راستہ میں ہمیں کسی نے بھی نہیں روکا۔ بلا پاسپورٹ سفر کرنے کی بنا پر جلال آباد میں ہم پر پولیس کی نگرانی قائم کر دی گئی۔ امیر کا ایک وزیر شاہ غازی ملکی اس وقت وہاں پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھا اس نے ہم پر یہ نگرانی قائم کی تھی۔

اس کے بعد ہمیں کابل لے جایا گیا۔ جہاں ہم غالباً مئی ۱۵ء میں پہنچے اس کے بعد ہمیں کوتوالی میں پولیس کی نگرانی میں رکھا گیا۔ ہمارے ورو و کابل کے چند دن بعد عبدالحمید خاں اس بخار سے مر گیا۔

طلباء کا ورود
کابل

جو اس کو راستہ میں ہو گیا تھا۔

کئی مہینہ تک ہم اسی طرح پولیس کی نگرانی میں رہے ہمیں صرف پولیس کی نگرانی میں باہر جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ کچھ مہینہ بعد وزیر داخلہ نے ہم کو اپنے دفتر میں طلب کیا۔ جہاں ایک افسر نے ہم کو ایک دستاویز دی کہ یا تو ہم افغانستان سے واپس چلے جائیں یا اقرارنامہ پر دستخط کریں کہ ہم دو دو اور تین تین کے گروہوں میں رہیں گے۔ ہندوستان اور ہندوستانیوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھیں گے۔ گرفتاری کے خوف سے ہم ہندوستان کو واپس جانے سے انکار کر دیا۔ روپیہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے ہم ترکی سفر بھی جاری نہ رکھ سکتے تھے۔ چنانچہ ہم نے ترکی کا سفر جاری رکھنے کی اجازت طلب کرنے کے لئے کوئی درخواست نہیں دی۔ بالآخر ہم لوگوں کو ایک ساتھ رہنے کی اجازت دیدی گئی۔

اس طرح کئی مہینے گزر گئے شجاع اور میں زندگی سے تنگ آ گئے۔ ایک دن مجھ سے مشورہ کے بعد شجاع اللہ محافطوں کی نظر بچا کر کابل میں مامور برطانوی ایجنٹ سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ حکومت برطانیہ سے اسے ہندوستان لوٹنے کی اجازت دلا دے لیکن ایجنٹ نے اس سلسلہ میں کوئی بھی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا۔ شجاع اللہ مایوس لوٹ آیا۔

جب دو سر طلباء کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس بے وقوفی پر شجاع اللہ

کو سخت مست کہا اور تنبیہ کی کہ اگر یہ بات امیر کو معلوم ہو گئی تو ہماری ساری پارٹی مہیبہ میں گرفتار ہو جائے گی یہ راز کابل میں سب پر عبیاں ہے کہ اگر کسی شخص کو کابل میں مامور برطانوی ایجنٹ سے خط و کتابت کرتے ہوئے دیکھ لیا جاتا ہے تو حکومت افغانستان یا تو اس کو فوراً سزائے موت دے دیتی ہے یا قید میں ڈال دیتی ہے۔

کوہاٹ کے مجاہد طلباء جب ہم کابل میں زیرِ جرأت تھے تو کوہاٹ کے چار طلباء جنہوں نے ہمارے جیسے حالات میں افغانستان کو ہجرت کی تھی۔ پولیس کی نگرانی میں کوہاٹ والی لائے گئے اور ہمارے ساتھ بند کر دئے گئے۔

- | | | |
|----------------|-------------|-----------------|
| (۱) لطیف خاں | طالب علم | پشاور کا راجہ - |
| (۲) فقیر شاہ | " " | کوہاٹ اسکول - |
| (۳) پیر بخش | " " | " " |
| (۴) عبد المجید | کوہاٹ پولیس | |

انھوں نے ہمیں بتایا کہ وہ تیراہ کے راستہ افغانستان آئے ہیں اور پاپور نہ ہونیکے باعث ان کو جلال آباد میں گرفتار کر لیا گیا۔

مولوی عبد الرحیم کی بعد میں کسی وقت میرے خیال میں ۱۹۱۵ء کے آخر میں میرا ایک ساتھی بازار سے واپسی پر کہنے لگا کہ اس نے مولوی عبد الرحیم کابل میں آکر دیکھا ہے۔ اسے مزید کہا کہ مولانا صاحب کی خواہش ہے کہ عبد المجید کے مقبرہ پر تمام طالب علم اس سے ملیں۔ چنانچہ عبداللہ اور خوشی محمد اس سے مقبرہ میں ملے انھوں نے واپسی پر ہمیں بتایا کہ مولوی عبد الرحیم امیر مجاہدین کے ایلچی کی حیثیت سے آیا ہے تاکہ نائب السلطنت (پرنس نصر اللہ خاں) سے ملاقات کرے۔

انھوں نے بتایا کہ مولوی عبد الرحیم ایک سرائے میں ٹھہرے ہیں۔ اور بعض مصطفویٰ وجہ سے ہم سے علانیہ ملاقات نہیں کر سکتے۔ تاہم انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ نائب السلطنت پر تلوار زور ڈالیں گے کہ ہمارے ساتھ بہتر سلوک ہو۔

جہاں تک مجھے علم ہے۔ یہ مولوی عبد الرحیم کا پہلا سفر کابل تھا۔ اور کوئی قابل

گوکریات پیش نہیں آئی۔ اس اشارہ میں طلباء گھر سے چلے آئے پر کچھ تیار ہے تھے اگر میں یقین ہوتا کہ ہندوستان میں واپس آنے پر میں سزا نہیں دی جائے گی تو ہم میں سے بہت سے طالب علم اب تک اپنے گھر واپس آچکے ہوتے۔

مولوی عبدالرحیم نے ہمیں مشورہ دیا کہ حاجی عبدالرزاق سے خفیہ طور پر رابطہ رکھیں کیونکہ وہ نائب السلطنت (پرنس نصر اللہ خاں) کا متحد افسر ہے۔ وہ ایک پر جوش مسلمان ہو کے علاوہ سرحد پار کے علاقہ یاغستان اور نائب السلطنت کے درمیان واسطہ کا بھی کام کرتا ہے۔

بعد میں مجھے کچھ طالب علموں نے بتایا کہ مولوی عبدالرحیم نے نائب السلطنت سے گوئی بارود کے کچھ کبس لئے ہیں۔ اور وہ مجاہدین کے لئے ان کو اپنے ہمراے لے گیا ہے۔ اس اشارہ میں ہم نے حبیبیہ کالج کے شیخ ابراہیم سے سنا کہ دہلی کے مولوی عبید اللہ جو بہت لائق مولوی ہیں اور اس کے چیلنے دوست ہیں وہ بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے آگئے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ قذافی پہنچ چکے ہیں اور کابل آرہے ہیں۔

طالبہ کی پرنس عنایت اللہ خاں سے ملاقات

(ایک موقع پر کچھ طالب علم دریا کے کنارے پہنچ گئے واپسی پر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے پرنس عنایت اللہ خاں سے ملاقات کی ہے۔ جبکہ وہ نوٹ

میں گھوم رہے تھے۔ پرنس نے موٹر روک کر ان سے گفتگو کی۔ اور کہا کہ اپنا دل نہ توڑیں اور ہمت قائم رکھیں۔ اس وقت پرنس ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ ہیٹ میرے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کرو میں دل سے پکا مسلمان ہوں۔

کچھ دن بعد جب کہ شیخ عبدالقادر خوشی محمد اور میں ٹہلنے جا رہے تھے پرنس کے سکریٹری مرزا احمد عمر نے ہمیں اطلاع کرائی کہ پرنس ہم میں سے کچھ طلباء سے اگلی صبح کو ملاقات کرنی چاہتے ہیں۔ چنانچہ اگلی صبح شیخ عبدالقادر خوشی محمد اور میں پرنس کے بنگلہ پر پہنچے پہلے ہم کھانا کھلایا گیا پھر اس کے حضور میں پیش کیا گیا وہ بہت فیاض تھا اس نے ہمیں دیکھ کر اظہارِ مسرت کیا۔ اس نے ہم سے دریافت کیا اور ہم نے اسے وہ وجوہات بتائیں جن کی

بنار پتہ میں نے ہندوستان کو چھوڑا۔ اُس نے کہا ہمیں دل شکستہ نہ ہونا چاہیے۔ اور تمہارے
کیس پر توجہ ہو رہی ہے۔

کابل میں جرمن مشن کی آمد اور اس وقت تک ہم کو تو الی ہی میں تھے کہ ہمیں بل
میں جرمن مشن کی آمد کی اطلاع ملی۔ اس پر
افغانوں میں بڑا جوش و خروش تھا عام لوگوں
کو اس مشن کے اغراض و مقاصد کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا لیکن انھوں نے سمجھ لیا کہ وہ
سلطان ترک کی طرف سے آئے ہیں جن کی خواہش ہے کہ شیخ الاسلام کے فتویٰ جہاد کی تعمیل
میں افغانستان بھی جنگ میں شامل ہو جائے۔

عام لوگ مشن کی آمد سے بہت خوش تھے اور حکومت برطانیہ کے خلاف ہتھیار
اٹھانے کے حق میں تھے۔ ہماری پارٹی میں سے عبد الحمید اس وقت سول ہسپتال میں داخل
تھا اس ہسپتال کا انچارج ایک نرک ڈاکٹر منیر بے تھا۔ ہم عبد الحمید کے پاس اکثر ہسپتال
جایا کرتے تھے۔ راجہ مہندر پرتاب۔ کاظم بے اور مشن کے جرمن افسر ڈاکٹر منیر بے سے اکثر
ملنے آیا کرتے تھے۔

اس اثناء میں پشاور سے چار مزید نوجوان کابل پہنچ گئے تھے۔ ان کو بھی ہم سے
الگ ایک مکان میں پولیس کی نگرانی میں رکھا گیا۔ میں ان کے صرف نام بتا سکتا ہوں
جو یہ ہیں۔

(۱) فقیر محمد۔

وٹرنری گریجویٹ

(۲) عبد الوحید

طالب علم پشاور اسکول۔

(۳) فضل قادر

طالب علم اسلامیہ اسکول

اس اثناء میں ہمیں کو تو الی سے شاع عاشقان عارفان کے ایک مکان میں منتقل کر دیا گیا ایک
ہمیں اپنی پارٹی کے ایک ممبر کے ذریعہ اطلاع ملی کہ مولوی عبد الرحیم نے کہا ہے کہ وہ کچھ
دن سے کابل میں جامع مسجد سرائے میں مقیم ہے۔ اور ہم میں سے کسی ایک شخص سے اس
مسجد میں ملنا چاہیے۔ جو ہمارے مکان کے منتقل ہے۔ چنانچہ میں مقررہ جگہ پہنچا۔

اس نے بتایا کہ عبدالرزاق کے واسطے سے وہ پرنس نصر اللہ سے کئی بار ملاقات کر چکا ہے
اسے مکمل امید ہے کہ عنقریب ہمیں آزاد کر دیا جائیگا۔ اور ہماری حالت بہتر ہو جائے گی۔
میں نے اس سے الاؤنس کی کمی اور جس مکان میں قیام تھا اس کی شکستہ حالت کے بارہ
میں شکایت کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ قیام کا بل کے دوران وہ ہماری ان مشکلات کا ازالہ
کر دے گا۔

چند ہی دن بعد ہم کو ایک بہتر مکان میں منتقل کر دیا گیا جو اب بقیہ مکان کے مقابلہ میں
بہت بہتر تھا۔ مولانا عبید اللہ اور حبیبہ کالج کے مولوی محمد علی اور شیخ ابراہیم بھی اس مکان
کے ایک حصہ میں مقیم تھے۔ وہ بڑے سہارے اور مہربان تھے۔ جلد ہی ہم ان کے دوست بن گئے
ہماری ہم کامیابی کا سبب اہم دورہ اب شروع ہوا۔ جس کی وجہ ان لوگوں کے ساتھ ہمارا
تعلق خصوصی تھا۔ ایک طرف تو ہم مولوی عبید اللہ محمد علی اور ابراہیم کے زیر اثر تھے جو مکان میں
ہمارے شریک تھے۔ جب کہ دوسری طرف ہمارا رابطہ راجہ مہندر پرتاب کاظم بیگ اور
جرمن مشن کے مولوی برکت اللہ سے تھا جن سے ہم ڈاکٹر منیر بے سے ملاقاتوں میں متعارف
ہوئے تھے۔

امیر کی سخت ہدایت تھی کہ کوئی جرمن مشن کے ممبروں سے ملاقات نہ کرے۔ اس لئے
جرمن مشن کے ممبروں اور مولوی عبید اللہ سے ملاقاتوں کے لئے ڈاکٹر منیر بے کے دفتر کو
خفیہ مشورۂ گاہ بنایا گیا۔ عبدالرحیم نے اس جگہ ان سے کئی ملاقاتیں کیں۔

۱۔ راجہ مہندر پرتاب۔

۲۔ مولوی برکت اللہ

۳۔ کاظم بے ترک فوجی افسر جس کو انور بے نے اس مشن کے ساتھ قسطنطنیہ سے خاص
طو سے بھیجا تھا۔ (یہ مشن کے ممبر ہیں جو "باغ بابر" میں مقیم تھے)

۴۔ ان ہینرکٹ جرمن باشندہ تھا حکومت جرمنی نے اسے نائندہ بنا کر وفد بھیجا تھا۔

۵۔ کیپٹن سینڈیر میر جرمن ملٹری افسر جو ایران میں جرمن نقل و حرکت کا افسر

اعلیٰ تھا۔

عبداللہ کابل میں اور طلباء پہنچے ہی معین السلطنت پرنس عنایت اللہ خاں اپران کا اثر پڑنے لگا۔ جس نے اس کا تعارف نائب السلطنت -

پرنس نصر اللہ خاں سے کرایا۔ اور آخر الذکر نے اسکی عزت و تکریم اور اس پر اعتماد اور بھروسہ شروع کر دیا۔ اس طرح عبداللہ کابل پہنچنے کے ایک مختصر مدت کے اندر کابل کی سیاست کا ایک اہم شخص بن گیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پرنس نصر اللہ خاں نے اس کو ایک معقول تنخواہ کی پیش کش کی۔ لیکن اُس نے یہ رستم قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ وہ انہیں کچھ دلانے کیلئے وہاں آیا ہے۔ نہ کہ ان سے کچھ لینے کے لئے۔

مجھے عبداللہ سے معلوم ہوا کہ ابتداء میں اس کے اشارہ پر مولوی محمد علی اور شیخ ابراہیم کابل گئے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ ان مولویوں نے محمود حرنزی پر اثر قائم کر لیا تھا جو پرنس عنایت اللہ خاں کے خسر اور سرسراج الاخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ اور اول الذکر کے ذریعہ آخر الذکر پر اپنا اثر جمالیا تھا۔

اُس نے کہا پرنس عنایت اللہ خاں کی ہدایت کی تعمیل میں وہ کابل آئے ہیں۔ وہ محمد علی اور ابراہیم کے ہمراہ رہتا تھا۔ اس کے تین ساتھی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ محمد علی (اس کا بھتیجا) ۲۔ عبداللہ (سندھی) (۳) ایک دیگر شخص جس کا نام معلوم نہیں۔

عبداللہ جب مشن کے ممبروں سے ملاقات کرنے جاتا تھا۔ تو بالعموم مجھ کو ساتھ لے جاتا تھا۔ اور میں کئی میٹنگوں میں موجود رہتا تھا۔

راجہ مہندر پرتاب کا مشن سے رابطہ کے باعث مجھے راجہ مہندر پرتاب سے معلوم ہوا کہ جنگ کے شروع میں وہ ہندوستان سے جرمنی چلا گیا تھا۔

کابل میں اصل مشن قسیم راجا خاندان سے تعلق کی بنا پر اور بعض حکمران راجاؤں سے تعلق کی بنا پر اس کا کئی ہندوستانی حکمرانوں سے رابطہ تھا۔ انھوں نے اس سے وعدے

کئے تھے کہ اگر کسی غیر ملکی طاقت نے ہندوستان کو برطانوی جوئے سے آزاد کرانے کی کوشش کی تو وہ مدد کریں گے۔ وہ براہ سونہر لینڈ جرمنی پہنچا تھا۔

مولوی برکت اللہ چٹوپا دھیائے ہر دیال اور دو سکھ ہندوستانی بھی اس وقت وہاں تھے اور انہوں نے انڈیا سوسائٹی کی تشکیل کی تھی۔ جس کا مقصد ہندوستان کو غیر ملکی غلامی سے نجات دلانا تھا۔

اس سوسائٹی کا خیرہ جرمن روپیہ سے چلتا تھا۔ جو حکومت جرمنی اس سوسائٹی کو بطور قرض دیتی تھی۔ اُن ہندوستانیوں کے اخراجات بھی اس فنڈ سے پورے ہوتے تھے۔ راجہ درہل اس سوسائٹی کی دعوت پر جرمنی گیا تھا۔

سونہر لینڈ پہنچ کر اس نے اس شرط پر جرمنی جانا قبول کیا کہ قیصر **قیصر جرمنی اور سلطان ترکی سے راجہ کی ملاقات** دے اور اس سے ملاقات کرے۔ یہ شرط منظور کر لی گئی۔ چنانچہ وہ برلن کو روانہ ہو گیا جہاں ان شرائط کو پورا کیا گیا۔ اس نے کچھ

عرصہ جرمنی میں قیام کیا جب کہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہندوستانی، ترکی اور جرمنی باشندوں کا ایک مشترکہ مشن راجہ کی سربراہی میں قیصر جرمنی اور سلطان ترکی کے خطوط اور جہاد کے فتویٰ کے ساتھ افغانستان کو روانہ کیا جائے یہ مشن بھیجنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ترکی اور جرمنی میں ظلم خیال یہ تھا کہ شیخ الاسلام کے ادنیٰ سے اشارہ پر افغانستان علم جہاد بلند کر دے گا۔ راجہ مہندر پر تاپے سلطان ترکی اور انور پاشا سے ملاقاتیں کیں وہ ان کے یہ خطوط لایا تھا۔

(۱) ہندوستان کے تمام والیان ریاست کے نام جرمن چانسلر **راجہ مہندر پر تاپے** کے تحریر کردہ خطوط۔ میں نے راجہ کے پاس یہ خطوط دیکھے تھے ان میں سے ہر خط دوہرے کاغذ پر تھا۔ ایک خبیث جرمن میں تھا اور

دوسرا اُس ریاست کی زبان میں تھا۔ جس کے حکمران کو یہ خط لکھا گیا تھا۔

میرا خیال ہے یہ دو درجن خطوط تھے اور اگرچہ طویل مدت گزر چکی ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ان خطوط میں مکتوب الیہم کو بھڑکایا گیا تھا کہ وہ اپنی اور ہندوستان کی مدد کریں۔ اور ملک کو برطانیہ کی غلامی سے نجات دلائیں۔ اور جرمنی ہندوستان کی آزادی کے

تحفظ کی ضمانت دیگا۔ مجھے یاد ہے کہ ان خطوط میں راجہ مہندر پرتاب کو عالی خاندان کہا گیا تھا اور ان خطوں میں اسے مشن کا سربراہ قرار دیا گیا تھا۔

۲۔ جرمن چانسلر کے خطوط امیر کابل اور رانا نیپال کے نام ان خطوں کا متن اگرچہ ایک دوسرے سے ملتا جلتا تھا لیکن ان خطوں کے متن سے مختلف تھا جو ہندوستانی والیا ریاست کو بھیجے گئے تھے۔ ان خطوں میں اصرار کیا گیا تھا کہ ہندوستان کو آزاد کرانہیں وہ راجہ مہندر پرتاب کی مدد کریں۔ یہ خطوط بھی دونوں یعنی جرمن اور ان ملکوں کی مقامی زبانوں میں تھے۔

۳۔ شیخ الاسلام کے جاری کردہ فتویٰ جہاد کی ایک نقل

مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ سلطان ترکی اور انور بے کے خطوط بنام امیر کابل بھی راجہ سائیکہ لایا تھا۔ لیکن نہ تو میں نے انہیں دیکھا نہ ان کے متن کا مجھے علم ہو سکا۔ مشن کے ہمراہ کلمے بھی تھا۔ جو استنبول کا ایک فوجی افسر تھا۔ اُس نے راستہ میں بڑی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔

ایران میں روسیوں نے ان کے سامان کا بڑا حصہ لوٹ لیا تھا جس میں امیر اور اس کے درباریوں کے لئے قیمتی تحائف بھی شامل ہیں۔ مشن کے ہمراہ چار پانچ آفریدی بھی تھے۔ میرے خیال میں یہ یوگ فرانس میں برطانوی فوج سے بھاگ گئے تھے۔

اس مشن کو باغ باہر میں ٹھہرایا گیا تھا۔ حکومت افغانستان اس کی بڑی مہم نوازی کرتی تھی۔ راجہ مہندر پرتاب اور جرمن و ترک افسروں نے امیر سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ راجہ سے عبید اللہ کی پہلی ملاقات کے وقت جو ڈاکٹر منیر بے کے دفتر میں ہوئی تھی اتفاق سے میں بھی موجود تھا۔ تب راجہ نے گفتگو کے دوران کہا تھا کہ وہ امیر سے کچھ وعدے حاصل کر رہے ہیں۔ کامیاب ہو گیا ہے۔ اور اگر اب بھی ہم ہندوستان کو آزاد کرانے میں کامیاب نہ ہوں تو یہ ہمارا اپنا قصور ہو گا۔

اُس نے کہا تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جس کو وہ ہندوستان بھیج سکے اُس نے عبید اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس بارے میں اس کی مدد کرے۔ عبید اللہ نے ایسا

کرنے کا وعدہ کر لیا۔ عبداللہ نے راجہ سے اور بھی ملاقاتیں کیں جن میں میں موجود نہ تھا۔
عبداللہ نے محمد سے کہا کہ راجہ بعض خطوط اور فتوے ہندوستان کو بھیجنے چاہتا ہے
اس نے خطوط کی کوئی تفصیل نہیں بتائی۔ اور بعد میں مولوی عبداللہ سندھی اور ایک دوسرا
شخص (فتح محمد) یہ خطوط لے کر خفیہ مشن پر ہندوستان کو روانہ ہوئے لیکن پھر وہ واپس
نہ آئے۔ شیخ ابراہیم اور محمد علی کو سب کچھ معلوم تھا اور عبداللہ ان معاملات میں ان سے
مشورہ کیا کرتا تھا۔

حکومت موقتہ ہند کی تشکیل
وقت گزرتا رہا۔ اور عبداللہ نے مجھے بتایا کہ راجہ نے حکومت موقتہ
ہند کی تشکیل کر لی۔ حسین وہ راجہ صدر ہے۔ اور مولوی برکت اللہ
وزیر اعظم ہیں۔ اس بارہ میں میں نے کوئی دستاویز نہیں دیکھی۔
یہ منصوبہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔

اس مجوزہ حکومت کے افسروں اور عہدہ داروں کی فہرست کابل سے میری روانگی
کے بعد تیار ہوئی ہوگی۔ بعد میں مجھے راجہ اور عبداللہ سے معلوم ہوا کہ امیر اس شرط پر اٹھ کھڑے
ہونے کے لئے تیار ہو گیا تھا کہ یا تو افغانوں کا ساتھ دینے کے لئے کافی فوج افغانستان پہنچ
جلے یا ہندوستان میں عام بغاوت پھیل جائے۔

اس معاملہ کو آگے بڑھانے کے لئے راجہ کچھ نہ کچھ کر نیکا انتہائی خواہشمند تھا لیکن
اس کے پاس فوج نہیں تھی۔ اور ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات
اس قدر مضبوط نہیں تھے کہ بغاوت برپا کر سکے۔ چنانچہ وہ بالکل بے بس تھا۔

ایک مرتبہ میں نے اسے کہتے سنا کہ کئی راجاؤں نے اور مہاراجہ بڑودہ نے خصوصیت سے
پختہ یقین دہانی کی تھی۔ ان دوسرے راجاؤں کے نام ایسے ظاہر نہیں کئے۔ ایک مرتبہ اس نے
کہا تھا کہ نیپال نے برطانیہ کو جوا دہی ہے۔ وہ محض دھوکہ ہے۔ اس لئے اس مشن کی
سرگرمیاں محض مذاکرات اور بات چیت تک محدود تھیں۔

اس وقت تک یہ خفیہ مذاکرات مول ہسپتال میں ہوا کرتے تھے۔ میرے خیال میں
یہ سلسلہ کے شروع کی بات ہے کہ پرنس نصر اللہ خاں نے راجہ اور عبداللہ کو اجازت دیدی

کہ ایک دوسرے سے حاجی عبدالرزاق کے مکان پر شورہ کر لیا کریں۔ ان مواقع پر بالعموم میں عبد اللہ کیا خفیہ مشوروں میں جایا کرتا تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ مجھے معلوم ہو گیا کہ مشن کے جرمن ممبران امیر کے رویہ سے مطمئن نہیں۔

مشن کے بارہ میں
مشن کی آمد کے فوراً بعد ہی کابل میں خاص سرگرمیاں دیکھنے میں آئی تھیں۔ اور امیر نے فوج کا خصوصی معائنہ کیا تھا۔ جرمن افسروں کی نگرانی میں افغان فوجی حکام نے کابل کے چاروں طرف خندقیں کھودنی شروع کر دی تھیں یہ بھی افواہ تھی کہ افغان سردار خاندان کے نوجوان اور دوسرے فوجی افسر بلخ، بابر میں سٹینڈ میر کے پاس جا کر فن جنگ سیکھتے تھے اور اس کے لکچر سنتے تھے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جرمن مشن کے مختلف ممبروں نے امیر کے اسلحہ اور گولی بارود بنانے کے کارخانوں کا معائنہ کیا تھا۔ اور ان کو بہتر کرنے اور ان میں ترمیم کرنے کے سلسلہ میں تجاویز پیش کی تھیں۔ جرمن افسر کئی بار امیر کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور امریکا کہ برطانیہ کے خلاف جنگ شروع کرنے کے لئے ایک تالیف کا تعلق کرے۔ سنا گیا ہے کہ امیر نے کبھی صاف انکار نہیں کیا جب وہ اس سے درخواست کرتے وہ ان کو صبر و تحمل کی تلقین کرتا اور کہتا کہ وہ اس معاملہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر رہا ہے یہ بھی افواہ تھی کہ جرمن مشن کو امیر پر سخت غصہ تھا کہ وہ ان کا وقت خالی وعدوں میں گنوا رہا ہے۔

تاہم راجہ مہندر پرتاب ان سے متفق نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مشرق کی روایات ہی ایسی ہیں۔ اور جرمن افسران اپنے عجلت پسندانہ رویہ کے باعث اچھے امکانات کو ضائع کر رہے ہیں۔ جرمنوں کو شکایت تھی کہ ان کی امیر سے جو گفتگو ہوتی ہے اس کا اکثر حصہ انگریزی اخبارات میں شائع ہو جاتا ہے۔ وہ الزام لگاتے تھے کہ امیر وہ ہر کردار ادا کر رہا ہے اور فی الحقیقت وہ حکومت برطانیہ کا حامی ہے۔

میری اپنی رائے یہ ہے کہ وہ افغان رائے عامہ سے ڈرتا تھا جو جہاد کے حق میں تھی۔

اور لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے وہ بظاہر جرم منشی کی موافقت کرتا تھا۔

ڈاکٹر مہر اسنگہ اور ہرنام سنگہ پنجاب بھاگے ہوئے تھے انہیں بھی ہمارے ساتھ ہی بلڈنگ میں ٹھہرایا گیا۔ ہمیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ گرفتاری سے بچنے کے لئے افغانستان کو فرار ہوئے ہیں۔ ابتداء میں ان کو جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ بعد میں افغان گورنمنٹ نے ان کو رہا کر دیا تھا۔

مولوی عبدالرحیم کی سرگرمیاں
مولوی عبدالرحیم زیادہ تر مجاہدین کے ساتھ رہتے تھے لیکن کبھی کابل بھی آ جایا کرتے تھے۔ وہ انتہائی محتاط آدمی تھے اور اپنی سرگرمیوں کے بارہ بے حد خفا رکھتے تھے اور رازداری سے کام لیتے تھے جب بھی وہ کابل آتے تھے تو ہمارے پاس ضرور آتے تھے۔

مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجاہدین کے نمائندہ کی ہی نہیں بلکہ سرحد پار کے علاقہ میں پرنس نصر اللہ خاں کے ایلی بھی تھے۔ تاکہ جب بھی موقع آئے افغانستان کے ساتھ متحدہ اقدام کر سکیں ان کو اختیار ملا ہوا تھا کہ جس شخص کو اپنے ہمراہ لانا چاہیں اسے براہ راست افغانستان پاسپورٹ جاری کر دیں۔

مولوی عبدالرحیم نے کہا تھا کہ وہ مختلف خانوں کے پاس سرحد پار کے علاقہ میں پرنس نصر اللہ خاں کے خطوط لے جاتا ہے۔ اور پرنس نصر اللہ خاں نے ان خانوں کا سالانہ وظیفہ مقرر کر رکھا ہے انہوں نے مزید بتایا کہ حاجی ترنگ زئی بہت سے افغانوں اور ہندوستان کے ساتھ جیسے کہ فضل محمود۔ فضل ربی سرحد پار کے علاقہ میں لوگوں کو بھڑکار رہے ہیں۔ اور برطانوی فوجوں میں اور سرحد پار کے قبائلیوں میں کئی جھڑپیں ہو چکی ہیں۔ جن کی تنظیم حاجی ترنگ زئی نے کی تھی۔

اس نے مزید کہا کہ بہت سا گولی بارود اور روپیہ اس تحریک کو سرحد پار کے علاقہ میں پھیلائیے لئے نصر اللہ خاں نے دیا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے بہت سے مراکز قائم کئے جا رہے ہیں۔

عبدالرحیم جب کابل آتا تو عبدالرزاق سے علیحدہ ملاقات کرتا چند مرتبہ حب میں سے

ہمراہ عبدالرزاق کے مکان پر گیا تو اس نے ہمارے الاؤنس بڑھانے کی ہدایات کی۔ بالعموم میں
 اُن خفیہ مشورہ میں شامل ہوا کرتا تھا جو راجہ مہندر پرتاب برکت اللہ عبید اللہ اور کاظم بے
 کے درمیان حاجی عبدالرزاق کے مکان پر ہوا کرتے تھے۔ عام موضوع یہ ہوتا تھا کہ افغانستان
 سے کسی طرح برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کرایا جائے۔ اس جگہ پر سب سے پہلے یہ تجویز سامنے
 آئی تھی کہ افغانستان کے شاہی خاندان کے کسی شہزادہ کو حکومت موقتہ ہند کا صدر
 بنایا جائے۔

ڈاکٹر صدر الدین کی
کابل میں آمد
 ڈاکٹر مقرر سنگھ اور ہرنام سنگھ کی آمد کے بعد کابل میں ڈاکٹر
 صدر الدین مولوی عبدالرحیم کے ہمراہ نمودار ہوئے۔ اور اس کے
 ہمراہ ایک سرائے میں مقیم ہوئے۔ کچھ دن بعد عبدالرحیم سرحد پار
 کے علاقہ کو چلا گیا۔

ڈاکٹر صدر الدین ہمارے ساتھ مقیم ہوئے اس نے کہا کہ وہ سرحد پار علاقہ کی حالت
 دیکھنے کے لئے ہندوستان سے آیا تھا۔ اُس نے شکایت کی کہ مولوی عبدالرحیم نے اس کے
 ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اُس نے اس پر برطانوی جاسوس ہونی کا شبہ کیا اور
 اپنے اعتماد میں نہیں لیا۔ اس نے تقریباً ایک ماہ تک قیام کیا اور پھر کابل سے روانہ ہوا
 اس نے کہا کہ وہ سرحد پار کے علاقہ کو جا رہا ہے۔

روس کو مشن
 بعد میں حاجی عبدالرزاق کے مکان پر راجہ مہندر پرتاب مولوی
 برکت اللہ اور عبید اللہ مشورہ ہوا مہندر پرتاب نے کہا ایک
 وفد کو روس روانہ کیا جائے۔ عبید اللہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اس نے کہا کہ پرنس نعر اللہ خاں سے مشورہ کر لیا گیا ہے اور اس نے ڈاکٹر مقرر سنگھ کا
 نام تجویز کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک مسلمان بھی ڈاکٹر مقرر سنگھ کے ساتھ جائیگا۔ پھر
 عبید اللہ نے خوشی محمد کا نام تجویز کیا۔

راجہ صاحب کے بیان کے مطابق اس مشن کا مقصد یہ تھا کہ روسی حکومت میں ایسا
 انتظام کیا جائے کہ اگر افغانستان جرمنی کے حق میں جنگ میں شامل ہو تو روس

داخلت نہ کرے۔

چنانچہ ڈاکٹر تھراسنگھ اور غشی محمد سردار شمشیر سنگھ اور مرزا محمد علی کے فرضی ناموں سے دو کاپی ملازمین کے ہمراہ جن میں ایک سکھ (آیا سنگھ کاپلی) اور ایک مسلمان (عبدالحق کاپلی) تھا۔ روس روانہ ہوئے۔

راجہ نے ان دونوں ایلیچیوں کو حسب ذیل اشیاء دیں۔

۱۔ ایک سونے کی پلیٹ جس پر زار کی تعریف و توصیف تھی۔

۲۔ روسی ترکستان کے سرحدی محاذوں کے نام ایک خط۔ جس میں اُن سے کہا گیا تھا کہ ان ایلیچیوں کو تاشقند پہنچا دیں۔ جہاں سونے کی بیٹشتہ ی گورنر جنرل کے حوالہ کی جانی تھی تاکہ اسے زار روس کے پاس بھجوا دے۔

۳۔ وزیر اعظم حکومت موقتہ ہند بکرت اللہ کے دستخطوں سے تاشقند کے گورنر جنرل اور روسی حکومت کے وزیر اعظم کے نام خطوط۔

پہلے خط میں درخواست کی گئی تھی کہ دوسرے خط مکتوب الیہ کو پٹر و گراؤ بھجوا دیا جائے۔ اس خط میں راجہ نے اپنے مشن کی اور اُس کے مقاصد کی تفصیل بیان کی تھی اور لکھا تھا کہ برلن اور قسطنطنیہ میں اس کا کس طرح احترام کیا گیا ہے۔ اس نے مزید لکھا تھا کہ روس کی سلطنت جو ایشیا و افریقہ دونوں براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہندوستان کا بارہا لا تعلق اور بے پروا نہیں رہ سکتی۔ اسے اشارہ لکھا تھا کہ اگر اسے روس مدعو کیا جائے۔ تو وہ وہاں جانے کو تیار ہے۔ بشرطیکہ روسی فوج کا ایک جنرل سرحد پر اس کا استقبال کرے۔ اس کے بعد روس جانیوالا مشن کابل سے روانہ ہو گیا۔ راجہ نے دو ایک مرتبہ ہندوستان میں برطانیہ کے زیر سرپرستی ہندوستان کی خود مختار حکومت کے سوال پر بات چیت کی تھی۔ اور کہا تھا کہ اگر ہندوستان نے اتنا ہی حاصل کر لیا۔ تو میں اسے کافی سمجھوں گا اور سمجھ لوں گا کہ میرا مقصد حاصل ہو گیا۔ تاہم وہ کہتا تھا کہ حکومت برطانیہ خود مختار حکومت کے جو اصل معنی ہیں۔ ان معنوں کے مطابق ہندوستان کو کبھی حکومت نہیں دے گی۔

میر خیال یہ ہے کہ جب افغانستان میں اس کی اسکیم ناکام ہو گئی اور وہ اپنی بے عملی اور غیر سرگرم زندگی سے تنگ آ گیا۔ تو اس نے اس ملک سے خاموشی کے ساتھ نکل جانا چاہا۔ ایران میں برطانیہ کی شدید نگرانی کے باعث وہاں سے گذر کر جانا بہت خطرناک تھا۔ میر خیال ہے کہ اس کا ارادہ تھا کہ افغانستان سے روس کے مہمان کی حیثیت میں خاموشی کے ساتھ نکل جائیگی کوشش کرے۔ اس طرح وہ آزاد ہوتا کہ جہاں چاہے جائے۔ وہ اکثر جاپان کا ذکر کرتا تھا۔ اور اسے اپنی منصوبہ بندی کے لئے مناسب ترین مقام سمجھتا تھا۔

قصر بابر میں عشاء | میر خیال ہے کہ اسی دوران راجہ مہندر پرتاپ نے قصر بابر میں پرنس نصر اللہ خاں کے اعزاز میں ڈنر دیا۔ مولوی عبید اللہ نے مجھے بتایا کہ راجہ مہندر پرتاپ اس سے کہا تھا کہ وہ اس ڈنر کا اہتمام کرے۔ کیونکہ راجہ حکومت افغانستان کا مہمان ہونے کے باعث ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ مولوی محمد علی نے ذمہ داری لی کہ اپنے ملازم نواب کے ذریعہ سارے انتظامات کرے گا۔

قصر بابر کو جاتے ہوئے مولوی محمد علی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس ضیافت کا اہتمام انھیں اس کی مدد کروں۔ چنانچہ عام انتظام و انصرام میں میں نے اس کا ہاتھ بٹایا۔ ڈنر میں یہ لوگ شامل ہوئے۔

سردار نصر اللہ خاں۔ پرنس عنایت اللہ خاں۔ راجہ مہندر پرتاپ۔ مولوی عبید اللہ اور مولوی برکت اللہ۔ محمد علی اور میں کھانا پیش کئے جانے سے قبل ہی چلے آئے۔ لیکن جہاں مجھے علم ہے۔ اس دعوت میں کوئی سیاسی بات نہیں ہوئی۔

مسلم مالک کے دورہ | مولوی عبید اللہ نے جرمن مشن کی سرگرمیوں میں نمایاں طور سے حصہ لیا تھا۔ وہ طالب علموں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ تعلیم کے لئے عبید اللہ کا منصوبہ دوران وہ بالعموم مذہب کے سیاسی پہلو پر زیادہ زور دیتے تھے۔

خصوصیت کے ساتھ جہاں داور قربانی کے فریضہ پر زور دیتے تھے۔ اس نے مولوی محمد علی، شیخ ابراہیم سے اور مجھ سے کہا تھا کہ تینوں سلامی ملکوں ترکی

ایران اور افغانستان کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے۔ کہ وہ سول اور فوجی ترقی میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔

اس کا فوری منصوبہ یہ تھا کہ سرحد پار کے علاقہ کے تمام ملا اور خان اور ہندوستان کی ویسی ریاستوں کے حکمران امیر سے وفاداری کا حلف لیں۔ اس طرح امیران ریاستوں کا مذہبی و سیاسی لیڈر بن جائے۔

اُس نے کہا کہ مولوی عبد الرحیم عرف بشیر نے نائب السطنت کے ایما پر یہ کام افغانستان میں مکمل کر لیا ہے۔ اور مختلف خوانین، امیر المجاہدین اور حاجی ترنگ زئی کے تحریر حلف نامے لے آئے۔ لیکن سرحد پار کے کچھ علاقے ایسے بھی ہیں۔ جہاں ابھی تک مولوی عبد الرحیم نہیں جاسکا ہے۔ ان علاقوں پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اُس نے کہا کہ ہندوستانی والیان ریاست کے بارہ ہیں وہ خود ہی انتظام کر سکتا ہے۔ لیکن اسکی تفصیل اس نے نہیں بتائی۔ اسے کہا کہ افغانستان اور ترکی کو متحد کرنے کا کام عنقریب مکمل ہو جائیگا۔ کیونکہ مولانا محمود الحسن اسی مقصد کے لئے ترکی گئے ہوئے ہیں۔

یہ اسی دوران کی بات ہے کہ امیر نے اپنے مختلف صوبوں کے نمائندوں کو کابل میں مدعو کیا۔ کابل میں وہ کئی باہر حکومت کے مہمان رہے۔ ان میں اسلام پور کے سید پاشا صاحب اور سرکانی کے حضرت صاحب قابل ذکر ہیں۔ سرحد پار کے ملاؤں سے جن کے نام مجھے معلوم نہیں نائب السطنت نے ملاقات کی تھی۔ اور ہدایت کی تھی کہ بوقت ضرورت متحدہ کارروائی کے واسطے تیار رہیں۔

مجھے معلوم ہوا کہ سردار نے اس امر کی وضاحت نہیں کی۔ کہ کس کے خلاف یا کس وقت یہ کارروائی کی جائے گی۔ چند دن بعد امیر نے افغانستان کے ملاؤں اور خانوں سے دربار میں خطاب کیا۔ اس کی تقریر سے جو سراج الاخبار میں شائع ہوئی تھی میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ امیر نے افغانستان کے طول و عرض میں حکومت اور قوم کے اتحاد پر سخت زور دیا ہے کیونکہ اس وقت تک جرمن مشن موجود تھا۔ اس لئے امیر کی تقریر کے سلسلہ میں مختلف افواہیں پھیل گئیں۔

افغان برطانیہ کے خلاف اعلانِ جہاد کے انتہائی خواہش مند تھے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ امیر عوام کو مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ کچھ اور لوگوں کا خیال یہ تھا کہ امیر ہندوستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

میں کسی اندیشہ کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ افغانستان میں ترکی کے حق میں عام احساسِ اتنے زیادہ ہیں کہ جب شریعت مکہ کے اعلانِ آزادی کی خبر افغانستان پہنچی تو لوگوں کی اکثریت نے اس کا یقین نہیں کیا۔ اور جن لوگوں نے اس کا یقین کیا انھوں نے شریف کو گندے اور رکیک ترین القاب سے نوازا۔

مولوی سیف الرحمن کا اس کے کچھ دن بعد مولوی سیف الرحمن کا بل پہنچے وہ عید کا پُرانا دوست تھا۔ وہ مسجدِ علیا حضرت میں ٹھہرے جہاں تھے اپنی ان سے ملاقات کی اس نے کہا کہ اُس نے پنجاب سے نقل وطن کیا ہے

ورودِ کابل

اور برطانیہ کے خلاف فوجی کارروائیوں میں حصہ لیا ہے۔

اس اثناء میں مولوی عبدالرحیم دوبارہ کابل میں نمودار ہوئے اس کے ہمراہ پنجاب کا ایک مفروز کلاسنگھ بھی تھا عبدالرحیم

کلاسنگھ کابل میں

کو ایک مکان میں ٹھہرایا گیا جو پرنس نصر اللہ خان نے اسے اور اس کے چند مجاہدین کو اور کلاسنگھ کو الاٹ کیا تھا۔

کلاسنگھ کو جو کلاسنگھ کے فرضی نام سے سفر کرتا تھا۔ عبدالرحیم نے کہا کہ سرحد پار کے علاقہ میں تحریک کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ حیرت میں مجاہدین کا ایک اور مرکز قائم کر لیا گیا ہے۔ مہمند قبائل کو برطانیہ سے توڑ لیا گیا ہے۔

کلاسنگھ ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ وہ پنجاب کا مفروز ہے اُس نے سرحد پر برطانیہ کے خلاف لڑائیوں میں حصہ لیا ہے۔

روس سے مشن مولوی عبدالرحیم اس وقت تک کابل میں تھے کہ ڈاکٹر مہتمم اور غوثی محمد تقریباً ۱۸ ماہ کی غیر حاضری کے بعد واپس آ گئے تھے کسی میں ان کے پاس کوئی خط نہ تھا۔ انھوں نے کہا کہ روسی حکام نے

کی واپسی

ماشقذ میں بڑی ہمان نوازی کی۔ لیکن خوشی محمد کی بیماری کے باعث وہ واپسی پر مجبور ہو گئے۔
ہونے کی طغتری اور خط پیو گراڈ کو روانہ کر دیا گیا ہے۔

ماشقذ میں حکومت روس کے ڈپوٹیک سکریٹری نے وعدہ کیا ہے کہ جب
بھی اس خط کا جواب آئیگا۔ اس کو فوراً کابل روانہ کر دیا جائیگا۔

میرا خیال ہے کہ اس مرحلہ پر میں نے باغ باہر میں دو نئے ہندوستانیوں کی آمد
کو محسوس کیا جن کے نام حسن علی اور عبدالعزیز تھے۔ ان کا مجھ سے یہ کہہ کر تعارف کرایا
گیا کہ یہ دو سرگرم اور قتال ہندوستانی نوجوان ہیں۔ جو ایران کے راستے بڑے خطرات اور
مشکلات کو برداشت کر کے افغانستان پہنچے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ برلن کی انڈین
سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ ان کی آمد کا اصلی مقصد مجھ کو کبھی معلوم نہ ہو سکا۔

لیکن ان کی آمد کے فوراً بعد ہی کابل میں جرمنوں نے واپسی کے لئے سامان ہاتھ
شروع کر دیا۔ اس لئے میں نے اور میری طرح راجہ ہند پر تاپ مولوی عبید اللہ اور مولوی
برکت اللہ نے قیاس کیا کہ وہ جرمن گورنمنٹ کا یہ حکم لے کر آئے ہیں کہ شش کے جرمن
افسر کابل سے چلے آئیں۔

راجہ ہند پر تاپ نے ان سے کابل میں ٹھہرنے کو کہا لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا۔
مجھے ان کے بارہ میں اور کوئی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہ بہت محتاط تھے۔

اسی اثناء میں مولوی فضل ربی فضل محمود اور عبدالعزیز جو حاجی ترنگ زئی کے
پیر و ہیں اور سہارنپور کے مولوی منصور (محمد میاں) کابل پہنچے اور مولوی عبید اللہ کے پاس مقیم
ہوئے جو اس وقت مراٹے نرنجن کے ایک کمرہ میں رہتا تھا۔ یہ سلسلہ ۱۹۱۷ء کے موسم گرما کی
بات ہے وہ کبھی کبھی ہم سے ملاقاتیں کیا کرتے تھے۔

ہمیں ان سے معلوم ہوا کہ مولوی منصور مدینہ سے آئے ہیں۔ جہاں سے ان کو دیوبند
کے مولانا محمود الحسن نے جو ہجرت کر کے عرب کو چلے گئے تھے۔ مولوی عبید اللہ کے پاس بھیجا
ہے مولوی منصور نے اطلاع دی کہ مولانا مدینہ میں تھے۔ جہاں حکومت ترکی نے ان کا
اعزاز کیا اور پاشا نے بتھیں نفیس ان سے ملاقات کی۔ اس نے مزید بتایا کہ مولانا

مولوی فضل رئی حاجی ترنگ زئی کے دو سرپرستوں نے نصر اللہ خاں سے مل کر کے یہ چاہا کہ حکومت افغانستان ان کو مجاہدین کی سطح پر رکھے جن کا افغانستان میں بڑا احترام کیا جاتا ہے۔ اور امیر دوست محمد کے زمانہ سے ان کو سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ ۱۹۱۶ء کے شروع میں عبید اللہ نے جرمن مشن کے ممبروں کے مشورہ سے تجویز پیش کی کہ حبیبیہ کالج کے محمد علی کو براہ ہندوستان اس خفیہ پیغام کے ساتھ جرمنی بھیجا جائے کہ افغانستان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے اگسٹ کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ایران کے راستہ کافی بڑی فوج افغانستان بھجادی جائے۔

جرمن مشن کے اراکین کے ساتھ خفیہ مشورہ میری موجودگی میں باغ باہر میں اس اور محمد علی کو خفیہ پیغام دیکر جرمنی بھیجنے کی تجویز تجویز پر مشورہ کیا گیا اور طے پایا کہ اس بارہ میں پرنس نصر اللہ خاں سے مشورہ کیا جائے۔

ایک ماہ بعد جرمن مشن کے ممبروں پرنس نصر اللہ خاں مولوی عبید اللہ محمد علی اور میرے درمیان رات کے نو بجے باغ باہر میں اس تجویز پر مشورہ ہوا۔ نصر اللہ خاں نے اس منصوبہ کی منظوری دیدی۔ اور کہا کہ اگر کافی جرمن فوج افغانستان پہنچ جائے۔ تو افغان برطانیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے امیر کے مشورہ کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ نصر اللہ خاں نے کہا کہ ضابطہ کے اعتبار سے محمد علی پرنس عنایت اللہ خاں کے ماتحت ہے۔ لہذا اس کی اجازت حاصل کرنی ناگزیر ہے۔ لیکن پرنس عنایت اللہ خاں کو کسی بھی حالت میں محمد علی کے مشن کے اصل مقصد کا علم نہ ہونا چاہئے اس کے بعد نصر اللہ خاں چلے گئے۔

اور طے پایا کہ محمد علی عنایت اللہ خاں کو طویل رخصت کے لئے درخواست پیش کریں اس مرحلہ پر پرنس نصر اللہ خاں کے چلے جانے کے بعد ایک تحریری دستاویز محمد علی کے حوالہ کی گئی کہ اس کے مضمون کو حفظ کر لیں۔ یہ کاغذ علیحدہ سائز کا تھا۔ اس کے دونوں طرف انگریزی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔

عبدالباری اور شیخ اللہ کی روانگی | شیخ اللہ نے اور میں نے اس مسئلہ پر کئی بار غور

خوش کیا تھا میں نے ایک منصوبہ بنا کر اس بارہ میں عبید اللہ سے گفتگو کی۔ میں نے وضاحت کی کہ افغانستان بحالت موجودہ اپنی ہیئت حاضرہ (وجود) کو قائم نہ رکھ سکے گا میں نے کہا اس وقت تک جو ترک افغانستان آئے ہیں وہ گھٹیا ترین آدمی ہیں۔ اور انھوں نے افغانستان کی ترقی کے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔

میں نے تجویز کیا کہ اگر روشن فکر ترکوں سے رابطہ قائم کیا جائے تو ان کو آسانی سے افغانستان کو ترقی دینے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ میری تجویز یہ تھی کہ ہم حکومت ترکی سے کہیں کہ وہ ان طریقوں سے افغانستان پر زیادہ توجہ کرے۔

(۱) افغانستان اور ترکی کے درمیان باقاعدہ قافلوں کی آمد و رفت ہوتا کہ دونوں قوموں میں زیادہ مفاہمت پیدا ہو سکے

(۲) حکومت ترکی پر زور ڈالا جائے کہ وہ ڈاکٹری، فوج، تعلیم، مالیات اور کان کنی کے ماہرین افغانستان روانہ کرے اس ملک کو ترقی دے۔

(۳) انور بے سے کہا جائے کہ وہ امیر پریزوروس کہ وہ افغان جوانوں کو مختلف شعبوں میں تعلیم کے لئے ترکی روانہ کرے۔

اس کا مطلوبہ اثر ہوا کہ عبید اللہ نے جس کا سردار نصر اللہ خاں پر ایسا اثر تھا کہ وہ جو چاہے اس سے کر سکتا تھا۔ اس بارہ میں اُس نے گفتگو کی اور شجاع اللہ کو اور مجھے ترکی بھیجنے کی اس سے منظوری لے لی۔ تاکہ ہم ترکی میں بہتر طبقہ کے لوگوں سے رابطہ پیدا کر سکیں۔

کچھ دن بعد مولوی عبید اللہ ہم دونوں کو سردار نصر اللہ خاں کے پاس لے گئے۔ سردار نے ہم سے دل بڑھانے والے لہجہ میں گفتگو کی اور ہمیں ہدایت کی کہ ہم انور بے کے پاس جائیں۔ اور ان پر زور دیں کہ ڈوسلم ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لانا کس قدر ضروری ہے۔

جب ہم روانہ ہونے کے لئے تیار تھے عبید اللہ راجہ مہندر پرتاپ اور میرے درمیان قصر باب میں خفیہ مشورہ ہوا کہ ہم اُسے کچھ خطوط قسطنطنیہ اور برلن کو روانہ کئے جائیں

ہم کو اخراجات سفر کے لئے ایک تئسو پونڈ دے گئے اور ہمیں انور پاشا سلطان
ترکی قیصر جرمن چانسلر اور چٹا پادھیائے نام کے ایک شخص کے لئے خطوط دے گئے ہمیں
ہدایت کی گئی تھی کہ راجہ کی طرف سے ان حکمرانوں کو تسلیمات پہنچادیں۔ اور انور پاشا
سے اور جرمن چانسلر سے کہیں کہ کم سے کم ساٹھ ہزار آدمیوں کی ایک فوج افغانستان
کو روانہ کر دیں۔

ہمیں ان کو یہ بھی بتانا تھا کہ حکومت افغانستان نے راجہ کو یقین دلادیا ہے کہ
معقول تعداد میں جرمن اور ترک فوج کے آتے ہی افغانستان بغاوت کر دینگا۔ راجہ
کی خاص طور سے مجھ سے خواہش تھی کہ جرمن چانسلر کو خصوصیت کے ساتھ بتا دوں کہ جرمن
مشن کی ناکامی کا سبب وان ہٹنگ ہے۔ کیونکہ وہ امیر اور اس کے دربار کے لوگوں
سے دوستانہ تعلقات قائم نہیں رکھ سکا۔

شعبان کے آخر میں کسی نوکر کے بغیر ہم ٹکٹوں پر کابل سے روانہ ہوئے اس موقع
پر محمد علی، ابراہیم اور دیگر تمام طالب علم کابل میں موجود تھے۔ لیکن ہماری روانگی سے قبل
مولوی عبید اللہ نے اہتمام کیا تھا کہ محمد علی اور شیخ ابراہیم سرحد پار کے علاقہ میں جنگ
سے جا ملیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ جلدی وہاں پہنچ جائے گا۔ اور آزاد علاقہ کے قبائل
میں جنگ کی آگ بھڑکائے گا۔ ہمیں تفصیلات کا علم نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے
جانے کے بعد یہ تفصیلات معلوم ہوئی ہوں گی۔ اس وقت تک عبدالحق کابل میں موجود تھا
ہماری واپسی کے وقت تک ان خطوط کا کوئی جواب وصول نہیں ہوا تھا۔ جو ڈاکٹر
متھرا سنگھ اور خوشی محمد کے ذریعہ روس روانہ کئے گئے تھے۔ روس سے پہلے مشن کی
بخیر و عافیت واپسی سے ہمت پا کر ہماری روانگی سے چند روز قبل مہندر پرتاپ نے
فیصلہ کیا تھا کہ روس کے راستہ چین اور جاپان کو ایک اور مشن روانہ کرے اس
مشن کا مقصد جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ یہ تھا کہ بعض امریکن بنکوں میں جن میں میرے
خیال کے مطابق راجہ کی کافی رقم جمع تھیں۔ کچھ چیک کیش کرائے جائیں۔
یہ مشن راجہ مہندر پرتاپ اور حکومت موقتہ ہند کی طرف سے چین کے انقلابی

لیڈر ڈاکٹر حسن یاسین چینی جمہوریہ کے صدر اور شہنشاہ جاپان کے لئے خطوط بھی لے جانے والا تھا۔ ان خطوط میں چین اور جاپان کی بے حد بے قیاس ستائش کی گئی تھی اور ان سے التجا کی گئی تھی کہ برادر ایشیائی ملک کی مدد کریں۔ میں نے راجہ مہندر پرتاپ کے پاس اصلی خطوط دیکھے تھے۔ ان خطوط میں اس امر کی کوئی وضاحت نہ تھی کہ چین اور جاپان سے کس قسم کی امداد درکار ہے۔

جب جرمن مشن کابل میں تھا۔ تو برکت اللہ نے اپنے ساتھیوں عبداللہ اور مولوی عبدالرحیم کے مشورہ سے تجویز کیا کہ سرحد پار کے علاقہ میں ایک پولیس لگایا جائے اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ سرحد پار علاقہ میں برطانیہ کے خلاف باغیانہ لشکر پھیلنے سے روکا جائے۔ اس تجویز کو عمدہ طور پر منظور کر لیا گیا تھا۔ لیکن جب میں کابل سے روانہ ہوا اس وقت تک اس پر عملدرآمد کے لئے قدم نہیں اٹھائے گئے تھے۔

کابل سے روانہ ہو کر ہم ایک مہینہ تک سفر کرتے رہے۔ پھر ہرات پہنچے یہاں ہمیں ایک جرمن افسر ملا جس کو ہم نے اپنا پروگرام بتا دیا۔ وہ کابل سے چند دن پہلے ہی آیا تھا۔ جہاں کہ وہ اہل میں جرمن مشن کے ساتھ تھا۔ اس نے ہمیں ایک ایرانی رہنما دیا جس کا نام مرزا آغا تھا۔ ہرات سے روانگی سے ایک دن قبل سچلے اللہ کی جان محمد عرفان چیت سنگھ سے ملاقات ہوئی۔

اس نے ہمیں بتایا کہ وہ بھی ہندوستانی ہے۔ اور ایران کی طرف جا رہا ہے۔ اس لئے سفر میں کچھ دیر ہمارے ساتھ رہیگا۔ اگلے دن ہم ہرات سے روانہ ہوئے جان محمد ہمیں راستہ میں بل گیا۔ وہ ناواقف قسم کا آدمی معلوم ہوا۔ اس نے ہمارے سوالوں کے مبہم جوابات دیے۔ اس نے کہا کہ اس کا باپ ہندوستانی اور ماں چینی ہے۔ اور اس کا کافی وقت روس میں گذر رہا ہے۔ وہ مشہور اور تہران جا رہا تھا۔ اور پھر وہاں سے کام کی تلاش میں روس جانا چاہتا تھا۔ چارون کے سفر کے بعد ہم نے افغان سرحد کو عبور کیا۔ راجہ مہندر پرتاپ نے ہمیں ہمارے فرضی ناموں کے پاسپورٹ مہیا کر دیے تھے (فرضی نام ہیں خود بخود اور محمد یونس) جن میں حاجی عبدالرزاق کو ہمارا ضامن دکھایا گیا تھا۔

جان محمد عرف چیت سنگھ کے پاس کوئی پاسپورٹ نہ تھا۔ ہم نے دو دن سفر کیا تھا اور رات کو محمود آباد کے قریب ایک بستی میں قیام کیا تھا۔ جب ہم کو ایرانی سپاہیوں کے ایک جھٹے نے گرفتار کر لیا۔ جو محمود آباد کے حاکم نے روانہ کیا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ اگست ۱۹۱۶ء کے شروع کی بات ہے۔ اس کے بعد روسی گارڈ نے ہمیں اپنی نگرانی میں لے لیا۔ ہماری اور ہمارے سامان کی تلاشی لے کر ہمارے پاسپورٹ اپنے قبضہ میں لے لئے شجاع اللہ کے قبضہ سے کاغذ کا ایک صفحہ ملا۔ جس پر قسطنطنیہ کے افسروں کے نام تحریر تھے اور کچھ دوسری یادداشتیں تھیں جو کاظم بے نے تحریر کرائی تھیں تاکہ بوقت ضرورت ہم امداد حاصل کر سکیں۔

ہمیں تربت لے جایا گیا۔ جہاں کہ ہم نے روسی حکام کو ایک عرضداشت دی۔ جس میں ہم نے اپنی نظر بندی پر احتجاج کیا تھا۔ بہر حال ہم کو سیدوے جا کر برطانوی فوجی حکام کے حوالہ کر دیا گیا۔ سفر کے دوران روسیوں نے مرزا آغا کو ہم سے جدا کر دیا۔ اور روسی قونصل نے اس کو روس بھیج دیا۔

لفٹیننٹ والکاٹ اور اس کے
سایجھوں کی گرفتاری

سیدوے ہمیں بیرجنڈ بھیجا گیا جہاں ہم دس روز مقیم رہے اس کے بعد ہمیں اور آگے لے جایا گیا۔ اور ڈیرہ مہینہ سیستان میں رکھا گیا۔ وہاں علی حسن علی اور عبدالعزیز بھی ملے۔ جہاں ہم سب کو ایک کمرہ میں بند کر دیا گیا۔ اسی کمرہ میں حاجی محمد نامی ایک سندھی بھی بند تھا حسن علی اور عبدالعزیز نے بتایا کہ وہ جرمن مشین کے لفٹیننٹ والکاٹ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے سیدوے کے قریب افغانستان ایران کی سرحد کو عبور کیا تھا۔ ان کا تعاقب انگریزی ایرانی یونٹی ریم فوجی پولیس نے کیا۔ جن کو ان لوگوں نے عام ایرانی سمجھا تھا۔ ان سب کو قید کر کے سیدوے لایا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ لفٹیننٹ والکاٹ کو ایک الگ کمرہ میں رکھا گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد کوٹہ روانہ کر دیا گیا۔ انھوں نے خود کو جرمن باشندہ بتایا تھا۔

حسن علی نے بتایا کہ وہ اصل میں پارسی ہے۔ اور بمبئی کا رہنے والا ہے۔ اور جنگ

شروع ہونے سے قبل کیمسٹری پڑھنے کے لئے برلن گیا تھا۔ اس نے کہا کہ جنگ سے بہت پہلے اس نے جرمن شہریت اختیار کر لی تھی۔ جنگ شروع ہونے پر وہ جرمن فوج میں شامل ہو گیا۔ اور فوجی خدمات انجام دینے پر اس کو فوجی خدمت کا جرمن کر اس تمغہ بھی دیا گیا۔ اسکو برلن سے قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ جہاں اس نے نام بدل کر اسلامی نام اختیار کر لیا اور مسلمان عبد العزیز اپنے باپے میں بے حد محنتا تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ وہ مسلمان ہے۔ اور جرمنی مشرقی ایشیا میں پیدا ہوا تھا۔

حسن علی اور عبد العزیز کو کورٹ آف ایسٹ افریقا میں بھیجا گیا۔ جب ہم سیتان میں تھے تو دشمن کی مدد مارشل کے بعد گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ جو کرنل ڈیل، کیپٹن بینیٹ اور ایک افسر شامل تھا۔ جس نے ان کو موت کی سزا دی۔ چند دن بعد ان کو گولیوں سے اڑا دیا گیا۔

حاجی محمد سندھی نے یہیں بتایا کہ وہ حج کے لئے پیدل براہ بلوچستان روانہ ہوا تھا۔ سیتان میں اسے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر کے برطانوی قونصل خانہ کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ چھ ماہ بعد جیل کی چھت توڑ کر وہ بھاگ نکلا۔ اس نے کابل کا راستہ لیا۔ لیکن وہ اپنے بارہ میں افغان حکام کو مطمئن نہ کر سکا۔ اور اسے افغان علاقہ سے نکال دیا گیا۔ اس نے مشہد پہنچ کر خود کو برطانوی حکام کے حوالہ کر دیا۔ اور درخواست کی کہ اسے اس کے گھر روانہ کر دیا جائے۔ برطانوی قونصل نے اس کو گرفتار کر کے سیتان بھیج دیا۔ جب ہم پہنچے ہیں تب تک وہ وہاں پر قید تھا۔

ڈیڑ ماہ بعد ہم کو سیتان سنڈن بھیجا گیا۔ جہاں ہم نے رات گزاری اور اتحاد اور متحہ سنگھ جو پہلے سے گرفتار تھے۔ یہاں ہم سے آن ملے۔ انکھون ہم پانچوں کو پنجاب روانہ کر دیا گیا۔ کوئٹہ پہنچے پر ہمیں پولیس کے سپرد کیا گیا جس نے ہمیں لاہور پہنچا دیا۔

اشارہ متحہ سنگھ نے مجھے بتایا کہ ہند پر تاپ کا لاسنگھ کو کچھ بیغاناؤ دیکر ہندوستان بھیجا تھا اور وہ واپس گیا ہے۔ اس نے تو بیغانا کی نوعیت بتائی نہ بتایا کہ وہ کن لوگوں کو بھیجے گئے تھے جب میں نے تفصیلات پوچھیں تو اس نے کہا کہ چونکہ تم زیر حراست ہو اس لئے تم کو تفصیلات بتانا مناسب نہیں۔

بیان شجاع اللہ پسر شیخ حبیب اللہ

ساکن محلہ مصدی مل - لاہور شہر - عمر ۲۳ برس

میرا باپ گورنمنٹ سینٹرل پریس شملہ میں فورین تھا۔ سات برس ہوئے وہ ملازمت سے سبکدوش ہو گیا اور اب لاہور میں رہتا ہے۔ میرے دو بھائی ولی اللہ و عظیم اللہ ہیں۔ شیخ ولی اللہ حکومت ہند کے محکمہ موسمیات میں ملازم ہے۔ شیخ عظیم اللہ لاہور میں پڑھتا ہے۔ میں نے مڈل اسکول امتحان ۱۹۰۹ء میں پاس کیا تھا۔ اور انٹرنس کا امتحان اسلام آباد ہائی اسکول لاہور سے ۱۹۱۱ء میں پاس کیا اور انٹر میڈیٹ کا امتحان ریمپری میں زائد تھا کے ساتھ گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۱۳ء میں پاس کیا۔ اس کے بعد اپنے والدین کے دباؤ سے میں لاہور میڈیکل کالج میں داخل ہو گیا۔

ایک دن جب میں خوشی محمد کے ساتھ اس کے مکان میں بیٹھا ہوا تھا تو شیخ عبداللہ تعظم سال چارم اچانک نمودار ہوا۔ وہ بہت مشتعل تھا۔ اور غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ جب میں نے غصہ کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ انگریزی اخبارات علانیہ اسلام کی توہین کر رہے ہیں اپنے اس بیان کے ثبوت میں اس نے گرائڈ اخبار کا ایک ورق نکالا جس میں شیخ اسلام کی تصویر تھی جو ایک سجدہ میں مسلم حارین کو جہاد کی تلقین کر رہے تھے۔ اس تصویر کے اوپر امانت امیر اندگستاخانہ سرخی تھی جو یہ ہے۔ اللہ اکبر فیصلہ رسول اللہ رنغوباشا اس کے بعد اس اخبار نے کچھ تبصرے کئے تھے جو اسلام کے لئے سخت امانت آمیز تھے۔ میرے جذبات بھی بھر پور آ گئے۔ ترکی کے جنگ میں شامل ہونے کے باعث بالخصوص برطانیہ کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کے باعث ہر مسلمان کے جذبات کچھ نہ کچھ مشتعل تھے لیکن امانت کے ذریعہ جو ایک انگریزی اخبار میں کی گئی تھی میرے جذبات اندلیا شدید ہو گئے۔

شیخ عبداللہ نے کہا کہ یہ اسلام کے صولوں کے خلاف ہے کہ ہم ہندوستان میں

رہیں جہاں ہمارے مذہب کا کفار علانیہ مذاق اڑاتے ہیں ہم نے اُس سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا راستہ وہ بتا سکتا ہے کہ ہم ہندوستان سے حفاظت کے ساتھ ترکی یا افغانستان کو چلے جائیں اُس نے کہا کہ وہ قدیمہ ڈھونڈھنے کے لئے پوری پوری کوشش کرے گا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد خوشی محمد نے مجھ سے کہا کہ شیخ عبداللہ نے اسے مطلع کیا ہے کہ اُس نے ہندوستان سے محفوظ طور پر چلے جانے کا ایک راستہ کھوج لیا ہے۔ میں نے خوشی محمد سے پوچھا کہ ہیں لاہور سے کب روانہ ہوتا ہے اُس نے کہا کہ ہمیں تاریخ روانگی سے اطلاع دیدی جائے گی۔ دریں اثناء ہم اخراجات سفر کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے کی کوشش کریں۔ مشجارع اللہ نے ایک سوال کیا۔

میرے اندازہ کے مطابق "اسس" میں مجاہدین کی کل تعداد دو ہزار ہے ان میں زیادہ تر پنجالی ہیں ان کے پاس چار پانچ رہنورے ہیں متحد کی طرف سے بھری جانے والی بہت سی ہندو قیں ہیں اور کچھ توڑے دار ہندو قیں ہیں کبھی کبھی یہ لوگ فوجی دزدش کرتے ہیں انکا جنگی پرچم سیاہ ریشم کا ہے۔ اس کے اوپر سفید حرفوں میں ایک قرآنی آیت تحریر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اسلام کے لئے خون بہاتے ہیں اور دشمن کے حملوں کا سامنا آہنی دیوار کی طرح کرتے ہیں۔

اسس میں مجاہدین کی بستی

اس کی آمدنی کا خاص حصہ وہ تھا جو اس کو ہندوستان بلا کر تا تھا میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کبھی نہیں کی کہ یہ روپے دینے والے خاص آدمی کون تھے۔ لیکن مجاہدین نے بتایا تھا کہ ان کی پارٹی کے کچھ آدمی وقتاً فوقتاً ہندوستان بھیجے جاتے تھے تاکہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ پنجاب اور بنگال میں جمع شدہ روپیہ اپنے ہمدردوں سے لے آئیں مجھے خیال آتا ہے کہ کسی شخص نے کہا تھا کہ امیر کے آباء اجداد پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ پٹنہ ان مقامات میں سے ایک ہے جہاں سے روپیہ آیا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں اپنے اوور کوٹ کیلئے ارگ بازار کے ایک دوکاندار سے کپڑا خرید رہا تھا تو میں نے مولوی عبدالرحیم کو ایک اسلحہ فروش کی دوکان کے قریب کھڑا دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا کر رہا ہے۔ اس وقت وہ ایک رانفل کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ رانفلیں اور کارتوس خریدنے کے لئے وہاں آیا ہے۔

وہ ذرا عرصہ میں سے مولوی عبدالرحیم سرحد میں نے اس سے نہیں پوچھا کہ وہ خریداری کس واسطے کر رہا ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ پار کر کے لوگوں کو ہتھیار مہیا کرتا ہے۔ وہ یہ خریداری مجاہدین کے لئے کر رہا ہوگا۔

کابل میں کئی دکانیں ہیں جن پر اسلحہ فروخت ہوتا ہے۔ ان میں ایک دوکان حکومت کابل کی بھی ہے۔ وہ اس آخر الذکر دوکان سے ہتھیار خرید رہا تھا۔ جو بہت بڑی دوکان ہے۔ یہ دوکانیں افغان گورنمنٹ کی کسی پابندی کے بغیر ہتھیار فروخت کرتی ہیں۔ اور کوئی بھی شخص کتنی بھی مقدار میں ہتھیار خرید سکتا ہے۔ ان دوکانوں میں تلواریں۔ رانفلیں اور پستول وغیرہ ہر ساخت کے ملتے ہیں۔ یعنی ایسے اسلحہ جو تیراہ میں اور افغان علاقہ میں میر کے اسلحہ بنانے کے کارخانہ میں بنتے ہیں اور وہ جو یورپ کے براہ مشہور درآمد کنندہ جاتے ہیں مولوی عبدالرحیم کابل کے خوشحال افغانوں سے قلعہ تھا اس کو ان کے پاس سے جو روپیہ ملتا تھا اور سردار نصر اللہ خاں مجاہدین کے لئے جو روپیہ دیتے تھے میر خیال ہے کہ اس روپیہ کو وہ مجاہدین کے لئے ہتھیاروں اور گولی بارود کی خریداری پر صرف کرتے تھے۔ ایک دن میں اکیلا بلخ بابر کو گیا میں نے راجہ ہند پر تپا سے ملاقات کی راجہ نے پہلے کبھی مجھے نہیں دیکھا تھا۔ لہذا مشن سے رابطہ۔ وہ بڑی سرد مہری سے پیش آیا۔ اس وقت اس کے پاس دو

تین جرمن افسر تھے ان میں دو کے نام وان ہٹینگ اور وگنر مجھے بعد میں معلوم ہوئے۔ وان ہٹینگ جرمن توپ خانہ میں لفٹیننٹ تھا۔ اور جرمنی کے وزیر انصاف کا لڑکا تھا۔ اور وگنر جرمن لاسکی کور کاپٹن تھا اور برلن کے ایک بیرن (نواب) کا لڑکا تھا۔ وان ہٹینگ نے مجھ سے اچھی طرح گفتگو کی۔ اور کہا کہ وقتاً فوقتاً اس سے ملاقاتیں کرتا رہوں۔ پندرہ دن

بعد میں نے خفیہ طور سے وان ہٹنگ سے ملاقات کی۔ اور اپنے ساتھیوں کو اس کے بارہ میں کچھ نہیں بتایا۔ اس نے ایران میں جن خطرات کا مقابلہ کیا تھا ان کی بڑی دلچسپ داستان مجھے سنائی۔ اور کہا کہ اسے ہر دم گرفتاری کا خوف لگا رہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس نے برلن میں ایک ہندوستانی دوست سے سنا تھا۔

کہ اب جب کہ ترکی جنگ میں شامل ہو گیا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے اعلان جہاد کر دیا ہے۔ تو بالکل فطری بات ہے کہ افغان عوام بھی برطانیہ کے خلاف جہاد کرنے کے خواہشمند ہوں گے اس نے مزید کہا کہ اس نے اپنی حکومت کو تجویز پیش کی کہ اگر برلن میں مقیم ہندوستانیوں پر مشتمل ایک مشن اس کی قیادت میں افغانستان کو روانہ کر دیا جائے تو یہ سرحد ہندوستان میں کافی برطانوی فوج کو اٹھالے گا اور مصر و عراق میں برطانوی افواج کا دباؤ کم کر دے گا۔

وان ہٹنگ نے مزید کہا کہ اس کی حکومت نے یہ تجویز منظور کر لی جتنا خفیہ راجہ ہندوستان مولوی برکت اللہ کیپٹن ویگنر واری وغیرہ کے ساتھ وہ برلن سے روانہ ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔ آخر الذکر مقام پر انہوں نے الزیباش سے ملاقات کی اور کاظم بے کو حکومت ترکی کے نمائندہ کی حیثیت سے مشن کے ساتھ جانے کے لئے نامزد کر دیا اس نے مزید کہا کہ اس نے شیخ الاسلام کے فتویٰ جہاد کی کچھ مطبوعہ نقول حاصل کی ہیں۔ تاکہ انہیں ایران و افغانستان میں تقسیم کر سکے۔

وہاں پر چند دن کے قیام کے بعد مشن براہ حذب بغداد پہنچا۔ بغداد میں انہوں نے چند دن قیام کیا اور کچھ ایران و عرب اسکاوٹوں کو بھیجا تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ مشن افغانستان کو حفاظت کے ساتھ پہنچ سکتا ہے یا نہیں اسکاوٹوں کی طرف سے اطمینان بخش اطلاع ملنے کے بعد اس نے بغداد میں کچھ اونٹ خریدے اور اپنا سامان ان پر لادوا اور آگے کو روانہ ہو گیا۔ اس طرح ہم بحریہ اصفہان تک پہنچ گئے اس کے آگے ہم لوگ رگستان سے گذرے اور سخت مشکلات برداشت کر کے ”ہم“ ”ہم“ پہنچے جہاں کہ ہم نے حکومت ایران کے خفیہ مدرسہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔

دو دریں افشار روسیوں کو مشن کی آمد کا علم ہو گیا اور انھوں نے سواروں کا ایک دستہ
 اراکین مشن کو گرفتار کرنے کے لئے بھیج دیا کسی طرح مشن کو علم ہو گیا کہ سواروں کا یہ دستہ
 ”کیکن“ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اس پر وان ہٹینگ نے ایک دوسرے راستہ سے
 افغانستان کو سامان روانہ کر دیا۔ جس میں قیصر جرمنی و سلطان ترکی کے وہ قیمتی تحائف
 بھی شامل تھے جو انھوں نے ہنر مجبٹی امیر افغانستان کے لئے بھیجے تھے۔ اور مشن کو
 ریگستان کے راستہ سے روانہ ہوئے۔ اس طرح وہ روسیوں کے پنجہ سے بچ گئے اور تین دن تک بے آبی گیاہ
 ریگستان میں سفر کرنے کے بعد افغانستان پہنچ گئے۔ مسک روسیوں نے اس کارواں پر قبضہ کر لیا۔ جس
 میں سارا قیمتی سامان تھا۔

افغان سرحد کے گورنر نے ان کا بڑے احترام سے استقبال کیا۔ اور ان کی آمد کی اطلاع فوراً ہرات
 کو روانہ کر دی۔ گورنر ہرات نے مشن کو ہرات پہنچانے کا حکم دیا۔ وان ہٹینگ نے کہا کہ ہرات میں گورنر نے
 ان کو شاندار طریقہ پر ٹھہرایا۔ اور گورنر نے ایک آدمی کو امیر کابل کے پاس بھیج کر مشن کے
 بارے میں برائیات دینے کی درخواست کی۔ امیر کی ہدایت کے تحت مشن
 کابل پہنچ گیا۔

یہ سنکر میں نے وان ہٹینگ سے کہا کہ وہ مجھے جرمن زبان کے سبق سکھائے کیونکہ مجھے
 غیر ملکی زبانیں سیکھنے سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ اُس نے مجھ کو جرمن زبان سکھانے کا وعدہ
 کر لیا۔ اور میں جرمن زبان کے سبق کے لینے کے لئے اکثر اس کے پاس جاتا رہتا تھا۔
 اب میں جرمن زبان روانی سے بول سکتا ہوں۔

مشن کے بارے میں | افغانستان میں جرمن مشن کی موجودگی سے افغانستان کا
 پبلک کا عام تاثر | غواہیدہ جذبہ جہاد جاگ اٹھا اور ہر شخص جہاد میں جان
 قربان کرنے کے لئے بے چین نظر آنے لگا۔

ایک مرتبہ اس موضوع پر ایک افغان کرنل عباس محمد خاں سے میری اتفاقات
 چیت ہوئی۔ اُس نے کہا کہ صرف امیر اسلام سے غداری کر رہا ہے ورنہ افغان شمشیر جہاد
 کو بے نیام کرنے پر آمادہ ہیں۔ جو ان پر فرض ہے کیونکہ سلطان نے اس کا حکم دیدیا ہے۔
 ایک اور موقع پر میری شاہ غازی نظامی وزیر جنگ سے ملاقات ہوئی اُس نے
 بھی اس موضوع پر اپنے جذبات ظاہر کئے اور جہاد کی حمایت کی۔ اُس نے کہا کہ اگر افغانستان

نے ایک دفعہ ہتھیار اٹھا لئے تو جنگ جو سوراؤں کے متحرک گروہوں کو روکنا ناممکن ہو جائیگا۔ اُس نے مزید کہا کہ وہ نہیں سمجھتا کہ اعلیٰ حضرت امیر کیوں خاموش بیٹھے ہیں جبکہ ہر شخص فوج کی حمایت کرنے کو تیار ہے۔ اُس نے جرمن مشن سے اظہارِ ہمدردی کیا اور کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ امیر نے مشن کی گزارشات کو بہرے کانوں سے سنا۔ شاہ غازی نظامی نے کہا کہ اگر سردار نصر اللہ خاں حکمران ہوتے تو وہ یقیناً اعلانِ جہاد کر دیتے۔

ان دنوں راجہ مہندر پرتاپ نے اپنے کارناموں کی پوری تفصیل سراج الاخبار کے شمارِ فروری یا مارچ ۱۹۱۷ء میں طبع کرائی اُس کا ایک مختصر خلاصہ جو اس اخبار میں شائع ہوا۔ درج ذیل ہے۔

راجہ مہندر پرتاپ جنگ شروع ہوتے ہی ہندوستان سے یورپ کے سفر پر روانہ ہو گئے جب وہ سوئٹزرلینڈ میں تھے تو ان کا رابطہ ہندوستانی قوم پرستوں کی سوسائٹی سے قائم ہوا۔ سوئٹزرلینڈ سے وہ جرمنی پہنچے اور برلن کی انڈیا سوسائٹی کے ممبروں سے ملاقاتیں کیں چونکہ راجہ صاحب ہندوستان کے ایک پرانے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کا وہاں ان کے ہم وطنوں نے بڑا اچھا خیر و صلہ استقبال کیا۔

ہر دیال کی مدد سے ان کا تعارف جرمن چانسلر وان بیٹسمان ہولوگ سے ہوا جس نے راجہ صاحب کی خاندانی شرافت و نجابت کے متعلق مکمل تحقیقات کر کے ان کو قیصر کے حضور میں پیش کیا۔ قیصر نے راجہ صاحب کو ایک شاندار ڈنر دیا۔ اور راجہ صاحب کو "اٹرن کراس" پیش کر کے اپنی خوشنودی اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعد میں قیصر نے اس سے تنہائی میں گفتگو اور مشورہ کیا اور پوچھا کہ ہندوستانی والیان ریاست کا رویہ برطانیہ کی غلامی کے جوتے سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے بارے میں کیلے ہے۔ قیصر نے راجہ صاحب کو والیان ریاست کے نام بہت سے خطوط لکھے جس میں ان کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ متحد ہوں اور برطانوی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔

راجہ مہندر پرتاپ نے اس اعتماد کا اظہار کیا کہ وہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کو ختم کرنے کی جدوجہد میں والیان ریاست کی مدد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا۔

جرمن گورنمنٹ نے راجہ ہند پر تاپ کی قیادت میں ایک وفد کو ترتیب دیا اس مشن
مقصد امیر کابل سے راجہ صاحب کو مدد دلانا تھا۔ تاکہ وہ ہندوستان کو آزاد کر سکے۔
وفد کا وہ حصہ جو جرمن افسروں پر مشتمل تھا ترکی گیا اور انور پاشا اور سلطان کی سے
ملا۔ شیخ الاسلام کے فتویٰ جہاد کی کاپیاں مہل کیں۔ حکومت ترکستان یوزباشی بے کو اس
وفد میں اپنا نمائندہ مقرر کیا۔

چونکہ میں وان ہٹنگ کے پاس جرمن زبان پڑھنے جایا کرتا تھا اس لئے مجھے معلوم ہوا کہ
مشن کے مندرجہ ذیل ممبران ہیں۔

(۱) راجہ ہند پر تاپ۔ افغانستان میں پھیلی ہوئی افواہوں کے مطابق وہ مشن کے
سربراہ تھے۔

(۲) وان ہٹنگ سپر وزیر انصاف جرمنی و کپتان توپ خانہ۔

(۳) وینگنبرگ برلن کے ایک بیرن کا لڑکا اور جرمن لاسلی کوہ کا ایک کپتان۔

(۴) لوری۔ وان ہٹنگ کا سکریٹری۔

(۵) ووکاٹ (فوجت) وان ہٹنگ کا سکریٹری۔

(۶) سینڈیری (میر) ایک کپتان۔

(۷) یوزباشی (کپٹن) کاظم بے جو انور پاشا کے اسٹاف میں شامل تھا۔

(۸) مولوی برکت اللہ (محبوبالی) آف جاپان۔

برطانوی فوج کے بہت سے بھگوتے آفریدی سپاہی بھی تھے۔ جو مشن کے
ہمراہ برلن سے افغانستان تک آئے تھے۔

مولوی عبد الرحیم کا میں نے اپنے ساتھیوں سے سنا کہ وہ افغانستان کے تمام بڑے
خواین کو متحد کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور ان سے وعدہ
دوسرا سفر کابل حاصل کر لیا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کے لئے
ہتھیار اٹھائیں گے۔

مجھے معلوم ہوا کہ مولوی عبد الرحیم کے پاس ایسی دستاویزات بھی تھیں جن میں

خواتین نے اعلیٰ حضرت امیر کابل سے یہ کہتے ہوئے اعلان وفاداری کیا تھا کہ امیر افغانستان
نے شمشیر جہاد کو بے نیام کیا تو وہ ہتھیار اٹھائیں گے میں نے سنا کہ اس نے یہ دستاویز
سرور نعر اللہ خاں کے حوالہ کر دی تھیں۔

اس کے قیام کے دوران مجھے ایک بار اس کے گھر جانے کا اتفاق ہوا وہاں میں نے
ساتھ۔ متر بالکل نئی ماٹینی بہترین رائفلوں کا ڈھیر، کارٹوس اور گولیوں کا انبار ایک
کوٹہ میں دیکھا۔ میں نے ان کے بارہ میں اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ کیونکہ میں نے سمجھ لیا
کہ یہ سب مجاہدین کے واسطے ہیں۔ میں نے مزید تفصیلات اس کے دورہ کابل کے بارہ
میں نہیں سیں۔ جلد ہی مولوی عبدالرحیم یاغستان کو روانہ ہو گیا۔ کالا سنگھ کیساتھ
اور ڈاکٹر صدر الدین کو کابل میں ہی چھوڑ گیا۔

کالا سنگھ، ڈاکٹر مسعود اسنگھ اور بہرام سنگھ کے ساتھ ٹھہرا اور ڈاکٹر صدر الدین
ہمارے پاس مقیم ہوئے۔ کالا سنگھ نے ایک دن مجھے بتایا کہ کچھ دن قبل وہ مرطون گیا۔
جہاں اس نے سکھوں کو اکسانے کی کوشش کی تھی ڈاکٹر صدر الدین کابل میں بند رہے دن
قیام کرنے کے بعد یاغستان چلا گیا۔ ڈاکٹر صدر الدین نے اپنی سرگرمیوں کے بارہ میں
مجھے کبھی کچھ نہیں بتایا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مجاہدین میں ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کرتا
دوسرے مشن کی تیاری

سراے نرجن میں اپنے گھر بلایا اور مجھے مبارک باد دی کہ
ہمارے لئے اس کی کوششیں کامیاب رہی ہیں۔ اس کے بعد اس نے بتایا کہ
..... کہ اس نے مجھے ترکی بھیجنے کی تیاری کر لی ہے تاکہ ترکی اور افغانستان میں
دوستانہ تعلقات قائم ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر کسی بھی وقت نائب السلطنت اسٹار
میں تم سے سوالات کریں تو موافق انداز میں جواب دینا۔ اس نے راجہ مہندر پرتاپ سے
کہا ہے کہ نائب السلطنت کی موجودگی میں اس تجویز کی تائید کرے۔

چار پانچ دن بعد مولوی عبداللہ مجھے اور عبدالباری کو ایک عمارت زمین الامارہ میں
لے گئے جو نائب السلطنت کی رہائش گاہ تھی تقریباً دو گھنٹہ کے انتظار کے بعد راجہ

مہندریہ تاپ اور نائب السلطنت زرین الارہ میں آئے۔ ہمیں نائب السلطنت کے سامنے
ان کے دفتر میں پیش کیا گیا۔

نائب السلطنت نے کہا کہ ہمیں مقدس قومی مشن پر ترکی روانہ کیا جا رہا ہے
جس سے ترکی افغانستان میں یشاق کا انعقاد ہو اس نے ہمیں ہدایت کی کہ انور پاشا
اور دو سکرا علی ترک افسروں سے ملاقات کریں اور ان پر واضح کریں کہ اسلامی نقطہ
نظر سے ان کا افغانستان سے رابطہ بے حد ضروری ہے۔ اور مسلم حکمرانوں میں بھختہ اتحاد
کی بنیاد رکھنے کے لئے اتحاد اسلامی (پان اسلامزم) انتہائی درجہ میں لازمی ہے نائب
السلطنت نے ہم سے خواہش کی کہ دونوں مسلم حکمرانوں میں تفصیل ذیل باقاعدہ مولا
ورویطہ قائم کئے جائیں۔

(۱) تجارتی کاروانوں کا سلسلہ قائم کیا جائے۔

(۲) ناواقف افغانوں کو سائنس اور صنعتوں کے قیام میں مدد دی جائے۔

(۳) حکومت ترکی نوجوان افغانوں کو ترکی یونیورسٹی کے مختلف علوم و فنون کی تعلیم کی
خصوصی سہولتیں دے۔

(۴) افغانستان معدنیات کے کام میں بہت پیچھے ہے۔ اس لئے حکومت ترکی
اپنے ڈاکٹروں اور ماہر معدنیات کو افغانستان میں روانہ کرے۔

سردار نصر اللہ خاں نے کہا کہ اس طرح افغانستان کی ساری معدنی دولت باہر نکال
لی جائے گی۔ اس کے بعد سردار نے ہمیں دعائیں دیں اور اس مقدس مذہبی فریضہ میں
ہماری کامیابی کی خواہش کا اظہار کیا پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔

واپسی پر ہم نے اظہار حیرت کیا کہ مولوی عبید اللہ نے نائب السلطنت کو کس بڑی
کے ساتھ بے وقوف اور احمق بنایا۔ بہر حال ہمیں بہت تسکین ہوئی اور ہم نے سفر کی
تیاری شروع کر دی۔

میرے اندازہ کے مطابق افغانستان میں دو تین سو آسٹریں ہیں۔ ان میں پچیس
اعلیٰ افسران ہیں۔ بہت سے آسٹریں باشندوں نے اسلام قبول کر کے افغان عورتوں

سے شادیاں کر لی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امیر افغانستان نے اس اندیشہ سے کہ وہ غزنی نہ کریں۔ ان سے تحریری حلف نامے لے لئے ہیں کہ وہ جنگ کے بعد بھی افغانستان سے ہمیں جائیں گے۔ چنانچہ ان کو افغان فوج میں ذمہ دارانہ عہدے دے گئے اور انہیں سارے افغانستان میں منتشر کر دیا گیا۔ ان آسٹریں باشندوں نے حکومت افغانستان کے مختلف محکموں میں بڑی اصلاحات کی ہیں۔

ضمیمہ A

مولانا عبید اللہ کاخوش خان عبدالرحیم کے نام

مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۴ء

شیخ عبدالرحیم ضا

۹ رمضان۔ یومِ دو شنبہ

(کابل)

سلام سنون۔

آپ ضرور یہ امانت مدنیہ طیبہ میں حضرت مولانا کی خدمت میں کسی معتمد حاجی کی معرفت پہنچادیں۔ یہ ایسا کام ہے کہ اس کے لئے مستقل سفر کرنا نقصان نہیں۔ اگر آدمی معتمد ہو تو زبانی یہ بھی کہہ دیں کہ حضرت مولانا یہاں نیکی بالکل کوشش نہ کریں۔ اور مولوی منصور اگر اس ج پر نہ آسکیں تو خیال فرمائیں کہ اس کا آنا ممکن نہیں۔

آپ اس کے بعد خود میرے پاس آنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہاں بہت سے ضروری کام ہیں۔ ضرور آئیے۔

اگر خدا نخواستہ آپ کو معتمد حاجی نہ مل سکے اور آپ خود بھی نہ جاسکیں تو مولوی احمد اللہ ساکن پانی پت سے اس معاملہ میں مدد لیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس ج کے موقعہ پر یہ اطلاعات حضرت مولانا کے پاس پہنچ جائیں۔ اور وہاں سے جو اطلاع ملے۔ وہ براہ راست نہ ہو سکے تو مولوی احمد لاہوری کی معرفت ضرور میں ملنی چاہئے۔

عبید اللہ عفی عنہ

بغیر دستخط کا خط مورخہ ۹ جولائی،

از کابل

۸ رمضان المبارک -

روز ابتداء

وسیلۃ یومی وغدی حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی

آداب و نیاز مسنونہ

جہدہ کے بعد کاحال یہ ہے۔ بمبئی آرام و بے خطر پہنچے۔ بند پر اسباب کی تلاشی میں خدام سے
والستہ اغماض برتا گیا۔ ظللہ اللہ مولانا مرتضیٰ صاحب کام کو نامکن خیال کرتے ہیں۔ اس
ان کو کام میں نہیں لیا گیا۔ مولوی ظہور صاحب بمبئی استقبال کو پہنچے تھے۔ اور محمد حسین رانڈیر سے
رانڈیر میں تحریک چندہ صرف سید صاحب کے خلاف سے ناکام رہی۔ رانڈیر خطیب مکر راجا ہوا
تھے نہ معلوم کیا ہوا۔ قاضی صاحب نے بعد ملاحظہ والا نامہ سرپرستی قبول فرمائی۔ جماعت پر
اعتماد بحال رکھ کر کام کرنے کی اجازت دی۔ اس کام کو باضابطہ کرنے کے لئے ایک سالہ رخصت
لینے کا قصد فرما رہے ہیں۔ جماعت کے ہر سہ ممبر سرفروشی کر رہے ہیں مطلوب الگ ہو گیا
سید نورست مولانا رائے والے متفق و معاون ہیں حکیم صاحب پچاس روپیہ
ماہوار مکان پر جا کر خود دیتے رہتے ہیں اور درمیان میں بھی ایک دو بار جاتے رہتے ہیں۔
اور گاہ بگاہ ڈاکٹر صاحب بھی۔ حنیف کو جماعت دس روپیہ جیب خرچ دیتی ہے۔ وہ بیکار
ہی ہیں۔ مدرسے ان سے کوئی ہمدردی نہیں کی۔ مالکان مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے
ہوئے ہیں نمائش کے۔ وہ بار میں شرکت کا فقر بھی نصیب ہونے لگا۔

امیر شاہ مولانا عبد الرحیم صاحب کے دستی کام کے لئے پڑا ہے۔ مولانا مدرسے مرعوب ہیں

لہذا معلوم ہوا انہیں حضرت کے بزرگوں کی ساٹھ سالہ امانت تھی۔ اس کی مصلحت کا تقاضا ہی تھا یہ مصلحت خود حضرت
شیخ الہند کے پیش نظر بھی تھی چنانچہ آپ سرحدی آزاد قبائل میں تشریف لے گئے اور اس علاقہ کے بجائے
مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں کہ صفحات سابق میں گزر چکا ہے۔

مگر زہرام کی صفائی فرماتے رہتے ہیں۔ مولوی رامپوری نے بھی تائید سے کنارہ کیا۔ مسعود بھی شکار ہو گیا۔
بندہ حسرت آزاد سے ملا۔ وہ نقل بیکار ہو چکے ہیں کیونکہ بندہ کا لوٹنا حضور تک ممکن نہ
تھا۔ اس لئے آگے بڑھا۔

غالب نامہ احباب ہند کو دکھا کر حضرت یاغستان کے پاس لایا۔ حاجی بھی اب
مہندیس ہیں۔ مہاجرین نے مہند بجاوڑ صوات بنیر وغیرہ علاقوں میں آگ لگا رکھی ہے۔ ان علاقوں
میں غالب نامہ کی اشاعت کا خاص اثر ہوا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حسب وعدہ غالب مصا
کے وقت یاغستان کی خدمت کا خیال رکھا جائے۔ ضلع جماعت ہند سے مہاجرین
کو کافی امداد نہیں پہنچ سکی۔ بندہ یاغستان ایک ماہ قیام کر کے وفد مہاجرین کے ساتھ
کابل پہنچا۔ مولانا سیف جماعت سے الگ ہو کر یہاں مقیم ہیں۔ ان کے لئے دولت کی نظر
سے کام کی تجویز ہو رہی ہے۔ اعضاء وفد فضیلین و عبد الغزین ہیں۔ مولانا انظام کی توجہات
وحاجی عبدالرزاق صاحب کی عنایات سے وفد نے دربار نصر اللہ میں رسائی کا ابتدائی کامیابی
بھی ہوئی۔ بندہ ان سے الگ باریاب ہوا۔ حضور کے زیر اثر کام اور اس کے اصول کی تفصیل
کی گئی۔ خاص قبولیت ہوئی۔ الحمد للہ اور انشاء اللہ اس ذیل میں حاضر خدمت ہوں گا۔
یہاں کا حال یہ ہے یہاں فتاویٰ و سفرائے ترک و جہنم پہنچے ان کا اعزاز پورا
ہوا۔ لیکن مقصد میں ناکام رہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی کا فرض تھا کہ ایام ناظر فداری ہیں
ایران و افغانستان سے ان کی ضروریات معلوم کرتا۔ اس کے پورا کرنے کی سبیل کرتا اور
حسب احوال معاہدہ دوستی کرتا۔ افغانستان نہ بڑی جنگ میں شرکت کا سامان تھا
ہے۔ اور نہ کوئی بڑی دولت اس کے نقصانات کی تلافی کی ذمہ دار ہے۔ اس لئے ترکی
حرب نہیں ہو سکتا۔ اگر ضروری افران انجمن اسلحہ روپیہ دیا جائے اور بصورت غلبہ کفر
محضت و اعانت کا عہد نامہ کیا جائے تو شرکت کے لئے تیار ہیں۔ باایں ہمہ سردار تاج
السلطنت عام سرحدی وزیر۔ آفریدی۔ مہمند۔ یا جوڑ۔ صوات۔ بنیر۔ چکسیر۔ غور بند۔ کرناہ۔
کوہستان۔ دیر۔ چترال وغیرہ میں اپنا اثر منظم کرتے اور ان سے وکلا طلب کر کے عہد
شرکت بصورت جنگ لے رہے ہیں۔ یہ کام ایک حد تک ہو چکا ہے سفر ارجمن واپس

اور ترک مقیم ہیں۔ مگر بے کار و تعجب ہے کہ سفراء خالی ہاتھ آئے حتیٰ کہ کوئی کافی سفارت بھی نہ لائے۔ ایسی صورت میں کیا ہو سکتا ہے۔ مولانا انناظم یا عازیت میں۔ دولت میں ایک حد تک اعتماد ہو گیا ہے۔ انگریز ان کو یہاں جاسوس ثابت کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ جن کا کچھ نہ کچھ اثر بھی ہوتا ہے۔ مگر الحمد للہ کہ ان کو اب تک پوری کامیابی نہیں ہوئی۔

مہاجرین طلباء انگریزی اور بعض سکھ بھی اب یہاں حاجی عبدالرزاق صاحب کی مدد و فائز کی مہربانی سے آزاد ہیں اور مولانا انناظم کی زیر سرپرستی دے گئے ہیں۔ مصارفِ مذمہ دولت ہیں۔ کوئی سرکاری کام ان کے ذمہ نہیں ہے۔ البتہ مولانا کے خاص کاموں میں بہ ایسے نائب السلطنت دست و بازو ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے ایک جمعیت ہندوستان آزاد کرنے والی اس کا صدر ایک سندھی راجہ مقیم کابل ہے۔ جو کہ سلطان العظم اور قیصر جرمنی کے اعتماد نامہ کے ساتھ یہاں پہنچا ہے۔ ناظم صاحب و مولوی برکت اللہ اس جماعت کے وزیر ہیں اس جماعت نے ہندوستان میں مراکز و دیگر ذول سے معادلات کر کے لئے حرکت کی ہے جس میں ابتدائی کامیابی ہوئی ہے۔ اس کام میں عضو متحرک طلباء ہی ہیں..... ان میں بعض دربار خلافت ہو کر حاضر خدمت ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری جماعت الجنود الربانیہ۔ یہ فوجی اصول پر مخصوص اسلامی جماعت ہے جس کا مقصد اولیہ سلاطین اسلام میں اعتماد پیدا کرنا ہے اس کا صدر جس کا نام فوجی قاعدہ سے جنرل یا قائد ہے حضور کو قرار دیا گیا ہے اور مرکز اصلی مدینہ منورہ۔ اس لئے خیال ہے کہ حضور مدینہ منورہ میں رہ کر خلافت علیا سے، افغانستان و ایران کے ساتھ معاہدہ کی سعی فرمائیں۔ اور افغانستان کے متعلق نیز باغتان کے متعلق تجویز کو خدام تک پہنچا دینا کافی خیال فرمائیں۔

افغانستان شرکت جنگ کے لئے امور مذکورہ بالا کا طالب ہے۔ جسے اولیاء دولت عثمانیہ و خلافت ثانیہ تک پہنچانے کی جلد سے جلد تدبیر کیجئے۔ کیونکہ ہندوستان

میں کفر پر کاری ضرب لگانے کی یہی ایک صورت ہے۔ اہل مدرسہ مولوی محسن سید نور کے فدیہ سے حضور کی ہند میں لانے کی سعی میں ہیں۔ کیونکہ اب یہ معلوم ہوا ہے کہ چچا میں بھی کام ہو سکتا ہے۔ ادھر انگلیزوں میں پہلی سی عزت بوجہ عدم ضرورت اب نہیں رہی۔

قاضی صاحب حکیم صاحب ڈاکٹر صاحب مولانا رائے والے حضور کی مراجعت ہند کے سخت مخالف ہیں۔ خطرہ یہ وجہ قصہ غالب کے علم ہونے کے بذریعہ مطلوب اب پہلے سے بہت بڑھ گیا ہے۔ اس لئے ایسی کسی تحریک کو ہرگز ہرگز منظور نہ فرمایا جائے۔

مبلغ عطا حضور کے مکان پر اور سید نور کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے سپرد کر دیا گیا بندہ حصول قدم بوسی کی سعی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کامیاب ہوں گا۔ مولانا، الاناظم مولانا سیف فضیلین و عبدالعزیز و جملہ مہاجرین طلباء سلام عرض کرتے ہیں۔ و السلام برادر عزیز و احمد مولانا حسین ان کے والد صاحب و برادران و حریرت اللہ و احمد جان صاحبان کی خدمت میں سلام سنون۔ مدنی خطوط ہند کی ڈاک کے حوالہ کر دئے گئے تھے۔ ڈاکٹر شاہ بخش صاحب کی خدمت میں سلام سنون عرض ہے۔ و سید ہادی و خدا بخش و حبیب اللہ غازی کو بھی۔

مولوی عبید اللہ کے بلا تامل خط کا ترجمہ

الجنود الرابسیہ یعنی لشکر بجات

تصویر

مسلم سالویشن آرمی یا مسلمتی فرج

مقعد۔ احتیاد دول اسمائی	حلقہ اثر	منعوب رشتہ ششم ہیں	انتظامیات پچھ امپوری
مرکز اصلی صدر	مدینہ طیبہ	(۱) مرزئی (پیرپور) ۲۱۸۱ پورٹل (غیر پیش)	تعداد و کثرت مشاہیرہ
مقام جنرل	قطیفیہ	(۲) ساہواری جنرل، مہاراجہ گارگری کر	۱۰۰ پونڈ
مرکز ثانوی صدر	قطیفیہ	(۳) قلعہ کلاں، لیرپ اور پورٹل	۱۲ ہزار
مقام قائم مقام جنرل	تہران	(۴) قائم مقام سالار، زاساں اور پورٹل	۲۰ پونڈ
مرکز درجہ سوم صدر	کابل	(۵) سندھستان، ۱۰۰ پورٹل	۲۰ پونڈ
مقام سفیرت جنرل	کفر کے زیر اثر ہوں	(۶) خلیفہ دکنی	۱۰۰
		(۷) نائب خلیفہ (سفیرت کرنل)	۵
		(۸) در شہر صد پاشی (ہجرا)	۲
		(۹) صد پاشی (کپتان)	۲
		(۱۰) پتاجاہ باجی (سفیرت)	۱

منصب داران خود ترا

الف - مرئی (۱) سالار المعظم خلیفه المسلمین -

(۲) سلطان احمد شاه قاجار ایرانی -

(۳) امیر حبیب الله خان کابل

ب - مردان (۱) انور پاشا (۲) ولی عهد دولت عثمانیه (۳) وزیر اعظم دولت عثمانیه

(۴) عباس حلمی پاشا (۵) شریف مکه معظمه (۶) نائب السلطنت کابل سردار نعم الله

خان (۷) معین السلطنت کابل سردار عنایت الله خان (۸) نظام حیدر آباد (۹) والی

بھوبال (۱۰) نواب رام پور (۱۱) نظام بھاولپور (۱۲) رئیس المجاہدین -

ج - جنرل یا سالار - (۱) سلطان المعظم حضرت مولانا محدث دیوبندی مدظلہ العالی -

(۲) قائم مقام سالار کابل مولانا عبید الله صاحب

د - نائب سالار یا نشست جنرل (۱) مولانا منجم الدین خان صاحب (۲) مولانا عبدالرحیم

(۳) مولانا غلام محمد صاحب بھاولپور (۴) مولانا تاج محمد صاحب سندھ (۵) مولوی

حسین احمد صاحب مدنی (۶) مولوی محمد الله صاحب حاجی صاحب ترنگ زنی (۷) ڈاکٹر

انصاری (۸) حکیم عبدالرزاق صاحب (۹) ملا صاحب یابا (۱۰) کوہستانی (۱۱) جان شہاباچہ

(۱۲) مولوی ابراہیم صاحب کالوی (۱۳) مولوی محمد میاں (۱۴) حاجی سعد احمد بنیٹوی -

(۱۵) شیخ عبدالعزیز شاویش (۱۶) مولوی عبدالکریم صاحب نائب رئیس المجاہدین -

(۱۷) مولوی عبدالعزیز حسیم آبادی (۱۸) مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی (۱۹) مولوی

عبداللہ غازی پوری (۲۰) نواب ضمیر الدین احمد (۲۱) مولوی عبدالباری صاحب (۲۲)

ابوالکلام (۲۳) محمد علی (۲۴) شوکت علی (۲۵) ظفر علی (۲۶) حسرت موبانی - (۲۷)

مولوی عبدالقادر قصوری (۲۸) مولوی برکت الله بھوپالی (۲۹) پیر اسد الله شاہ سندھی

ک - معین سالار (سیجر جنرل) مولوی سیف الرحمن صاحب - مولوی محمد حسن مراد آبادی -

مولوی عبداللہ انداری۔

(میر سراج الدین مجاوی پوری پاجا ملا عبدالخالق ۔ مولوی بشیر رئیس الجاہدین ۔
شیخ ابراہیم سناسی ۔ مولوی محمد علی قصور ۔ سید سلیمان ندوی ۔ عمادی غلام حسین
آزاد سجانی ۔ کاظم بے ۔ خدشی محمد ۔ مولوی تنہا اللہ ۔ مولوی عبدالباری مہاجر وکیل
نکودرت موقتہ بہند ۔

و۔ ضابطہ (کر نل) شیخ عبداللہ آزاد ۔ مہاجر ۔ شجاع اللہ مہاجر نائب وکیل و وراثت موقتہ بہند
مولوی عبدالعزیز وکیل وفد حزب اللہ باغستان ۔ مولوی فضل ربی ۔ مولوی عبدالحق لاہوری
بہار فضل اللہ ۔ صدر الدین ۔ مولوی عبداللہ سندھی ۔ مولوی ابو محمد لاہوری ۔ مولوی احمد علی
نائب ناظم نظارۃ المختارون ۔ شیخ عبدالرحیم سندھی ۔ مولوی محمد صادق سندھی مولوی
ولی محمد ۔ مولوی عزیز گل ۔ خواجہ عبدالحمید ۔ قاضی نقیض الدین ایم ۔ اے ۔ مولوی ابراہیم
سیالکوٹی ۔ عبدالرشید بی ۔ اے ۔ مولوی ظہیر محمد ۔ مولوی محمد حسین ۔ مولوی محمد یوسف گنگوہی ۔
مولوی رشید احمد انداری مولوی ۔ سید عبدالسلام فاروقی ۔ حاجی احمد جان سہارنپوری ۔
ن۔ نائب ضابطہ لفظنا محمد ۔ محمد حسین بی ۔ اے مہاجر ۔ شیخ عبداللہ بی ۔ اے مہاجر ۔
لفظنا کر نل ظفر حسن بی ۔ اے مہاجر ۔ اللہ نواز خاں بی ۔ اے مہاجر ۔ رحمت علی
بی ۔ اے مہاجر عبدالحمید بی ۔ اے مہاجر ۔ حاجی شاہ بخش سندھی ۔ مولوی عبدالقادر دین
پوری ۔ ہونو نذہبی ۔ محمد علی سندھ ۔ حبیب اللہ ۔

ح۔ مسیح ۔ شانواز عبدالرحمن ۔ عبدالحق ۔

ط۔ کیستان ۔ محمد سلیم ۔ کریم بخش ۔

ی۔ لفظنا ۔ نادر شاہ

(نوٹ) ایک اور فہرست میں محمد علی سندھی اور حبیب اللہ کا نام بھیجے گا نہ فہرست میں

درج ہے ۔

۴ احوال انجمن دیگر بنام حکومت ہند

ایک ہندوستانی رئیس ہند پر تاپ ساکن ہندو بن جسے آریاؤں کی جماعت سے خاص تعلق ہے۔ اور ہندوستانی راجگان سے واسطہ درواسطہ ملتا ہے۔ گزشتہ سال جرمنی پہنچا۔ قیصر سے ہندوستان کے مسئلہ میں ایک تصفیہ کر کے اس کا ایک خط بنام روس اور ہندو امیر کابل لایا۔

حضرت خلیفۃ المسالین نے بھی قیصر کی طرح اسے اپنا وکیل ہند بنایا اس کے ساتھ مولوی برکت اللہ بھوپالی جو جاپان و امریکہ میں رہ چکے ہیں۔ برہن سے ہمراہ ہوئے۔ قیصر کے ایک قائم مقام اور سلطان العظمیٰ کے ایک افسر اس کے ساتھ کابل آئے۔ یہ لوگ میرے کابل پہنچنے سے دس روز قبل پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے ہندوؤں کے فوائد کی تائید میں ہندوستانی مسئلہ امیر صاحب کے سامنے پیش کیا اور کابل میں دونوں نے ایک انجمن کی بنام مذکورہ بالا بنیاد ڈالی۔ اس کا کام یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے معاملات مستقبل میں دولِ عظمیٰ سے معاہدات کرے۔

ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ انھوں نے مجھ سے اس انجمن میں شامل ہونے کی درخواست کی۔ میں نے اسلامی مفادات کی حفاظت کی نظر سے قبول کیا۔

(۱) چند روز کے مباحثات کے بعد اس انجمن نے قبول کر لیا کہ افغانستان اگر جنگ میں شرکت کرتا ہے تو ہم اس کے شاہزادہ کو ہندوستان کا مستقل بادشاہ مانتے کو تیار ہیں۔ اور اس قسم کی درخواست امیر صاحب کے یہاں پیش کر دی۔ لیکن چونکہ امیر صاحب ابھی شرکت جنگ کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے معاملہ ملتوی کر رکھا ہے۔

(۲) اس حکومت کی طرف سے روس میں سفارت گئی جس میں ایک ہندو اور ایک مہاجر طالب علم تھا جو افغانستان کے لئے مفید اثرات لے کر واپس آئے۔ اب روس کا سفیر کابل آنے والا ہے۔

روس کی انگریزوں سے برہمی میں جس کے فیصلہ کے لئے کچنر جاتا ہوا غرقاب ہوا۔
ممکن ہے کہ سفارت مذکورہ کا اثر بھی شامل ہو۔

(۳) ایک سفارت براہ ایران قسطنطنیہ اور برلن گئی ہے۔ اس میں دونوں ہمارے
مہاجر طار ب علم ہیں۔ امید ہے کہ حضور میں حاضر ہو کر مور و عنایت ہوں گے۔

(۴) اب ایک سفارت جاپان اور چین کو جانے والی ہے۔

۱۵۱ ہندوستان میں پہلی سفارت بھیجی گئی وہ زیادہ کامیاب نہیں ہوئی۔

(۶) اب دوسری سفارت جاری ہے۔

(۷) محفوظ رہے دونوں میں ایک دوسری سفارت برلن جانے والی ہے۔

جرمن سفارت سے میرے ذاتی تعلقات بہت اعلیٰ درجہ پر ہیں جس میں اسلامی فوائد میں
پوری مدد ملے گی۔

اس حکومت موقتہ میں راجہ پرتاپ صدر ہیں۔ مولوی برکست اللہ بھوپالی وزیر
اعظم اور احقر وزیر ہند۔

فقط والسلام

(بھید اللہ)

ضمیمہ بی

شمالی مغربی سرحدی صوبہ میں خفیہ سرگرمیوں کا خلاصہ
مورخہ ۳ جون ۱۹۱۶ء سے اقتباس

ہند پر تپ آن مہرسان | ۵۸۱ سی آئی۔ شمالی مغربی سرحدی صوبہ کابل کے سربراہ
علی گڑھ صوبہ جات متحدہ | الاخبار مورخہ ۱۹ جون ۱۹۱۶ء سے یہ اقتباس کیا گیا ہے
ذیل میں ہم ایک خط شائع کرتے ہیں جو ہمیں سربراہ الاخبار افغانستان میں شریک
اشاعت کرنے کے لئے کنوینس صاحب مہرسان یعنی راجہ راجہ صاحب ہاٹھوس سے وصول ہوا ہے
جو آج کل افغانستان کی مقدس بادشاہت کے مہمان ہیں۔

ایک بہت اہم مراسلہ

محل باغ بابر شاہ کابل

۱۹۱۶ء

مورخہ ۱۵

دور رس و پیغمبر مدیہ سربراہ الاخبار -

میں تکلیف دہی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ میں یہ دیکھ کر حیراں رہ گیا ہوں کہ
مجھے بعض ہندوستانی اخبارات میں خواہ مخواہ بنام لیا گیا ہے۔ میں آپ کے اخبارات
ذریعہ اس غلط بیانی کی تردید کرتی چاہتا ہوں۔

ان اخبارات نے یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے خود کو ایک بڑا مہاراجہ ظاہر کیا اور
اعلیٰ حضرت قیصر جرمنی کے عہد میں شامل ہو گیا میرے خلاف یہ جھوٹی الزام تراشی ہے
میں نے خود کو کبھی مہاراجہ بلکہ راجہ بھی نہیں کہا۔ نہ میں کسی کے عہد میں شامل ہوا۔ نہ میں
کسی کی ملازمت اختیار کی۔

یہ صحیح ہے کہ جنگ چھڑنے پر میں جرمنی گیا تھا تاکہ وہاں کی صورت حال کا مشاہدہ

کر سکوں۔ حکومت جرمنی نے مجھ پر عنایت کیں اور مجھے اگلی خندقوں سے اور ہوائی جہاز سے جنگ کا مشاہدہ کرنے کا موقعہ دیا۔ مزید بات ملک معظم قیصر جرمنی نے خود مجھے بلایا بی کاموقعہ دیا۔ اس کے بعد سلطنت جرمنی سے ہندوستان اور ایشیا کا مسئلہ طے کرنے کے بعد اور ضروری تعارف نامے پھیل کر لینے کے بعد میں مشرق کو واپس ہوا۔

میں نے مصر کے خلیفہ سے شہنشاہوں سے موزیروں سے ملاقاتیں کیں اور شہر آفاق وزیر پاشا اور اعلیٰ حضرت خلیفہ سلطان المعظم ملاقات اور گفتگو کی۔

میں نے سلطنت عثمانیہ سے مشرق کا اور ہندوستان کا مسئلہ طے کیا اور ان سے بھی ضروری تعارفی دستاویزات منسلک کیں۔ جرمن اور ترک افسران کو اور مولوی بکرت صاحب کو میرے ہمراہ میری مدد کے واسطے روانہ کیا گیا وہ اس وقت بھی میرے ساتھ ہیں۔

ہزاروں مصائب و مشکلات اور خطرات کا مقابلہ کر کے اور ایک خدا ترس انسان کی مہربانی سے ہم لوگ بغداد و اصفہان پہنچے۔ افغانستان پہنچے اعلیٰ حضرت لمیر کی غیر جانب داری کے باعث ہم یہاں ٹہرے ہیں۔ گوکہ ہم آپ کی حکومت کے مہمان ہیں اور ہمارے ساتھ بڑے احترام کا سلوک کیا جاتا ہے۔ ورنہ ہر قسم کا آرام پہنچایا جاتا ہے۔

میرے دوستوں کو یہ بات معلوم ہو جاتی چاہئے کہ وہ شکر گزار نہیں تو بھی انہیں مینو یادہ گوئی نہیں کرنی چاہئے۔ میں کسی شخص کا یا کسی قوم کا دشمن نہیں، میں ساری دنیا کا دوست ہوں۔ میرا واحد مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اور ہر قوم آزادی کیساتھ اور کے ساتھ اپنے مکان یا اپنے ملک میں زندگی گذاریں۔ اور روئے زمینی سے اس قسم کی جنگ و کشمکش کا نشان مٹ جائے۔

دستخط مہندر پرتاپ۔ جو دنیا کا اور ہندوستان کا خادم اور بوجھوں عیسائیوں ہندو اور مسلمانوں کا دوست ہے جسے بعض لوگ کفر و کفر اور بعض لوگ جہاد کا تھوس کہتے ہیں۔ مزید یہ کہ میرے ذاتی نظریات اور میرے افعال کیلئے کوئی بھی شخص میرا کوئی دوست یا میرا حقیقی بھائی یا میرا بہادر مرسان یا میرا رشتہ دار یا میرا صاحب جیند یا آرٹسٹوں کی پریم جگہ (بمطابق) مطلق ذمہ دار نہیں۔

دستخط۔ ایم پرتاپ

نمونہ عرضداشت جمعیت حزب اللہ

جو پاکستان کے مہاجرین و انصار (حزب اللہ) پر مشتمل
اور حضرت مولانا سلطان العلماء کی زیر سرپرستی و
زیر صدارت قائم ہے

۱۳۳۱ھ الا ان حزب اللہ ہما الغلبون

بتوسط مخدوم الانام حامی اسلام سلطان العلماء مہاجرین سبیل اللہ حضرت

مولانا محمود حسن صاحب صدر اعظم جمعیت حزب اللہ عم فیضہم

بملا خط غوث الاسلام خلیفۃ المسلیین امیر المؤمنین خادم الحرمین الشریفین سلطان
ابن سلطان، سلطان محمد رشاد خاں خامس خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ۔

بعد آداب و تسلیمات مسنونہ و فدیہ دینہ۔ خدمت عالی میں مندرجہ ذیل معروضات

پیش ہیں۔

(۱) ہم خدام اسلام حضرت سلطان العلماء مولانا محمود حسن صاحب کی زیر سرپرستی
مجمع ہو گئے ہیں ہم نے اپنا نام "حزب اللہ" رکھا ہے۔ اور آتش ظلم کو سرکڑنا ہمارا
نصب العین ہے۔

(۲) ہندوستان اور افغانستان کی حدود کے درمیان ایک وسیع علاقہ جو وزیرستان
سے الہئی دکنشیر تک پھیلا ہوا ہے جو آزاد علاقہ ہے۔ بہادر اور غیرت مند جنفی المذہب
افغانوں کا مسکن ہے۔ ان جبری اور غیور بہادروں نے روز اول سے اپنے علاقہ کو
حکومت انگریز کے تسلط سے آزاد رکھا ہے۔ ہم نے ۱۳۳۱ھ سے ہند سے الہئی تک
کے علاقہ میں اپنی جدوجہد کے مراکز قائم کر رکھے ہیں۔

(۳) جیسے ہی دربار خلافت سے انگریزوں کے مقابلہ میں جنگ کا اعلان ہوا۔ جمعیت حزب اللہ کے کچھ ارکان حضرت سلطان العلماء کے ایما پر انگریزی حکومت سے ہجرت کر کے اس آزاد علاقہ میں پہنچے اور یہاں کے لوگوں کو انگریزوں کے خلاف ابھارنے کا کام شروع کر دیا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے جو رپورٹ گزشتہ عیسوی سال کے گزٹ میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ہماری اس جدوجہد کا اقرار موجود ہے۔ ہند اور افغانستان کی تحریک میں بھی ہم نے بھرپور کوشش کی ہے اور کرتے رہیں گے۔ اگرچہ اب تک اس میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی

(۴) ہم خدام اسلام میں انگریزوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور خاص طور پر جنگ کے خاتمہ کے بعد۔ اس لئے بعد آداب عرض گزار ہیں کہ (الف) صلح عمومی اور مختلف حکومتوں کے درمیان معاہدے کے وقت مذکورہ بالا علاقہ کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے طے کر لیا جائے کہ یہ علاقہ سریر خلافت کے زیر اثر رہے گا۔

(ب) اس علاقہ کے انتظام اور اسلاج کے لئے دربار خلافت سے افسر بھیجے جائیں گے۔ (ج) اگر موجودہ جنگ کے دوران ہی کچھ افسر، پختوری فوج، سامان جنگ اور مصارف خوراک کے ساتھ یہاں بھیج دئے جائیں تو یہاں سے لاکھوں جنگ آزمودہ غازی بلا تنخواہ اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور یہ اقدام افغانستان کو سرگرم کرنے میں بھی معاون ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دربار خلافت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق و استطاعت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

مورخہ ۱۷ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ تقریباً مطابق ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء

(فحش) غالب پاشا گورنر حجاز شریف کا فرمان۔ جس میں جنگ میں شریک ہونے والوں کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جو ہم تک مولوی ابو الحامد انصاری

ابو الیونس کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اس عرضداشت کے پیش کرنے کا محرک بنا ہے۔ فقط

مہر جناب حاجی صاحب ترنگ زئی مہاجر غازی
فی سبیل اللہ صدر جمعیت حزب اللہ

مہر غازی معروف جناب ملا صاحب بابڑہ
صدر انصار جمعیت حزب اللہ
مہر مولوی فضل زئی مہاجر
رکن جمعیت حزب اللہ

مہر مولوی عبدالعزیز صاحب
رکن جمعیت حزب اللہ

نقل فرمان غالب پاشا گورنر (حجاز شریف)

یہ تم مقام (نمائندہ) اعلیٰ حضرت خلیفہ رسول رب العالمین۔ امیر المومنین والفقہ
یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ جنگ عمومی گذشتہ ایک سال سے ترکی کی اسلامی حکم
رخ کئے ہوئے ہے۔ روس۔ فرانس اور انگلینڈ دشمنان اسلام (ممالک عثمانیہ پر بری و
بحری حملے کر رہے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت امیر المومنین و خلیفہ المسند
نے محض اللہ کی قدرت اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی طاقت کے بھروسے
پر جہاد مقدس کا اعلان کر دیا ہے۔ جس کے جواب میں ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے
مسلمانوں نے لبیک کہا ہے۔ اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان جنگ میں
کو دھڑے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین کی تعداد دشمنان اسلام کی
تعداد سے بڑھ گئی ہے۔ اور انہوں نے دشمنوں کی قوت کو مادی اور اخلاقی طور پر
کمزور کر دیا ہے۔

چنانچہ روسیوں کی فوج کا ایک بڑا حصہ تفتقازیہ میں تباہ کر دیا گیا ہے۔ اور
ایک لاکھ برطانوی اور فرانسیسی فوجی اور ان کے جنگی جہاز و درہ وانیال اور دوسرے
مقامات پر برباد کر دیے گئے ہیں۔ ترکوں۔ جرمنوں اور آسٹریلیوں نے مشرق میں
روسیوں کو اور مغرب میں فرانسیسیوں اور بلجیکیوں کو پیچھے دھکیل دیا ہے۔ ایک ہنگامی
روسی اور فرانسیسی علاقے اور سارے بلجیم اور لاکھوں رائفلوں، بندو قوں اور دوسرے
سامان جنگ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور ہزاروں فوجیوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ اب بلغاریہ
بھی مرکزی قوتوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا ہے۔ اور اس نے سربیا
کے علاقہ میں اندر تک گھسکر وہاں کے لوگوں کو شکست فاش دیدی ہے۔ اس نے میرا
یہ پیغام میرے سلام کے ساتھ ان مسلمانوں کو پہنچا دیا جائے جو ان حکومتوں کی غلامی

میں ہیں۔ کہ وہ اب مکمل طور پر شکست کھا چکی ہیں۔ اور اب بالکل لاچار و بے یار و مددگار ہیں اور ان کے یعنی مسلمانوں کے سامنے جس قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ وہ محض خیالی ہے۔

مسلمانو! آج تمہاری بچات کا دن ہے۔ اس لئے اب اپنی ذلت و خواری ہو رہی غلامی پر راضی و قانع نہ رہو۔ بلاشبہ آزادی۔ کامیابی، فتح و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ اب خواب غفلت سے بیدار ہو اور متحد ہو کر اپنے اندر تنظیم و اتحاد پیدا کرو اپنی صفوں کو درست کرو۔ اور اپنے آپ کو ان چیزوں سے یس کرو۔ جو تمہارے لئے ضرر اور کافی ہوں اور پھر اس ظالم و جابر عیسائی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔ جس کی غلامی کا کمزور طریق تمہاری گردنوں میں پڑا ہوا ہے۔ اس زنجیر غلامی کو اپنے مذہب کی طاقت اور دین کی تیز دھار سے کاٹ ڈالو۔ اس طرح اپنے وجود اور انسانی آزادی کے حقوق کو حاصل کرو۔ ہم انشاء اللہ عنقریب مکمل فتح اور کامیابی کے بعد معاہدے کریں گے تو تمہارے حقوق کی پوری طرح حفاظت و مدافعت کریں گے۔

اس لئے اب جلدی کرو اور بچتہ عزم و ارادہ کے ساتھ دشمن کا گلا گھونٹ کر اسے موت کے منہ میں پہنچا دو۔ اور اس سے نفرت و دشمنی کا مظاہرہ کرو۔ ہم تمہاری طرف بھروسہ اور اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لئے یہ اچھا موقع ہاتھ نہ جانے دو بدول نہ ہو۔ اور خداوند بزرگ و برتر سے دلی مراد پوری ہونے کی امید رکھو۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مولانا محمود الحسن صاحب دجوبیلے دیوبند ہندوستان کے مدرسہ میں تھے (ہمارے پاس آئے اور ہم سے مشورہ طلب کیا ہم اس بارہ میں ان سے متفق ہیں اور ان کو ضروری ہدایات ویدی میں ان پر اعتماد کرو۔ اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو روپیہ سے، آدمیوں سے اور جس چیز کی انہیں ضرورت ہو اس چیز ان کو مدد کرو۔

دستخط۔ غالب (پاشا)

والئی جمہاز

نمبر مسلسل ۱۶

صرف صوبائی استعمال کے لئے

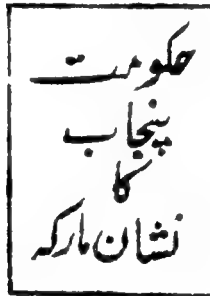
خفیہ

ریشمی خطوط کے کس میں

کون کیا ہے ؟

پنجاب

۱۹۱۶-۱۷



لاہور

باہتمام سپرنٹنڈنٹ سرکاری مطبوعات پنجاب

۱۹۱۷ء

ریشمی خطوط سازش کیس
کا

تعارفی حصہ

کون کیا ہے ؟

انڈیا آفس لندن میں محفوظ ریکارڈ کے قلم کا اردو ترجمہ

ان

رفیق عزیز بیگ صاحب

اور ضروری نوٹ ان

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب

شائع کردہ، الجمعۃ بکڈپو

بجسن الثقاف

حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی صدر جمعیتہ علمائہ ہند

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ	نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ
۱	پیش لفظ	۴	۱۹	امداد حسین حافظ	۱۳
۱	آزاد سبحانی	۶	۲۰	امیر شاہ	۱۳
۲	ابراہیم شیخ آف سندھ	۶	۲۱	انصاری ڈاکٹر	۱۳
۳	ابراہیم صاحب مولوی کاوی	۷	۲۲	عزیز الدین	۱۴
۴	ابراہیم مولوی آف سیالکوٹ	۷	۲۳	عبد الغفریز	۱۵
۵	ابوالکلام آزاد	۷	۲۴	عبد الغفریز مولوی ساکن رحیم آباد	۱۵
۶	ابو محمد احمد مولوی آف لاہور	۸	۲۵	عبد الغفریز شاویس شیخ	۱۵
۷	احمد جان	۹	۲۶	عبد الباری مولوی فریحی محل لکھنؤ	۱۶
۸	احمد جان مولوی	۹	۲۷	عبد الباری مولوی مہاجر	۱۶
۹	احمد حسن مولوی آف کیرانہ	۹	۲۸	عبد الحق خواجہ	۱۶
۱۰	احمد حسین مولوی آف کیرانہ	۱۰	۲۹	عبد الحماد مہاجر	۱۷
۱۱	احمد علی مولوی نائب ناظم نظارۃ المعارف	۱۰	۳۰	عبد الحق مولوی آف لاہور	۱۷
۱۲	احمد میاں مولوی	۱۱	۳۱	عبد الحق شیخ	۱۸
۱۳	اسد اللہ پیرسندی	۱۱	۳۲	عبد الحسن مولوی آف جونپور	۱۸
۱۴	اسمس	۱۱	۳۳	عبد الکریم سرونج	۱۸
۱۵	اسما عیل	۱۱	۳۴	عبد الکریم نائب رئیس المجاہدین	۱۹
۱۶	اسما عیل حافظ	۱۲	۳۵	عبد الخالق	۱۹
۱۷	اسطغی کریم بی اے آف قصیر باغ لکھنؤ	۱۲	۳۶	عبد اللہ انصاری مولوی	۱۹
۱۸	القمر نواز خاں	۱۲	۳۷	عبد اللہ باریون ماحی	۲۰
				یہ باقی صفحہ ۱۱ پر	

پیش لفظ

یہ کتاب اس غرض سے تیار کی گئی ہے کہ حوالہ کی کتاب کا کام دے سکے۔ اس کتاب میں ان لوگوں کے بارہ میں اطلاعات دی گئی ہیں۔ ۱۹۱۶ء کے ریشمی خطوط کے معاملہ میں (پنجاب سی آئی ڈی نمبر ۲۸۲) بابت ۱۹۱۶ء میں جن کا نام آیا ہے یا اس سلسلہ میں جو لوگ علم میں آئے محققہ واقعات یہ ہیں

(الف) ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء کو ملتان کے خان بہادر (ب) نواز خان نے عبدالحق نامی ایک شخص سے تین ریشمی دستاویزات حاصل کیں۔ یہ پہلے اُن کا ملازمہ چکا تھا۔ اور فروری ۱۹۱۶ء میں ان کے دولہوں کے ہمراہ کابل کو فرار ہو گیا تھا۔

(ب) یہ دستاویزات عبدالحق کو کابل میں مولوی عبید اللہ نے اس ہدایت کے ساتھ دی تھیں کہ انہیں حیدر آباد سندھ میں شیخ عبدالرحیم کو دے دیا جائے۔ اور اسے خطوط مدینہ میں حضرت مولانا محمود الحسن کو روانہ کرنے تھے۔

(ج) یہ دستاویزات اردو زبان میں زر دریشمی کپڑے کے تین ٹکڑوں پر لکھے ہوئے خطوط ہیں۔ پہلا خط ایک تشریحی مراسلہ ہے جو شیخ عبدالرحیم کے نام ہے۔ ۶۔ انج لمبا اور ۵۔ انج چوڑا ہے۔

دوسرا خط حضرت مولانا صاحب کے نام ہے۔ دس انج لمبا اور آٹھ انج چوڑا ہے۔ تیسرا خط ۵۔ انج لمبا اور ۱۰۔ انج چوڑا ہے۔

پہلے اور تیسرے خط کو مولوی عبید اللہ نے خود لکھا ہے۔ اور ان پر دستخط کئے ہیں۔

دوسرے خط پر کسی کے دستخط نہیں ہیں۔ لیکن تفتیش سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مولوی محمد میاں عرف مولوی منصور نے لکھا ہے۔

ان خطوط کی تحریر بہت پختہ اور صاف ہے۔ ان میں نہ تو کسی لفظ کو مٹایا گیا ہے اور نہ ہی کسی لفظ کو کاٹ کر اس پر غلطی بنائی گئی ہے۔ صرف دو نحو کی ایک نہایت معمولی سی لغزش کا پتہ چلا ہے۔

زبان اگرچہ بعض مقامات پر مبہم ہے۔ جیسا کہ سازشیوں کے خطوط میں ہونی چاہیئے۔ لیکن اچھے تعلیم یافتہ بلکہ اہل علم کی زبان ہے۔

۲۔ ریشمی خطوط میں جس سازش اور منصوبہ کا تذکرہ ہے۔ ان کو پوری طرح سمجھنے کے لئے سر چارلس کلیولینڈ کی تحریر کردہ یادداشتوں کو دیکھنا ضروری ہے۔ جو اس معاملہ سے متعلق فائل میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ ان دستاویزات سے اس انتباہ کا جواز ثابت ہو جاتا ہے جو مسٹر پیٹرک نے فروری و مارچ ۱۹۱۲ء میں مسلمانان ہند کی عام حالت کے متعلق اپنی مختصر یادداشت میں دیا ہے۔

۳۔ اس ڈائریکٹری کا مقصد ان لوگوں کی شناخت اور پہچان میں آسانی پیدا کرنا ہے۔ جن کا ریشمی خطوط کی سازش سے براہ راست تعلق تھا۔ اور اس سلسلے میں ان کی کارروائیوں کو مختصر بیان کرنا ہے۔

لاہور

۱۵ جون ۱۹۱۲ء

اے ڈبلیو میر سیر

سینٹنڈنٹ پولیس

سی آئی ڈی (پولیسکل) پنجاب

یہ تمام تحریریں سی۔ آئی۔ ڈی کی مرتب کردہ رپورٹ

کا ترجمہ ہے اور اسی کی زبان میں ہے۔ ان میں بہت سے واجب احترام

بزرگ ہیں۔ ان کے حالات مسلم مجاہد وطن کے سلسلہ میں بیان کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ

محمد میاں

ریشمی خطوط کی ڈائریکٹری

۱۔ آزاد سنجانی

عبدالقادر آزاد سبھی فی آف مدرسہ البیات کانپور ایک فخریہ پڑاڑ مولوی ہے جس کے پیروؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کانپور مسجد کے فساد کا روح رواں تھا۔ جنود بانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔

۲۔ ابراہیم شیخ آف سندھ

۱۔ محمد صادق کا بھتیجا جو کھڑہ کراچی کا مشہور متعصب مولوی (اب نظر بند ہے) اور عبید اللہ کا دوست ہے۔ شیخ محمد ابراہیم ایم اے نے پونہ میں تعلیم پائی ہے۔
۲۔ فروری ۱۹۵۷ء میں اسے حبیبیہ کالج کابل میں پروفیسر کی جگہ مل گئی جہاں وہ برطانیہ کا کٹر مخالف بن گیا۔

۳۔ وہ کابل کا ایک بڑا انقلابی ہے۔ ایم عبید اللہ محمد علی بی اے قصوری راجہ مہندر پرتاپ، برکت اللہ وغیرہ کے ساتھ سازشیں کرنے اور منصوبے بنانے میں اس نے بڑا سناپا حصہ لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ ابراہیم اور محمد علی قصوری کو ایم عبید اللہ نے خاص طور سے کابل بلایا تھا کہ وہ وہاں جہاد کے لئے زمین ہموار کر سکیں۔

جون ۱۹۵۷ء میں اسے محمد علی کے ساتھ حبیبیہ کالج سے برطرف کر دیا گیا۔
۱۰۔ حملاتی ۱۹۵۷ء کو آزاد علاقہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ جہاں وہ شاید اس وقت

بھی سرحد پار کے ملاؤں قبائلیوں وغیرہ کو جہاد پر اُکسانے میں مصروف ہے۔
 کہا جاتا ہے کہ ۱۹۱۶ء میں اُس نے براہ عرب جرمنی جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔
 جنودِ بانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔

۳۔ ابراہیم صاحب مولوی کاوی

جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔
 یہ اور ابراہیم عرف احمد جان آف کاما شاگرد ہڈا ملا ایک ہی شخص ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں
 اس نے سب سے پہلے غزوہ کے لئے جوش دلایا تھا۔

۴۔ ابراہیم مولوی آف سیالکوٹ

پسر مستری قائد بخش سکھ سیالکوٹ۔ مشہور اور نہایت بااثر اور متعصب و بانی
 مبلغ۔ ہندوستان میں سفر کرتا رہتا ہے۔ اور وہابیوں کے جلسوں میں دوسرے فرقوں
 سے مناظروں کے دوران نہایت پرجوش تقریریں کرتا ہے۔ اس لئے اس کی ہر وقت مانگ
 رہتی ہے۔

ظفر علی کاکڑ حامی ہے۔ اور ثناء اللہ امرتسری کا ساتھی اور مولوی عبدالرحیم عرف
 بشیر احمد اور عبدالرشید پشاور کی کتب فروش کا ساتھی ہے۔

جنگِ طرابلس، جنگِ بلقان اور کان پور کی مسجد کے واقعہ پر اس نے سیالکوٹ
 میں کافی بے چینی اور شورش پھیلا دی تھی۔

ایم ابراہیم کے بارے میں شبہ ہے کہ برطانیہ کے خلاف مسلم پروپیگنڈہ میں
 اس کا ہاتھ ہے۔

جنودِ بانیہ کی فہرست میں کرنیل ہے۔

۵۔ ابوالکلام آزاد

محمد الدین کنیت۔ ابوالکلام آزاد الہلال کا بدنام ایڈیٹر۔ انجمن حزب اللہ اور کلکتہ

دارالارشاد کالج کابانی۔

دلی کا باشندہ ہے لیکن تعلیم عرب میں پائی ہے۔ انتہا درجہ میں اتحاد اسلامی کا حامی ہے۔ نہایت کٹر انگریز دشمن اور بے حد متعصب ہے۔ دیوبند کی سازش جہاد کا نہایت سرگرم رکن تھا۔

(۱) یقین کیا جاتا ہے کہ حالیہ شورش میں اس نے ہندوستانی متعصبوں کو روپے کی اور دوسری طرح کی مدد دی ہے۔

(۲) جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔

۳۔ ابو محمد احمد مولوی آف لاہور

(۱) کنیت مولوی احمد چکوالی پسر غلام حسن ذات اخوان ساکن چکوال ضلع جہلم۔ گنگوہ اور دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن اس کے استاد تھے۔ اس جگہ اس کی عبید اللہ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ وہ بھی اس وقت طالب علم تھا۔ وہ محمود الحسن کا پر خلوص مرید بن گیا۔

۱۹۲۶ء میں صوفی مسجد کشمیری بازار لاہور کا امام مقرر کیا گیا۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں اپنی گرفتاری تک مامور رہا۔ کچھ عرصہ تک دیوبند میں جمعیت الانصار کا نائب ناظم رہا۔ مولوی احمد ہندوستان میں وہابی تحریک کا نہایت اہم رکن ہے۔ عبید اللہ کا نہایت مخلص اور پر جوش ساتھی ہے۔ ہندوستانی متعصبوں سے اس کا قریبی رابطہ تھا۔ کئی مرتبہ اساس جا چکا ہے۔

(۲) چندہ جمع کرنے کے لئے پنجاب میں مجاہدین کا خاص ایجنٹ ہے۔ آزاد علاقہ میں ہندوستانی انقلاب پسندوں کو سرمایہ مہیا کرنے کے کام میں مولوی حمد اللہ کا خاص معاون ہے۔

اساس کے ہندوستانی متعصبوں اور ہندوستان میں ان کے ہمدردوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے۔

صوفی مسجد سرحد کو جانے اور واپس آنے والے سائنڈوں کے ٹھہرنے کے کام آتی ہے۔ قاضی ضیاء الدین ایم اے کا چچا اور دہا کے احمد علی کا خسر ہے۔

(۲) جہادی طلباء کے فرار سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

(۳) شیخ عبدالرحیم کے نام وضاحتی خط میں جواب کے لئے اس کو ذریعہ بنانے

کا تذکرہ ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں کر نل ہے۔

آج کل روپڑ ضلع ابدال میں ہے جہاں اس کی نقل و حرکت پر پابندی ہے۔

۷۔ احمد جان

عبید اللہ نے جدہ کے بعد کے حالات پر حضرت مولانا کو جو خطرہ اڑا کیا تھا اس میں اس کا ذکر ہے۔

(۱) شہر قازان روسی ترکستان کا رہنے والا ہے۔ اپنے ہم وطن حرمت اللہ کے

ہمراہ اس نے کچھ عرصہ دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے۔

تقریباً دو برس ہوئے یہ دونوں دیوبند سے مولانا حسین احمد مدنی کے ہمراہ حجاز

چلے گئے اور شاید اب بھی وہیں ہیں۔

۸۔ احمد جان مولوی

دیوبند کے مدرسہ کے معلم مولوی غلام رسول کا بھتیجا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب مولانا محمود الحسن نے عزیز گل کو جہاد کی تیاری کا پتہ

چلانے کے لئے آزاد علاقہ کو بھیجا تو یہ ان کے ہمراہ گیا تھا۔

۹۔ احمد حسن مولوی آف کیرانہ (بلوچی)

جمیعة الانصار میں وہ عبید اللہ کا پرجوش مقلد تھا۔ لیکن ان کے دیوبند سے جانے

سے پہلے ہی ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔

(۲) تاہم احمد حسن دیوبند میں مولانا محمود الحسن کے منہان پر خفیہ میٹنگوں میں شریک ہوتا رہا۔

۱۰۔ احمد حسین مولوی آف کیرانہ (لیوپی)

پیش امام جامع مسجد شملہ، محمود الحسن کا خاص شاگرد۔
اس کے بارہ میں مشہور ہے کہ اس نے مولوی عبداللہ کو ایک مرتبہ سے زیادہ مولا کوہار کی تبلیغ کے لئے روپیہ روانہ کیا۔

۱۱۔ احمد علی مولوی نائب ناظم نظارة المعارف

پیش شیخ حبیب اللہ آف بالوچک ضلع گجراتوالہ۔
سندھ میں مولوی عبید اللہ کی نگرانی میں تعلیم پائی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدرآباد سندھ میں استاد مقرر کیا گیا۔ بعد میں اس کو اسی عہدہ پر نواب شاہ میں عبید اللہ کے قائم کردہ دوسرے اسکول میں منتقل کر دیا گیا۔
جب دلی میں نظارة المعارف القرآنیہ قائم ہوا تو کچھ دن احمد علی طالب علم رہا۔ لیکن وہ جلد ہی پروفیسر بن گیا۔ بالآخر اسے نظارة المعارف کا ناظم بنا دیا گیا۔
(۱) مولوی عبداللہ سندھی کابل میں مولوی عبید اللہ سے جو فتاویٰ اور خطوط لا تھا وہ ایم احمد علی کے لئے تھے جس نے تمام خطوط وغیرہ مکتوب الیہم میں شمعیک تقیہ کرادیئے تھے۔ اس کا رابطہ محی الدین عرف برکت علی بی اے آف قصور، خواجہ عبد اللہ آف گورداسپور، ڈاکٹر صدر الدین، ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی وغیرہ وغیرہ سے تھا۔
لہجوں ضلع گورداسپور سے اسے آنے جانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ بعد میں ضمانت پر اسے مارچ ۱۹۴۷ء میں رہا کر دیا گیا تھا۔

(۲) جنووبانیہ کی فہرست میں وہ مکرمل ہے۔

بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ایم احمد علی اتحاد اسلامی کی سازش جہاد

ایک سرگرم ممبر تھا۔ نظارتہ المعارف میں اس کی رہائش گاہ وقتاً فوقتاً سازشیوں کے لئے ملنے اور سازشیں گھڑنے کے لئے مرکز کا کام دیتی تھی اور آزاد علاقہ کو ہلکا اور وہاں سے آنے والے سازشی اس میں ٹھہر کر تے تھے۔

۱۲۔ احمد میاں مولوی

دیکھو سید حاجی انیسٹیموی۔

۱۳۔ اسد اللہ شاہ پیر سندی

(۱) غالباً مقام امروٹ ضلع سکمر (سندھ) کا رہنے والا ہے۔
عبد اللہ کارفیع ہے۔ مدد گوٹھ پیر جھنڈا میں اُس وقت تعلیم حاصل کی جب عبد اللہ وہاں تھے۔ کچھ عرصہ اس کے نظارتہ المعارف القرآنیہ میں بھی طالب علم رہے خیال کیا جاتا ہے کہ عبد اللہ کا نہایت سرگرم ایجنٹ ہے۔
(۲) جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔

۱۴۔ اسمس

مجاہدین کی بستی کا ہیڈ کوارٹر جو مداحیل کے علاقہ میں دربند سے ۳۰ میل شمال مغرب میں ہے۔ پشتونبازان میں سماس یا ساستہ کے معنی ہیں غار۔

۱۵۔ اسماعیل

البواب امنب کا مفتی۔ اس نے دربند میں لاہور کے جہادی طلباء کے لئے طعام و قیام کا انتظام کیا تھا۔ اور بعد میں ان کا سامان اسماں پہنچایا تھا۔
موجودہ امیر المجاہدین سے بڑے پر خلوص تعلقات ہیں۔

۱۶۔ اسماعیل حافظ

(۱) عربی اسکول رڑکی میں استاد ہے۔ مولانا محمود الحسن کے جہاد کے پروپیگنڈے کے لئے روپیہ جمع کرنے کے کام میں مولوی ظہور محمد کا سرگرم ساتھی اور شریک تھا۔ حافظ اسماعیل رڑکی کے دیہات میں گشت کر کے روپیہ جمع کرتا تھا۔ جو آخر کار ظفر محمد کے ذریعہ حمد اللہ کو پہنچ جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی کرت پور اور نجیب آباد میں بہت کافی روپیہ جمع کیا تھا۔

۱۷۔ اصطفیٰ کریم بی اے آف قیصر باغ لکھنؤ

(۱) وہ کچھ عرصہ تک نظارۃ المعارف القرآنیہ میں طالب علم رہا۔ کہا جاتا ہے کہ نظارہ کے آغاز میں عبید اللہ کا خاص ساتھی تھا۔ عبید اللہ سے ملنے گوٹھ پر جھنڈے شاہ کا دورہ قاضی ضیاء الدین ایم۔ اے اور مولوی منظر الدین کے ساتھ اپریل ۱۹۴۷ء میں کیا تھا جبکہ عبید اللہ کا بل فرار ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ اب شاید مراد آباد کے کسی اسکول میں ٹیچر ہے۔

۱۸۔ اللہ نواز خاں

سیرخان بہادر رب نواز خان آنریری مجسٹریٹ ملتان۔ لاہور کے ان جہادی طلباء (گورنمنٹ کالج لاہور) میں سے ایک ہے جو فروری ۱۹۴۷ء میں فرار ہو کر سرحد پار پہنچے۔ طلباء میں ہجرت کے سوال پر انتہائی کٹرتھا۔ کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں اس کا کمرہ اس وقت سازشیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ جبکہ فرار کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ اس نے رشتی خطوط کے حامل شیخ عبدالحق اور اُس کے بھائی شاہ نواز کو ساتھ چلنے پر رضامند کیا۔

جنود بانیہ کی فہرست میں وہ لفٹنٹ کرنل ہے۔

۱۹۔ امداد حسین حافظ

(۱) پیش امام رز کی مسجد ابتدا میں وہ مولوی ظہور محمد عربی شیخ مدرسہ مذ کی کے ذریعہ مولانا محمود الحسن کے جہادی پروپیگنڈہ کے لئے روپیہ دیا کرتا تھا۔ لیکن بعد میں اس سے جھگڑا ہو گیا۔

۲۰۔ امیر شاہ

کنور یا قت علی رئیس مینڈھو صوبہ جات متحدہ کا ملازم ہے۔ کسی وقت مولانا محمود الحسن کا بہت قریبی دوست اور پیرو تھا۔ لیکن بعد میں مولانا محمود الحسن اہل مذ کے دیوبند کے وفادار پرنسپل شمس العلماء حافظ احمد کے درمیان اختلاف رائے کے باعث اس کی عقیدت کم ہو گئی۔ اب وہ شمس العلماء کا معتقد ہے۔ جدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے جو خط لکھا ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے۔

۲۱۔ انصاری ڈاکٹر

(۱) جنود بانیہ کی فہرست میں وہ لفٹنٹ جنرل ہیں۔ جدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے اس میں ان کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مختار احمد انصاری آف دہلی ۱۹۱۳ء میں جنگ بلقان کے وقت ٹر کی کو بھیجے جانے والے کل ہند میڈیکل مشن کے لیڈر اور آرگنائزنگ تھے۔ عکیم عبدالرزاق کے بھائی اور مولانا محمود الحسن کے پکے مرید ہیں۔ اتحاد اسلام کے مشہور حامی اور ہندوستان میں سب سے خطرناک ترک نواز مسلمان ہیں۔ (۲) دلی میں نظارت المعارف القرآنیہ کے مصارف مہیا کرتے ہیں۔ خیال ہے کہ ڈاکٹر انصاری ان لوگوں

میں سے ایک ہیں جنہوں نے (۳) مولانا محمود الحسن کو ہندوستان سے ہجرت کرنے پر اکسایا۔ (۴) مولوی عبد اللہ سندھی کابل سے ڈاکٹر انصاری کے لئے دو خط لائے تھے ایک برکت اللہ نے دوسرا عبید اللہ نے بھیجا تھا۔

۲۲۔ عزیز الدین

فیض آباد (لوہی پٹی) کا باشندہ بتایا جاتا ہے۔ میسرز ٹرنر مارسلین اینڈ کو، کاسابق ملازم ہے۔ اود بعد میں مکہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ یہ مکہ میں مولانا محمود الحسن صاحب کے خفیہ جلسوں میں جو دھرم پور رباط میں ہوا کرتے تھے، شریک ہوا کرتا تھا اور جہاد کے لئے خاص الخاص جلسوں میں بھی شریک کیا جاتا تھا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ عزیز الدین نے مولانا محمود الحسن کو غالب پاشا سے متعارف ہونے میں مدد دی ہے۔

انگریزی (اصل) میں ۲۲ کے بعد چند لہینیں خالی چھوڑ دی ہیں پھر عبدالعزیز سے سلسلہ شروع کیا ہے اور اس پر نمبر بھی شروع سے یعنی ۱ سے ڈالا ہے۔ ہم نے اصل کی نقل کرتے ہوئے چند لہینیں چھوڑ دی ہیں مگر نمبر نئے نہیں ڈالے۔ عبدالعزیز کا نمبر انگریزی میں ۱ ہے مگر ہم نے سلسلہ کے بموجب نمبر ۲۲ کیا ہے۔

۳۳۔ عبد العزیز

(۱) حضرت مولانا کے نام خطوط میں اس کا تذکرہ ہے۔ (۲) ضلع پشاور کا باشندہ بیان کیا جاتا ہے۔ دیوبند کے مدرسہ کا اُس وقت طالب علم تھا۔ جب مولوی فضل ربی وہاں تھے (۳) جون ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ سردار نصر اللہ خاں سے ملاقات کے خفیہ مشن پر حاجی ترنگ زئی کی طرف سے فضل ربی اور فضل محمود کے ہمراہ کابل گیا تھا۔ ممکن ہے یہ وہی (۴) عبد العزیز ہو جو اتان زئی کے حیا گل کالڑ کا ہے۔ جو حاجی ترنگ زئی کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں آزاد علاقہ کو فرار ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو جسے جنود بانیہ کی فہرست میں کرنل بتایا گیا ہے۔ جس کا نام اس طرح لکھا ہے۔ مولوی عبد العزیز وکیل وفد حزب اللہ دیاعستان۔ شاید اس وقت آزاد علاقہ میں ہے۔

۳۴۔ عبد العزیز مولوی، ساکن رحیم آباد

(۱) پسر محمد اللہ ساکن رحیم آباد نزد در بھنگہ بہار واطلیسہ۔ مشہور وہابی مولوی ہے جو شمالی ہند میں سفر کرتا رہتا ہے اور وہابیوں کے جلسوں میں شریک ہوتا ہے۔ (۲) جنود بانیہ کی فہرست میں اس کا نام لفٹنٹ جنرل کی حیثیت سے شامل ہے۔

۳۵۔ عبد العزیز شاہ ولی، شیخ

اتحاد اسلامی کا بدنام مصری حامی۔ بغاوت کا مجرم قرار پا کر سزایاب ہوا۔ ۱۹۱۷ء میں مصر سے ترکی روانہ ہوا۔ اس کے بعد سے اتحاد و ترقی کمیٹی میں مصر اور ہند کے امن کے خلاف سب سے سرگرم سازشچی ہے۔ ڈاکٹر انصاری کا دوست ہے۔ محمد علی آف کامرٹھ کی نظربندی سے قبل ان سے ان کا رابطہ تھا۔

(۱) جنود بانیہ کی فہرست میں وہ لفٹنٹ کرنل ہے۔

۲۶۔ عبدالباری مولوی فرنگی محل لکھنؤ

صدر انجمن خدام کعبہ۔ اتحاد اسلامی کا متعصب حامی۔
 (۱) مولانا محمود الحسن سے اس کا تعلق تھا اور ان کے سے خیالات رکھتا تھا۔
 (۲) جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔

۲۷۔ عبدالباری مولوی مہاجر

پسر مولوی غلام جیلانی ریٹائرڈ منصف لائل پور۔ لاہور کے اُن طلباء میں شامل تھا جو فروری ۱۹۱۷ء میں جہاد کے لئے آزاد علاقہ کو فرار ہو گئے تھے۔ (۱) کابل میں بڑے سازشیوں کو اس پر مکمل اعتماد تھا۔ اور اسے آزادی کے ساتھ خفیہ ٹنگوں میں شامل کر لیا جاتا تھا جو کابل سول لائیز میں جرمن مشن کے ساتھ ہوتی تھیں۔

جون ۱۹۱۶ء میں عبدالباری اور شجاع اللہ کو راجہ جہند پر تاپ اور مولوی برکت اللہ نے خفیہ مشن پر براہِ ایمان قسطنطنیہ اور برلن کو روانہ کیا۔ وہ سردار نصر اللہ خاں کے خطوط سلطانِ نینز قیصرِ جرمنی کے لئے اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔ راستہ میں ان کو سیستان میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ (۲) عبدالباری جنودِ بانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ حکومتِ موقتہ کا وہ ہندوستان میں وکیل ہے۔ آج کل وہ لاہور میں گرفتار ہے۔

۲۸۔ عبدالحی خواجہ

پسر خواجہ عبدالرحیم جو خورشید عالم بیسٹریٹ لاہور واسپور کا منشی ہے۔ اُس نے گورداسپور لاہور اور دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے۔ (۱) آخر الذکر مقام میں وہ حمید اللہ کا بہت مخلص ساتھی تھا۔ وہ اسلامیہ کالج میرٹھ اور صوبہ جات متحدہ کے کئی اسلامی اداروں میں اور گوجرانوالہ کے اسلامیہ ہائی اسکول میں ملازم رہ چکا ہے۔ (۲) اگست ۱۹۱۵ء میں اُس نے گورداسپور میں تقریر کر کے لوگوں کو جہاد پر ابھارا تھا۔ کچھ عرصہ تک وہ

۱۰۔ اقلام کلکتہ کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں شامل رہا ہے۔ وہ نجم الدین احمد، ابوالکلام آزاد، اور محی الدین عرف برکت علی قصودی کا ساتھی رہا ہے۔ یہ سب کے سب انتہائی درجہ میں اتحاد اسلامی کے حامی ہیں۔
دیوبند میں مولانا محمود الحسن کے مکان میں خفیہ ٹنگوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ جنودِ بانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔

۲۹۔ عبدالحامد، مہاجر

پسر محمد حسین سکھ موضع رام گڈھ سرائے بارو ضلع لدھیانہ اُن لاہوری طلباء (سیدیکل کالج) میں شامل ہے جو ۱۹۱۵ء میں بھاگ کر سرحد پہنچے تھے۔ اس کا بھائی غلام رسول خاں بی، اے، ایل، ایل، بی لدھیانہ میں پیڈر ہے جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔

۳۰۔ عبدالحق مولوی آف لاہور

پسر مولوی محمد غوث کوچہ چایک سواران لاہور۔ مالک رفاہ عام پریس۔ مولوی عبدالرحیم عرف مولوی بشیر اس کا برادر نسبتی ہے۔ عبدالحق کٹر و بانی ہے انتہائی متعصب ہے۔ احمد ہندوستانی جنونیوں سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ ان کے لئے وہ لاہور میں اکثر روپیہ جمع کیا کرتا ہے۔ مولوی احمد چکوالی، عبداللہ پشادری کتب فروش، ثناء التوفیقہ کا قریبی ساتھی ہے۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں گرفتاری سے قبل اس کے بارہ میں خیال تھا کہ سرحد پار ایم عبدالرحیم سے اس کی خفیہ خط و کتابت ہے۔ اس کا نام ایم محمد مبین کی فہرست میں شامل ہے جس میں اُن لوگوں کے نام ہیں جن کے بارہ میں یقین کیا جاتا ہے کہ انہوں نے دیوبند کے جہاد کے پروپیگنڈہ میں مدد کی ہے۔ اور اس کے حامی ہیں۔
جنودِ بانیہ کی فہرست میں وہ کرنل ہے۔ اس پر پابندی لگادی گئی تھی کہ وہ پھلور میں رہے۔ لیکن مارچ ۱۹۱۷ء میں ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

۳۱۔ محمد الحق شیخ

جنوبی خطوط لے کر آیا تھا۔ وہ ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ اُس کا پرانا نام جیون داس ہے۔ وہ لڑکا ہے اور نڈارام ساکن موضع درچھا تھا نہ جنیال ضلع شاہ پور کا۔ اس نے انٹرنس تک پڑھا ہے۔ ۱۹۰۹ء میں اس نے اسکول چھوڑ دیا تھا۔ اور بوقلموں زندگی گزارنے کے بعد ۱۹۱۲ء میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ تک خان بہادر رب نواز خاں نے اسے اپنے دونوں لڑکوں کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ خاں بہادر رب نواز کے لڑکے اللہ نواز نے اس کو جہاد کرنے والے طالب علموں کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ابھارا تھا۔

فروری ۱۹۱۵ء میں اُس نے ان کے ہمراہ سرحد پار کی تھی۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط دے کر اسے عبید اللہ سندھی (حیدر آباد) (سندھ) کے شیخ عبدالرحیم کے پاس بھیجا۔ جس کو یہ خطوط مولانا محمود الحسن کو عربستان میں بھیجنے کا انتظام کرنا تھا۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ میجر ہے۔ کچھ عرصہ تک اس پر منگمری پولیس لائنر کے اندر رہنے کی پابندی تھی۔ لیکن مارچ ۱۹۱۶ء میں یہ پابندی ختم کر دی گئی۔ اب وہ ریلوے پولیس میں کانسٹیبل ہے۔

۳۲۔ عبدالحسن مولوی آف جون پور صوبہ جات متحدہ

یہ ان تیرہ مخرف اشخاص میں سے ایک ہے جو مولوی محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عربستان گئے تھے۔ شاید وہ محمد میاں قرضی حسن مولوی سہول اور دوسرے لوگوں کے ساتھ واپس آگیا تھا۔

۳۳۔ عبد الکریم سرونج

ریاست ٹونک میں کھانوں کا ایک خوشحال بیوپاری ہے۔ یہ بھی ان تیرہ مخرف

اشخاص میں سے ایک ہے جو مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عربستان گئے تھے۔ عبدالکریم، مولوی محمود الحسن کا پرورش پیر و ہے۔ شاید وہ بھی محمد میاں، قزقی الحسن وغیرہ کے ہمراہ واپس آگیا تھا۔

۴۔ عبدالکریم نائب رئیس المجاہدین

اساس میں ہندوستانی متعصبوں کا سابق فوجی کمانڈر ہے۔ اُس نے وہاں ۳۰ برس گزارے ہیں۔ یہ بنگال کا رہنے والا ہے۔ اس کی عمر ۷۰ برس ہے۔ وہ مرحوم رئیس المجاہدین کا داماد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان میں کافی سفر کرتا رہتا ہے۔ اب وہ کابل کی سرحد پر مقام چمرقند میں مجاہدین کی نئی چھوٹی بستی کا گورنر ہے۔ جنود ربانیہ میں وہ لفٹننٹ جنرل ہے۔

۵۔ عبدالخالق

پیر سردار بہادر محمد امین خاں ساکن موضع عظیم آباد ضلع شاہ پور، لاہور کے جہادی طالب علموں میں سے ایک ہے۔ (گورنمنٹ کالج لاہور) وہ ایک دن بعد ہری پور پہنچا جبکہ اسل جماعت اساس کو روانہ ہو چکی تھی۔ اس لئے واپس آگیا۔

۶۔ عبداللہ انصاری مولوی

ایم عبداللہ انصاری ضلع سہارنپور صوبہ بات متحدہ کا باشندہ ہے۔ ایم اے لوکالج میں وہ ناظم دنیات رہا ہے۔ اس کی طرف ۱۹۱۳ء میں توجہ ہوئی جبکہ اس نے یورپین مال کے بائیکاٹ کے فضل الحسن حسرت موہانی کے فتویٰ پر دستخط کئے۔ بعد میں اخبارات کو ایک خط کے ذریعہ اس نے فتویٰ کی حمایت کو واپس لے لیا۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ میجر جنرل ہے۔

۳۷۔ عبداللہ ہارون حاجی

یہی حاجی عبداللہ ہارون ہے۔ کچھی یمن ہے۔ چینی کا خوشحال بیوپاری اور کراچی کا آئری میجسٹریٹ ہے۔ بڑا کروا بی اور اتحاد اسلامی کا نہایت خطرناک ڈھنڈورچی ہے۔ جنگ طرابلس کے دوران ۱۹۱۱-۱۲ء میں عبداللہ ہارون انجمن ہلال احمر (سندھ بلوچ) کا سکریٹری اور خازن تھا اور ترکوں کے لئے روپیہ جمع کرتا تھا۔ اگست ۱۹۱۶ء میں جب ریلوے انجنیر نے ریلوے پولیس لائیز میں غضب شدہ زمین پر تعمیر شدہ نماز پڑھنے کے چوترہ کو ہٹانا چاہا تو صدر انجمن ضیاء الاسلام کی حیثیت سے اس نے بھی ویسا ہی ہنگامہ کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ کانپور میں مسجد کے سلسلہ میں ہو چکا ہے اس نے جنگ بلقان کے موقع پر ترکوں کی مدد کے لئے چندہ بھی جمع کیا۔ کراچی میں جو سینا ایجی ٹیشن ہوا خیال ہے اس کی تہ میں بھی یہی شخص تھا جس کی وجہ شمالی ہند میں ۱۹۱۷ء میں ذرا بے چینی پھیل گئی تھی۔ وہ مولوی محمد صادق آف کھڈہ کراچی ابوالکلام آزاد اور اتحاد اسلامی کے دوسرے انتہا پسند کٹر حامیوں کا ساتھی ہے۔

مولوی احمد علی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ ہارون ابوالکلام آزاد کی برطانیہ دشمن اسکیموں میں مالی امداد کر رہا ہے۔ اور جہاد کے سرحد پار پروپیگنڈہ میں اس کا قریبی شریک ہے۔

۳۸۔ عبداللہ عمادی

عمادی کے تحت دیکھئے۔

۳۹۔ عبداللہ مولوی آف غازی پور

مولوی ماقط عبداللہ (ساکن غازی پور) مشہور رووا بی مولوی ہے۔ جو زیادہ تر بہار اور اڑیسہ میں مصروف رہتا ہے۔ مولوی عبداللہ ۱۹۰۷ء میں احمدیہ مدرسہ شاہ آباد میں معلم

تھا۔ اور سن ۱۹۱۵ء میں آره مدرسہ کا ہیڈ مولوی اور سکریٹری بن گیا تھا۔
آره مدرسہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کے تمام ولایتی مدارس کی اصل اور ام المدارس
ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ لفٹنٹ جنرل ہے۔

۴۴۔ عبد اللہ مولوی آف سندھ

پسر نہال خاں ساکن موضع گوٹھ ملاں بخش نواری تھانہ ٹھیلو ضلع سکھر۔
پیر غلام محمد آف دین پور ریاست بھاول پور کا مرید ہے۔ کچھ عرصہ تک گوٹھ پیر جھنڈا
اسکول تحصیل ہالا ضلع حیدر آباد سندھ میں فارسی کا استاد رہا ہے۔

جولائی ۱۹۱۵ء میں مولوی عبید اللہ کے ہمراہ کابل گیا تھا۔ فروری ۱۹۱۶ء میں کچھ
خاص سازشیوں کے لئے خطوط لے کر ہندوستان آیا تھا۔

خطوط پہنچانے کے بعد وہ کابل واپس نہیں گیا۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں اس کو گرفتار
کر لیا گیا تھا۔ اس نے بڑا اہم بیان دیا ہے۔ اس کو اپنے گاؤں سے باہر جانے کی ممانعت
ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔

۴۵۔ عبد اللہ شیخ مہاجر

پسر شیخ عبد القادر سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ میانوالی، سکٹنہ سیالکوٹ، لاہور کے
جہادی طلباء میں سے ایک ہے۔ (گورنمنٹ کالج لاہور) جو فروری ۱۹۱۵ء میں سرحد کو
بھاگ گئے تھے۔ مولوی عبد الرحیم عرف مولوی بشیر اور ولید آباد کے ایم فضل الہی
کے بہت قریب تھا جس نے اسے دلی بھیجا تھا۔ تاکہ مولانا ابوالکلام آزاد سے مشورہ کرے
کہ ہندوستان کے باہر جہاد کی غرض سے ہجرت کرنے کے لئے کون سی جگہ سب سے
اچھی ہے شاید اس وقت کابل میں ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔

۴۶۔ عبد اللطیف

پسر شرف دین خیل سکٹنہ کوٹ۔

کوہاٹ کی جہادی جماعت کا فرد۔ اسلامیہ کالج پشاور کا فرسٹ ایر کا طالب علم
لاہوری جہادی طلباء کے مفقود التجربہ ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ بھی آزاد علاقہ کو
فرار ہو گیا تھا۔ کوہاٹ کے تین اور ساتھیوں کے ہمراہ۔ شاید اس وقت کابل میں ہے۔

۳۳۔ عبد اللطیف حاجی پانی پتی

پسر حاجی عبدالرحمن ذات راجپوت سکھ پانی پت ضلع کرنال۔ ۱۸۸۵ء
میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۷ء میں ٹریننگ کالج کا امتحان پاس کیا۔ تقریباً
چار برس تک ٹیچر رہا۔ ۱۸۹۳ء میں حاجی عبداللطیف نے پانی پت میں بساطی کی دوکان
کھولی۔ اب بھی وہاں یہی کام کر رہا ہے۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں وہ ایس ایس حجاز کے ذریعہ
حج کے لئے عرب گیا تھا۔ جبکہ وہ پانی پت کے مولوی حمد اللہ کا ایک خط مکہ میں مولانا
محمود الحسن کے لئے لے گیا تھا۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ جہاد کے سلسلہ میں سارا کام ٹھیک
ٹھاک ہو رہا ہے۔ واپسی میں اُس نے عدن میں خط کو ضائع کر دیا۔ کیونکہ اُس نے دیکھا
کہ پولیس مولوی محمد مسعود کی تلاشی لے رہی ہے۔ جو اسی جہاز میں ہم سفر تھے۔
عبد اللطیف نے مولانا محمود الحسن سے مکہ میں ملاقات کی۔ اور ان کو ساری کیفیت
بتائی۔ نومبر ۱۹۱۶ء میں جب وہ واپس ہوا تو اس کو ڈیفنس ایکٹ کے تحت گرفتار
کر لیا گیا۔ لیکن چونکہ وہ صرف مولوی محمود الحسن کے نام خط کا حامل تھا اور کوئی ایسی قطعی
شہادت نہ تھی جس سے سازش جہاد سے اس کی وابستگی ثابت ہو سکے۔ لہذا اس کو
بعد میں جلد ہی رہا کر دیا گیا۔

۳۴۔ عبداللہ سٹڈا مولوی

محمد مسعود کے بیان میں اس کا تذکرہ ہے کہ حاجی ترنگ زئی، مولوی سیف الرحمن
فضل ربی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ سرحد پار موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پنجابی
مولوی ہے۔ جس نے دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ وہاں وہ مولانا محمود الحسن کی قیام گاہ پر

نفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی وہ دیوبند جاتا رہتا تھا۔ مولوی محمود الحسن کے عرب روانہ ہونے سے چھ ماہ پہلے بھی اس کو وہاں دیکھا گیا تھا۔ محمد جلیل کا بیان ہے کہ وہ شاید ضلع لدھیانہ بلکہ شہر لدھیانہ کا رہنے والا ہے۔ شاید یہ وہی مولوی عبداللہ ہو جو پسر ہے مولوی محمد ذات شیخ ساکن موضع کوٹ بادل خاں ضلع جالندھر۔ آخر الذکر ٹنڈا ہے اور دیوبند کا تعلیم یافتہ ہے۔ جو شروع میں موضع ہر دو شیخ ضلع جالندھر میں رہتا تھا۔ اور موجودہ مقام پر آنے سے پہلے دس برس تک بوڈل والی ضلع لدھیانہ میں رہا۔ اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد مولوی عبداللہ نے کوٹ بادل خاں میں مدرسہ قائم کیا۔ جہاں عربی و فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بعد میں وہ موضع روبہ ضلع لائل پور میں سکونت پذیر ہوا اور کپڑے کی دوکان کھولی لیکن جلد ہی کوٹ بادل خاں کو واپس آگیا۔ اس کے بعد وہ مکہ چلا گیا۔ اور واپسی پر پھر مدرسہ کھول دیا۔ جہاں صوبہ جات متحدہ کے کچھ لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے۔ مولوی عبداللہ کا موجودہ اتہ پتہ معلوم نہیں۔

۳۵۔ عبد المجید

سابق کانٹبل (ٹائپسٹ) کوہاٹ پولیس ساکن قلعہ سوہما سنگھ ضلع سیالکوٹ کوہاٹ کی جہادی پارٹی میں شامل تھا جو لاہوری طلباء کے مفقود الحفر ہونے کے بعد آزاد علاقہ کو فرار ہو گئی تھی۔ شاید اس وقت کابل میں ہے۔

۳۶۔ عبد المجید خاں مہاجر

پسر محمد امین خاں رسالدار میجر پنڈرھویں لانسز ساکن ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں جہادی پارٹی میں سے ایک (گورنمنٹ کالج لاہور) جو فروری ۱۹۷۱ء میں آزاد علاقہ کو فرار ہو گئے تھے۔

وہ کابل میں جا کر وفات پا گیا

۴۷۔ عبدالقادر آزاد سبحانی

دیپتے آزاد سبحانی

۴۸۔ عبدالقادر مولوی ساکن دین پور

مولوی غلام محمد ساکن دین پور (ریاست بہاولپور) کا داماد۔ عبید اللہ کا پہلا معلم۔ یقین ہے کہ اس نے اور اس کے خسر نے مولوی عبید اللہ سے اور حیدر آباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم سے جس کو تشریحی ریشمی خط بھیجا گیا تھا۔ اپنا تعلق قائم رکھا ہے۔ ستمبر ۱۹۱۷ء میں گرفتار کیا گیا کچھ عرصہ تک اس پر پابندی تھی کہ مرساں رہے۔ اب دین پور میں ہے۔ جہاں سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔

۴۹۔ عبدالقادر مولوی ساکن قصور

قصود کا مشہور پلیڈر۔ محی الدین عرف برکت علی بی۔ اے جسے داسویا ضلع ہوشیار پور سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ اور محمد علی بی اے سابق پرنسپل حبیبہ کالج کابل کا باپ اتحاد اسلامی کا حامی جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے

۵۔ عبدالقادر شیخ مہاجر

پسر مولوی شیخ احمد دین بی اے اسسٹنٹ انسپکٹر آف اسکولس ساکن قلعہ خزانہ پولیس اسٹیشن صدر گوجرانوالہ ضلع گوجرانوالہ۔ لاہوری جہادی طلباء میں سے ایک ہے (گورنمنٹ کالج لاہور) فروری ۱۹۱۵ء میں بھاگ کر مجاہدین کے پاس چلا گیا تھا۔ کابل میں خاص بڑے سازشیوں سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ عبدالقادر

کو ڈاکٹر متھرا سنگھ کے ساتھ سیستان میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ جبکہ وہ کابل کی انقلابی پارٹی کی طرف سے کسی خفیہ مشن پر چین اور جاپان جا رہے تھے۔ جنود بانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ اب لاہور میں گرفتار ہے۔

۵۱۔ عبدالرحمن مولانا

مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں صفحہ اول پر اس کا تذکرہ ہے۔ جنود بانیہ کی فہرست میں انفنٹ جنرل ہے۔ اسے شناخت نہیں کیا جاسکا۔ یہ عین ممکن ہے کہ یہ شخص دلی کا مافظ عبدالرحیم ہو جس نے ۱۹۱۷ء کے شروع میں انجمن خدام کعبہ پر اعتراض کیا تھا۔ بعد میں اس جھگڑے سے علیمدہ ہو گیا تھا۔

۵۲۔ عبدالرزاق صاحب حاجی

ملائے حضور۔ امیر کے دربار کا پڑا ملا۔ مدرسہ سلطانی یعنی کابل یونیورسٹی کا سربراہ جس میں وہ فلکیات پر نیکچہ دیتا ہے۔ دیوبند میں تعلیم پائی مولوی احمد چکوالی کا ہم درس تھا۔ دلی کے مولوی سیف الرحمن کا مرید تھا۔ برطانیہ کے سخت خلاف ہے۔ کچھ عرصہ تک سردار عنایت اللہ کا اتالیق رہا۔ دودھ ہند میں ان کے ساتھ تھا۔ سردار نصر اللہ خان کا ناظر اور معتمد خاص ہے۔ سردار اسی کے ذریعہ سرحد کے دوسرے ممتاز ملاؤں سے خط و کتابت کرتا ہے۔ تمام بڑے ملاؤں کا خاص دوست ہے۔ خصوصاً ملا قمر الدین کا ملاپا دندہ کا اور لالہ پیر کا۔ اطلاع ملی تھی کہ ۱۹۰۸ء میں ۱۵۰ پیروؤں کے ہمراہ برطانیہ کے خلاف غزہ میں شامل ہوئے کو روانہ ہوا تھا۔ لیکن امیر نے روک لیا۔

کابل میں ہندوستانی انقلابی پارٹی کا پشت پناہ ہے۔ سرحد پار تہی بھی متغصبانہ کارروائیاں ہوتی ہیں ان سب کی دودھ یہی شخص ہلاتا ہے۔ حالیہ قبائلی شورشوں

سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ جب روسیوں نے عبدالباری اور ڈاکٹر متھرا سنگھ کو گرفتار کیا تھا تو اُن کے پاس عبدالرزاق کے دستخطی پاسپورٹ تھے۔

۵۳۔ عبد السلام فاروقی سید، مولوی

سید عبد السلام مالک فاروقی پریس دہلی میں شخص ہے جو ندوۃ العلماء اور انجمن خدام کعبہ کارکن ہے۔ جب شبلی نعمانی کو ندوہ سے علیحدہ کر دیا گیا تھا اور وہ سیاسی پروپیگنڈہ کے لئے اس میں واپس آنے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے تو اس نے بڑی سختی کے ساتھ ان کی حمایت کی تھی۔ ترکی سے جنگ چھڑنے پر ڈاکٹر انصاری نے اپنے گھر میں جو ٹینگ معاملہ پر غور کرنے کے لئے طلب کی تھی۔ یہ بھی اس میں مدعو تھا۔ انجمن خدام کعبہ کے حساب کتاب کے سوال پر حال ہی میں جو بحث چلی اس میں مولانا عبد الباقی اور انجمن کی اس نے پر زور و کالت کی۔ جنود ربانیدہ کی فہرست میں یہ کمرل ہے۔

۵۴۔ عبد الوحید

وحید میں دیکھئے۔ ص ۹۱

۵۵۔ عبد الرحیم مولوی عرف محمد بشیر عرف محمد نذیر

پسر مولوی رحیم بخش سابق امام چینیاں والی مسجد لاہور۔ وہابیوں کی کتابوں کا بیوپاری۔ انتہائی متعصب اور پر جوش۔ جہاد تحریک کا بڑا سرگرم ممبر ہے۔ لاہور کے جہادی طلباء کے سرحد کو فرار کے لئے خاص ذمہ داری اسی کی ہے۔ ان طلباء کے مفقود و انجیر ہونے کے بعد خود بھی اپنا تک بڑی تیزی کے ساتھ آزاد علاقہ کو غائب ہو گیا۔ ہندوستانی متعصبوں میں اس کا بہت کافی اثر ہے۔ مجاہدین کی حال ہی میں چمرقتہ میں جو آبادی قائم ہوئی ہے۔ عبد الکرم کی غیر حاضری میں اس کے گورنر کے فرائض انجام دیتا ہے۔ کابل میں خاص سازشیوں سے اس کا رابطہ ہے۔

رئیس المجاہدین اور سردار نصر اللہ خاں کے ایلچی کا کام کرتا ہے۔ کئی مرتبہ کابل جا چکا ہے
 ۱۹۱۷ء کی سرحدی جنگ میں حصہ لے چکا ہے۔ درحقیقت اسی شخص نے غیر مصحات
 کے قبائل کو اور مہندوں کو برطانوی سرحد پر حملہ کے لئے اکسایا تھا۔ اس مقصد کے
 لئے وہ سردار نصر اللہ خاں سے روپیہ اور گولی بارود لایا تھا۔ اب سرحد پار کے علاقہ
 میں قبائلیوں کو جہاد پر اکسانے میں سرگرمی سے مصروف ہے۔ جنود ربانیہ کی
 فہرست میں میجر جنرل ہے۔

۵۶۔ عبد الرحیم مولوی ساکن عظیم آباد

بہار وائسہ کا ایک متاز و بابی اسی کنیہ کا ایک فرد معلوم ہوتا ہے۔ جس سے
 اس کے پیشوا احمد اللہ کا تعلق ہے۔ جس کو ۱۸۶۵ء میں وہابیوں کے مقدمات
 میں عمر قید کی سزا ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ غدر میں پکڑا گیا تھا۔ بظاہر
 بہت بوڑھا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ عبد الرحیم اُن لوگوں میں سے ایک ہے جن سے ستمبر
 میں ہندوستان سے سعودی عرب روانہ ہونے سے قبل محمود الحسن نے مشورہ طلب
 کیا تھا۔ عبد الرحیم نے محمود الحسن کے اس ارادہ کی تائید کی تھی کہ وہ عربستان چلا جائیں
 جنود ربانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔

۵۷۔ عبد الرحیم مولوی ساکن رائے پور

دیکھئے رائے والا مولوی۔

۵۸۔ عبد الرحیم شیخ صاحب ساکن حیدر آباد سندھ

جس کو ریشمی خطوط میں سے تشریحی خط بھیجا گیا تھا۔ بنگوان واس زمیندار کا لڑکا
 ہے۔ ہندو سے مسلمان ہوا تھا۔ دوسرے باحیثیت ہندوؤں کو مسلمان کرنے لگی
 کوششوں کے باعث کافی بدنام ہے۔ پیشہ کے اعتبار سے دندہ می۔

حیدرآباد میں مکیم عبدالحمیم کے مکان کے قریب گاڑی اعاطہ میں رہا کرتا تھا۔ شیخ ابراہیم سندھی ہم اے سابق پرولیسر جینیہ کالج اور عبدالمجید میڈیٹلٹی "حیدرآباد اور ایم عبید اللہ کا شریک کا رہے۔ عبید اللہ کے سفر کابل کا اہتمام کرنے میں ان کی مدد کی تھی۔ سازش کا ایک اہم رکن تھا۔ اور ایک مشہور متعصب ہے جو ہندوستان، حجاز اور کابل میں موجود سازشیوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے جنود ربانیہ کی فہرست میں کمرل ہے۔ اس کا موجودہ پتہ معلوم نہیں۔ ممکن ہے عبید اللہ کے ساتھ کابل میں ہو۔

۵۹۔ عبد الرحمن

جنود ربانیہ کی فہرست میں نیچر ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ یہ وہ عبد الرحمن ہے جو شیخ عبداللہ مہاجر کا بھائی۔ شیخ عبدالقادر سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ میانیوالی کالڈ کا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں گورنمنٹ کالج میں ایسٹ لے کا طالب علم تھا جہادی طلبہ کے اسمس پہنچنے کے دس دن بعد ان سے با ملا تھا اس وقت کابل میں ہے

۶۰۔ عبد الرحمن

محمد مسعود کے بیان میں اس کا تذکرہ ہے۔ کہ یہ مولانا محمود الحسن کے ان آؤسیوں میں ہے۔ جن کو ۱۹۱۵ء میں سرحد پار بھیجا گیا تھا تاکہ آزاد قبائل کو جہاد کے لئے تیار کریں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پنجابی ہے۔ لیکن اس کا پتہ معلوم نہیں ہو سکا مگر یہ وہی عبد الرحمن ہو جس نے فضل ربی، فضل محمود وغیرہ کے ساتھ جون ۱۹۱۶ء میں کابل کا سفر کیا تھا۔ شاید اس وقت حاجی ترنگ زئی کے ہمراہ آزاد علاقہ میں ہے۔

۶۱۔ عبد الرحمن ساکن جالندھر

پہلا شخص ہے جو مولانا محمود الحسن اور ان کے رفقاء کے مکہ پہنچنے پر ان سے

ملا۔ عبدالرحمن کا پتہ نشان اب تک یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دیوبند کے مدرسہ کا سابق طالب علم ہے۔ اور اس وقت مکہ کے مدرسہ صولتیہ میں پڑھ رہا تھا۔ بعد میں اس نے اس جماعت کے کھانے کے انتظامات میں خان محمد کی مدد کرنی شروع کر دی۔ ۳۵ برس عمر بتائی جاتی ہے۔ ممکن ہے یہ کوٹ بادل خان ضلع جالندھر کا عبدالرحمن ہو جو ایک وقت میں دیوبند کا طالب علم تھا۔ اور اب اپنے گھر سے غائب ہے۔ یہ عبدالرحمن مولوی عبداللہ کا بھائی ہے جیسے شاید عبداللہ ٹڈا کہتے ہیں۔ محمد مسعود کے بیان میں اس کا ذکر ہے۔

۶۲۔ عبدالرحمن شیخ

گوجرانوالہ ضلع کا رہنے والا ایک سابق سکھ۔ کچھ عرصہ تک انارکلی بازار لاہور میں درزی کا کام کرتا رہا۔ تقریباً ۶ برس قبل ہندوستانی متعصبوں میں شامل ہو گیا۔ ہندوستان سے مجاہدین کے لئے چند لانے والا خاص ایجنٹ ہے۔ خیال ہے کہ مولوی احمد چکوالی اور رفاه عام یہ پس لاہور کے مولوی عبدالحق سے اکثر ملاقاتیں کر کے روپیہ لیا ہے۔

۶۳۔ عبدالرشید جہاجر

پسر خاں عبداللطیف پلیڈر باشندہ لاہور جو مردان میں پریکٹس کرتا ہے۔ جہادی طلباء میں سے ایک ہے (گورنمنٹ کالج لاہور) جو فروری ۱۹۱۵ء میں فرار ہو کر مجاہدین میں پہنچ گئے تھے۔ شاید اب آزاد علاقہ میں اُس انقلابی پارٹی کے ہمراہ ہے جو ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کو کابل سے سرحدی ملاؤں وغیرہ کے لئے سردار نصر اللہ خاں کے خفیہ خطوط لے کر روانہ ہوئی تھی۔ جس میں اُن کے متحد ہونے اور برطانیہ کے خلاف جنگ کرنے کے واسطے کہا گیا تھا۔ جنودِ بانیہ میں کرل ہے۔

۶۴۔ عبدالرزاق صاحب حکیم

پسر جان محمد عرف عبدالرحمن صاحب انصاری باشندہ غازی پور۔

صوبہ جات متحدہ۔ دلی کے ڈاکٹر انصاری کا بھائی مشہور حکیم ہے اور حیدر آباد دکن میں برسوں طبابت کی ہے۔ مولانا محمود الحسن کا پکا مرید ہے۔ اُن کو ہجرت کے لئے اُگسانے والے خاص لوگوں میں ہے۔ محمود الحسن کے سفر عرب کے تمام انتظامات کئے اور اُن کو رخصت کرنے بھی تک گیا۔ محمود الحسن کے کنبہ کے مصارف کے لئے پچاس روپیہ ماہانہ دے رہا ہے۔ بلاشبہ سازش کا ایک رکن تھا۔ ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء کو اس نے مولوی محمد مسعود کو حجاز روانہ کیا تاکہ مولانا محمود الحسن کو متنبہ کر دے کہ وہ ہندوستان نہ آئیں۔ اور انہیں اس ملک میں سازش کی پیش رفت سے آگاہ کرے۔ عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جس خط میں مدہ کے بعد کے واقعات بیان کئے اُس میں حکیم صاحب کے الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ جنور بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔

۶۵۔ عبد السلام

پسر حاجی محمد اکبر صدر مدرس امدادیہ مراد آباد۔ یہ عربستان ہے۔ مکہ میں باغیان دوپہند کے مذاکرات جہاد میں حصہ لیا تھا۔ اس کے باپ کے ذریعہ مولانا محمود الحسن کو یہ اطلاع دی جاتی تھی کہ وہ ہندوستان آئیں یا نہیں۔ باپ بیٹا دونوں مدینہ میں محمود الحسن اور ہندوستان میں اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کے درمیان خط و کتابت کے لئے واسطہ کا کام دیتے تھے۔

۶۶۔ علی محمد

پسر سید شرف الدین کاغدی ساکن موضع کینتھان تھمانہ واسو یا ضلع ہوشیارپور بنالہ کے ڈاکٹر غلام نبی کے ہمراہ بطور کمپوٹنڈر کابل گیا تھا۔ اب تک حکومت افغانستان کا ملازم ہے۔ ریشمی خطوط لانے والے شیخ عبدالحق کا بیان ہے کہ کابل میں ہندوستان کے مہاجر طلباء اس کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں سے خط و کتابت کرتے تھے۔ اور یہ خط و کتابت اب تک اس کے ذریعہ جاری ہے۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں وہ رخصت پر

پنجاب آیا تھا۔ جاتے وقت عبداللہ ظفر حسن، خوشی محمد اور عبدالمحید مہاجرین کے گھر سے کپڑے لے گیا تھا۔

۶۷۔ انیس احمد مولوی بی اے

پسر مولوی ادریس احمد آف علی گڑھ کالج جمعیتہ الانصار دیوبند کا اور بعد میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کا طالب علم رہا۔ ۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان میں ترکی کی مدد کے لئے اس نے بڑے جوش و خروش سے چندہ جمع کیا اور بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ یورپی مال کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی۔ اس نے خود بھی یورپی کپڑا پہننا چھوڑ دیا۔ اور گاؤں کا بنا ہوا موٹا کھدر پہننے لگا۔ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اور مولوی عبید اللہ کامنہایت مخلص ساتھی تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جہاد کے لئے بغیر جمع کرنے میں اس نے محمد میاں کی بھی مدد کی ہے۔ اس کا باپ ادریس احمد نظارۃ المعارف کینٹ کا ممبر تھا۔ اور دلی کی مشہور وہابی فرم حاجی علی جان اینڈ کمپنی کے حاجی عبدالغفار کا دوست تھا۔ مولانا محمود الحسن میں جہاد کا خیال پیدا کرنے اور اس کو تقویت دینے کی ذمہ داری میں اس کا بھی حصہ ہے۔ شاید وہ سازش جہاد کا رکن تھا۔ آج کل وہ علی گڑھ میں دینیات کا پروفیسر ہے۔

۶۸۔ نور شاہ مولوی

مدرسہ دیوبند کا ایک استاذ کشمیری اور نامور عالم ہیں۔ دیوبند میں ان کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔ جنگ بلقان کے زمانہ میں انہوں نے ہلالِ امر کے لئے روپیہ جمع کرنے میں جمعیتہ الانصار کی بڑی سرگرمی سے مدد کی وہ غیر ملکی مال کے بائیکاٹ کے بھی حامی تھے۔ خیال ہے کہ ایم احمد شاہ بھی سازش میں شریک تھے۔ وہ مولانا محمود الحسن کے ہمراہ جانے والے تھے لیکن آخر الذکر نے اپنے بعد ہندوستان میں قیام کرنے پر اصرار کر کے ٹوک دیا۔

۶۹۔ عزیز گل

پسر شہید گل کا کاخیل پٹھان درگاہی شمالی مغربی سرحدی صوبہ میں رہتا ہے۔ بڑا آتشیں
 مزاج ہے۔ جب وہ دیوبند میں طالب علم تھا۔ اسی وقت سے مولانا محمود الحسن کا پکا
 مرید ہو گیا تھا۔ بڑا اہم سازشی ہے۔ ہجرت کا بڑا خواہش مند ہے۔ ان لوگوں میں
 سے ایک ہے جنہوں نے ہمیشہ مولانا کو اکسایا ہے کہ وہ جہاد کے لئے ہجرت کر جائیں۔
 وہ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا اور ستمبر ۱۹۱۷ء میں مولانا محمود الحسن
 کے ہمراہ عرب گیا تھا۔ اس کے سفر حجاز سے قبل مولانا محمود الحسن نے اس کو آزاد علاقہ
 میں بھیجا تھا تاکہ حاجی صاحب، سیف الرحمن اور دوسرے شخصوں کو مطلع کر سکے
 کہ حضرت مولانا کا ارادہ ہندوستان سے ہجرت کرنے کا ہے۔ نیز لڑائی کا اور جہاد کی تیاریوں
 کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ حضرت مولانا کے ہمراہ اس وقت بھی ٹھہرا کہ ان کے اکثر پیرو
 اور مریدین ہندوستان کو واپس کروائے گئے۔ یہ کہا جاتا تھا کہ عزیز گل انور پاشا اور
 جمال پاشا کے فرمان لے کر عفریہ ہندوستان آئے گا۔ اور اس فرمان کو افغانستان
 لے جانا ہوگا۔ لیکن بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ملہ میں شریف مکہ کے
 حکم سے ۲ دسمبر کو یا اس کے لگ بھگ گرفتار کر لیا گیا۔ اور جلد بھیج دیا گیا۔ جہاں
 سے ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو اسے مصر روانہ کر دیا گیا۔ جنودِ بانیہ کی فہرست میں مولوی
 عزیز گل کا نام لے کر اسے کرنل دکھایا گیا ہے۔

۷۰۔ عزیز الرحمن

مطلوب الرحمن کا سب سے بڑا بھائی۔ مدرسہ دیوبند میں مفتی کی حیثیت سے
 ملازم تھا۔ وہ مولانا محمود الحسن کا پکا معتقد تھا لیکن شاید اس سازش میں شامل نہ تھا۔

۷۱۔ بابرہ ملا صاحب

جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ عبدالرحمن سالار زئی بابوکرہ

بجوڑ کا لڑکا ہے۔ سالار زئی اور مہمند قبائلیوں میں بااثر ہے۔ عمر ۶۶ سال ہے۔ بڑا فاضل
سرکش مولوی ہے۔ ۱۹۱۷ء میں ابتداء میں جہاد سے انکار کیا۔ لیکن جب حاجی صاحب
نرنگ زئی نے طعنہ دیا۔ تو دس ہزار مہندوں کے ساتھ شب قدر پر ستمبر ۱۹۱۵ء میں
حملہ آور ہوا۔ اس کو جان صاحب بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اس پر جان صاحب باجوڑ کا
مشبہ نہ ہونا چاہیے۔

۷۲۔ برکت اللہ مولوی بھوپالی

وہی بدنام مولوی برکت اللہ ہے جو ٹوکیو میں اردو کا سابق پروفیسر تھا۔ مخالف
برطانیہ پر دینگندہ کی وجہ سے جاپان میں مشہور ہو گیا۔ بھوپال کے منشی قدرت اللہ کا
لڑکا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں حکومت جاپان کی طرف سے یہ طرف کئے جانے کے بعد
سان فرانسسکو چلا گیا اور وہاں غدر پارٹی کا سرگرم ممبر بن گیا۔ وہاں سے برلن پہنچا جہاں
وہ انڈین نیشنل پارٹی کا ممبر بن گیا۔ بعد میں جرمن ترک مشن کے ہمراہ کابل کو روانہ کیا گیا۔
راجہ ہند پر تاپ اور عبید اللہ کے ساتھ افغانستان میں ہے۔ اور بڑی سرگرمی کے
ساتھ افغانستان کو برطانیہ کے خلاف جنگ پر اکسانے میں مصروف ہے۔ حضرت
مولانا کے نام اپنے خط میں عبید اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بخود بانیہ کی فہرست میں وہ
لفٹنٹ جنرل ہے۔ جس خط میں حکومت موقتہ ہند یہ کی تفصیل دی گئی ہے۔ اس میں بھی
اس کا ذکر ہے۔

۷۳۔ دارالارشاد (الہیات کا مدرسہ)

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۷ء میں کلکتہ میں قائم کیا۔ دیکھنے میں ایک تعلیمی ادارہ
ہے۔ جو قرآن و حدیث کی ہدایات کے عین مطابق چلایا جاتا ہے۔ لیکن شرائط داخلہ کو
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوف علم کے علاوہ اتحاد اسلامی کا فروغ اس کا لچ کا
مقصد ہے۔ اس میں داخلہ کی بعض شرائط شری آلا بند گھوش کے مانک ٹولہ کارڈن

گیتا اسکول کی شرائط سے ملتی جلتی ہیں۔ کالج میں داخلہ تمام میٹرک پاس انڈر گریجویٹ اور گریجویٹ مسلمانوں کے لئے کھلا ہے۔ تمام طلباء پر چھ ماہ کی ٹریننگ کا کورس پورا کرنے کی پابندی ہے۔ اس کے بعد یہ آزاد ہیں چاہے دارالارشاد کے مقاصد کے لئے کام کریں یا کوئی پیشہ خود اختیار کر لیں۔ مولوی محی الدین عرف برکت علی ولد مولوی عبدالقادر پٹیڈر قصور۔ محمد حسین نانا آف گوجرانوالہ جواب ٹریفک منیجر نارنھ ویسٹرن ریلوے لاہور کے دفتر میں کلرک ہے۔ ضلع سیالکوٹ کا محمد اکبر اور محمد یونس پسر شیخ محیہ یوسف آف گجرات دارالارشاد کلکتہ کے طالب علم ہیں۔ ڈیفنس ایکٹ کے تحت کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد کے اخراج کے بعد سے غالباً یہ ادارہ بند ہے۔

۴۔ فقیر شاہ

پسر غلام نبی آف کراچی سن۔ کوہاٹ اسکول کا سابق طالب علم کوہاٹ کی جہادی پارٹی میں سے ایک سیکٹر لاہوری طلباء کے مفقودالخبر ہونے کے بعد آزاد علاقہ کو فرار ہو گیا تھا۔ غالباً اب کابل میں ہے۔

۵۔ فتح محمدی سندھی

سابق ہندو جسے دین پور ریاست بھاولپور کے مولوی غلام محمد نے اس وقت مسلمان کیا جب وہ لڑکا تھا۔ تبدیل مذہب کے بعد رہنے کے لئے وہ امرت ضلع سکھر کو چلا گیا۔ جہاں چھ برس گزارے۔ شکار پور اور سکھر میں بیکری کی دوکانیں ہیں۔ گائے کی کھالوں کی بھی تجارت کرتا ہے۔ جولائی ۱۹۹۱ء میں مولوی عبید اللہ کے ہمراہ کابل گیا اور مارچ ۱۹۹۲ء میں عبید اللہ برکت اللہ وغیرہ کے خفیہ خطوط اس ملک کے چند سادشیوں کے نام لے کر واپس آ گیا۔ ستمبر ۱۹۹۲ء میں اس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا گیا۔ لیکن وہ مفور ہو گیا۔ اور اب اس کا پتہ و نشان معلوم نہیں۔

۷۶۔ فضل الہی مولوی

پسر میرا بخش خرا دی ریٹائرڈ سب دے انسپکٹر تارتمہ ویسٹرن ریلوے۔
 باشندہ محلہ خرا دیاں وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ۔ تقریباً ۲۸ برس پہلے انٹرنس کا امتحان
 پاس کیا۔ ایک مدت تک اس ریلوے کے انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں ملازم رہا۔
 ذہنی رجحان کے باعث یہ ملازمت چھوڑ دی اور وہابی مولوی بن گیا۔ انتہائی
 متعصب ہے۔ اور اس صوبہ کی جہادی تحریک کا ایک نہایت خطرناک لیڈر ہے
 یہی شخص ہے جس نے چنیاں والی مسجد کے مولوی عبدالرحیم کے اشتراک و
 تعاون سے لاہور کے جہادی طلباء کے قرار کا انتظام کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ اس
 پارٹی کے ساتھ ہری پور ہزارہ تک گیا۔ اور اپنے بھائی محمد الہی کے ہمراہ جوہری پور
 میں پر منت دے انسپکٹر ہے انہیں اسمس روانہ کر دیا۔ بعد میں آزاد علاقہ میں خود
 بھی مولوی عبدالرحیم سے جا ملا۔ اور قبائل کو آمادہ جہاد کرنے میں مدد دی۔ کہا جاتا ہے
 کہ اس نے شب قدر پر حملہ میں حصہ لیا تھا۔ فضل الہی نومبر ۱۹۷۵ء میں وزیر آباد واپس
 آیا۔ اس کے بعد جلد ہی اسے گرفتار کر لیا گیا۔ جہادی طالب علموں کے معاملہ سے تعلق
 پیدا کرنے سے قبل ہی اس کا ہندوستانی متعصبوں سے رابطہ تھا۔ اور روپیہ کی وصولی
 اور ترسیل کے لئے ان کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتا تھا۔ وزیر آباد کے گرد و نواح میں
 اس کے پیروؤں کی تعداد کافی تھی۔ جن سے وہ زکوٰۃ اور قربانی کا روپیہ وصول کرنے
 کے بہانے کافی رقوم اکٹھی کرتا تھا۔ ایم فضل الہی جمع شدہ رقوم کو وزیر آباد کے رمضان
 حلوائی کے ذریعہ مجاہدین کو روانہ کرتا تھا۔ ایم ولی محمد متھوئی والا کا ذاتی معاون تھا۔ اور
 اس کے گہرے تعاون کے ساتھ تحریک کے لئے کام کرتا تھا۔ مولوی فضل الہی
 ہر اس شخص میں جہاد کی روح پھونک دیتا تھا جو اس سے ملتا تھا۔ اور مافظہ عبدالمنان
 کے شاگردوں کو منحرف کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ جو وزیر آباد کی ایک مسجد میں
 مذہبی درس دیا کرتے تھے۔ اسمس میں مجاہدین کا پریس جو جہاد کے پمفلٹ چھاپا

کرتا تھا اسے مولوی فضل الہی نے ہی مہیا کیا تھا۔ خیال ہے کہ وہ کاغذ وغیرہ بھی مہیا کیا کرتا تھا۔ اور اکثر کاپی نویس کو مجبور کرتا تھا کہ اس کے لئے کام کریں۔ اُس وقت وہ جالندھر جیل میں نظر بند ہے۔

۷۷۔ فضلیں

حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں یہ نام آیا ہے یہ فضل کا تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اس سے اشارہ دو مہاجرین یعنی فضل ربی اور فضل محمود کی طرف ہے جن کا تذکرہ جنودِ ربانیہ کے افسروں میں ہے۔

۷۸۔ فضل محمود عرف مولوی محمود

شاید یہ ضلع پشاور کا رہنے والا ہے۔ مولانا محمود الحسن کا مرید ہے اس کو سیف الرحمن اور فضل ربی کے ساتھ سرحد پار بھیجا گیا تھا۔ تاکہ قبائلیوں کو برطانیہ کے خلاف جنگ کے لئے بھڑکائیں ۱۹۱۵ء میں قبائلیوں کی شورش کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ جون ۱۹۱۶ء کے ٹنگ بھگ مولانا فضل ربی راہمن حزب اللہ کے یاعستان میں وکیل اور عبد العزیز کے ہمراہ حاجی ترنگ زئی کی طرف خفیہ مشن پر کابل گیا کہ سردار نصر اللہ خاں سے ملاقات کرے۔ مشن کے دوسرے ممبروں کی واپسی کے بعد بھی کابل میں ٹھہرا رہا۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں انقلابیوں کی پارٹی کے ساتھ آزاد علاقہ کو واپس آیا۔ جو ملاؤں اور خانوں کے لئے سردار نصر اللہ خاں کے خطوط ساتھ لائی تھی۔ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے لئے خط لایا تھا۔ شاید ابھی تک آزاد علاقہ میں ہے۔ جنودِ ربانیہ کی فہرست میں نقشہ کر نل ہے۔

۷۹۔ فضل ربی

جنودِ ربانیہ کی فہرست میں کر نل ہے۔ غالباً یہی ہے مولوی فضل ربی

عرف ابو الفتح ولد محمود آفت پافہ تھانہ شنیکاری ضلع ہزارہ۔ پہلے حاجی ترنگ زئی کے قائم کردہ مدرسہ مقام غدر تحصیل مروان میں معلم تھا۔ ۱۹۱۵ء میں ایک جلسہ میں جسے غدر اسکول کے لئے روپیہ جمع کرنے کے واسطے طلب کیا گیا تھا اس نے نہایت قابل اعتراض تقریر کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فضل ربی حال ہی میں دیوبند کے مدرسہ کا معلم تھا جہاں وہ مولانا محمود الحسن کا پکا مرید بن گیا تھا مولانا کے مکان پر خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا محمود الحسن نے اسے مولوی سیف الرحمن فضل محمود وغیرہ کے ہمراہ جہاد کی تبلیغ کے لئے آزاد علاقہ کو بھیجا تھا۔ ۱۹۱۵ء کی بہت سی لڑائیوں کے لئے ذمہ دار ہے۔ جون ۱۹۱۶ء میں فضل ربی، فضل محمود اور عبدالعزیز ریاعتان میں انجمن حزب اللہ کے نمائندہ، کے ہمراہ حاجی ترنگ زئی کی طرف سے خفیہ مشن پر سردار نصر اللہ سے ملاقات کرنے کا بل گیا تھا۔ دس بارہ دن کے بعد واپس آ گیا تھا۔ اس وقت شاید آزاد علاقہ میں ہے۔

۸۰۔ فضل اللہ میاں

ہندوستانی متعصبوں کے سابق امیر کا شاید بھتیجا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں موجودہ امیر نعمت اللہ سے جس کی کشمکش ہو رہی تھی۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں شامل ہے۔

۸۱۔ فضل الرحمن مولوی

مولوی سیف الرحمن کا بھتیجا ہے۔ اس کا باپ بہت عرصہ تک دلی میں رہا۔ اور پھر ریاست ٹونک میں متوطن ہو گیا۔ اس نے فتح پوری کے مدرسہ اور نظارۃ المعارف القرآنیہ میں تعلیم پائی ہے۔ ۱۹۱۳ء میں پنڈت بھوج دت کے اسکول واقع آگرہ میں عربی کا استاد تھا۔ جہاں وہ مقامی ٹرکس ریلیف فنڈ کمیٹی کا ممبر بھی تھا۔ جنگ بلقان کے دوران اُس نے روپے جمع کرنے میں مدد کی تھی۔ پھر وہ نواکھالی کے مدرسہ احمدیہ میں مہیڈ مولوی بن گیا۔ ۱۹۱۶ء میں دلی کے سینٹ اسٹیفن اسکول میں عربی کا استاد اور

بعد میں نظارۃ کے عملہ میں سیکنڈ مولوی مقرر ہوا۔ جہاں اس کی سازش جہاد کے ممبروں سے ملاقات رہتی تھی۔ لیکن یہ بات یقینی طور سے نہیں کہی جاسکتی کہ وہ خود سازش سے متعلق تھا یا نہیں۔

۸۲۔ غالب

جدہ کے بعد کی تفصیل بتاتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے اُس میں لفظ غالب سے مراد غالب پاشا ہے۔ جو حجاز کا ترک فوجی گورنر تھا۔ اس کی شہرت اس وقت ہوئی جب اس نے ہندوستانی زائرین سے امرار شروع کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں میں جہاد کی تبلیغ کریں۔

۸۳۔ غالب نامہ

جدہ کے بعد کے واقعات بتاتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے۔ اس میں یہ لفظ آیا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے ”غالب کی تحریر“ یہاں اس کا اشارہ اس فرمان کی طرف ہے۔ جو مولانا محمود الحسن نے حجاز کے ترک فوجی گورنر غالب پاشا سے حاصل کیا تھا۔ یہ عام سادہ کاغذ پر عربی فارسی اور ترکی زبانوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ترک برطانیہ غلطی اور دوسرے ملکوں سے برسرِ جنگ ہیں۔ اور ہر جگہ کامیاب ہو رہے ہیں۔ فرمان لکھنے والے کی مولانا محمود الحسن صدر مدرس مدرسہ دیوبند سے ملاقات ہوئی۔ اس نے وہ سب باتیں سنیں جو مولانا نے بیان کیں۔ اسے ان پر پورا بھروسہ ہے۔ تمام مسلمان ان کو معتمد سمجھیں اور ان پر بھروسہ کریں۔ اور ان کی ہر ممکن امداد کریں۔ خصوصاً ترکوں کو ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ محمد میاں عرف مولوی منصور جو ان تیرہ مخوف لوگوں میں شامل ہے جو محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عرب گیا تھا۔ اس کے بارہ میں خیال ہے کہ وہ غالب نامہ ساتھ لایا تھا اور ملک میں چند سازشیوں کو دکھانے کے بعد اسے کابل لے گیا تھا۔

۸۴۔ غلام حسین

شاید اس کا پورا نام راجہ غلام حسین ہے۔ مرحوم ”کامریڈ“ اخبار کا سابق اسٹنٹ ایڈیٹر ہے۔ جنودِ بانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔

۸۵۔ غلام محمد کشمیری

مولوی انور شاہ اسٹاذِ مدرسہ دیوبند کا رشتہ دار ہے جب مولانا محمود الحسن عرب پہنچے تو اسے وہاں رہتے ہوئے کافی مدت ہو چکی تھی۔ خان محمد کو کھانے کے انتظام میں مدد دیا کرتا تھا۔ مطلوب الرحمن اکتوبر ۱۹۱۵ء میں اسے ہندوستان واپس لایا تھا۔ یقینی طور پر کہنا مشکل ہے کہ وہ مولانا محمود الحسن کی جہاد کی سازش میں شامل تھا یا نہیں۔ لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسے غالب پاشا سے مولانا کی ملاقات کا پورا علم تھا۔

۸۶۔ غلام محمد صاحب مولانا آف بھاولپور

پسر حاجی نور محمد۔ یہ خاندان ابتداء میں ضلع جھنگ کے مقام اہلہا میں رہتا تھا۔ لیکن پچاس برس گذرے ریاست بھاولپور میں متوطن ہو گیا تھا۔ مولوی غلام محمد دین پور علاقہ بھاولپور میں ۱۸-۱۹ برس سے مقیم ہے۔ وہ ایک بااثر پیر ہے۔ اس کے پیرو کافی زیادہ تعداد میں مغربی پنجاب، سندھ اور بھاولپور میں ہیں۔ غلام محمد اور عبید اللہ دونوں مرحوم پیر محمد صادق آف برہمندی ضلع سکھر (سندھ) کے مرید ہیں۔ مولوی غلام محمد پیر محمد صادق کا بھی خلیفہ ہے۔ مولوی عبد اللہ سندھی جو مارچ ۱۹۱۶ء میں عبید اللہ اور بعض دوسرے ہندوستانی سازشیوں کے خطوط لے کر ہندوستان آیا تھا۔ اس کو ہدایت تھی کہ پیر غلام محمد کو افغانستان لائے۔ لیکن آخر الذکر سفر کی مشکلات اور دشواریوں کی وجہ سے یہ سفر نہیں کر سکا۔ لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے امیر کو خط لکھا تھا کہ اس نے حلف

لے لیا ہے اور جب بھی ہندوستان پر حملہ ہوگا۔ وہ ہر امکانی مدد کرے گا۔ بلوچستان میں ۱۹۱۵ء میں جو جنگ ہوئی۔ وہ اس کی کوششوں کا نتیجہ بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں اس کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ تک اسے جالندھر کے گاؤں نور محل میں پابند رکھا گیا تھا۔ اب وہ بھاو پور کے مقام دین پور میں ہے جہاں اس کی نقل و حرکت پر پابندی ہے۔ جنودر بانیر کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔

۸۷۔ غلام نبی

جنودر بانیر کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔ اس شخص کے بارہ میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

۸۸۔ غلام رسول مولوی

مدرسہ دیوبند میں معلم ہے۔ خیال ہے کہ مولانا محمود الحسن کی سازش کا رکن ہے۔ وہ مولانا کے ساتھ عرب جانے پر بالکل تیار تھا۔ لیکن آخر الذکر نے اسے ہندوستان ٹھہرنے پر مجبور کیا۔

۸۹۔ حبیب اللہ غازی

حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خطوط میں یہ نام آیا ہے۔ جنودر بانیر کی فہرست میں نیجر ہے۔ کاکوری یوپی کا باشندہ ہے۔ اس کو غازی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے جنگ بلقان میں ترکوں کی طرف سے حصہ لیا تھا جب مولانا محمود الحسن مکہ پہنچے تو یہ مکہ میں تھا کیونکہ بے وسیلہ تھا اس لئے طے پایا کہ وہ کھانا تیار کرنے میں مدد دے۔ جس کے بدلہ میں اسے مفت کھانا دیا جائے۔ بعد میں وہ مولانا کا معتقد اور پیرو ہو گیا۔ مکہ و مدینہ میں خفیہ منگلوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔

غالباً اس وقت شام میں ہے۔ اور ترک فوج میں بھرتی ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔

۹۰۔ حبیب الرحمن مولوی

نائب مہتمم دیوبند مدرسہ۔ مطلوب الرحمن کابھائی۔ ان تیرہ مخوف شتم میں شامل ہے جو مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عرب گئے تھے۔ حبیب الرحمن ایم عبید اللہ اور ایم محمود الحسن کی اسکیموں میں شامل نہیں ہوا۔ اس کو وہاں رہا جاسکتا ہے۔

۹۱۔ ہادی حسن سید

دیکھئے سید ہادی کے تحت

۹۲۔ حاجی صاحب ترنگ زئی

حضرت مولانا کے نام عبید اللہ نے اپنے خط میں صرف حاجی لکھ کر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ لفٹنٹ جنرل ہے۔ اس کا اصلی نام فضل واحد ہے۔ لیکن حاجی صاحب ترنگ زئی کے نام سے مشہور ہے۔ لڑکا ہے فضل احمد حاجی فلیل محمد پیرزادہ آف عمر زئی آف ترنگ زئی نونچار سدہ ضلع پشاور کا۔ مرحوم ملا ہڈا کے پیروؤں میں اور پشاور ضلع کے اکثر دیہات میں نہایت بااثر ہے۔ نہایت متعصب ہے۔ اور حکومت کے خلاف سخت مخالفانہ مذاہات رکھتا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں دیوبند کے مولانا محمود الحسن کے ایسا پر آزاد علاقہ میں چلا گیا تھا۔ جہاں سیف الرحمن اس سے جا ملتا تھا۔ اس کے بعد سے جہند بونروال اور دوسرے قبیلوں کو غلام جہاد بلبند کرنے پر اکسانے میں نہایت سرگرم رہتا ہے۔ شب قدر کے حملہ کے لئے خاص طور سے ذمہ دار ہے۔ کابل کے سازشیوں سے رابطہ ہے۔ اور پانی پت کے ایم حمد اللہ اور صوفی مسجد لاہور کے مولوی احمد کے ذریعہ دیوبند پارٹی سے امداد حاصل کی ہے۔

۹۳۔ حکیم جمیل

جدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے۔

حکیم جمیل الدین آف دیوبند، بلیا میں لمبا بت کرتا ہے۔ شمس العلماء حافظ محمد احمد مدرسہ دیوبند کے وفادار پرنسپل کا معتقد ہے۔ شاید آج کل جون پور میں ہے۔

۹۴۔ حکیم صاحب

جدہ کے بعد کے واقعات کے بیان میں جو خط عبید اللہ نے حضرت مولانا کو لکھا ہے۔ اس میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ حکیم عبدالرزاق انصاری ہے جو ڈاکٹر انصاری کا بھائی ہے۔

۹۵۔ حمد اللہ مولوی آف پانی پت

شیخ عبدالرحیم آف حیدرآباد سندھ کے نام عبید اللہ کے تشریحی خط میں نیز جنود ربانیہ کی فہرست میں لفٹننٹ جنرل کی حیثیت سے یہ نام آیا ہے۔ ولد سراج الدین ذات شیخ آف پانی پت ضلع کرناں۔ ابتدائی تعلیم پانی پت و کانپور میں حاصل کی۔ بعد میں دیوبند کے مدرسہ میں شامل ہوا۔ جہاں وہ تقریباً تین برس تک رہا۔ تکمیل تعلیم کے بعد کرنال چھتاری ریاست وغیرہ مقامات میں ملازم رہا۔ اس کے بعد ترجمہ قرآن میں مولانا محمود الحسن کی مدد کرنے کے لئے دیوبند کے مدرسہ میں پھر شامل ہو گیا۔ وہ مولانا کا پکا مرید بن گیا۔ اور عبید اللہ ایم ابوالاحمد، ایم احمد علی وغیرہ کا شریک ہو گیا۔ جن کے بارہ میں اب معلوم ہوا ہے کہ وہ اتحاد اسلامی کے لئے جہاد کے بڑے اہم مبلغ ہیں۔ جنگ بلقان کے دوران ترکی کی مدد کے لئے ایک ہزار روپے جمع کئے۔ دیوبند کی خفیہ منگولوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ بعد میں وہ خوجہ کے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں معلم

کے طور پر مقرر ہو گیا۔ اس ذریعہ سے وہ دیوبند کے اسفار کے اخراجات پورے کرتا تھا۔ اس کا ارادہ مولانا محمود الحسن کے ہمراہ عرب جانے کا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا تاکہ وہ مولانا محمود الحسن کے ہمراہ حجاز جانے والے سازشی ساتھیوں کے کنبوں کی دیکھ بھال کرے اور سرحد پار کی پارتی کو روپیہ بھیجے۔ نیز ہندوستان میں کام کی پیش رفت سے مولانا کو باخبر رکھے۔ نیز مولانا اور سرحد پار کے لوگوں کے درمیان خط و کتابت کے رابطہ کا کام دے۔ اس ساری مدت میں اس نے مولانا کی بڑے وفادار ساتھی کی طرح خدمت کی ہے اور اس کو خاص آدمی کہا جاتا ہے۔ نومبر ۱۹۱۵ء میں یار محمد کابلی کے ذریعہ اس نے دوستوں روپے مجاہدین کے ایک ایلچی کے ذریعہ روانہ کئے کابل سے ایم عبداللہ سندھی جو خطوط لایا تھا ان میں سے ایک خط اور جہاد کے دو فتاویٰ ایم حمد اللہ کے واسطے تھے۔ بلاشبہ محمود الحسن نے جب وہ ہندوستان میں تھے اس کو چندہ جمع کرنے کے لئے ملازم رکھا تھا۔ ایم حمد اللہ اس وقت موگا ضلع فیروز پور میں ہے اور اس کی نقل و حرکت پر پابندی ہے۔

۹۶۔ حنیف مولوی

جدہ کے بعد کے واقعات کے بیان میں عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے اس میں یہ نام آیا ہے۔ مولود محمد حنیف۔ مولانا محمود الحسن کے بھتیجے اور داماد ہیں۔ دیوبند کا ایم محمد مسعود جسے حکیم عبدالرزاق انصاری نے نومبر ۱۹۱۶ء میں مولانا کو یہ بتانے کے لئے عرب بھیجا تھا کہ وہ ہندوستان نہ آئیں۔ اس کا بھائی ہے۔ متھرا کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں ٹیچر ہے۔ مولانا نے مکر روانہ ہوتے وقت گھر کا انتظام اس کے سپرد کر دیا تھا۔

۹۷۔ حرمت اللہ

عبید اللہ نے جدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا کو جو خط

عطا کیا ہے۔ اس میں یہ نام آیا ہے۔ یہ شخص قازان روسی ترکستان کا باشندہ ہے کچھ عرصہ تک وہ اپنے ایک ہم وطن احمد جان کے ہمراہ دیوبند میں زیر تعلیم رہا۔ تقریباً دو برس ہوئے یہ دونوں مولانا حسین احمد مدنی کے ہمراہ دیوبند سے حجاز چلے گئے۔ اور خیال ہے کہ اب وہیں ہیں۔

۹۸۔ ہر نام سنگھ عرف ارجن سنگھ

پسر بھاگ سنگھ مہاجن موضع کھوٹا ضلع راولپنڈی ایس ایس کو ماگا ٹو مارو جہاز کے جاپان جیسے دور دراز ملک تک کے سفر اور واپسی میں گردیت سنگھ کا نائب خاص تھا وہ ماشی مارو نامی جہاز کے ذریعہ بیر سنگھ کے ہمراہ ہندوستان واپس آیا۔ جو کو ماگا ٹو مارو مہم کا جوائنٹ سکریٹری تھا۔ عرصہ جہاز پر مسافروں کو بھڑکانے کی اس نے سرگرم کوششیں کیں۔ اور پھر نہن سنگھ کی پارٹی کے ہمراہ نانڈیڑ چلا گیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے خالصہ کالج امرتسر میں تعلیم پائی ہے۔ سکھ غدار سازش کا انکشاف ہونے پر جب لاہور میں گرفتاریاں کی گئیں۔ تو وہ ڈاکٹر متھرا سنگھ کے ہمراہ سرحد پار کر کے تیرہ میں بھاگ گیا۔ اور وہاں سے پیش بیک پہنچا جہاں افغان حکام نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور حراست میں کابل پہنچا دیا۔ انہیں جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں سردار نصر اللہ خاں نے راجہ مہندر پر تاپ کی سفارش پر ان کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد سے یہ لوگ وہاں پر برطانیہ کے خلاف غدر پارٹی کے سرگرم اعدا باضابطہ ممبر بن گئے۔ کابل سے ہر نام سنگھ اور متھرا سنگھ نے مشترکہ طور پر مروان میں گکا ہڈس کے رسالہ کے دفعدار ہرچرن سنگھ کو اور راولپنڈی کے بھائی ہر نام سنگھ کو باغیانہ خطوط لکھے۔ جن میں ہندوستانی فوجیوں کو بغاوت کے لئے بھڑکانے کی تلقین کی گئی تھی۔

ہر نام سنگھ ۱۹۱۶ء میں پھیس بدل کر ہندوستان آنے والا تھا تاکہ بعض ہندوستانی جہاز اڈوں کے نام قیصر جرمنی کے جو خطوط راجہ مہندر پر تاپ لایا تھا وہ مکتوب۔ ایہم کو پہنچاتے جاسکیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس مقصد کے لئے اس نے واقعاً

ہندوستان کا سفر کیا یا نہیں۔ شاید وہ اس وقت کابل میں ہے۔

۹۹۔ ہاشم

یہ شخص عرب سے دسمبر ۱۹۱۶ء میں ہندوستان آنے والا تھا تاکہ رتھیرٹری کے سید نور الحسن سے وہ فرما لے کر کابل پہنچا دے۔ جو ایس ہادی حسن ایس ایس نامی جہاز کے ذریعہ لائے تھے۔ ہندوستان میں اس شخص کو نہیں دیکھا گیا۔ نہ ہی ٹھیک سے اس کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ محمد مسعود کی ملاقات اس سے مکہ میں ہوئی تھی۔ جہاں کہ وہ مولانا محمود الحسن سے ملاقات کرنے کے لئے اکثر آیا کرتا تھا۔ اسے حیدر آباد (غالباً دکن) کا باشندہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ ترکی ٹوپی پہنتا ہے۔ تقریباً ۳۰ سال کا ہے۔ درمیانہ قد ہے۔ گٹھا ہوا بدن ہے۔ گندمی رنگ ہے۔ لمبوتر چہرہ ہے۔ چھوٹی سی ڈاڑھی ہے۔ نئے فیشن کا لباس پہنتا ہے اور درو خوب بولتا ہے۔

۱۰۰۔ حسرت موہانی

حضرت مولانا کے نام جدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے اپنے خط میں یہ نام لکھا ہے۔ اور اسے جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل لکھا ہے۔ فضل الحسن عرف حسرت موہانی بی اے پیرا طہر حسین آف علی گڑھ (یو۔ پی) بدنام صحافی، تحریکِ سودیشی کا حامی ہے۔ ابوالکلام آزاد، عبید اللہ، محمد علی آف کامریڈ اور شوکت علی کا بے تکلف ساتھی ہے۔ مرحوم اردوئے معلیٰ کا ایڈیٹر تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سازش میں شامل تھا اور کابل میں ایم عبید اللہ سے ابوالکلام آزاد کیساتھ جا کر ملتے رہتا تھا۔ ملک سے ہر اہ کوئٹہ ان کی روانگی کے تمام انتظامات مکمل تھے لیکن اپریل ۱۹۱۶ء میں حسرت کی گرفتاری سے سارا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

۱۰۱۔ حزب اللہ

یہ ادارہ ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۳ء میں مملکت میں قائم کیا تھا۔ بیرونی

طوری ہر وقت سرگرم سفر رہنے والے مسلم مبلغین کا اصلاحی و تبلیغی ادارہ ہے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی اصل غرض و مقصد حکومت دشمنی ہے۔ ابوالکلام آزاد نے یہ اسکیم ۱۹۱۳ء میں تیار کی تھی جب کہ جنگ بلقان جاری تھی۔ اس کے اپنے الفاظ میں یہ ادارہ ایسے آدمیوں کی جماعت ہوگی جو ماہ خدا میں جہاد کریں۔ جو دنیاوی فلاح کی توقعات، امنگیں، تعلقات، اور رشتے ختم کر دیں۔ اپنے قلوب کو زندگی کی راحتوں اور آسانیوں سے پاک کر لیں اور اپنی زندگیاں مذہب اور عقیدہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اور خدا اور اس کے فرشتوں کو اپنے ایثار و قربانی کا گواہ بنالیں۔ لاہور میں اس سوسائٹی کی شاخ ہے جس کا انتظام حامد علی چشتی کے سپرد ہے۔ دوسرے صوبوں میں بھی ایسی ہی شاخیں ہیں۔ مجیدوں کی تعداد کئی ہزار ہے ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ یہ سب لوگ اتحاد اسلامی کے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حزب اللہ کا ایک وفد جس میں ایک نمائندہ عبدالغزیز ہے۔ جو جنودِ بامیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۴ء میں سرحد پار روانہ کیا تھا۔ وہ آزاد علاقہ میں قبائل کو جہاد کے لئے بھڑکانے کا ایک حد تک ذمہ دار ہے۔ لاہور کی شاخ اب تقریباً ختم ہو چکی ہے۔

۱۰۲۔ حضراتِ یاغستان

مدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے۔ اس میں یہ آیا ہے۔ غالباً سیف الرحمن، حاجی نرنگ زئی، فضل ربی، فضل محمود وغیرہ وغیرہ مراد ہیں۔

۱۰۳۔ حسین حیدر

اس کو حیدر حسین بھی کہا گیا ہے۔ مکہ میں تسمیہ میں بنا تا ہے۔ اس کو ہندوستان بتایا ہے۔ لیکن ابھی تک ٹھیک نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کون ہے۔ حسین حیدر ملہ میں جہاد

سے متعلق دھرمپور رباط کی خفیہ بات چیت میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اور اسے خاص
 ینگوں میں بھی مدعو کیا جاتا تھا۔ مولانا محمود الحسن کی غالب پاشا سے ملاقات کرانے
 میں بھی اس نے مدد کی تھی۔ غالباً یہی شخص پاشا سے غالب نامہ لایا تھا۔

۱۰۴۔ حسین

واقعات بعد جدہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا کو عبید اللہ نے جو خط لکھا ہے۔
 اس میں یہ نام آیا ہے۔ یہ حسین احمد مدنی ہے جنور ربانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل
 ہے۔ یہ خاندان اصل میں ضلع فیض آباد یوپی کا ہے۔ لیکن ۱۸۹۹ء میں حجاز کو ہجرت
 کر گیا تھا۔ مولوی حسین احمد مدنی مدینہ کے مفتی تھے۔ ہندوستان سے جانے
 سے پہلے وہ دیوبند میں مدرس تھے مولانا محمود الحسن کا پکا مرید اور جہاد کا
 زبردست مبلغ ہے۔ دو سال ہوئے اپنے بھتیجے وحید کے ساتھ جو اس کے مرحوم بھائی
 ایم صدیق احمد کا لڑکا ہے۔ ہندوستان آیا تھا اور دیوبند میں مولانا محمود الحسن کے
 مکان میں چند ماہ قیام کرنے کے بعد وحید کو مدسہ میں طالب علم کی حیثیت سے
 چھوڑ کر عرب کو واپس ہو گیا تھا مدینہ میں مولانا محمود الحسن اس کے مکان میں ٹھہرے
 تھے۔ شریف مکہ کے حکم سے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو یا اس کے لگ بھگ اسے مکہ
 میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اور جدہ پہنچ دیا گیا تھا۔ جہاں سے اسے ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء
 کو مصر روانہ کر دیا گیا تھا۔

۱۰۵۔ حسین احمد مدنی

دیکھئے حسین

۱۰۶۔ عمادی

عبداللہ عمادی سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر زمیندار ساکن جو تہہ صوبہ جات

متحدہ) مظفر علی خاں اور اتحاد اسلامی کے دوسرے مایوں کا بے تکلف ساتھی۔
مارچ ۱۹۱۶ء میں مولوی عبداللہ سندھی کا بل سے جو خطوط اور جہاد کے فتاویٰ
لایا تھا۔ ان میں ایک خط مولوی عبداللہ عمادی کے لئے تھا جنود بانیہ کی
فہرست میں میجر جنرل ہے۔

۱۰۷۔ جلیل

یہی شخص محمد جلیل ہے۔ کیرانہ ضلع مظفر نگر صوبہ جات متحدہ کے محمد اسماعیل کا
لڑکا اور دیوبند کے مدرسہ میں طالب علم۔ وہ محمود الحسن کے مکان میں ملازم کی
حیثیت سے بھی کام کرتا تھا۔ محمد جلیل کو سازش کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے
لیکن اس کا سازش میں شامل ہونا مشتبہ ہے۔

۱۰۸۔ جماعت

حضرت مولانا کے نام خطوط میں یہ لفظ اکثر آیا ہے لغوی معنی ہیں انجمن یاد و ستوں
کا گروہ۔ ان خطوط میں یہ اشارہ ہے سازش میں ملوث لوگوں کی طرف جن کے نام زیر غور
خطوط میں لے گئے ہیں۔

۱۰۹۔ جمیعت الانصار (انجمن طلباء قدیم) دیوبند

ایم عبید اللہ کی نظامت اور چھ سات۔ ممبروں پر مشتمل مجلس منتظمہ کے ساتھ
۱۹۰۹ء میں قائم ہوئی۔ یہ انجمن دیوبند میں تعلیم پائے ہوئے مولویوں کی انجمن کے
طور پر قائم کی گئی تھی۔ تاکہ (ا) مدرسہ دیوبند کا انتظام کرے اور اس کو بہتر
بنائے (ب) مدرسہ کے لئے رقم کا انتظام کرے (ج) دیوبند میں جن عقائد
کی تعلیم دی جاتی ہے ان کا تبلیغ کرے اور انہیں فروغ دے۔ اور (د) دوسرے
مقامات پر ایسے ہی مذہب سے قائم کرے۔ تجویز یہ تھی کہ تمام مدارس اسلامیہ کو

جمعیت الانصار کے تحت کر دیا جاتے۔ اور دیوبند کے فارغ التحصیل مدرسوں کو ایف سی تھانم مدرسوں میں بھیجا جاتے۔ اس کے قواعد و ضوابط باضابطہ تیار کئے گئے تھے۔ اور اس کے سالانہ جلسے مراد آباد اور میرٹھ میں ہوتے۔ تاکہ جمعیت الانصار کے مقاصد کی تبلیغ کی جاسکے۔ لاہور کی صوفی مسجد کے ایم ابو احمد نے نائب ناظم کی حیثیت سے شرکت کی۔ چند ماہ کام کیا۔ ابتدا میں دیوبند کے مدرسہ کی ساری مجلس منتظرہ جمعیت الانصار کے حق میں تھی۔ جلد ہی عبید اللہ نے انگریزی پڑھے ہوئے نوجوانوں کو طالب علم بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ اس پر اس ادارہ نے نیم سیاسی نوعیت اختیار کر لی۔ جب جنگ بلقان شروع ہوئی۔ اور دیوبند کے ذمہ داروں نے ترکی کی مالی امداد کے حوالہ کا فتویٰ جاری کر دیا تو اچانک جمعیت الانصار اپنے اصلی رنگ میں آگئی۔ اور انتہائی متعصب سیاسی جماعت بن گئی۔ مولوی، طلباء اور دوسرے لوگ مبلغ بنا کر بھیجے جانے لگے۔ اور ترکی کی مدد کے لئے ہمال احمد کے فنڈ میں بڑی بڑی رقمیں جمع کی جانے لگیں۔ غیر ملکی سامان کے بائیکاٹ کی تبلیغ بڑھنے لگی۔ اس کی شاخ قاسم المعارف نے کلکتہ میں چندہ جمع کرنے کے سلسلہ میں بہت کافی سرگرمی دکھائی۔ اس پر مدرسہ کے عملہ کے سنجیدہ لوگ چوکنے ہوئے اور ایسے اختلافات پیدا ہوئے کہ عبید اللہ کو ۱۹۱۳ء میں استعفیٰ دینا پڑ گیا۔ جلد ہی اس ادارہ کا وجود ختم ہو گیا۔

۱۱۔ جمیل الدین حکیم

دیکھئے حکیم جمیل

۱۱۱۔ جان صاحب باجوڑ

جنودہ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ اس کا عرف ڈوڈا جان یا جان صاحب ڈوڈا ہے۔ والدین کے بارہ میں کچھ معلوم نہیں۔ ڈوڈا کا اور باجوڑ میں لکرو کلی کا سید حکومت کا سخت مخالف ہے۔ بابڑہ ملا کے مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے۔

۱۹۱۶ء میں جب مہمند قبائل نے شہرِ قندھار میں برطانوی فوجیوں پر حملہ کیا تو اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ مئی ۱۹۱۶ء میں اس کا رویہ بدل گیا اور وہ حکومت کی خدمت کرنے پر تیار ہو گیا۔

۱۱۲۔ کالا سنگھ عرف گوجر سنگھ

پسرانِ سنگھ آف اکھاڑہ تھانہ جگراؤں ضلع لدھیانہ می شیما رو جہاز کے مسافروں میں شامل ہے۔ جنہوں نے عذر برپا کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شنگھائی میں دوکاندار ہے۔ پنجاب میں ۱۹۱۵ء کے موسمِ سرما کی انقلابی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔ فیروزپور شہر کے قاتلوں میں سے ایک ہے۔ جب گرفتاریاں شروع ہوئیں تو وہ بھاگ کر آزاد علاقہ میں پہنچ گیا۔ مردان و بنیر ہوتا ہوا اس میں پہنچا۔ جبکہ لاہوری طلباء اور مجاہدین وہاں موجود تھے۔ کالا سنگھ نے ۱۹۱۵ء کی سرحدی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے فوراً پہلے وہ مردان پہنچا۔ اور وہاں پر مامور سکھ رجمنٹ کے سپاہیوں کو درغلائے کی کوشش کی۔ جون ۱۹۱۶ء میں مولوی عبدالرحیم عرف بشیر اور ڈاکٹر صدر الدین کے ہمراہ کابل پہنچا کہا جاتا ہے کہ راجہ مہندر پر تاپ نے اسے کچھ خفیہ پیغامات دے کر واپس بھیجا تھا۔ اس کے بعد وہ کابل لوٹ گیا۔ اس وقت غالباً کابل میں ہے۔

۱۱۳۔ کریم بخش

جنودِ بانیہ کی فہرست میں کیٹن ہے یہ شخص غالباً وہی کریم بخش ہے جو کابل کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہے۔ لاہور کا رہنے والا ہے۔

۱۱۴۔ قاسم المعارف

دہلی کی جمعیت الانصارِ دانشجو طلباء قدیم کی شاخ کلکتہ۔ دلی کے شیخ محمد شفیع

جو کلمتہ میں تاجر ہیں اس کے ناظم تھے۔ اور مشیر کوٹ کے مولوی ظہیر الدین کو مدد
تک اس کے سفیر رہے تھے۔ وہ تقریریں کرتے تھے اور چندہ وصول کرتے تھے
جنگ بلقان کے زمانہ میں اس سوسائٹی نے ترکی انجمن ہلال احمر کے لئے چندہ جمع
کرنے میں کافی سرگرمی دکھائی۔

(نوٹ) یہ ادارہ اسی نام کے اس دوسرے ادارہ سے بالکل مختلف
ہے جو ایم عبید اللہ نے کراچی میں قائم کیا تھا۔

۱۱۵۔ کاظم بے

جنود ربانیہ کی فہرست میں نیچر جنرل ہے ایک ترک فوجی افسر ہے۔
جس کو قسطنطنیہ سے ترک جرنیشن کے ساتھ انور پاشا نے خاص طور سے
روانہ کیا تھا۔

۱۱۶۔ خلیل احمد مولانا

عرف خلیل الرحمن آف مدرسہ اسلامیہ سہارنپور۔ ایک بہت معزز و محترم
مولوی جس کے میدوں کی تعداد ہندوستان بھر میں بہت زیادہ ہے۔ موضع انبیلہ
ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہے۔ اور مولوی محمد میاں عرف مولوی منصور کا قریبی
رشتہ دار ہے۔ ہندوستانی علماء میں شاید یہ واحد شخص ہے جو مولانا محمود الحسن سے
ہجرت کے سوال پر متفق تھا۔ ایس ایس جہاز کے ذریعہ عرب گیا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء کے
شروع میں وہاں پر قیام کے دوران یہ مولانا محمود الحسن کی حیاتی سازش میں
شامل ہو گیا اور غالب پاشا کے معاملہ میں بھی شامل رہا۔ یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ
محمد محمد صمدی اور رباط میں جہاد سے متعلق مذاکرات میں شامل ہوا کرتا تھا۔ جب انور پاشا
اور جمال پاشا ترک افواج کی کامیابی کے لئے دعا کرنے میں مدینہ آئے تو مولوی خلیل
بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ پاشاؤں نے اس کو نذر پیش کی۔ ستمبر ۱۹۱۶ء

میں نے اکبر نامی جہاز کے ذریعہ ہندوستان واپس ہوا۔ بکینی میں اترتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔

۱۱۷۔ خان محمد حاجی

یہ سرحدی ہے غالباً ضلع پشاور کا باشندہ ہے۔ اس نے دیوبند میں تعلیم پائی اور مولانا محمود الحسن کا مرید ہو گیا۔ مولانا محمود الحسن کی سازش جہاد میں شامل تھا۔ خان محمد ان تیرہ منحرف اشخاص میں شامل ہے جو مولانا کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عرب گئے تھے۔ وہ خوراک کا منتظم تھا۔ مکہ میں وفات پائی۔

۱۱۸۔ خدا بخش

جدہ کے بعد کے فاقات کے بیان میں حضرت مولانا کے نام صید اللہ کے خط میں نام آیا ہے شاید یہ وہی خدا بخش ہے جو ناگہد جو دھپور ریاست کا رہنے والا ہے اور مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عرب گیا تھا۔

۱۱۹۔ خدام

حضرت مولانا کے نام خطوط میں یہ لفظ بار بار آیا ہے۔ یہ لفظ خادم کی جمع ہے جس کے لغوی معنی میں خدمت کرنے والا۔ (ملازم) اس کا اطلاق زیارت گاہوں اور مقدس عمارتوں کے اعظام کرنے والوں پر اکثر ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مراد مولانا محمود الحسن کی مددگاروں کے لوگ ہیں۔

۱۲۰۔ خوشی محمد مہاجر

پسران محمد ساکن موضع سلوی۔ ضلع جالندھر لاہور کے میڈیکل کالج میں تھرو اید کا طالب علم تھا۔ جب اس نے دوسرے جہادی طلباء کے ہمراہ فروری ۱۹۱۵ء

میں سرحد پار کی۔ وہ کابل میں مخالف برطانیہ پارٹی کے ساتھ سرگرمی کے ساتھ شامل رہا۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں راجہ جہند پر تاپ اور مولوی برکت اللہ نے نارا اور تاشقند کے روسی گورنر جنرل کے نام خط لکھ کر اسے ڈاکٹر متھرا سنگھ کے ہمراہ روانہ کیا۔ جون ۱۹۱۶ء میں یہ سفارت واپس آگئی تھی۔ خوشی محمد ابھی تک کابل میں ہے۔ جنودربانیہ کی فہرست میں وہ گورنر جنرل ہے۔

۱۲۱۔ کوہستانی ملا

جنودربانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ صوات میں مسند کی ملا اور دوسرے مقامات میں کوہستانی ملا یا فقیر کے نام سے مشہور ہے۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں صوات میں برطانوی فوجوں پر حملہ کرنے کے لئے اس نے صواتی لوگوں کا لشکر جمع کر لیا تھا۔

۱۲۲۔ مدرسہ

حضرت مولانا کے نام خطوط میں یہ لفظ آیا ہے۔ یہ دیوبند کے عربی مدرسہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو دیوبند ضلع سہارنپور میں قائم ہے۔ اسے مولانا محمد قاسم نے قائم کیا تھا۔ دیوبند کا ایک مشہور تعلیمی ادارہ ہے۔ جس کی ہندوستان بھر میں شہرت ہے جبکہ ایک طرف افغانستان سمرقند اور بخارا اور دوسری طرف مدراس اور مشرقی بنگال جیسے دور دراز مقامات سے اس میں طالب علم آتے ہیں۔ حیدرآباد کے نظام اور بھوپال کی بیگم اس ادارہ کو فیاضی سے امداد دینے والوں میں شامل ہیں۔ علوم مشرقی اور اسلامی دینیات کی تعلیم کے لئے وقف ہے۔ مدرسہ کے پرنسپل شمس العلماء مولوی حافظ محمد احمد ہیں جو اس ادارہ کے مرحوم بانی کے فرزند ہیں وہ وفات پر اور شریف آدمی ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن صدر مدرس تھے جو ریشمی خطوط کے مکتوب الیہ ہیں۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں وہ ہجرت کر کے حجاز چلے گئے۔ ریشمی خطوط کی سازش میں جو مولوی شامل ہیں۔ تقریباً وہ سب اس مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

بعد میں یہ مدرسہ اتحاد اسلامی اور جہاد کے حامیوں کا گڈھ اور مولانا محمود الحسن نے اپنے زمانہ صدر مدرس میں جہاد کی جو تحریک شروع کی تھی اس کا مرکز بن گیا۔

۱۲۳۔ مدرسہ صولتیہ

مکہ کا مشہور عربی مدرسہ جس کے مصارف ہندوستان سے بھیجے گئے چٹہ سے پورے ہوتے ہیں۔ اس کے کچھ مدرس اور طالب علم جو زیادہ تر ہندوستانی ہیں ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن کے جہاد کے پروپیگنڈہ میں شامل ہو گئے تھے۔

۱۲۴۔ محبوب خاں ساکن سہارنپور

ان تیرہ منحرف اشخاص میں سے ایک جو مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عرب گئے تھے۔ کھانا پکانے اور پارٹی کے سامان کی حفاظت کرنے میں یہ خان محمد کی معاونت کرتا تھا۔ مکہ میں اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ پھول پیش کرنے کے بہانے، والی اور شریف سے ملاقات کی لیکن یہ ممکن ہے کہ اس نے اپنا تعارف اس لئے کرایا ہو کہ مولانا محمود الحسن کے پیغامات پہنچا سکے مولانا کا مرید ہے۔

۱۲۵۔ مہندر پرتاپ راجہ

حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں اور دوسرے خط میں جس میں حکومت موقتہ ہند کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ یہ نام لیا گیا ہے۔ ضلع علی گڑھ کے مقام مرسان کے راجہ دت پرشاد سنگھ بہادر کا بھائی اور جیند کے راجہ زبیر سنگھ کا برادر نسبتی ہے۔ راجہ مہندر پرتاپ پُرانے حکمران خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہاتھرس اور مرسان میں کافی اراضی کا مالک ہے۔ اس نے ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم پائی جہاں ہندو مسلم اتحاد کا جذبہ اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے ہندو راجن میں ہندوؤں مسلمانوں اور عیسائیوں میں سکھوں

شتمل منتظمہ کمیٹی بنا کر پریم جہاودیالیہ قائم کیا۔ راجہ کو امید تھی کہ اس اسکول کے ذریعہ
 متحدہ ہندوستان کی اساس پر قومی اتحاد کی تحریک شروع کرے گا۔ وہ سفر کا بڑا
 نوقین تھا کہا جاتا ہے کہ اس نے دو بار ساری دنیا کا سفر کیا تھا۔ امریکہ میں اس کی
 ملاقات ہرویال اور غدر پارٹی کے دوسرے ممبروں سے ہوئی۔ اور اس میں انقلابی
 نیالات نے جوش و خروش پیدا کر دیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۳ء کو ہندوستان سے مارسلز
 روانہ ہوا۔ جہاں سے وہ سوئٹزرلینڈ اور جرمنی پہنچ کر برلن کی انڈیا سوسائٹی میں
 شامل ہو گیا۔ ۱۹۱۵ء میں امیر کابل اور ہندوستانی والیان ریاست کے لئے
 قیصر اور سلطان ترکی کے خطوط اور جہاد کے فتاویٰ دے کر اسے ترک جبرمن مشن
 کے ہمراہ افغانستان بھیجا گیا۔

کابل کے قیام میں اس نے حکومت موقتہ ہندیہ قائم کی جس کا صدر وہ خود
 بنا۔ برکت اللہ وزیر اعظم اور عبداللہ وزیر داخلہ بنائے گئے۔ اس نے مہاجر طلباء
 کی بہت سی سفارتیں منظم کیں۔ جو روس چین جاپان برلن اور قسطنطنیہ بھیجی گئیں۔

۱۲۶۔ محمود حسن صوفی

صوفی محمد حسن آف مدرسہ اسلامیہ سہارنپور مولانا فلیل احمد آف سہارنپور
 کا معتقد اور شاگرد مولانا محمود الحسن کامریہ ۱۹۱۵ء میں ان کی عرب کو ہجرت کے موقع
 پر ان کے ساتھ بھٹی تک گیا تھا۔ مولوی محمد مبین کے ساتھ واپس آ گیا۔

۱۲۷۔ محمود الحسن مولانا

حضرت مولانا بھی کہا جاتا ہے۔ ریشمی خطوط کے مکتوب الیہ مدرسہ اسلامیہ
 دیوبند کے صدر مدرس پارسائی اور تقدس کے لئے مشہور۔ ان کے مرید جن میں مکررہ
 مسلمان بھی ہیں ہندوستان بھر میں ہیں۔ عبداللہ کے اثر میں آنے سے ان کے خیالات
 تبدیل ہوئے۔ دیوبند میں ان کا مکان اتحاد اسلامی کے سازشیوں کا گڑھ تھا۔

اسی شخص نے سیف الرحمن، فضل الہی، فضل محمود وغیرہ کو سرحد پار قبائلیوں کو جہاد پر بھڑکانے کے واسطے بھیجا۔ ایس ایس اکبر جہاز کے ذریعہ وہ خود بھی تیرہ مخرف اشخاص کے ساتھ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۶ء کو ہجرت کر کے عرب کو روانہ ہو گیا۔ عرب میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے پے درپے اس بات کی کوشش کی کہ ہندوستان میں جہاد کے مقصد کے لئے حکومت ترکی کی ہمدردیاں حاصل کریں۔ انور پاشا، جمال پاشا اور غالب پاشا سے ملاقاتیں کیں اور فرمان حاصل کئے جن میں سے ایک فرمان محمد میاں عرف مولوی منصور کے ذریعہ، ہندوستان اور آزاد علاقہ کے سازشیوں کو دکھائے جانے کے بعد کابل پہنچا یا گیا۔

ہندوستان میں اتحاد اسلامی کی سازش میں مولانا کی رہنمائی نہ قائدانہ شخصیت بڑی سرکردہ ہے۔ جنودِ ربانیہ کی فہرست میں وہ جنرل ہیں۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۶ء کو شریف مکہ کے احکام سے ان کو گر قار کر لیا گیا اور جلد بھج دیا گیا۔ جہاں سے انہیں ۱۳ جنوری ۱۹۱۷ء کو مصر روانہ کر دیا گیا۔

۱۲۸. مسعود

حضرت مولانا کے نام خط میں یہ نام آیا ہے۔ شاید یہ شخص مولوی محمد مسعود ہے جو دیوبند کے منشی مظہر حسین کالڑ کا ہے۔ مولانا محمود الحسن کا بھتیجا اور داماد ہے۔ اور مولوی ضیف کا بھائی ہے۔ دیوبند کے مدرسہ میں ملازم ہے۔ حکیم عبد الرزاق انصاری وغیرہ نے ستمبر ۱۹۱۶ء میں اسے عرب بھیجا تھا تا کہ محمود الحسن کو ہندوستان کے واقعات سے مطلع کرے اور اس ملک میں واپس آنے کے خلاف متنبہ کرے۔

۱۲۹. متھرا سنگھ ڈاکٹر

عرف سرور سنگھ عرف سند سنگھ عرف شمشیر سنگھ پسرہری سنگھ کھتری ساکن موضع ڈھڈیاں تحصیل مکوٹا ضلع جہلم۔ یہ شخص پہلے محض ایک کمپوٹنڈ تھا۔ لیکن اس نے

خود کو ڈاکٹر کہنا شروع کر دیا۔ پہلے یہ راولپنڈی صدر میں ڈاکٹر جگت سنگھ کی دکان میں کام کرتا تھا اور پھر ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۲ء تک نوشہرہ چھاؤنی میں ایچ ڈی ٹھا کر واس کیمسٹ اینڈ ڈرکسٹ کی دکان میں شریک رہا۔ غبن کا شہ ہوئے پر اس نے اس دکان سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ اور فروری ۱۹۱۳ء میں نوکری کی تلاش میں سمندر پار چلا گیا۔ وہ رنگون پینانگ سنگاپور، ہانگ کانگ جاپان وغیرہ مقامات کو گیا اور جولائی ۱۹۱۳ء میں سان فرانسکو گیا۔ جہاں اس کی ملاقات ہریال سنگھ اور اس کی انقلابی پارٹی سے ہوئی۔ جنہوں نے اس میں برطانیہ کے خلاف خیالات بھڑکائے۔ اسے افغانستان بھیجا گیا تاکہ اس حکومت سے طے کرے کہ آئندہ جو انقلابی بھاگ کر افغانستان جائیں ان کا تحفظ کیا جائے سان فرانسکو میں ایک ماہ قیام کرنے کے بعد وہ شنگھائی، جاپان، ہانگ کانگ، ریاست ہائے ملایا اور برما ہوتا ہوا اور ان ملکوں میں انقلاب پسندوں سے ملاقات کرتا ہوا مارچ ۱۹۱۴ء میں مدراس پہنچا۔ کسی نامعلوم وجہ سے وہ جولائی ۱۹۱۳ء میں شنگھائی واپس گیا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد نومبر ۱۹۱۴ء میں وہ پھر ہندوستان آیا اور سیدھا پنجاب پہنچا۔ اس کے بعد بے چینی کے دور میں معلوم ہوا کہ وہ امرتسر اور دوسرے مقامات پر بربنا تاربا۔ جب لاہور میں کچھ گرفتاریاں کی گئیں تو وہ ہیرام سنگھ عرف ارجن سنگھ ساکن کٹھوہ کے ہمراہ سرحد پار کر کے تیراہ بھاگ گیا اور وہاں سے پیش بک پہنچ گیا۔ افغان حکام نے ان کو وہاں گرفتار کر لیا۔ اور حراست میں کابل پہنچا دیا۔ دونوں کو جیل میں رکھا گیا۔ لیکن راجہ مہندر پرتاپ کی سفارش پر سردار نصر اللہ خاں نے ان کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد سے وہ کابل میں انٹی برٹش پارٹی کے سرگرم اہل مستقبل ممبر بن گئے۔ پھر سنگھ نے وہاں سے ہندوستانی فوجیوں کو بغاوت پر اکسانے کے لئے خطوط، مہمان میں مامور گائڈس کیوبلری کے دفعتار ہرچن سنگھ کو اور راولپنڈی میں بھائی ہیرام سنگھ کے نام روانہ کئے۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں ڈاکٹر مہتر سنگھ اور لاہور کا ایک جہادی طالب علم خوشی محمد راجہ مہندر پرتاپ سنگھ کا ایک خط گورنر تاشقند کے لئے اور دوسرا خط جو سونے کی طشتری میں زار روس کے لئے تھا۔ اپنے ساتھ لے کر خفیہ مشن پر روانہ ہوتے جن میں

حکومت روس سے درخواست کی گئی تھی کہ اگر افغانستان ہندوستان پر حملہ آور ہو تو روس غیر جانبدار رہے۔ یہ مشن مئی ۱۹۱۶ء میں ہندوستان واپس آگیا۔ مقرر اسٹیکہ شیخ عبدالقادر کے ہمراہ جولائی ۱۹۱۶ء میں راجہ مہند پر ناپ اور ایم برکت اللہ کے خطوط چین کے ڈاکٹر سن یاتسن اور جاپان کے شاہ میکاڈو اور کاؤنٹ ادکاما کے نام لے کر روانہ ہوئے ان کے پاس گیارہ ہزار پونڈ کے چیک تھے کچھ چیک نیویارک کے رمیش بینک (جرمن بینک) اور کچھ چیک جاپان کے اسپینی بینک کے نام تھے۔ اور باقی ماندہ چیک سان فرانسسکو کے انٹرنیشنل بینک کارپوریشن کے نام تھے یہ چیک چین اور جاپان میں مقامی بینکوں کی معرفت کش کرانے تھے مقرر اسٹیکہ اور عبدالقادر نے روسی ترکستان کے راستے سے سفر کیا لیکن روسی علاقہ میں پہنچنے کے کچھ دیر بعد ان کو روسی حکام نے گرفتار کر لیا۔ ان کو مشہد لے جا کر برطانوی قونصل جنرل کے حوالہ کر دیا گیا۔ بالآخر ان کو لاہور پہنچا دیا گیا۔ ایک اسپیشل ٹرمینس نے مقرر اسٹیکہ کے خلاف مارچ ۱۹۱۷ء میں مقدمہ کی سماعت کی۔ اس کو ضابطہ فوجداری کی دفعات (۱۲) (۱۲) الف اور جے کے تحت اور دوسرے جرائم کا مجرم قرار دے دیا گیا۔ اور موت کا حکم سنایا گیا جس پر عملدرآمد کے لئے ۲۱ مارچ کا دن مقرر کیا گیا۔

۱۳. مطلوب

حضرت مولانا کے نام خط میں اس کا ذکر آیا ہے۔ مطلوب الرحمن بھائی ہے حبیب الرحمن کا جو مدرسہ دیوبند کے نائب مہتمم ہیں دوسرے بھائی یہ ہیں۔ مفتی عزیز الرحمن، شبیر احمد (جو دیوبند کے مدرسہ میں مدرس ہیں) وہ کانپور کے ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہے۔ مولانا محمود الحسن کا پکا مرید ہے۔ اور جہاد کا سرگرم حامی ہے۔ دیوبند کے خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں محمود الحسن کے ہمراہ عرب گیا۔ اور پہلے ہی جہان سے یہ معلوم کرنے کے لئے واپس آگیا کہ کیا مولانا کی واپسی کے لئے ہندوستان محفوظ ہے۔ سازشیوں کے تیار شدہ منصوبے کے مطابق مطلوب الرحمن اور محمد میاں

عرف منصور کو حجاز سے واپسی پر جہاد کے لئے زبردست کوششیں کرنی تھیں۔

۱۳۱. مطلوب الرحمن

دیکھئے مطلوب

۱۳۲. مولانا سیف

دیکھئے سیف الرحمن مولوی صاحب

۱۳۳. مولوی احمد چکوالی

دیکھئے ابو محمد احمد مولوی ساکن لاہور

۱۳۴. مولوی احمد ساکن رام پور

دیکھئے رام پوری مولوی

۱۳۵. مولوی محمود

دیکھئے فضل محمود

۱۳۶. مولوی شائق

دیکھئے شائق احمد مولوی

۱۳۷. مظہر الدین مولوی

شیرکوٹ ضلع بجنور (صوبہ جات متحدہ) کے شیخ علی بخش کالہ کا دیوبند اور مدرسہ الہیات کانپور میں تعلیم پائی ہے۔ تشکیل درس کے بعد اس نے آخر الذکر

ادارہ کے لئے بہت کافی تقریریں کیں اور چندہ جمع کیا آخر میں اسے اس مدرسہ میں
 منبر مقرر کر دیا گیا۔ بعد میں مولانا عبید اللہ نے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ اور جمعیت الانصار
 کا سفیر مقرر کر دیا۔ اس جماعت کی جانب سے اس نے ملک میں بہت زیادہ سفر
 کیا۔ جنگ بلقان کے وقت کلکتہ میں قاسم المعارف سے بحیثیت مولوی وابستہ رہا۔
 جو کلکتہ میں جمعیت الانصار کی شاخ تھی جہاں اس نے ہلال احمر کے لئے روپیہ جمع کیا۔
 جمعیت الانصار کے خاتمہ کے بعد وہ دیوبند سے چلا گیا اور بعد میں یعنی اکتوبر ۱۹۱۴ء میں
 اسے نظارۃ المعارف القرآنیہ دلی کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۱۵ء میں اس نے اس
 عہدہ کو چھوڑ دیا جبکہ عبید اللہ مفقود النحر ہو گیا تھا۔ اور اس نے کلکتہ میں مولانا
 ابوالکلام آزاد کے تحت دارالارشاد میں بحیثیت استاد اور "البلاغ" میں بحیثیت
 ایڈیٹر ملازمت قبول کر لی۔ وہ مولانا محمود الحسن کامریڈ ہے اور دیوبند کے خفیہ
 جلسوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ جب ڈیفنس ایکٹ کے تحت مولانا ابوالکلام آزاد
 کو کلکتہ سے نکال دیا گیا تو منظر الدین نے مختصر مدت تک ادیب اور رسالت کے
 شعبہ ادارت میں کام کیا۔

۱۳۸۔ محی الدین خاں مولانا

محی الدین عرف برکت علی بی۔ اے پسر عبد نقاد ریڈیساکن قصور۔ محمد علی
 بی اے سابق پرنسپل جیلیہ کالج کابل اس کا بھائی ہے۔ قصور و لاہور میں تعلیم پائی۔
 اسلامیہ کالج لاہور سے ڈگری لی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج گوبرنوالہ میں ہیڈ ماسٹر رہا۔
 بعد میں وہ دارالارشاد کلکتہ میں طالب علم رہا۔ جس کے بعد اس نے اقدام
 شروع کیا۔ عبید اللہ، ابوالکلام آزاد اور کلکتہ کے نجم الدین احمد کا گہرا دوست ہے
 قاضی ضیاء الدین ایم اے، خواجہ عبدالحی، عبدالکریم عرف ڈاکٹر صدرا لہین
 ایم احمد علی، ایس ایم سعید ساکن قصور وغیرہ وغیرہ اس کے ساتھیوں میں ہیں۔
 ڈاکٹر صدیق الدین سرحد پار کے علاقہ سے واپسی میں محی الدین کے پاس قصور میں ٹھہرے

تھے۔ عبداللہ سندھی کا بل سے جو خط اور فتاویٰ مولانا ابوالکلام آزاد کے لئے لائے تھے وہ اس کے ذریعہ اُسے پہنچائے گئے تھے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں محی الدین کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اب اس کو ضلع ہوشیار پور میں ہے۔ یہاں اس کی نقل و حرکت پر پابندی ہے۔ جنود رانیہ کی فہرست میں لفظ جزل ہے۔

۱۳۹۔ محی الدین نواب

دیکھئے قاضی صاحب

۱۴۰۔ محی الدین قاضی

دیکھئے قاضی صاحب

۱۴۱۔ محسن مولوی

واقعات مابعد جلد ۱۰ء بیان میں جو خط حضرت مولانا کے نام عبید اللہ نے لکھا ہے اس میں یہ نام آیا ہے۔ مولوی محمد محسن مولانا محمود الحسن کا چھوٹا بھائی ہے۔ دیوبند میں وہ کسی جگہ ملازم ہے۔ سید نور الحسن رتھیری ضلع مظفر نگر کا دوست ہے۔

۱۴۲۔ مہاجر

جمع مہاجرین۔ حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں یہ لفظ آیا ہے۔ لغوی معنی میں ہجرت کرنے والا۔ اس کا تاریخی اطلاق پیغمبر صاحب اور ان کے صحابہ پر ہوتا ہے جو مکہ والے غزافوں سے پناہ لینے کے لئے ۶۲۲ء میں مدینہ روانہ ہوئے تھے۔ اس کیلئے رکاز اسی وقت سے ہوتا ہے۔ اب مہاجر کا اطلاق مسلمان پر ہوتا ہے جو کافروں کے مقبوضہ ملک سے ترک وطن کرے۔ اس ضمن میں اس کا

اطلاق ان مسلم طلباء پر ہوتا ہے جو فروری ۱۹۱۵ء میں لاہور سے ترک وطن کر کے
افغانستان یا آزاد علاقہ کو چلے گئے تھے جن میں سیف الرحمن فضل ربی فضل محمود وغیرہ
بھی شامل ہیں، جو فرداً فرداً یا اجتماعی طور پر ان کے پیچھے پہنچے۔

۱۳۳۔ محمد عبداللہ انصاری مولوی

دیکھئے عبداللہ انصاری مولوی

۱۳۴۔ محمد احمد حافظ شمس العلماء

(۱) پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور وفادار

۱۳۵۔ محمد اکبر حاجی

(۱) صد امدادیہ مدرسہ مراد آباد، یہ مکہ کیساتھ تاجروں کا رو بار کرتا ہے۔ جہاں اس کا
لڑکا عبدالسلام شاید اس کا نمائندہ ہے۔ اپنے بیٹے کے واسطے سے یہ مانا
محمود الحسن اور ہندوستان میں اس کے رشتہ داروں اور دوستوں میں خط و کتابت کا
ذریعہ بن گیا۔ مطلوب الرحمن کو اسی کے ذریعہ مولانا لوالہ اطلاع دینی تھی کہ وہ ہندوستان
آئے یا نہ آئے۔

۱۳۶۔ محمد علی

جنو دربانہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ محمد علی ایم اے رام پور ریاست
صوبہ جات متحدہ کا ہے۔ اور دلی کے اخبار "کامریڈ" کا بدنام ایڈیٹر ہے۔ اتحاد
اسلامی کا آتش بیان حامی ہے ترکوں سے زبردست ہمدردی رکھتا ہے۔ شوکت علی
کا بھائی، ڈاکٹر انصاری کا گہرا دوست ہے۔ عبداللہ کا قریبی ساتھی ہے صوبہ جات
متوسط میں ۱۹۱۵ء میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔

۱۳۷۔ محمد علی بنی اے آف قصور

جنودر بانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ عبدالقادر پلیدر قصور کا لڑکا ہے اور محی الدین عرف برکت علی کا بھائی ہے۔ ڈگری لینے کے بعد سولہ سروس کا امتحان لینے انگلینڈ گیا تھا۔ لیکن امتحان پاس نہ کر سکا اور ۱۹۱۳ء میں ہندوستان واپس آ گیا۔ ایم عبید اللہ کی سفارش سے ۱۹۱۵ء میں حبیبیہ کالج کابل کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اور شیخ ابراہیم سندھی کو عبید اللہ نے خاص طور سے کابل طلب کیا تھا۔ تاکہ وہ نوجوان افغان کو جہاد کے لئے تیار کر سکیں۔ سازش کا سرگرم رکن تھا۔ سول لائنز کابل میں جبرمن مشن کے ساتھ خفیہ ملاقاتوں میں نمایاں طور سے شریک ہوتا تھا۔ حکومت موقتہ ہند یہ کے بانیوں میں سے ایک ہے۔ تجویز تھی کہ محمد علی اور شیخ ابراہیم سندھی کو جرمنی اور ترکی روانہ کیا جائے۔ تاکہ پچاس ہزار نفری پر مشتمل جرمن ترک بھیجنے کی درخواست کریں جو ہندوستان پر حملہ لے وقت افغان فوج کی رہنمائی کرے۔ لیکن راجہ ہند پر تاپ اور مان ہینگ میں اختلاف کے باعث یہ تجویز ختم کر دی گئی۔ جون ۱۹۱۶ء میں اسے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ جولائی ۱۹۱۶ء کو سرحد پار کے تمام ملاؤں اور خانوں کے لئے سردار نصر اللہ خاں کے خطوط لے کر انقلابی پارٹی کے ہمراہ آزاد علاقہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ جن میں ان سے متحد ہونے اور برطانیہ کے خلاف جنگ کرنے پر اصرار کیا گیا تھا۔ اس وقت شاید چمرقند میں ہے۔

۱۳۸۔ محمد علی آف سندھ

جنودر بانیہ کی فہرست میں میجر ہے۔ یہ شخص شاہد محمد علی سپر شیخ حبیب اللہ سکنا بوبچک ضلع گوجرانوالہ ہے۔ یہ شخص ایم احمد علی نائب ناظم نظارۃ المعارف اترانیہ دلی کا بھائی ہے۔ جولائی ۱۹۱۵ء میں عبید اللہ کے ہمراہ کابل چلا گیا تھا۔ ادنیٰ شیخ عبدالحق

حامل ریشمی خطوط کے سہرا کسی خفیہ مشن پر واپس آیا تھا۔ اس نے ایم احمد علی کو کچھ اہم اطلاعات بھی پہنچائی تھیں۔ مولوی ابو احمد سے صوفی مسجد میں ملاقات کی تھی۔ اور انہیں ایم عبدالرحیم کا ایک زبانی پیغام دیا تھا کہ چندہ وصول نہیں ہو رہا۔ ایم احمد علی۔ سے بھی ملاقات کی تھی اور پھر ان کے ہمراہ دلی آیا تھا اور پھر وہاں سے بندرا بن گیا تھا۔ تاکہ راجہ ہند پر تاپ کا ایک خط ان کے قائم کردہ اسکواں پریم مہاودیالیہ کے ایک ہندو بیچر کو دے سکے۔ یہ خط راجہ ہند پر تاپ کے بھائی کو دکھا کر ان سے روپیہ لینا تھا۔ راجہ ہند پر تاپ نے کافی روپیہ مانگا تھا۔ لیکن محمد علی کو صرف ایک ہزار روپیہ دیا گیا۔ اور دوسروں نے اس کے مصارف کے واسطے دینے گئے۔ اس روپیہ سے وہ دلی واپس آیا۔ دوسرے دن پانی پت کو روانہ ہو گیا تاکہ حمد اللہ سے محمد میاں کے گھر والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ اس کے بعد وہ کابل چلا گیا۔

۱۴۹۔ محمد اسلم

قصہ خوانی بازار پشاور کا ایک عطار اور سرحد پار مولوی عید الرحیم عرف بشیر، فضل محمود اور دوسرے جہادیوں کا شریک کار۔ اس کے ذمہ تھا کہ پنجاب اور ملک کے زیریں حصہ کے آدمیوں کو سرحد پار کے علاقوں میں پہنچائے۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔

۱۵۰۔ محمد حنیف مولوی

دیکھئے حنیف مولوی

۱۵۱۔ محمد حسن بی اے

جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹننٹ کرنل ہے۔ محمد حسین خاں بی اے

پسر چودھری غلام محمد خاں کورٹ انسپکٹر پولیس سکنہ ملوٹری رائیکی ضلع لدھیانہ۔ لاہور کے جہادی طلباء میں سے ایک ہے (لا کالج لاہور) طلباء کی اصل جماعت آئس روانہ ہونے کے ایک دن بعد ہری پور پہنچا اور لاہور واپس آنا مناسب خیال کیا۔

۱۵۲۔ محمد حسن مولوی آف مراد آباد

جنور بانسیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ بھوپال اسٹیٹ کونسل کا ممبر ہے۔ مولانا محمود الحسن کی جماعت کے سربراہ اور وہ وابستگان میں ہے۔ دیوبند کمیٹی کا بھی ممبر ہے۔

۱۵۳۔ محمد حسن مہاجر

پسر غلام نبی کاتب پیسہ اخبار لاہور۔ فروری ۱۹۱۵ء میں جب لاہور کے جہادی طلباء کے ساتھ فرار ہو کر سرحد پار مجاہدین میں پہنچا تو اسلامیہ کالج کا طالب علم تھا۔ ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کو سرحد کے ملاؤں وغیرہ کے لئے سروراء نصر اللہ خاں کے خفیہ خطوط لے کر کابل سے روانہ ہوا۔ جن میں زور دیا گیا تھا کہ متی ہو کر برطانیہ کے خلاف جنگ کریں۔ ابھی تک آزاد علاقہ میں ہے۔

۱۵۴۔ محمد حسن خیاط آف حیدر آباد (سندھ)

حیدر آباد کے شیخ عبدالرحیم را کا ساتھی جس کے نام تشریحی خط روانہ کیا گیا تھا۔ صدر بازار کے قریب کاجوالا ہود، اسٹریٹ میں رہتا ہے شیخ عبدالرحیم نے اسے دین پور ریاست بھاو پور بھیجا تھا۔ تاکہ وہ ریشمی خطوط لے آئے جو شیخ عتیق نے کابل سے روانہ کئے تھے۔ لیکن وہ اتنی تاخیر سے پہنچا کہ انہیں حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ خطوط خان بہادر رب نواز خاں کے حوالہ کر دیئے گئے تھے۔

۱۵۵۔ محمد حسین

واقعات بعد از جدہ کے بیان حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں اس کا تذکرہ ہے شاید یہ وہی حافظ محمد حسین ہے جو راندر ضلع سورت کے حافظ محمد اسماعیل کالڑ کا ہے۔ دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ مولانا محمود الحسن نے عرب روانہ ہونے سے قبل ان کی مدد کی کہ کافی روپیہ جمع کر سکیں۔ مولانا کے رخصت کرنے کے لئے بھیجی تک گیا۔ جب مولانا محمد میاں اور ان کی پارٹی مکہ سے واپس ہوئی تو استقبال کرنے کے لئے یہ بھیجی گیا تھا۔

۱۵۶۔ محمد الہی ریل کی پٹریاں جملنے والا

پسر میرا بخش خردی ریٹائرڈ سب دے انسپکٹر محلہ خرا دیاں وزیر آباد۔ برادر مولوی فضل الہی وزیر آباد احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں ہری پور میں پرمائنٹ دے انسپکٹر تھا۔ اس نے جہادی طلباء کو سرحد پار کرنے میں مدد دی تھی اب اس کا تبادلہ سکھر ضلع میں کر دیا گیا ہے۔

۱۵۷۔ محمد اسماعیل خاں حکیم سید اجمیری بمبئی

خیاں ہے کہ اس کا خاندان اصل میں گنگوہ ضلع سہارنپور (صوبہ جات متحدہ) کا ہے۔ بعد میں وہ اجمیر میں منتوطن ہو گئے۔ پھر وہ بمبئی میں بس گئے جہاں محمد اسماعیل بہت مشہور طبیب ہے جب مولانا محمود الحسن عرب جا رہے تھے تو محمد اسماعیل ریلوے اسٹیشن بمبئی پران کا استقبال کرنے آیا تھا۔ مولوی مرتضیٰ حسن قاضی محی الدین آف بمبئی اور ان کی جماعت کے کچھ لوگ اس کے مکان پر ٹھہرے جہاں اس نے ان کی ضیافت کی یہ شخص ان لوگوں میں سے ایک ہے جن سے مولانا محمود الحسن نے کہا تھا کہ وہ جن لوگوں کو پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں ان کی دیکھ بھال کریں۔ کہا جاتا ہے

اسے مولانا سے بڑا لگاؤ تھا۔ لیکن جب مطلوب الرحمن نے عرب سے واپسی میں اس کے کہا کہ وہ بمبئی میں غالب پاشا کی جہاد کی اسکیم کے نایندہ کے طور پر کام کرے تو اس نے اس جماعت سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنے سے انکار کر دیا۔ وہ محلہ کھرالے میں رہتا ہے۔

۱۵۸۔ محمد اسماعیل شہید دہلوی

وہ اپنی تحریک کا بدنام مولوی اسماعیل دہلوی جو غدر کے وقت اپنے گھر سے فرار ہو گیا۔ اور جس نے مجاہدین کی بستی قائم کی انتہائی کٹر اور متعصب تھا۔ اس نے ایک کتاب سوانح احمدی تالیف کی جس میں مختلف بادشاہوں اور امیروں سے اس کی خط و کتابت شامل ہے۔ جس میں انہیں سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ کتاب نایاب بنائی جاتی ہے۔ یہ بھی خبر تھی کہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ صوفی اکبر پریس پنڈی بہار الدین ضلع گجرات میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ سی آئی بی اس کا کوئی نسخہ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ مولوی نعمت اللہ جو اس وقت ہندوستانی متعصبوں کا رئیس ہے۔ ایم اسماعیل کا پوتا ہے۔

۱۵۹۔ محمد مسعود مولوی

دیکھئے مسعود

۱۶۰۔ محمد میاں مولوی عرف مولوی منصور

جنود بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ تشریحی ریشمی خط بنام شیخ عبد الرحیم حیدر آباد سندھ میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ مولوی محمد میاں مولوی عبد اللہ پروفیسر دینیات ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ کالج کا اور شمس العلماء حافظ احمد پرنسپل مدرسہ دیوبند کا بھانجا ہے۔ وہ انیسٹمہ ضلع سہارنپور کا باشندہ ہے۔ اس نے دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ جب مولوی ابوالحسن جمعۃ الانصار کے نائب ناظم تھے۔

تب وہ وہاں پر طالب علم تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد وہ کچھ عرصہ تک انگلینڈ میں ملازم رہا۔ بعد میں دارالعلوم دیوبند میں ملازم رکھ لیا گیا۔ جہاں وہ مولانا محمود الحسن کامریڈ ہو گیا اسے ان سے گہری وابستگی ہے۔ وہ سازش کا اہم رکن ہے۔ دیوبند میں خفیہ جلسوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن کے ہمراہ حجاز گیا۔ جماعت کے خازن کے طور پر کام کیا۔ اپریل ۱۹۱۶ء میں غالب نامہ ساتھ لے کر واپس آیا۔ جو ہندوستان میں اور آزاد علاقہ میں سازشیوں کو دکھانے کے بعد وہ کابل لے گیا جہاں وہ جون ۱۹۱۶ء میں پہنچا۔ ابھی تک وہ عبید اللہ وغیرہ کے ساتھ کابل میں ہے شاید حضرت مولانا کے نام خط اسی نے تحریر کیا ہے

۱۴۱۔ محمد محسن مولوی

دیکھئے محسن مولوی

۱۴۲۔ محمد مبین مولوی

جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ دیوبند کے حاجی محمد مومن کالڑکا ہے۔ مدرسہ اسلامیہ سہارنپور میں تعلیم پاتی ہے۔ جہاں مولوی غلیل احمد کا شاگرد تھا۔ تکمیل درس کے بعد اسے مدرسہ اسلامیہ انبالہ میں مدرس کی ملازمت مل گئی۔ اسی وقت سے وہاں پر کام کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ مولوی غلیل احمد کامریڈ ہے۔ لیکن مولانا محمود الحسن کے عرب جانے سے چھ ماہ پہلے ان کا سخت معقد ہو گیا۔ اس کی سازش کا ایک رکن بن گیا۔ دیوبند کی خفیہ مشغلوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔ مولانا محمود الحسن کے سفر حجاز کے لئے میرٹھ، دلی، راندیر، کلکتہ، رنگوں وغیرہ سے رقوم جمع کیں۔ محمود الحسن کی روانگی کے وقت ستمبر ۱۹۱۵ء میں محمد مبین کو کلکتہ روانہ کیا گیا تاکہ مولانا ابوالکلام آزاد کو مولانا کی ہجرت کا سبب بتا سکے۔ اور وہاں سے ان کا جواب مولانا کو پہنچائے محمد میاں عرف مولوی منصور نے غالب نامہ لے کر کابل روانہ ہونے سے پہلے اس

سے انبار میں ملاقات کی۔

(نوٹ) محمد مبین خطیب کے نام سے بھی مشہور ہے جس کا مطلب ہے کہ نماز عیدین کے خطبہ پڑھنے والا حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں خطیب کا جو لفظ آیا ہے۔ شاید اس کا اشارہ اسی کی طرف ہو۔

۱۶۳۔ محمد صادق مولوی آف سندھ

جنو دربانہ کی فہرست میں کرل ہے۔ سندھ کے انتہائی کٹر وہابیوں میں شامل ہے۔ شیخ ابراہیم ایم اے سابق پروفیسر حبیبیہ کالج کابل اس کا بھتیجا ہے۔ جنگ پھرنے کے بعد سے یہ شخص روپوش رہ کر جہاد کے لئے پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔ عبید اللہ پیر جھنڈے والا اور دوسرے منحرف سرہندی سندھی پیروں کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ ۱۹۱۵ء میں اور ۱۹۱۶ء کے شروع میں قلات (بلوچستان) کی شورشوں میں اس کا ہاتھ ہے۔ اب وہ کاروار میں نظر بند ہے۔

۱۶۴۔ محمد سہول مولوی

مولوی محمد سہول آف پرینی ضلع در بنگلہ بہار کانپور میں مولانا احمد حسن کی نگرانی میں تعلیم پائی اور دیوبند میں مولانا محمود الحسن سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن آخر الذکر مقام پر وہ پانی پت کے ایم حمد اللہ کا ہم درس تھا۔ وہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا مرید تھا۔ تکمیل درس کے بعد مولوی سہول نے دیوبند کے مدرسہ میں چند سال تک مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ جس کے بعد وہ مدرسہ عالیہ عربیہ کلکتہ کے اسٹاف میں شامل ہو گئے۔ جہاں اب وہ سینئر مدرس ہیں۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا محمود الحسن کے ہمراہ عرب چلا گیا تھا اور محمد میاں و مرتضیٰ حسن کے ہمراہ واپس آیا تھا۔ شاید سازش جہاد میں شامل تھا۔ دیوبند اور مکہ میں خفیہ جلسوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔

ستمبر ۱۹۲۱ء میں بدست محمد مسعود مولانا محمود الحسن کو روپیہ بھی روانہ کیا تھا۔

۱۶۵۔ محمد سعید مولوی

درسہ صولتہ مکہ کے عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ غالباً یہ ہندوستانی ہے مکہ میں دھرم پور رباط میں مولانا محمود الحسن کے خفیہ مشوروں میں شامل ہوا کرتا تھا۔

۱۶۶۔ محمد سلیم

جنود بانیہ کی فہرست میں کپتان ہے۔ اس شخص کی شناخت نہیں ہو سکی۔

۱۶۷۔ محمد طری

مدیر ”سراج الاخبار“ کابل و خراسان پر نس عنایت اللہ جان۔ اتحاد اسلامی کا زبردست حامی ہے۔ اس نے ایم عبید اللہ کا تعارف پر نس عنایت اللہ سے کرایا تھا اور دوسرے طریقوں سے بھی اس کی اسکیمنوں میں مدد کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ محمد طری، ابوالکلام آزاد اور محی الدین عرف برکت علی قصوری کا گہرا دوست ہے۔

۱۶۸۔ محمد یوسف مولوی گنگوہی

جنود بانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ مولوی محمد یوسف گنگوہی، مولانا رشید احمد گنگوہی کا نواسہ ہے۔ جو مولانا محمود الحسن کا پیر ہے۔ اٹا وہ کے کنال ڈیپارٹمنٹ میں ضلع دار ہے۔ جنگ بلقان کے موقع پر ڈاکٹر انصاری کے ہمراہ ترکی گیا تھا۔ مولانا محمود الحسن سے اس کا تعلق ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ مرید ہے یا نہیں۔

۱۶۹۔ مجاہدین

مجاہدین لفظ مجاہد کی جمع ہے۔ مجاہد کے معنی وہ شخص جو مقدس جنگ کرے۔

مجاہدین یا ہندوستانی متعصبین ایک اصطلاح ہے جس کا اطلاق ہندوستان خصوصاً
 وادی گنگا سے ترک وطن کرنے والوں کی کالونی پر ہوتا ہے۔ جو بریلی کے مولوی سید
 احمد شہید کی قیادت میں سرحد پار کے یوسف زئی کے علاقہ میں ۱۸۵۷ء میں قائم کی
 گئی تھی۔ سید احمد شہید نے عرب کا سفر کیا تھا۔ جہاں اس پر نجدیوں کی وہابی کڑپن
 کی تحریک کا رنگ چڑھ گیا۔ ہندوستان میں وہ وہابی تحریک کے بانیوں میں سے ہے
 مجاہدین کی بستی قائم کرنے سے ان کا اصل مقصد "بے دین" سکھوں کے خلاف
 بغاوت کی آگ بھڑکانا تھا۔ جو اس وقت پشاور تک پنجاب کے حکمران تھے۔
 اس بستی کے قیام کے بعد سے اس کے باشندوں اور ہندوستانی وہابیوں کے
 درمیان بہت قریبی تعلق رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں ہندوستانی متعصبوں نے
 انتہائی کوشش کی کہ سرحد پر عام جنگ کی آگ بھڑک اٹھے۔

۱۸۶۵ء میں وہابیوں کے خلاف مقدمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی
 متعصبوں کا ہندوستان میں اپنے بھائیوں کے ساتھ گہرا تعاون رہا ہے۔ گزشتہ
 کئی برسوں کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی متعصب ہر وقت سرحدی زمینوں
 میں مصروف رہے ہیں۔ ہندوستان سے نئے بھرتی ہونے والوں کی وجہ سے ان کی
 تعداد برقرار رہتی ہے۔ اس طرح ہندوستانی کا اصل مفہوم (یعنی ہندوستان کے لوگ)
 ان پر بھی صادق آتا ہے۔ پچھلے برسوں میں ان کی شرانگیزی کی طاقت میں کافی کمی ہو گئی
 تھی۔ لیکن ۱۹۱۵ء میں ان کی سرگرمیاں پھر نمایاں طور سے مشاہدہ میں آئیں۔ ہندوستانی
 متعصبوں کی اس قیام گاہ کو ہندوستان کو فرار ہونے والے اکثر پناہ گاہ کے طور پر
 استعمال کرنے لگے۔

لاہور کے جن جہادی طلباء نے فروری ۱۹۱۵ء میں سرحد پار کی تھی اور بعض
 دوسرے منحرف لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی۔ یعنی (مولوی عبدالرحیم عرف
 بشیر ایم ولی محمد فتوحی والا۔ برکت علی برطرف شدہ سب جج لائل پور وغیرہ) ان
 سب نے پہلے مرحلہ میں مجاہدین کے پاس پناہ لی۔ بعض صورتوں میں پنجاب میں غدر

پارٹی کی شورشوں کے بعد سکھوں نے ان متعصب لوگوں میں پناہ لی۔ ہندوستانی اور پنجاب، دلی، بہار، بنگال اور سندھ کے وہابیوں کے درمیان بڑا گہرا رابطہ ہے۔ اور اس بات کا یقین کرنے کی کافی وجوہات ہیں کہ ان صوبہ جات سے نقد روپے اور والٹیروں کے ذریعہ ان کی زبردست امداد کی جاتی ہے۔ امیر بھی ان کو دو ہزار روپے سالانہ کی امداد دیتا ہے۔

ان متعصبوں کی عددی طاقت مختلف اندازوں کے مطابق چھ سو اور دو ہزار کے درمیان ہے۔ ان میں سے چار سو جنگ کے قابل ہیں۔ جو مذہبی طور سے بھری جانے والی بندوقوں۔ جدید ترین قسم کی چند توڑے دار بندوقوں سے لیس ہیں۔ ان کا ہیڈ کوارٹر اسمس میں ہے۔ جو مداحیل کے علاقہ میں درہند سے تیس میل شمال مغرب میں ہے۔ کسی کسی وقت یہ لوگ فوجی مشقیں کرتے ہیں۔ درہند زیادہ تر کاہلی کی زندگی گزارتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ اکیسے ہیں۔ ان میں بہت ہی کم لوگوں کے بیوی بچے ان کے ساتھ ہیں۔ متعصبوں کے لیڈر کو امیر یا رئیس کہا جاتا ہے۔ مولوی نعمت اللہ اس وقت ان کا امیر ہے۔ جو عبداللہ کالڑ کا اور دلی کے مشہور مولوی اسماعیل کا پوتا ہے جو غدر کے وقت اپنے گھر سے مفقود الجبر ہو گئے تھے۔ ان کا قریب ترین پڑوسی امب کا نواب ہے۔ جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ مولوی نعمت اللہ کا شاگرد ہے۔ سردار نصر اللہ خاں جو کابل میں ہے۔ ان کی ضرورتوں اور معاملات میں بڑی دل چسپی لیتا ہے۔ مولوی عبدالرحیم عرف بشیر مجاہدین کا وکیل ہے۔ اور ان کے اور نائب السلطنت کابل کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے۔ وہ گولی بارود اور روپیہ لانے کے لئے اکثر اس جگہ کا دورہ کرتا رہتا ہے۔

۱۹۱۶ء میں ہندوستانی متعصبوں نے افغان سرحد پر مقام چمر قند میں اپنی بستی کی ایک شاخ قائم کی۔ تاکہ کابل سے قریبی رابطہ قائم رکھ سکیں۔ مولوی عبدالکدیم سابق فوجی کمانڈر اسمس اس ذیلی بستی کا امیر ہے۔ اسمس میں ایک پریس بھی لگایا گیا ہے تاکہ جہاد کے فرامین، اعلانات اور باغیانہ پمفلٹ وغیرہ بھی چھاپ سکے۔

سرحد میں سیف الرحمن اور دوسرے لوگوں کی سرگرمیوں کا متعصبوں سے گہرا تعلق ہے۔ ان سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ ہندوستان میں بعض خطرناک متعصب گروہوں نے جو اگرچہ وہابی عقیدوں کے پوری طرح پابند نہیں عدا ہندوستان میں اور سرحد پر اس پُرانی تحریک کو اتحاد اسلامی اور برطانیہ دشمنی کے مقاصد کے لئے بھڑکایا ہے۔

۱۵ اگست ۱۹۱۵ء کو مقام رستم میں جوڑائی ہوئی اس کے لئے جہا جہین ذمہ دار ہیں اور بعض متعصبوں نے برطانوی فوجیوں کے خلاف کارروائی میں حصہ بھی لیا

۱۷۰۔ منیر بے

(۱) یہ ترک ڈاکٹر کابل کے سول اسپتال کا انچارج ہے۔ اس کی چشم پوشی کے باعث کابل میں اسپتال کی عمارت میں جرمن مشن کے ممبروں سے ایم عبید اللہ محمد علی بی اے، شیخ ابراہیم ایم اے اور لاہور کے دوسرے جہادی طلباء کی ملاقاتیں اور مشورے ہو کر کرتے تھے۔

۱۷۱۔ مرتضیٰ حسن مولوی

دیکھئے مرتضیٰ مولوی

۱۷۲۔ مرتضیٰ مولوی

واقعات مابعد بدہ بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ نام آیا ہے یہ اور مولوی سید مرتضیٰ حسن پیر حکیم بنیاد علی ساکن چاندپور ضلع بجنور صوبہ جات متحدہ ایک ہی شخص ہیں۔ دیوبند میں تعلیم پائی اور بعد میں بحیثیت مدرس مدرسہ امدادیہ در بھنگ میں نیز مدرسہ دیوبند میں کام کرتا رہا۔ اس نے طبیب کا کام بھی کیا ہے۔ مولانا محمود الحسن کا پکا معتقد اور سازش جہاد کا

۱۰۔ جولائی ۱۹۱۶ء کو اس جماعت کے ہمراہ روانہ ہوا جو قبائلی طاؤں وغیرہ کے لئے سردار نصر اللہ خاں کے خطوط لے کر آئی تھی۔ ان میں متحد ہو کر برطانیہ کے خلاف جنگ کرنے کے واسطے کہا گیا تھا۔ شاید اب تک آزاد علاقہ میں ہے۔

۱۷۵۔ نصیر احمد حافظ دہلوی

دہلی میں یہ ایک بڑا پیر بنا ہوا تھا۔ مولانا محمود الحسن کے ساتھ سازش میں یہ اچھی طرح شریک تھا۔ ایم حمد اللہ اور ایم طہور محمد اس سے اچھی طرح واقف تھے جو اس سے اکثر ملاقاتیں کیا کرتے تھے۔

۱۷۶۔ نظارۃ المعارف القرآنیہ دلی

ایک مشہور ادارہ ہے جسے ایم عبید اللہ نے جمعیۃ الانصار دلیو بند سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد یکم نومبر ۱۹۱۳ء کو قائم کیا تھا۔ نظارۃ المعارف کا ظاہری مقصد یہ تھا کہ وہ انگریزی خواں مسلمانوں میں عربی تعلیم کا شوق پیدا کرے لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کو مشنری کی ٹریننگ دینے کا ادارہ تھا اور ان کے ذہن میں سخت متعصبانہ خیالات پیدا کرتا تھا۔ اس کام میں عبید اللہ کے خاص ساتھی ایم احمد علی قاضی ضیاء الدین ایم اے۔ اصطفیٰ کریم بی اے۔ انیس احمد بی اے وغیرہ تھے۔ جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم اجل خاں، ڈاکٹر انصاری، محمد علی آف کامریڈ، مرحوم شبلی نعمانی، نواب مشتاق حسین وغیرہ اس کے پرچوش ہمدرد تھے۔ مصارف دوسوروپہ مہینہ کی دربار بھوپال کی امداد، ڈاکٹر انصاری کا پاس روپیہ ماہانہ کا چندہ اود سفیروں کے ذریعہ جمع ہونے والی رقوم سے پورے ہوتے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں تجویز تھی کہ نظارہ کو کلکتہ کے دارالارشاد میں ضم کر دیا جائے لیکن بعد میں اسے رد کر دیا گیا۔ حال ہی میں نظارہ کو اتحاد اسلامی کے منصوبوں کی تیاری کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ نیز آزاد علاقہ کو جانے والے اود وہاں سے واپس آنی والوں

کے لئے قیام گاہ کا کام دیتا ہے۔ عبید اللہ کے فرار کابل کے بعد ایم احمد علی نے کچھ دنوں تک اس ادارہ کا انتظام چلایا۔ ۲۵ جون ۱۹۱۶ء سے اس کا وجود ختم ہو گیا۔

۱۷۷۔ ناظم مولانا

حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے سارے خط میں یہ لفظ آیا ہے۔ شاید یہ خود عبید اللہ کی طرف اشارہ ہے جس نے یہ خط لکھا ہے۔ اور عام طور پر ناظم صاحب کہلاتا ہے۔ یعنی ناظم نظارة المعارف القرآنیہ۔

۱۷۸۔ نذیر احمد کاتب

پیر محمد حسین کاتب راجپوت ساکن موضع ٹیان والا ضلع گجرات۔ وہ حافظ عبد المنان کا شاگرد ہے۔ جو وزیر آباد کا مشہور وہابی مولوی ہے۔ اسی کے ذریعہ اس کا تعارف مولوی فضل الہی خرا دی سے ہوا۔ جس نے جہاد کا جذبہ اس کے اندر بھردیا۔ بعد میں وہ وہابی بن گیا۔ اور فضل الہی نے اسے اسمس جانے پر ابھارا۔ جہاں وہ چھ ماہ مقیم رہا۔ اور جہادی پمفلٹ چھاپنے میں معاون ہوا۔ اب اپنے گاؤں میں ہے۔ اور اس کو باہر جانے کی اجازت نہیں۔

۱۷۹۔ نعمت اللہ

موجودہ امیر مجاہدین امیر عبداللہ پوری کے مشہور مولوی اسمعیل کا پوتا۔ جو غدر کے وقت اپنے گھر سے فرار ہو گئے تھے۔ اور جنہوں نے اسمس میں مجاہدین کی بستی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کا چھوٹا بھائی رحمت اللہ اس کا نائب ہے۔

۱۸۰۔ نور الحسن سید

دیپتے سید نور

۱۸۱. عبد اللہ

اس نے رشتی خطوط پر دستخط کئے ہیں۔ پہلے سکھ تھا اس کا اصلی نام بوٹا سنگھ ہے چیانوالی ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ اوائل عمر میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم سندھ میں پائی۔ پھر مدرسہ دیوبند میں داخل ہوا۔ تکمیل درس کے بعد اس نے بارہ برس سندھ میں گزارے۔ جہاں پیر جھنڈا اور نواب شاہ میں مدرسے قائم کئے۔ ۱۹۱۲ء میں دیوبند واپس آگیا۔ جہاں جمعۃ الانصار قائم کی۔ جگ بلقان میں بڑے پیانہ پر ہلال احمر فنڈ کے لئے روپیہ جمع کیا اور غیر ملکی مال کے بائیکاٹ کی تبلیغ کر کے اہمیت و شہرت حاصل کر لی۔ بعد میں وہ دہلی میں مقیم ہو گیا جہاں اس نے نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کر دیا جس کا وہ اب بھی ناظم ہے۔ وہ مولانا ابوالکلام آزاد، قاضی ضیاء الدین، مولوی احمد چکوالی، حسرت موہانی، محمد علی آف کامریڈ، شوکت علی، مولوی عبدالرحمن عرف مولوی بشیر، مولوی غلام محمد، عبدالقادر ساکن دین پور، (ریاست بھاو پور) شیخ عبدالرحیم ساکن حیدر آباد سندھ وغیرہ وغیرہ کا شریک کار ہے۔

فروری ۱۹۱۶ء میں جب لاہور کے جہادی طلباء فرار ہو کر ہندوستانی مقصودوں کے پاس پہنچے تو وہ لاہور میں موجود تھا۔ مولانا محمود الحسن کا پکا مرید ہے۔ اس نے حضرت مولانا پرائیڈ والا اور بالآخر انہیں اتحاد اسلامی کا اتنا زبردست مبلغ بنا دیا۔ وہ دیوبند کے خفیہ مشوروں میں شریک ہوتا تھا۔ قصور کے محمد علی بی اے اور مولوی ابراہیم سندھی ایم اے جو حبیبیہ کالج کابل میں عبداللہ کی سازش سے پروفیسر مقرر کئے گئے تھے۔ فی الحقیقت وہاں پر انقلابی کام کئے لئے زمین ہموار کرنے کے واسطے بھیجے گئے تھے۔ جولائی ۱۹۱۵ء براہ کوٹھنقندھار، افغانستان کے لئے روانہ ہو گیا۔ مولوی عبداللہ سندھی، فتح محمد اور محمد علی براہ احمد علی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں کابل پہنچا۔ پرنس عنایت اللہ جان، سردار

نصر اللہ خاں اور امیر سے ملاقاتیں کیں۔ حاجی عبدالرزاق سے قریبی تعلقات قائم کئے جو نائب السلطنت کا پیش کار تھا۔ محمد طرزی مدیر سراج الاخبار نیز تارا خاں سے ملا جو امیر کی افواج کا کمانڈر انچیف تھا تعلق پیدا کیا سولہ ہسپتال کابل میں جرمن مشن کے ممبروں سے خفیہ ملاقاتیں کیں۔ عبید اللہ اور مولوی عبدالرحیم نے آزاد علاقہ کے بعض حصوں کا دورہ مشن کے جرمن و سٹرین میبروں کو کرایا۔ وہ علم جہاد بلند کرنے کے لئے اور سارے افغانستان کو بھڑکا کر برطانیہ کے خلاف جنگ کرانے کے ارادہ سے ہندوستان سے گیا تھا۔ فروری ۱۹۱۶ء میں اس نے عبداللہ سندھی اور فتح محمد کو کابل سے جہاد کے فتوے اور خطوط دے کر اپنے خاص خاص شرکار کار کے پاس ہندوستان روانہ کیا۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں اس نے شیخ عبدالحق کے ہاتھ حیدر آباد کے شیخ عبدالرحیم کو ریشمی خطوط روانہ کئے ان خطوط کا پتہ چل گیا۔ اور یہ حکومت کے قبضہ میں آگئے جنود برانیہ کی فہرست میں کابل میں قائم مقام سالار ہے۔

۱۸۲۔ پاچا ملا عبدالخالق

جنود برانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ پاچا کی زیارت گاہ کانگراں اور محافظ ہے۔ جو میر میں گدے زنی کے علاقہ کی اہم زیارت گاہ ہے۔ بظاہر عملی سیاست میں حصہ نہیں لیتا۔ لیکن دوسرے اہم ملاؤں جیسے سند کی ملا وغیرہ کی آؤ بھگت کرتا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ترنگ زنی کا ایک خط اسے ایک ہندوستانی متعصب کے ذریعہ پہنچا تھا۔

۱۸۳۔ پشاور جہادی پارٹی

اس کا اطلاق اُن چار ہاجرین پر ہوتا ہے جو ۱۹۱۵ء کے آخر میں جہاد کے لئے پشاور سے کابل پہنچے تھے۔

۱۔ فقیر محمد سکنہ مورت لکی ضلع بنوں۔ یہ کوہاٹ میں دیر تری اسٹنٹ تھا

عبدالوحید فضل قادر شیر علی، طلباء اسلامیہ ہائی اسکول پشاور
یہ لوگ شاید اب کابل میں ہیں۔

۱۸۴۔ پیر بخش

ولد علی مردان باربر کوہاٹ سٹی۔ کوہاٹ اسکول کا ایک سابق طالب علم
یہ کوہاٹ کی جہادی جماعت کا ایک رکن تھا۔ جولاہوری طلباء کے فائب
ہونے کے کچھ عرصہ بعد بھاگ کر آزاد علاقہ میں پہنچے تھے۔ اب، شاید کابل میں ہے۔

۱۸۵۔ قاضی صاحب

واقعات مابعدہ بیان کرتے ہوئے عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا
ہے۔ اس میں یہ نام آیا ہے۔ یہ شخص اور قاضی محی الدین احمد خاں قاضی ریاست بھوپال
ایک ہی ہیں۔ مراد آباد (یو۔ پی) کے نواب شیر علی خاں کالڑ کا ہے۔ اس کو
نواب محی الدین بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اور مولانا محمود الحسن دیوبند میں ہم سبق تھے۔
اس وقت ان کے درمیان بڑی گہری دوستی ہے۔ ایم محمود الحسن کی باغیا نہ
سرگرمیوں سے اس کا بڑا گہرا تعلق تھا اور سازش جہاد کا رکن تھا۔ جب مولانا مکہ
روانہ ہوئے تو ان کو رخصت کرنے بھی گیا تھا۔

۱۸۶۔ رب نواز خاں، خان بہادر

ریٹائرڈ رسالدار میجر اور ملتان شہر کا آنریری مجسٹریٹ۔ مکمل وفادار شخص ہے۔
اس کے دولٹ کے اللہ نواز خاں اور شاہ نواز خاں لاہوری طلباء کی جہادی پارٹی میں
شامل ہیں۔ جو فروری ۱۹۷۱ء میں آزاد علاقہ کو بھاگ گئی تھی۔ تیسرا لڑکا پنجاب پولیس
سب انسپکٹر ہے۔ شیخ عبدالحق نے ریشمی خطوط خان بہادر کے حوالہ کئے تھے۔

۱۸۷. رحمت علی مہاجر

جنود ربانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے کرم الہی کلرک آفس
فنانش کمشنر لاہور کالڈ کا ہے۔ ان لاہوری طلباء (میڈیکل کالج لاہور) میں شامل ہے
جو فروری ۱۹۱۵ء میں سرحد کو بھاگ گئے تھے۔ گوجرانوالہ کا باشندہ ہے۔

۱۸۸. رائے والا مولوی

حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں اس کا تذکرہ ہے۔ یہ غالباً
رائے پور ضلع سہارنپور (یو پی) کے مولوی عبدالرحیم ہیں۔ جو مولانا رائے پوری کے
نام سے مشہور ہیں۔ یہ مولانا محمود الحسن کی جہاد کی اسکیموں میں شریک تھے۔ لیکن
ہندوستان سے ہجرت کے مخالف تھے۔ یہ دیوبند کے مدرسہ کی کمیٹی میں بھی
شامل ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمود الحسن کی عدم موجودگی میں اسے
نائب نمائندہ کے طور پر روپیہ جمع کرنا اور اسے حمد اللہ کو پہنچانا تھا۔

۱۸۹. رام پوری مولوی

جدہ کے بعد کے واقعات کے بیان میں حضرت مولانا کے نام عبید اللہ
نے اپنے خط میں تذکرہ کیا ہے۔ رام پور کے مولوی احمد علی بن حکیم ہیں۔
یہ مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور مدرسہ دیوبند کی کمیٹی کے ممبر ہیں خفیہ
جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مولانا محمود الحسن کے سفر حج پر ان سے
ملنے دیوبند آئے۔ اور سفر حج کے لئے تین سو روپے دینے۔ لیکن مولانا نے ان
سے کہا کہ روپیہ اپنے پاس رکھیں اور جب ضرورت ہو تو حمد اللہ کو دے دیں۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اس تحریک سے الگ ہو گیا اور روپیہ دینے
سے انکار کر دیا۔

۱۹۰۔ رمضان آف پانی پت

محمد رمضان پسر شہزادی موضع راک سرائے تھانہ سمبھلا ضلع کرنال۔ آج کل موضع بسا را ضلع کرنال میں مقیم ہے۔ پانی پت سہارنپور اور دلی میں مذہبی تعلیم حاصل کی ہے۔ ذات کا بنکر ہے۔ لیکن جہاں بھی جگہ مل جائے۔ امامت کرتا ہے۔ ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایس ایس جہاز کے ذریعہ حج کو گیا۔ جس میں اس کی ملاقات دیوبند کے محمد مسعود اور پانی پت کے محمد لطیف سے ہوئی۔ نومبر ۱۹۱۶ء میں وہ واپس آگیا۔ مولانا محمود الحسن سے وہ حمد اللہ کے لئے ایک خط لایا تھا۔ یہ خط اصلی حالت میں برآمد ہو گیا۔

۱۹۱۔ رشید احمد انصاری مولوی

جنود بانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ مولوی رشید احمد انصاری محمد میاں عرف مولوی منصور کا برادر نسبتی ہے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ میں ملازم ہے۔ پہلے وہاں پریس میں کام کرتا تھا۔

۱۹۲۔ رشید اللہ پیر جھنڈے والا

مشہور سندھی پیر ساکن موضع گوٹھ پیر جھنڈا تحصیل ہالا ضلع حیدر آباد بہت متعصب اور جنونی ہے۔ سندھ کا ٹھیا واڑ، بلوچستان، ریاست بھاو پوہ وغیرہ میں ۶ لاکھ مرید ہیں۔ اور بالعموم اپنے معتقدین کے درمیان گشت کرتا رہتا ہے۔ اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ دارالارشاد مذہبی تعلیم دینے کے لئے قائم کیا ہے۔ ایم عبید اللہ اس ادارہ کا ۱۹۰۹ء تک کئی برس ہیڈ مولوی اور ناظم رہا ہے۔ پیر رشید اللہ کٹر وہابی بیان کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس نے مجاہدین کو ایک موقع پر ان کے ایک نمائندہ کے ذریعہ روپیہ بھیجا تھا۔ انگلینڈ کا سفر کر چکا ہے۔ عبید اللہ کا خاص شریک کار بیان کیا جاتا ہے۔ جس کو اس نے کابل جانے میں مدد

دی ہے۔ مولوی عبداللہ سندھی اور فتح محمد کابل سے جو خطوط لاتے تھے۔ ان میں عبید اللہ کی طرف سے ایک خط پیر جھنڈے والا کے لئے تھا۔ جس میں پیر سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ جہاد کے لئے مدد کرے۔ ریشمی خطوط لانے والا شیخ عبدالحق عبید اللہ کی طرف سے ایک خط اس پیر کے واسطے بھی لایا تھا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ ایم احمد علی کے ذریعہ ایک ہزار روپے (غالباً مولانا محمود الحسن کو) بھیجے جو حج کے لئے جانے والا ہے۔ جنگ شروع ہونے سے چھ سات برس پہلے وہ مذہبی جنوں کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اور اپنے بیان کے مطابق انگریزی تہذیب اور مذہب عیسوی کی برائیوں کی مذمت کیا کرتا تھا۔ جنگ چھڑ جانے کے بعد اس نے آزادی کے ساتھ جرموں کی فتح اور جب تر کی بھی جنگ میں شامل ہو گیا۔ تو ترکی کی کامیابیوں کی باتیں شروع کر دیں۔ شاید عبید اللہ کے خراب اثر سے وہ یہ غلط باتیں کرتا تھا۔ اور اب عبید اللہ کے چلے جانے کے بعد وہ اظہار خیال میں محتاط ہو گیا ہے بعد کی تحقیقات سے ظاہر ہوا کہ پیر رشید اللہ کارابل دیوبند کے سارشیوں سے بھی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جھنڈے والے پیر اپنے مریدوں سے جہاد کی بیعت لیتے تھے۔

۱۹۳۔ رئیس المجاہدین

مجاہدین کا سربراہ یا امیر۔ مولوی نعمت اللہ ولد عبداللہ بدنام مولوی اسماعیل کاپوتا۔ آج کل امیر ہے۔ مولوی اسماعیل غدر کے وقت اپنے گھر سے غائب ہو گیا تھا۔

۱۹۴۔ رضوان شاہ

کابل کا باشندہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ایک خوشحال شخص ہے۔ اور وہاں کئی باغات وغیرہ کا مالک ہے۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں وہ اسی جہاز سے حجاز گیا۔ جس جہاز سے مولانا محمود الحسن اور ان کی جماعت کے لوگ گئے تھے۔ مکہ میں وہ مولانا سے

بہت بے تکلف ہو گیا۔ اور اُس نے آخر الذکر کو بتایا کہ امیر پر اس کا بہت اثر ہے اور اس بات کا اہتمام کر سکتا ہے کہ ساری پارٹی کا کابل میں بڑے اعزاز سے خیر مقدم کیا جائے۔ مولانا محمود الحسن نے اس کو روپیہ دیا اور وہ مطلوب الرحمن کے ہمراہ ایس ایس کویت سے اکتوبر ۱۹۱۵ء میں کابل جا کر استقبال کرانے کے واسطے حجاز سے واپس آ گیا۔ اس کی دیانت کے بارے میں شک ہے۔ ممکن ہے وہ دھوکہ باز ہو۔

۱۹۵۔ صدر الدین

جنود ربانیہ کی فہرست میں کرنل ہے۔ یہی شخص عبدالکریم برلا سی عرف صدر الدین ولد امیر علی سکھ سہسرام (ربہار) ہے۔ ۱۹۱۲ء تک بنارس کے کسی اسپتال میں کمپونڈر تھا جبکہ اسے آگرہ میڈیکل کالج میں کمپونڈ اسٹوڈنٹ کے طور پر داخل کر لیا گیا۔ لیکن ۱۹۱۲ء میں طلباء کی ہڑتال سے تعلق کی بنا پر اسے نکال دیا گیا۔ آگرہ میں اس نے طرابلس اور بلقان کی لڑائیوں میں بڑی دلچسپی لی۔ ترکی کی مدد کے لئے چندہ جمع کرنے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ ۱۹۱۴ء میں سرحد میں قبائلیوں کی بغاوت کے بعد ابوالکلام آزاد نے لڑائی میں زخمی ہونے والے قبائلیوں کی دیکھ بھال کے لئے روانہ کیا۔ وہاں سے وہ عبدالرحیم کے ساتھ ۱۹۱۶ء میں کابل چلا گیا۔ تاکہ افغان حکومت کی ملازمت کر سکے۔ لیکن اسے ملازمت دینے سے انکار کر دیا گیا۔ کابل میں ایک ماہ قیام کے بعد وہ ہندوستان واپس آ گیا۔ اٹلنے سفر میں اس نے لاہور میں قیام کیا۔ اور صوفی مسجد میں مولوی ابوالاحمد سے اور فہام عام پریس کے ایم عبدالحق سے ملاقات کی۔ پھر وہ قصور چلا گیا۔ اور محی الدین عرف برکت علی ولد عبدالقادر پلیڈر کے ہمراہ مقیم ہوا۔ یہ جولائی ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد وہ دلی پہنچا اور محی الدین کا قمار فی خط دکھا کر نظارۃ المعارف کے ایم احمد علی سے ملاقات کی۔ دلی کے بعد وہ ملک میں آگے کی طرف گیا۔ شاید اپنے گھر بھی گیا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی ملاقات کی۔ اگست ۱۹۱۶ء میں وہ پھر احمد علی

کے پاس پہنچا اور اس کے ذریعہ حمد اللہ سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ سرحدی علاقہ کو واپس جاسکے۔ ناکام رہنے پر وہ بنارس واپس آگیا۔ جہاں بالآخر اس کو گرفتار کر لیا گیا۔

۱۹۶. سیف الرحمن مولوی صاحب

ولد غلام خاں ساکن منٹھرا تھانہ شکر گڑھ شمالی مغربی سرحدی صوبہ۔
مولانا محمود الحسن نے جہاد کی جو سازش تیار کی تھی اس میں ایک اہم ترین شخص ہے۔
سیف الرحمن درانی خاندان کا ہے۔ اس کا خاندان کابل سے ترک وطن کر کے پشاور آیا اور اسی ضلع میں سکونت پذیر ہو گیا۔ علی گڑھ میں مولوی لطیف اللہ سے مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیف الرحمن بالآخر شاہجہانپور کے اسلامیہ اسکول کا ہیڈ ماسٹر بن گیا۔ اس کے بعد وہ ریاست ٹونک پہنچا اور ایک ریاستی اسکول میں ملازمت اختیار کر لی۔ تقریباً دس برس ہوئے سیف الرحمن دلی چلا گیا۔ اور مسجد فتحپوری کے اسکول کا ہیڈ ماسٹر بن گیا۔ جون ۱۹۵۷ء تک وہ دلی میں رہا۔ جبکہ مولانا محمود الحسن عبید اللہ اور ابوالکلام آزاد کی اسکیموں کے تحت سرحد پار کر گیا۔ وہ حاجی صاحب ترنگمزی پھانڈ ڈال کر ان سے غلط اقدامات کراتا رہا۔ جن کا وہ خود ہی سکریٹری بن گیا۔
تھما۔ سیف الرحمن کے اثر سے حاجی صاحب ہمیشہ آزاد قبائل اور مجاہدین میں مقصوب کا جوش پیدا کرنے میں سرگرمی سے مصروف رہتا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں سرحد پر جولہ اٹیاں ہونے میں ان کی ذمہ داری بڑی حد تک اس پر ہے۔ اب وہ کابل میں ہے۔
جنود بانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خطوط میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۱۹۷. سید نور

یہ نام حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے اس خط میں آیا ہے جس میں واقعات

مابعد جدہ کی تفصیل دی گئی ہے۔ یہی شخص رتھیرٹری ضلع مظفرنگر دیوبند، پی، کاسید نور الحسن ہے۔ یہ سید ہادی حسن کا چچا ہے۔ یہ امیر آدمی ہے۔ اور مولانا محمود الحسن کا پکا مرید ہے جب وہ دیوبند تھے۔ تو یہ برابر آتا رہتا تھا۔ سازش کا ایک اہم ممبر ہے۔ محمود الحسن کے مکان پر جو خفیہ مشورے ہوتے تھے۔ ان میں بڑا حصہ لیتا تھا۔ مولانا محمود الحسن نے جب حجاز گئے تھے تو اپنی عدم موجودگی میں اسے ہندوستان میں اسلحہ اور ہتھیاروں کا نگرہاں بنایا تھا۔ مولانا کے ہمراہ یہی تک گیا تھا۔ جہاں وہ مولانا کے سفر کے تمام انتظامات کا ذمہ دار اور نگرہاں تھا۔ مولانا محمود الحسن نے الورا پاشا جمال پاشا اور غالب پاشا سے جو چھ فرمان حاصل کئے تھے اور سید ہادی حسن کی نگرانی میں جنہیں ہندوستان بھیجا تھا۔ وہ ڈاکٹر حاجی شاہ بخش کے ذریعہ ایس نور الحسن کو پہنچاتے جاتے تھے۔ ایک شخص احمد مرزا کو ان کا فوٹو لینا تھا۔ اور ان میں سے دو ایک خاص ایلمی کے ذریعہ جس کا نام ہاشم تھا۔ کابل لے جاتے جاتے تھے۔ ہاشم اسی مقصد کے لئے عربستان سے آنے والا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے پشاور میں عبدالرحیم (شاہد آزاد علاقہ کے ایم بشیر) کو دو سو روپے بھیجے تھے۔

۱۹۸۔ سلیم خاں

(۱) پسر جہانگیر خاں کابل کا پناہ گزین ہے سر اجاہ پشاور میں رہتا ہے۔ اس کا باپ کابل سے مرحوم سردار ایوب خاں کے ہمراہ آیا تھا۔ آزاد علاقہ میں سلیم خاں کی کچھ زمین ہے۔ جس کا وہ اکثر دورہ کرتا رہتا ہے۔ مولوی عبدالرحیم عرف بشیر، فضل محمود اور سرحد پار کے دوسرے جہادی طلباء کا شریک کار ہے۔ پشاور میں وہ محمد اسلم عطار کے اشتراک و تعاون سے پنجاب زیریں ملک کے آدمیوں کو سرحد پار پہنچایا کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اب آزاد علاقہ میں ہے۔

۱۹۹۔ ثناء اللہ مولوی

جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ یہی شخص مولوی ثناء اللہ امرتسری ہے

انجمن اہل حدیث پنجاب کا صدر ہے۔ ہندوستان میں شاید سب سے ممتاز دہائی ہے۔ امرتسر سے شائع ہونے والے ہفت روزہ اردو اخبار اہل حدیث کو مرتب کرتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ مولانا محمود الحسن کا شاگرد ہے اور شاید ۲۵، ۲۰ برس گزرے ان سے حدیث پڑھی تھی۔ وہ ایم ابراہیم سیالکوٹی کا بڑا گہرا اور مخلص دوست ہے۔

۲۰۰۔ شبیر احمد مولوی

مطلوب الرحمن کا بھائی ہے۔ اور دیوبند کے مدرسہ میں ملازم ہے۔ دو سال بھائی یعنی حبیب الرحمن اور مفتی عزیز الرحمن بھی مدرسہ کے عملہ میں شامل ہیں۔ پہلے وہ فتحپوری اسکول دہلی میں مولوی فضل الرحمن کے ساتھ تھا لیکن ان کا ساتھ نہیں نبھ سکا۔ چنانچہ شبیر احمد دیوبند کے مدرسہ میں آگیا۔ وہ بڑا فاضل مولوی ہے۔ اس نے ترکی کی امداد کے لئے چندہ جمع کرنے میں جنگ باقان کے دوران بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور اسلامی سیاست میں وہ زبردست دل چسپی لیتا ہے وہ مولانا محمود الحسن کی جہاد کی اسکیم کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے۔ اور اگر اسے حبیب الرحمن اور مفتی عزیز الرحمن نہ روکتے تو وہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولانا کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں ضرور شامل ہو جاتا۔ شبیر احمد شروع میں مولانا عبید اللہ کے ساتھ دوستی رکھتے تھے لیکن بعد میں سخت دشمن ہو گئے۔ اور دیوبند سے ان کے اخراج کے خاص ذمہ دار رہے ہیں۔

۲۰۱۔ شفیق الرحمن حکیم ساکن رام پور (یوپی)

(۱) انور پاشا اور جمال پاشا ترک افواج کی کامیابی کے لئے جب دعائے ننگے کے واسطے مدینہ آئے تو یہ وہاں موجود تھا۔ اور اس نے دونوں چیزوں کی تعریف میں اُس وقت ایک قصیدہ پڑھا تھا۔ وہ جہاد کا زبردست حامی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مدینہ

۸۸
میں وہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی جمع کیں جن میں جہاد کی تلقین کی گئی ہے۔ اور پھر انہیں طبع کرنے کے لئے شام کو بھیج دیا تاکہ انہیں تقسیم کیا جاسکے۔

۲۰۲. سیف الدین مولوی ساکن بجنور (یو پی)

کئی برس سے عرب میں مقیم ہے۔ مکہ میں دھڑاپور باطنی جہاد سے متعلق محمود الحسن کے خفیہ مشوروں میں شریک ہو کر رہا تھا۔

۲۰۳. شاہ بخش حاجی ڈاکٹر سندھی

جنودر بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔ حضرت مولانا کے نام عبید اللہ کے خط میں بھی یہ نام آیا ہے۔ ڈاکٹر حاجی شاہ بخش ولد امام بخش نشاری بلوچ تھورو نوابخاری شہر حیدر آباد سندھ۔ یہ گھڑی ساز اور بہت چھوٹا زمیندار ہے۔ کچھ طب یونانی کا کام بھی کرتا ہے۔ یہ اسی جہاز میں عرب گیا تھا جس جہاز میں سہارنپور کے مولانا خلیل احمد اور آن کی پارٹی نے ستمبر ۱۹۱۵ء میں سفر کیا تھا اور ایس ایس اکبر نامی جہاز سے ستمبر ۱۹۱۶ء میں ہندوستان واپس آیا تھا۔ مولوی خلیل احمد بھی اسی جہاز سے لوٹے تھے۔ مولوی عبید اللہ اور حکیم عبدالقیوم اور شیخ عبدالرحیم (جس کے نام تشریحی ریشمی خط روانہ کیا گیا تھا) ساکن حیدر آباد سندھ کا نہایت مخلص ساتھی ہے۔ مولانا محمود الحسن کی سازش جہاد کارکن تھا۔ حجاز سے ہندوستان پہنچنے پر اس نے فوراً حکیم عبدالقیوم اور شیخ عبدالرحیم کو تار دیا کہ اس سے حیدر آباد میں ملیں۔ یہ ممکن ہے وہ مولانا محمود الحسن کے پیغامات لایا ہو۔ محمود الحسن نے انور پاشا جمال پاشا اور غالب پاشا سے عرب میں جو چھ فرمان حاصل کئے تھے وہ حاجی شاہ بخش اور ایس ہادی حسن کی مشترکہ نگرانی میں ہندوستان بھیج گئے تھے تاکہ سید نور الحسن ساکن رتھیری (یو پی) کے حوالہ کئے جاسکیں۔

۲۰۴. شاہ نواز خاں

پسر خاں بہادر رب نواز خاں آنریری مجسٹریٹ ملتان۔ اللہ نواز خاں ہاجر

طالب علم کا بڑا بھائی اپنے بھائی کے اصرار پر لاہور کے جہادی طلباء کے ساتھ ہو گیا تھا پہلے وہ برج ہری سنگھ برہنہ میں ملازم تھا اس انقلابی پارٹی کا ایک فرد تھا جو ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کو کابل سے سردار نصر اللہ خاں کے خفیہ خطوط قبائلی ملاؤں وغیرہ کے نام لے کر روانہ ہوئی تھی۔ ان خطوط میں ان سے متحد ہونے اور انگریزوں کا مقابلہ کرنے کو کہا گیا تھا۔ اسے نادر شاہ اور مولوی عبدالرحیم کے ہمراہ پہلے تو یہ خطوط آزاد علاقہ میں پہنچاتے تھے پھر عبدالرحیم کے ہمراہ انہیں ذاتی طور پر نواب امب اور نہتر چترال کے پاس لے جا کر انہیں پیش کرتا تھا۔ وہ جنود ربانیہ میں سحر ہے۔

۲۰۵۔ صادق احمد مولوی

(۱) مولوی شائق کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بھاگلپور بہار کا باشندہ ہے۔
(۲) پہلے وہ عبید اللہ کی جمعیت الانصار دیوبند کی تشکیل میں اس کا خاص معاون تھا۔ نظارت المعارف دلی کے عملہ میں ان کے ساتھ تھا۔ لیکن بعد میں اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ علیحدہ ہو گیا۔

۲۰۶۔ شوکت علی مولوی

مولوی شوکت علی ساکن رام پور (یو پی) اتحاد اسلامی کا مشہور حامی بدنام محمد علی ایم اے آف کامریڈ کا بھائی وہ ایکسٹرنل ڈیپارٹمنٹ کا سابق ملازم ہے۔ عبید اللہ کا مخلص ساتھی تھا، کہا جاتا ہے کہ اُس کے سفر کابل میں اس کو مالی امداد دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ شوکت علی نے عبید اللہ کی درخواست پر مولوی سیف الرحمن کو جب وہ سرحد پار جا رہے تھے پانچ سو روپے دیئے تھے۔ وہ انجمن مذہب کعبہ کا اُس وقت تک سکریٹری رہا۔ جب تک کہ وہ اور اس کا بھائی ۱۹۱۵ء میں سی پٹی میں نظر بند کئے گئے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ لفٹنٹ جنرل ہے۔

۲۰۷۔ شجاع اللہ مہاجر

پسر حبیب اللہ خواجہ ریشا نرڈ فورمین گورنمنٹ سنٹرل پریس شملہ سکھ محلہ

مصری مل لاہور شہر ڈاکٹر اللہ جوایا کا دور کارشتہ دار ہے۔ ایک بھائی شیخ ولی اللہ
 مکہ موسمیات شملہ میں ملازم ہے۔ اور دوسرا بھائی شیخ عظیم اللہ لاہور میں پلیڈر
 ہے۔ فروری ۱۹۱۵ء میں دیگر جہادی طلباء کے ساتھ اسمس کو فرار ہونے سے پہلے
 لاہور کے میڈیکل کالج کا طالب علم تھا۔ جہاں اب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ملاقات
 ایم عبداللہ پشاور سے ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مولوی کی آتش بار خطابت
 نے اس کے خیالات کو متاثر کیا اور وہ بڑے زور و شور کے ساتھ ہجرت کے
 منصوبہ میں شریک ہو گیا۔ کابل میں ایک موقعہ ایسا آیا کہ اسے اپنی حالت پر بہت
 افسوس ہوا اور اس نے ہندوستان آنے کی کئی بار ناکام کوشش کی۔ بالآخر اس کا تعلق
 عبید اللہ، ہند پر تاپ، برکت اللہ اور تان بینگ سے ہو گیا۔ جون ۱۹۱۶ء میں اسے
 عبدالباری کے ہمراہ انور پاشا اور جرمن چانسلر کے لئے ہند پر تاپ کے خط دے کر
 خفیہ مشن پر قسطنطنیہ اور برلن بھیجا گیا۔ ایران میں اسے گرفتار کر کے ہندوستان لے آیا
 گیا۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں وہ کرنل ہے اور حکومت موقتہ ہند کا نائب وکیل ہے۔

۲۰۸۔ سراج الدین میر ساکن ریاست بھاؤل پور

جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ یہ اور میر سراج الدین نج چیف کورٹ
 ریاست بھاؤل پور ایک ہی شخص ہیں۔ خان بہادر شمس العلماء سید محمد لطیف مولف
 انگلش برٹش آف پنجاب کا چھوٹا بھائی ہے۔ یہ خاندان بہت مشہور ہے اور میر
 سراج الدین بھی بہت وفادار بتایا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ان اشخاص
 میں شامل ہے جن سے دریافت کئے بغیر ان کو جنود ربانیہ میں عہدے دیدیئے گئے تھے۔

۲۰۹۔ سلیمان سید ندوی

مولوی شبلی نعمانی کا پیرو اور ان کے ادارہ ندوۃ العلماء کا پر جوش حامی اس نے
 مدرسہ امدادیہ دہلی میں سید تفسی الحسن ساکن چاند پور (لوئی) کے تحت تعلیم پائی ہے۔ پھر

وہ پونہ کالج میں پروفیسر ہو گیا تھا۔ جنودربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے

۲۱۔ سید احمد حاجی ساکن انبیٹھ

جنودربانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ انبیٹھ کا باشندہ ہے، محمدیاں عرف مولوی منصور کا چھوٹا بھائی ہے۔ مولانا محمود الحسن اور ان کے رفقاء مکہ پہنچے تو یہ ان وہاں موجود تھا کیونکہ بیوی سے کسی جھگڑے کے باعث دو برس قبل وہاں چلا گیا تھا۔ احمدیاں کے ذریعہ محمود الحسن سے متعارف ہو سکا۔

۲۱۱۔ سید ہادی

عبید اللہ نے واقعات مابعد جدہ کے بیان میں جو خط مولانا کو لکھا ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے۔ اسی سید ہادی حسن ہے جو مہدی حسن ساکن خان جہان پور ضلع مظفرنگر یوپی کا لڑکا ہے۔ عمار درتھیرڑی کے سید نور الحسن کا بھتیجا ہے۔ مولانا محمود الحسن کے عرب چلے جانے کے بعد ان کے پیچھے روپیہ اور اسلحہ ان کی سپردگی میں رہتا تھا۔ ہادی حسن مولانا رشید احمد گنگوہی اور مدرسہ دیوبند کے مفتی عزیز الرحمن کا مرید ہے۔ سازش کا ایک رکن تھا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں ایم محمود الحسن کے ہمراہ عرب گیا تھا اور ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایس ایس اکبر جہاز سے واپس آ گیا تھا۔ سہارنپور کے مولانا خلیل احمد بھی اسی جہاز سے لوٹے تھے مولانا محمود الحسن نے انور بے جمال پاشا اور غالب پاشا سے جو چھ فرمان حاصل کئے تھے وہ ایس ہادی حسن اور حاجی ڈاکٹر شاہ بخش کی سپردگی میں سید نور الحسن ساکن رتھیرڑی کو پہنچانے کے لئے ہندوستان بھیجے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہادی حسن ان فرمانوں کے علاوہ ایم محمود الحسن کا ایک خط بھی لایا تھا جو اس کے لحاف میں سلا ہوا تھا۔ پہلی تلاش میں پولیس کی نظر میں نہ آ سکا لیکن جب ایم خلیل احمد کو اس کا علم ہوا تو اس کو فوراً ضائع کر دیا۔

۲۱۲۔ تاج محمد مولانا ساکن سندھ

شاہد بھی مولوی تاج محمد ساکن امرٹ سکھر سندھ ہیں۔ سندھ میں دوسرے

نمبر پر اس کا زبردست اثر ہے۔ جو صرف مولوی ہالیوں کے اثر سے کم ہے۔ وہ کٹھہ کراچی کے مولوی محمد صادق کا دوست ہے۔ جواب کار فارمیں نظر بند ہے۔ خیال ہے کہ اس نے مولوی عبید اللہ کے فرار افغانستان میں اس کی مدد کی تھی۔ اس کے ہزاروں پیرو ہیں جن میں بڑے بڑے زمیندار، پلیڈر اور سرکاری ملازمین شامل ہیں۔ جنور بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔

۲۱۳۔ وحید

مولوی عبید اللہ نے واقعات مابعد جدہ کے بیان میں جو خط لکھا ہے اس میں یہ نام آیا ہے وحید، ایم صادق احمد مرحوم کالٹر کا ہے۔ جو پہلے فیض آباد یو پی میں رہتے تھے۔ ان کا سال خاندان ۱۸۹۹ء میں عرب کو ہجرت کر گیا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی اس کے چچا ہیں۔ دو برس ہوئے وہ اپنے چچا ایم حسین احمد کے ہمراہ ہندوستان آتا تھا اور آخر الذکر کی واپسی کے بعد بطور طالب علم مدرسہ دیوبند میں ٹھہرا رہا۔ مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں حجاز کو چلا گیا۔

۲۱۴۔ ولی احمد مولوی

ولد شیخ محمد صاحب موضع ہڑیاں تھانہ حسن ابدال ضلع اٹک وہ حسن پور ضلع ملو آباد (یو پی) کے ایک مدرسہ میں بحیثیت مدرس ملازم ہے ستمبر ۱۹۱۶ء میں السی اس حجاز کے ذریعہ حج کو گیا تھا۔ اسی میں مولوی محمد مسعود بھی گیا تھا۔ نومبر میں اسی جہاز سے واپس آ گیا۔ مولوی محمد مسعود بھی اسی جہاز سے لوٹ آیا۔ مولوی ولی احمد، مولانا محمود الحسن کے لئے ان کی اہلیہ کا ایک خط لے گیا تھا۔ نیز ہادی حسن کا پیغام بھی مولوی محمود الحسن کو پہنچایا۔ کہ ہادی حسن اور سندھ کے ڈاکٹر شاہ بخش کی سپردگی میں جو چھ فرمان بھیجے گئے تھے وہ سلامتی کے ساتھ پہنچ گئے ہیں۔

۲۱۵۔ ولی محمد مولوی

(۱) جنودِ بانیہ کی فہرست میں کرتل ہے۔ یہی مولوی محمد عرف مولوی موسیٰ ساکن موضع فتوحی والا تھا نہ گنڈا سنگھ والا ضلع لاہور ہے۔ نہایت متعصب و ہابی مولوی ہے۔ جو سرگرمی سے جہاد کے نظریہ کی تبلیغ کرنے اور اس مقصد کے لئے روپیہ و رآدی جمع کرنے میں مصروف ہے۔ لاہور، فیروزپور، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ اضلاع میں اس کے بہت سے پیرو ہیں۔ جہاں سے وہ ہندوستانی متعصبوں کے لئے روپیہ و رآدی خفیہ طور سے جمع کرتا رہتا ہے۔ ایم ولی محمد یہ انٹی برٹش کام گذشتہ کئی برسوں سے کر رہا ہے۔ وہ جو روپیہ جمع کرتا ہے اور جتنے رآدی اکٹھے کرتا ہے ان کو یا تو خود یا دوسرے نمائندوں کے ذریعہ سرحد کے پار پہنچا دیتا ہے۔ وہ ۱۹۱۵ء کی دہائی اور سرحدی ریشوں میں بہت زیادہ ملوث تھا لیکن گرفتاری سے بچتا رہا۔ اور اس کو فرار ہو گیا۔ جہاں اس نے مولوی موسیٰ کا نام اختیار کر لیا۔ ولی محمد اوٹس کے والیٹروں نے سرحد پار کی لڑائیوں میں حصہ لیا ہے۔ ریشمی خطوط کی سازش کی تعقیب سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی مولانا موداحسن سے وابستہ اور ان کی سازش میں ملوث تھا اور کبھی کبھی دیوبند جایا کرتا تھا۔ اس کا بوالکلام آزاد سے بھی رابطہ تھا۔ غالباً اب وہ آزاد علاقہ میں ہے۔

۲۱۶۔ یار محمد ساکن کابل

(۱) سرحد پار کا پٹھان اور شاید افغانستان کا باشندہ وہ ۱۹۱۵ء میں ہندوستان آیا تھا۔ دیوبند کے مدرسہ کا پڑنا طالب علم ہے۔ کچھ تعلیم مدرسہ مسجد فتحپوری میں بھی حاصل کرتی تھا وہ بعد میں مولوی سیف الرحمن کے ماتحت فقہ کا استاد مقرر ہو گیا تھا وہ اس کے ہمراہ ۱۹۱۵ء میں کابل کو فرار ہو گیا تھا۔ یار محمد حنفی فرقہ کا ہے۔ سیف الرحمن اور حاجی صاحب کے ساتھ بلاناغہ رہتا ہے شاید اس نے رستم کی لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ نومبر ۱۹۱۵ء میں وہ واپس آیا تھا اور پانی پت کے حمد اللہ سے ابوالاحمد کے ذریعہ

۲۳۔ روپے سیف الرحمن کے واسطے لے گیا تھا۔ شاید اب آزاد علاقہ میں ہے۔

۲۱۷۔ ظفر علی

جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے۔ یہ وہی ظفر علی خاں ہے جو اتحادِ اسلامی کا بدنام حامی اور مرحوم زمیندار اخبار کا ایڈیٹر ہے۔ اتحادِ اسلامی کے تمام انتہا پسند حامیوں کا دوست اور ساتھی ہے۔ اب اپنے گاؤں کرم آباد نزد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں نظر بند ہے۔

۲۱۸۔ ظفر حسن مہاجر

(۱) پسر حافظ عظیم الدین ارا میں ساکن کرنال فروری ۱۹۱۵ء میں سرحد کو فرار ہونے والے طلباء میں سے ایک (گورنمنٹ کالج لاہور) جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔

۲۱۹۔ ظفر محمد مولوی

جنودِ بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ کرنل ہے۔ عبید اللہ نے واقعات مابعدہ بیان کرتے ہوئے مولانا محمود الحسن کو جو خط لکھا اس میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ یہی مولوی ظہور محمد ساکن سہارنپور ہے جو پہلے مدرسہ اسلامیہ انبالہ میں مدرس تھا اور اب عربی اسکول رڑکی میں ٹیچر ہے وہ ایم محمود الحسن کی جہادی سازش کا ایک نہایت پر جوش رکن تھا۔ اور بلاناغہ دیوبند آکر خفیہ مشورہ میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ایم محمود الحسن کے سفرِ عرب کے لئے بجنور ٹکینہ اور نواحی علاقہ سے روپیہ جمع کیا تھا۔ اس سے کہا گیا تھا کہ محمد میاں کی والہی تک جو مولانا کے ساتھ گیا تھا روپیہ جمع کرتا ہے اس انتظام کے تحت ظہور محمد نے رڑکی اور گردونواح کے دیہات سے جمع شدہ چندہ کی رقم سے ایم محمد اللہ کی مدد کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے وہاں اس غرض سے

میکڑوں اشخاص کی ایک سوسائٹی قائم کر لی تھی۔ محمد میاں، مرتضیٰ حسن، مولوی منہول وغیرہ کو جب عربی لوٹ رہے تھے تو ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے بھی گیا تھا۔ ایم محمود الحسن اسے ٹچپ چپ آدمی کہا کرتے تھے۔ اور اکثر اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جہاں گہرا آدمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بے دھرمک آدمی تھا۔

۲۲۰۔ ظہور صاحب مولوی

دیکھئے ظہور محمد مولوی

۲۲۱۔ ضمیر الدین احمد نواب

جنود بانیہ کی فہرست میں لفٹنٹ جنرل ہے شاید یہی نواب ضمیر الدین احمد وہابی مولوی ہے۔ جو دلی میں ضمیر مرزا کے نام سے مشہور ہے۔ وہ نواب نوبارو کا بھائی ہے ۱۹۱۶ء تک وہ اہل حدیث کا تفرقہ کے صدر رہے جبکہ عربی صحت کی بنا پر مستعفی ہو گئے ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ اسے عبید اللہ کی سازش کا علم تھا یا اس میں شامل تھا شاید یہ بھی انہیں لوگوں میں ہے جن سے دریافت کئے بغیر ان کو عہدے دیدیتے گئے تھے۔

۲۲۲۔ ضیاء الدین احمد قاضی

قاضی ضیاء الدین ایم اے ساکن چکوال ضلع جہلم صوفی مسجد لاہور کے مولوی ابوالاحمد کا بھتیجا۔ اس کا باپ یا اس کے چچاؤں میں سے ایک مولوی احمد دین مولوی عبداللہ کا استاد تھا۔ جو کھڑہ کراچی کے بدنام متعصب وہابی محمد صادق کا باپ تھا پہلے وہ چکوال کے ڈسٹرکٹ بورڈ وہابی اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ لیکن بعد میں دیوبند میں جمعیۃ الانصار میں شامل ہو گیا۔ جہاں وہ مولانا محمود الحسن کے مکان پر خفیہ مشوروں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ جب عبید اللہ نے نظارۃ المعارف القرآنیہ دلی میں قائم کیا تو ضیاء الدین اس ادارہ میں ٹیچر بن گیا۔ لیکن عبید اللہ کے فرار کابل سے کچھ پہلے اس نے یہ جگہ چھوڑ دی اور چکوال اسکول میں اپنی سابقہ جگہ پر چلا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۹۱۶ء کے شروع میں امیر سے ملازمت کے لئے درخواست کی تھی۔ لیکن کسی طریقہ سے اس کو کابل جانے سے باز رکھا گیا۔ اب وہ اسلامیہ اسکول گوجرانوالہ کا ہیڈ ماسٹر ہے۔ جنود بانیہ کی فہرست میں آکر ہے۔

تتمہ

اس فہرست میں آن لوگوں کے نام دیئے گئے ہیں جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یا تو مولانا محمود الحسن کے جہاد کے پروپیگنڈے کی تائید کی یا اس میں مدد دی۔ اس فہرست کو مکمل نہیں کہا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ فہرست میں شامل بعض لوگ اس سازش سے بالکل بے خبر ہوں گے۔ اودان کا صرف مولانا محمود الحسن سے عقیدت کی وجہ سے اس فہرست میں شامل کر لیا گیا ہوگا۔

۱۔ لکڑھ	مولوی انیس احمد	۲۲۔ کلکتہ	ابوالکلام
۲۔ کالی دیوریا	مولوی احمد میاں	۲۵۔	عبدالرحیم ولد بخش الہی مرچنٹ
۳۔ بیرٹھ ٹھہر	خواجہ عبدالحی	۲۶۔ گیا	مولوی ولایت علی
۴۔	مولوی حافظ کفایت اللہ	۲۷۔	مولوی رحمت اللہ
۵۔	مولانا عاشق الہی	۲۸۔	ولایت حسین صاحب
۶۔	مولانا احمد علی	۲۹۔ رنگون	مولوی محمد ابراہیم
۷۔	مولانا عبدالمومن	۳۰۔ کٹیہار	حکیم محمد اسحاق
۸۔	حافظ فصیح الدین	۳۱۔ مظفرنگر	سید نور الحسن رئیس تحصیلری
۹۔	حاجی وجہہ الدین	۳۲۔	مولوی حافظ عبدالحی
۱۰۔	مشیح رشید احمد	۳۳۔ کنجپورہ	مولوی مشتاق آف انیشیم
۱۱۔	مولوی محمد ابراہیم	۳۴۔ ضلع کرنال	مازم نواب صاحب
۱۲۔	لال کرنی کا ایک قصائی	۳۵۔ دلی	مولانا کفایت اللہ
۱۳۔	معرفت مولانا احمد علی	۳۶۔	مولوی محمد امین الدین
۱۴۔	مولانا غلام محمد	۳۷۔	حافظ نسیم الدین
۱۵۔	مولانا محمد حسین	۳۸۔	مولوی احمد علی ناظم نظارۃ
۱۶۔	شاملات [مولانا محمد احمد]	۳۹۔	حاجی احمد الدین اہل حدیث
۱۷۔	مولانا محمد اعظم	۴۰۔	ڈاکٹر انصاری
۱۸۔	قادی محمد شفیع آف کیرانہ	۴۱۔	حسن نظامی
۱۹۔	مدرس مدرسہ سملک	۴۲۔	حکیم عبدالرزاق
۲۰۔	مولانا رفیق حسن	۴۳۔	مولوی امیر الدین
۲۱۔	حافظ محمد اسماعیل مرچنٹ	۴۴۔ پرتاب گڑھ	مولوی محمد یعقوب (سفیر)
۲۲۔	بھتیجا پیش امام مرغی بہہ مسجد	۴۵۔ لکھنؤ	مولوی محمد علی درصغیر
۲۳۔	نواب عبدالستار	۴۶۔	مولوی مطلوب الرحمن کے دوست
۲۴۔	حاجی اللہ بخش وجیب بخش	۴۷۔	مولوی وارث حسن ہیر
۲۵۔	ہاشم مصطفیٰ	۴۸۔ درجنگ	عبدالحفیظ
۲۶۔	مولانا تیر حسین	۴۹۔	عبدالوہاب

۴۸۔ درجہ شہ	مولوی پہنواں	۸۳۔ مراد آباد	حاجی محمد اکبر صاحب مرحوم
۴۹۔ نگینہ بجنور	مولوی بشیر احمد	۸۵۔ پشاور	مولوی عبدالرحیم
۵۰۔	مولانا شوکت علی	۸۶۔	صاحب زادہ صاحب
۵۱۔	مولوی انوار الحق	۸۷۔	مولوی غلام رسول صاحب
۵۲۔	مولوی تھارین صاحبہ مجید الدین	۸۸۔ بھاکپور	مولوی سہل صاحب
۵۳۔	حکیم جمیل الدین	۸۹۔	مولوی شایق
۵۴۔	مولوی محمد یسین	۹۰۔ لاہور	مولوی عبدالحق صاحب
۵۵۔ بجنور	حکیم رحیم اللہ	۹۱۔ حیدرآباد سندھ	مولوی محمد ابراہیم
۵۶۔	حافظ مشیت اللہ	۹۲۔	پیر محمد صاحب
۵۷۔ پٹنہ	حاجی عبدالرحیم اہل حدیث	۹۳۔ پورٹ دیراول	مولوی محمد ابراہیم صاحب
۵۸۔ شملہ	مولوی احمد بن آف کیرا پٹیاں	۹۴۔ خوجہ	عبداللہ مال
۵۹۔ اجمیر	مولوی عزیز احمد صاحب کیری سکول	۹۵۔	عبدالرحمن خاں صاحب
۶۰۔	قاسم جی محمد جال مرحوم	۹۶۔	حافظ مشیت اللہ
۶۱۔	طاہر محمد اللہ	۹۷۔	حبیب اللہ
۶۲۔	مولوی قمر الدین صاحب	۹۸۔	حکیم اللہ خاں صاحب انسپکٹر
۶۳۔ بیادور	حاجی شمس الدین وقافی صاحب الحق	۹۹۔ چکوال جلم	مولوی احمد صاحب
۶۴۔ غلیگڑھ	مولوی امین احمد مولوی احمد بیان	۱۰۰۔ جودھ پور	مولوی عبدالحق
۶۵۔ نہپور بجنور	مولوی حامد حسن	۱۰۱۔	آئیہ اور آدمی
۶۶۔	رحمت اللہ	۱۰۲۔	مولوی عبدالغنی صاحب اہل حدیث
۶۷۔ قنور	مولوی بیکت علی	۱۰۳۔	مولوی محمد ابراہیم صاحب
۶۸۔ کیرت پور	حافظ علی مس (البہار)	۱۰۴۔	مولوی عبدالرحیم صاحب
۶۹۔ بہمنی	مولوی بسم اللہ مدرس	۱۰۵۔	مولوی سعید احمد صاحب
۷۰۔	مولوی محمد عیسیٰ مدرس	۱۰۶۔	مرزا عبدالقادر صاحب
۷۱۔	مولوی ظہور لکھنؤ	۱۰۷۔	حفظ امداد حسین
۷۲۔	حکیم اجبر بنی محمد علی	۱۰۸۔	مولوی حافظ اسماعیل
۷۳۔ سہارنپور	حافظ محمد یعقوب آف نگینہ	۱۰۹۔	نائب مدرس تحصیل
۷۴۔	حاجی احمد جان مرحوم	۱۱۰۔	مولوی مہر علی
۷۵۔ رائے پور	مولانا عبدالرحیم	۱۱۱۔	عبدالکریم
۷۶۔	طاہر جی	۱۱۲۔	مرزا صاحب
۷۷۔	شاہ زاہد حسن	۱۱۳۔	صاحب زادہ عبدالرحیم
۷۸۔ انبیتھ	پیر جی ظہور احمد	۱۱۴۔	مفتیانہ یارت ٹونگہ
۷۹۔	حافظ مشیت اللہ	۱۱۵۔	مولوی ظہور احمد
۸۰۔	مولوی احمد رئیس	۱۱۶۔	تجلی آفتاب مرن
۸۱۔ پیا لکھوٹ	ماسٹر غلام نبی وغلام حبیب کٹر لکھوٹ	۱۱۷۔ گنگوہ	حافظ محمد یعقوب صاحب
۸۲۔ مراد آباد	قاضی محمد الدین	۱۱۸۔	مولانا حکیم مسعود احمد شاہ
۸۳۔ انارک شہر	حافظ محمد صدیق دیباچی	۱۱۹۔	مولانا حکیم مسعود احمد شاہ

مزید سات اشخاص کے نام دوسرے لوگوں کے ساتھ اس فہرست میں آئے ہیں اس طرح ناموں کی تعداد ۱۲۳ ہو چکی ہے

ردیف	نام	ردیف	نام	ردیف	نام
۲۸	عبدالرحمن ساکن جالندهر	۲۰	عبداللہ عمادی	۳۸	عبدالرحمن
۲۹	عبدالرحمن شیخ	۲۰	عبداللہ مولوی آف غازیپور	۳۹	عبدالرحمن
۲۹	عبدالرشید مہاجر	۲۱	عبداللہ مولوی آف سندھ	۴۰	عبدالرحمن
۲۹	عبدالرزاق صاحب حکیم	۲۱	عبداللہ شیخ مہاجر	۴۱	عبدالرحمن
۳۰	عبدالسلام	۲۱	عبداللطیف	۴۲	عبدالرحمن
۳۰	علی محمد	۲۲	عبداللطیف حاجی پانی پتی	۴۳	عبدالرحمن
۳۱	افیس احمد مولوی بی۔ اے	۲۲	عبداللہ شہزاد مولوی	۴۴	عبدالرحمن
۳۱	انور شاہ مولوی	۲۳	عبدالحمید	۴۵	عبدالرحمن
۳۲	عزیز علی	۲۳	عبدالحمید خاں مہاجر	۴۶	عبدالرحمن
۳۲	عزیز الرحمن	۲۳	عبدالقادر آزاد سیانی	۴۷	عبدالرحمن
۳۲	بابر ملا	۲۳	عبدالقادر مولوی ساکن دین پور	۴۸	عبدالرحمن
۳۲	برکت اللہ مولوی، بھوپالی	۲۴	عبدالقادر مولوی ساکن قصور	۴۹	عبدالرحمن
۳۳	دارالرشاد (الہیات مدرسہ)	۲۴	عبدالقادر شیخ مہاجر	۵۰	عبدالرحمن
۳۳	فقیر شاہ	۲۵	عبدالرحمن مولانا	۵۱	عبدالرحمن
۳۴	فتح محمد سندھی	۲۵	عبدالرزاق صاحب حاجی	۵۲	عبدالرحمن
۳۵	فضل الہی مولوی	۲۶	عبدالسلام فاروقی سید مولوی	۵۳	عبدالرحمن
۳۶	فضلین	۲۶	عبدالوحید	۵۴	عبدالرحمن
۳۶	فضل محمود عرف مولوی محمود	۲۷	عبدالرحیم مولوی عرف محمد شریع محمد زید	۵۵	عبدالرحمن
۳۶	فضل ربی	۲۷	عبدالرحیم ساکن عظیم آباد	۵۶	عبدالرحمن
۳۷	فضل الشریان	۲۷	عبدالرحیم مولوی ساکن راستہ پور	۵۷	عبدالرحمن
۳۷	فضل الرحمن مولوی	۲۷	عبدالرحیم شیخ صاحب ساکن حیدر آباد	۵۸	عبدالرحمن
۳۸	غالب	۲۸	عبدالرحمن	۵۹	عبدالرحمن
۳۸	غالب نامہ	۲۸	عبدالرحمن	۶۰	عبدالرحمن

نمبر شمار	نام	نمبر صفحہ	نمبر شمار	نام
۸۴	غلام حسین	۳۹	۱۰۷	خلیل
۸۵	غلام محمد کشمیری	۳۹	۱۰۸	جماعت
۸۶	غلام محمد صاحب لانا آف بجاولیو	۳۹	۱۰۹	جمعۃ الانصار (انجمن طلبہ قدیم) دیوبند
۸۷	غلام نبی	۴۰	۱۱۰	جلیل الدین حکیم
۸۸	غلام رسول مولوی	۴۰	۱۱۱	جان صاحب باجوڑ
۸۹	حبیب اللہ غازی	۴۰	۱۱۲	کمال سنگھ عرف گوجر سنگھ
۹۰	حبیب الرحمن مولوی	۴۱	۱۱۳	کریم بخش
۹۱	ہادی حسن سید	۴۱	۱۱۴	قاسم المعارف
۹۲	حاجی صاحب ترنگزئی	۴۱	۱۱۵	داظم بے
۹۳	حکیم جمیل	۴۲	۱۱۶	خلیل احمد مولانا
۹۴	حکیم صاحب	۴۲	۱۱۷	خان محمد حاجی
۹۵	حمد اللہ مولوی آف پانی پت	۴۲	۱۱۸	حد بخش
۹۶	حنیف مولوی	۴۲	۱۱۹	خدا م
۹۷	حرمت اللہ	۴۲	۱۲۰	خوشی محمد مہاجر
۹۸	ہرنام سنگھ عرف ارجن سنگھ	۴۲	۱۲۱	کوہستانی ملا
۹۹	ہاشم	۴۵	۱۲۲	مدرسہ
۱۰۰	حسرت موہانی	۴۵	۱۲۳	مدرسہ صولتیہ
۱۰۱	حزب اللہ	۴۵	۱۲۴	محبوب خاں ساکن سہارنپور
۱۰۲	حضرات یاغستان	۴۶	۱۲۵	ہند پر تاپ بابہ
۱۰۳	حسین حمید	۴۶	۱۲۶	محمود حسن صوفی
۱۰۴	حسین	۴۷	۱۲۷	محمود الحسن مولانا
۱۰۵	حسین احمد مدنی	۴۷	۱۲۸	مسعود
۱۰۶	عمادی	۴۷	۱۲۹	تمہار سنگھ ٹاکٹر

نمبر شمار	نام	نمبر شمار	نام	نمبر شمار
۱۳۰	مطلوب	۵۸	محمد حسن مہاجر	۶۵
۱۳۱	مطلوب الرحمن	۵۹	محمد حسن خیاط	۶۵
۱۳۲	مولانا سیف	۵۹	محمد حسین	۶۶
۱۳۳	مولوی احمد حبیبوالی	۵۹	محمد الہی ریل کی پڑیاں چٹانے والا	۶۶
۱۳۴	مولوی احمد ساکن رام پور	۵۹	محمد عیسیٰ خان حکیم سید اجیری بھٹی	۶۶
۱۳۵	مولوی محمود	۵۹	محمد اسماعیل شہید دہلوی	۶۷
۱۳۶	مولوی شائق	۵۹	محمد مسعود مولوی	۶۷
۱۳۷	سلطان الدین مولوی	۵۹	محمد میاں مولوی عرف مولانا	۶۷
۱۳۸	محمد الدین صاحب مولانا	۶۰	محمد حسن مولوی	۶۸
۱۳۹	محمد الدین صاحب	۶۱	محمد حسین مولوی	۶۸
۱۴۰	محمد الدین قاضی	۶۱	محمد صادق مولوی آف سندھ	۶۹
۱۴۱	محمد حسین مولوی	۶۱	محمد سہیل مولوی	۶۹
۱۴۲	محمد جبر	۶۱	محمد سعید مولوی	۷۰
۱۴۳	محمد عبدالرشید زئی دہلوی	۶۲	محمد نسیم	۷۰
۱۴۴	محمد احمد حافظا حسن علی	۶۲	محمد طریزی	۷۰
۱۴۵	محمد اکبر راجی	۶۲	محمد یوسف مولوی گنگوہی	۷۰
۱۴۶	محمد علی	۶۲	محمد بدین	۷۰
۱۴۷	محمد علی بی۔ بے قصور	۶۳	منیر بے	۷۳
۱۴۸	محمد علی آف سندھ	۶۳	مرتضیٰ حسن مولوی	۷۳
۱۴۹	محمد اسلم	۶۳	مرتضیٰ مولوی	۷۳
۱۵۰	محمد صیف مولوی	۶۴	مشتاق احمد مولوی	۷۴
۱۵۱	محمد حسن بی اے	۶۴	نادر شاہ	۷۴
۱۵۲	محمد حسن مولوی آف مولانا	۶۵	نصیر احمد حافظ دہلوی	۷۵

نمبر شمار	نام	نمبر شمار	نام	نمبر شمار
۸۵	شیخ الشرمولوی	۱۹۹	۴۵	نظارۃ المعارف القرآنیہ
۸۶	شبیر احمد مولوی	۲۰۰	۴۶	ناظم مولانا
۸۶	شفیق الرحمن حکیم ساکن رام پور یو پی	۲۰۱	۴۶	نذیر احمد کاتب
۸۶	سیف الدین مولوی ساکن بجنور یو پی	۲۰۲	۴۶	نعمت اللہ
۸۶	شاہ بخش حاجی ڈاکٹر سندھی	۲۰۳	۴۶	نور الحسن سید
۸۸	شاہ نواز خاں	۲۰۴	۴۶	عبید اللہ
۸۸	صادق احمد مولوی	۲۰۵	۴۸	باجا ملا
۸۸	شوکت علی مولوی	۲۰۶	۴۸	پشاور بھادی پارتی
۸۸	شجاع اللہ مہاجر	۲۰۷	۴۹	پیر بخش
۸۹	سراج الدین مہاجر ساکن ریاضت علیہ	۲۰۸	۴۹	قاضی صاحب
۸۹	سلیمان سید ندوی	۲۰۹	۴۹	رب نواز خاں خان بہادر
۹۰	سید احمد ہادی ساکن انیسٹریٹ	۲۱۰	۸۰	رحمت علی مہاجر
۹۰	سید ہادی	۲۱۱	۸۰	راہی والا مولوی
۹۱	تاج محمد مولانا ساکن سندھ	۲۱۲	۸۰	رام بھدی مولوی
۹۱	وحید	۲۱۳	۸۱	رمضان آف پانی پت
۹۱	ولی احمد مولوی	۲۱۴	۸۱	رشید احمد انصاری مولوی
۹۲	ولی محمد مولوی	۲۱۵	۸۱	رشید اللہ پیر جھٹے والا
۹۳	یار محمد ساکن کابل	۲۱۶	۸۲	رئیس المجاہدین
۹۳	ظفر علی	۲۱۷	۸۲	رضوان شاہ
۹۳	ظفر حسن مہاجر	۲۱۸	۸۳	صد الدین
۹۳	ظفر محمد مولوی	۲۱۹	۸۳	سیف الرحمن مولوی صاحب
	ظہور صاحب	۲۲۰	۸۳	سید نور
	ضمیر الدین	۲۲۱	۸۵	سلیم خاں



